Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

رنگین کہکشاں

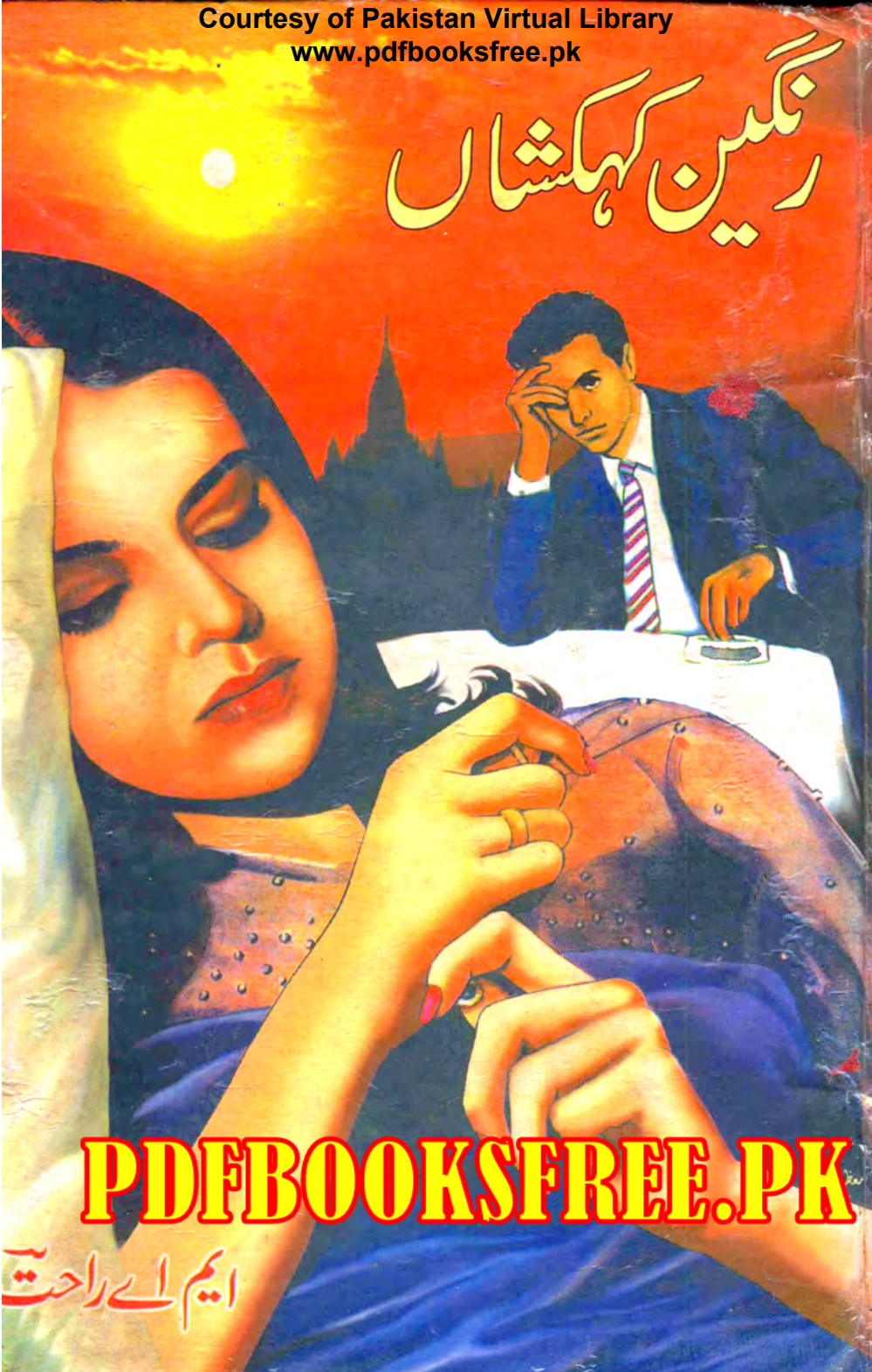

PDFBOOKSFREE.PK

ایم اے راحت

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

ناشر ---------- محمد عمران انجم
کمپوزنگ ---------- نیو مائنڈ کمپیوٹرز
پرنٹرز ---------- چوہدری طاہر حمید
5۔قطب روڈ لاہور
قیمت ----------=/210روپے

ISBN 969-8562-41-9

روبی پبلی کیشنز
ری منزل راجپوت مارکیٹ اردو بازار لاہور۔فون:0303-6416808

پیش لفظ

کسی کتاب کا پیش لفظ عموماً ایک رسم کے طور پر لکھا جاتا ہے۔آغاز کچھ یوں ہوتا ہے کہ مصنف موصوف کا اسم گرامی پڑھنے والوں کے لئے اجنبی نہیں، خیر سے بڑے حضرت واقع ہوئے ہیں، ان کی تحریروں نے ملک بھر میں تہلکہ مچا رکھا ہے، ان کی کتابیں پہلے شو کی ٹکٹوں کی طرح دستادست بکتی ہیں، پڑھنے والے ان کی طرز اور انداز کے دیوانے ہیں اور ان کا نام سن کر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

اس کے بعد کتاب کی تعریفوں کے طومار باندھے جاتے ہیں، مدح میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں، اسے کلاسک قرار دیا جاتا ہے، اردو ادب میں ایک نئی روایت کا نقیب بنایا جاتا ہے، ایک غیر فانی تخلیق کا رتبہ دیا جاتا ہے، غرضیکہ الفاظ و تراکیب کی ہزار گھاتیں بچھا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اردو تو کیا دنیا کی کسی بھی زبان میں ایسا شاہکار نہ پہلے منظر عام پر آیا اور نہ آئندہ آئے گا۔

سوال یہ اٹھتا ہے کہ آخر پیش لفظ لکھا کیوں جاتا ہے؟ کیا اس لئے کہ مصنف اپنے قارئین کی ذہنی استعداد کے متعلق شبہات کا شکار ہوتا ہے اور اسے خدشہ ہوتا ہے کہ اگر پیش لفظ نہ لکھا گیا تو پڑھنے والے اس کی تخلیقی صلاحیتوں کا کماحقہ ادراک نہ کر پائیں گے اور اس کی تحریر کے محاسن ان کی نگاہوں سے اوجھل رہیں گے چنانچہ پیش لفظ میں ایسے تمام ''اسرار ہائے دور دراز'' کی پردہ دری کر دی جاتی ہے۔؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ پیش لفظ صرف اس وقت ضروری ہوتا ہے جب مصنف کا نام پڑھنے والے کے لئے نامانوس ہو اور پیش لفظ کے ذریعے مصنف کا تعارف کرانا مقصود ہو۔ یا پھر اس وقت جب لکھنے والے نے تحریر میں موضوع یا بیان کے حوالے

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

سے کوئی نیا تجربہ کیا ہو اور پیش لفظ کے ذریعے اس کی وضاحت کر دی جائے۔ پیش لفظ کی حقیقی غرض و غایت، سچ پوچھئے، تو یہی ہے۔

اب اگر اس نکتہ نظر کے حوالے سے دیکھا جائے تو زیر نظر کتاب کو سرے سے پیش لفظ کی ضرورت ہی نہیں۔ ایم اے راحت ملک ان کے گنے چنے لکھنے والوں میں بھی امتیازی حیثیت رکھتے ہیں جن کے نام سے ہر وہ شخص واقف ہے جو مطالعے کا تھوڑا بہت شوق رکھتا ہے۔ اور رہا ان کے کام کا سوال تو صرف اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ تفریحی ادب میں ان کے برابر وسیع، بھرپور اور متنوع کام شاید آج تک کسی نے نہیں کیا اور اس پر بھی ان کا یہ کہنا ہے کہ ''ابھی تو صرف قلم کی نوک ہی بھیگی ہے۔ انشاء اللہ اتنا لکھوں گا کہ نسلیں پڑھیں گی۔''

کتاب کے بارے میں صرف یہ سن لیجئے کہ راحت صاحب کی تمام تخلیقات کی طرح یہ کتاب بھی ان کے مخصوص طرز بیاں کی عکاس ہے۔ ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیر دینے والی شگفتگی، توجہ جذب کر لینے والے مناظر، برجستہ مکالمے، پیچ در پیچ کہانی، واقعات میں آبشار کا سا تسلسل اور ہمالہ کی سی اٹھان۔

ہماری دعا ہے کہ راحت صاحب اپنے عزم کو پورا کرنے میں نہ صرف کامیاب ہوں بلکہ اس سے بھی آگے بڑھیں اور آنے والی نسلیں بھی ان کے کام سے لطف و مسرت کشید کرتی رہیں۔ آمین!

ادارہ

آسمان کی بلندیوں کو چومتی ہوئی برف پوش چوٹیوں پر سورج کی زرد شعاعیں مچل رہی تھیں ان کے دامن میں وسیع میدان بکھرے ہوئے تھے کہیں کھیتوں کے وسیع سلسلے کہیں چھتنار کے جنگل اور کہیں برف میں چھپی چٹانوں کا عظیم سلسلہ۔ پہاڑی سلسلے کے دامن سے کچھ فاصلے پر ہماری خوبصورت بستی نظر آ رہی تھی جو بہت وسیع تھی کچے پکے ہزاروں مکانات پر مشتمل اور اس کے درمیان زندگی کی چہل پہل۔ پکے مکانوں کی چمنیوں سے دھوئیں کی لکیریں اٹھ رہی تھیں جو کچھ بلندی تک اٹھنے کے بعد فضا میں نمی سے جم سی جاتی تھیں۔ بستی کے چھوٹے بازار کھلے ہوئے تھے اور ان میں خریداری ہو رہی تھی بستی کی مختلف سمتوں میں لمبی لمبی بھوری لکیریں پھیلی ہوئی تھیں جو پگڈنڈیاں تھیں اور مختلف سمتوں کو نکل گئی تھیں۔ انہی میں سے ایک پگڈنڈی پر ہم دونوں سفر کر رہے تھے ہمارا رخ اپنی بستی کی جانب ہی تھا ہمارے جسموں پر بوسیدہ لباس تھے جن میں جگہ جگہ رنگین پیوند لگے ہوئے تھے۔ کپڑوں کی کوئی تخصیص نہیں تھی بس جسم ڈھکنے کا معاملہ تھا لباس بڑے مہنگے ہوتے ہیں چنانچہ انہیں قائم رکھنے کے لئے اگر ان میں پیوند لگا لئے جائیں تو گزارہ کیا جاسکتا ہے اور پھر یہ موٹے موٹے ٹائر سول کے چپل جو ایک مرتبہ پہن لئے جائیں تو زندگی بھر ساتھ دیتے ہیں پھر بھی سخت مشقت سے کبھی کبھی ان میں بھی زخم پڑ جاتے ہیں اور ان زخموں کو ہمارے ہی جیسے لوگ سینا جانتے ہیں جن کا تعلق ہماری ہی بستیوں سے ہوتا ہے اور شہری آبادی میں ان کی کمی نہیں ہے۔ گاڑیوں کا وزن گھسیٹ کر لے جانے والے ٹائر جب جوتوں میں استعمال کئے جاتے ہیں تو بہرحال انہیں ایک ہی انسان کا بوجھ اٹھانا پڑتا ہے چنانچہ ہمارے ان چپلوں میں بھی جگہ جگہ چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے۔ ان کے رنگ کبھی کسی زمانے میں مختلف ہوں گے لیکن اب مٹی کی تہوں نے ان کا ایک رنگ کر دیا تھا ہم اپنے کاندھوں پر گٹھریاں اٹھائے ہوئے مناسب رفتار سے اپنی بستی کی جانب جا رہے تھے۔ میرا ساتھی دلچسپی کی نگاہوں سے اطراف میں دیکھتا جا رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں میرے لاقے کے لئے پسندیدگی کے جذبات تھے۔

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

ہم دونوں بھوری پگڈنڈی پر آگے بڑھتے رہے اور بستی ہمارے قریب آتی رہی۔ اپنے بارے میں مختصر سی تفصیل بتادوں تاکہ میرا ابتدائی تعارف مکمل ہوجائے۔ میرا قد چھ فٹ ڈیڑھ انچ ہے اور چونکہ بچپن سے ہی وزرش کرتا رہا ہوں اس لئے بدن بھی سڈول ہے۔ پہاڑوں کی نسبت سے میرا رنگ تپے ہوئے تانبے کی مانند عنابی مائل سرخ ہے اور لوگوں کا خیال ہے کہ میری آنکھیں انسانی کھوپڑی کو توڑ کر اس کی گہرائیوں میں گھس جانے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ بس لوگوں کے خیالات ہیں جو مختلف طریقوں سے میرے کانوں تک پہنچے ہیں میں کیا ہوں اس کے لئے تھوڑی سی تفصیل میں جانا ضروری ہے۔ چونکہ میری بستی میرے سامنے آگئی ہے اور انسان جب اپنی جنم بھومی کو دیکھتا ہے تو اگر اس کے دل میں جذبات ہیں اور سینے میں گداز ہوتا ہے تو پھر وہ دوسری چیزوں سے بے اختیار ہوجاتا ہے حتیٰ کہ اس وقت میں بھی بے اختیاری کی کیفیت کا شکار تھا جبکہ میرا ساتھی صرف ایسے انسان کی حیثیت سے آگے بڑھ رہا تھا جو کسی نئی چیز کو زندگی میں پہلی بار دیکھ رہا ہو اس نے ایک چٹان کی آڑ سے ایک خچر کو نکلتے ہوئے دیکھا تو جلدی سے بول پڑا۔

"وہ دیکھو ایک آدمی اور ایک....."

"ہاں ہاں وہ چاچا آدم خان ہے۔" میں نے جلدی سے اپنے ساتھی کو جواب دیا۔ چاچا آدم خان اپنے خچر پر قہر برساتا ہوا تیزی سے آگے آرہا تھا۔ اور پھر چاچا آدم خان نے بھی ہمیں دیکھ لیا ایک لمحے کے لئے ٹھٹکا خچر کا رخ دوسری طرف تھا لیکن ذرا سی لگام موڑ دینے سے کیا فرق پڑتا ہے چنانچہ اس کا رخ ہماری جانب ہوگیا اور تیزی سے دوڑتا ہوا خچر ہم تک پہنچ گیا پھر چاچا آدم خان نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

"ارے مراد خاناں کیسا ہے رے تو ابھی آتا ہے کیا اِدھر؟"

"السلام علیکم چاچا آدم خان۔" میں نے کہا۔

"وعلیکم السلام' میں نے کہا کہ ابھی آتا ہے کیا تو شہر سے؟"

"ہاں چاچا خان۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ کون ہے؟" آدم خان نے میرے ساتھی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"مہمان ہے شہر میں میرے ساتھ کام کرتا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور آدم خان کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔

"تو تیرے کو سرکاری نوکری مل گیا ہے۔"

"بالکل مل گیا چاچا آدم خان۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا آدم خان کی مسکراہٹ سکڑ گئی اس نے مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے کہا۔

"تیرا شکل تو نہیں بتاتا یہ تیرے بدن پر سرکاری وردی ہی ہے ناں۔" اس نے کہا اور تحقیر آمیز انداز میں قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"اس وقت میں سول ڈریس میں ہوں چاچا آدم خان سرکاری نوکری ملنے کے بعد چہرے پر مہر نہیں لگ جاتی کیا مجھے اپنا دیس اور اپنی بستی میں سول ڈریس میں نہیں آنا چاہئے۔" میری مسکراہٹ سے چاچا آدم خان اور بھی چڑ گیا۔ ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے پر ناخوشگواری کے تاثرات ابھرے پھر اس نے کہا۔

"شام کو پھر سے تیرے گھر پر ملاقات کروں گا ابھی مجھے ایک ضروری کام ہے میں چلتا ہوں۔" آدم خان نے کہا اور خچر کو آگے بڑھا دیا میں نے مسکرا کر اپنے ساتھی کی طرف دیکھا اور اس کے شانے کو تھپتھپا کر کہا۔

"چلو آگے چلو۔"

"کون تھا یہ تمہاری بستی کا پہلا آدمی؟"

"ہماری بستی کا سب سے دولت مند اور سب سے کنجوس آدمی آدم خان' بڑی زمینیں ہیں اس کی اور خوب آمدنی ہوتی ہے۔ اس آمدنی نے اسے دولت مند بنا دیا ہے مگر اس کی دولت جتنی بڑھتی جارہی ہے اس کا دل چھوٹا ہوتا جارہا ہے وہ ہمیشہ اس بات سے خوفزدہ رہتا ہے کہ دولت میں کوئی اس کے برابر نہ ہوجائے اور وہ اپنی دولت بڑی سنبھال سنبھال کر خرچ کرتا ہے بلکہ خرچ ہی نہیں کرتا۔

میرا ساتھی ہنسنے لگا پھر اس نے دور سے نظر آنے والی بستی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہاری بستی بہت خوبصورت ہے۔"

"ہاں میری بستی واقعی بہت خوبصورت ہے ابھی تم آگے دیکھو گے تو تمہیں اندازہ ہوگا کہ اپنی بستی کے بارے میں' میں نے تمہیں جو کچھ کہا تھا غلط نہیں کہا تھا۔" میں نے محبت بھری نگاہوں سے اپنی بستی کے ایک ایک گھر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

بلند و بالا پہاڑوں کے دامن میں بکھرے ہوئے کھلونے نما مکان اپنا ایک الگ ہی حسن رکھتے تھے بہرحال اس کے بعد ہم بھوری پگڈنڈیوں سے گزرتے ہوئے بستی میں داخل ہوگئے اور میرے جاننے والے مجھے نظر آنے لگے۔ سبھی نے پیار بھرے انداز میں مجھ سے ملاقات کی تھی' گلے ملے تھے' ہاتھ ملائے تھے اور میں ان سب سے سلام دعا کرتا

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

ہوا اپنے گھر کی جانب بڑھ رہا تھا جبکہ میرا ساتھی جو اس بستی میں پہلی بار آیا تھا یہ بات اچھی طرح محسوس کر رہا تھا کہ میں اپنی بستی میں سبھی کی نگاہوں کا تارا ہوں یہ سارے لوگ مجھ سے پیار کرتے تھے اور بڑی محبت سے مجھ سے مل رہے تھے میری خیریت معلوم کر رہے تھے۔ اور میری آمد پر خوشی محسوس کر رہے تھے میری بستی میرے لوگ اور پھر میرا گھر اس کے دروازے کی کیفیت ویسی ہی تھی جیسے میں چھوڑ کر گیا تھا اس کے احاطے کی دیواریں بس اتنی ہی تھیں کہ اس کے اندر رہنے والے لوگ اپنی غربت چھپا سکیں دروازے پر بوسیدہ کپڑے کا پردہ پڑا ہوا تھا اور پورا احاطہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا۔ میں نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھ کر محبت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ میرا گھر ہے۔" میرے ساتھی نے سنجیدہ نگاہوں سے میری جانب دیکھا اور بولا۔

"کیوں؟"

"اس لئے کہ یہ میری اصل ہے سمجھ رہے ہو نا اب میں زیادہ صبر نہیں کر سکتا اپنی ماں اور دونوں بہنوں سے ملنے کی خواہش اس قدر شدید ہوگئی ہے کہ میں ایک لمحے رکنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔" اور اس کے بعد میں نے زور دار آواز لگائی۔

"شیرانہ' نور ماں کہاں ہو تم لوگ میں آیا ہوں۔" میرا ساتھی دانت پیس کر خاموش ہوگیا تھا ایسا لگ رہا تھا جیسے اسے مجھ پر بہت زیادہ غصہ آرہا ہو لیکن میں واقعی اب شدید جذبات کا شکار ہوگیا تھا پھر میں پردہ ہٹا کر اندر داخل ہوگیا اس احاطے کے اختتام پر ایک دالان نما برآمدہ بنا ہوا تھا اور ماں اس برآمدے کے ایک گوشے میں چکی پیس رہی تھی اور میری دونوں بہنیں اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھیں انہوں نے مجھے دیکھا اور پھر خوشی سے بے اختیار ہو کر میری طرف دوڑیں وہ چیخ رہی تھیں۔ "ماں' بھائی آگیا۔ ہمارا بھائی آگیا۔"

میرے قدم بھی تیز ہوگئے اور میں فاصلہ مختصر کر کے اپنی دونوں بہنوں کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے ان کے سر اپنے سینے سے لگالئے۔ وہ دونوں خوشی سے دیوانی ہوئی جارہی تھیں۔ پھر ماں نے بھی مجھے دیکھا ایک لمحے کے لئے ساکت رہ گئی۔ چکی پر چلنے والے مضبوط ہاتھ رک گئے۔ پھر وہ آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے اٹھی اور اس کے بعد ایک دلخراش چیخ کے ساتھ مراد گل کہتی ہوئی آگے بڑھ آئی اور میں مالا مال ہوگیا۔ ماں کی آغوش' بہنوں کے سروں کا لمس شاید ہی کوئی صاحب دل اس لمس کی لذت سے ناواقفیت کا اظہار کرے اگر وہ اس عالم میں ایک طویل عرصے کے بعد ان سچی محبت کرنے والوں سے ملا ہو۔ میرے

چوڑے چکلے سینے میں وہ سب سما گئے تھے اور میرے لمبے شاخوں جیسے بازو ان سب کا احاطہ کئے ہوئے تھے۔ میری ماں اور بہنیں اس طرح میرے وجود سے سیراب ہو رہی تھیں جیسے برسوں کے پیاسے پانی سے لپٹ جاتے ہیں اور اس وقت میرے سینے کی کیفیت بھی بہت عجیب تھی۔ ماں کی آنکھوں کے آنسوؤں کی ٹھنڈک میرے سینے میں جذب ہو رہی تھی اور مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے یہ آنسو براہ راست میرے دل پر پڑ رہے ہوں اور دل ان کی لذت سے سرشار ہو رہا ہو۔ خاصی دیر تک میں اسی طرح ان کے سینوں میں اور وہ میرے سینے میں جذب رہے اور پھر میری ماں نے مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے کہا۔

"کتنا دبلا ہوگیا ہے مراد گل۔ شہر میں ٹھیک سے کھانے کو کدھر ملتا ہوگا۔ باہر سے کھانا لے کر کھاتا ہوگا۔ نہ جانے کیسا کھانا ملتا ہوگا تجھے۔ میں نے تجھے شیروں کی طرح پالا تھا اور شہر تجھے کمزور کئے دیتا ہے۔"

"سب ٹھیک ملتا ہے ماں یہ تو بس تیری آنکھیں ہیں جو مجھے دبلا محسوس کر رہی ہیں۔ میں اب بھی درختوں کو اپنے بازوؤں کی گرفت میں لے کر جڑ سے اکھاڑ سکتا ہوں۔" میں نے ماں کے ذہن کا بوجھ کم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا لیکن وہ فوراً بول پڑی۔

"دیکھ مراد خاناں کتنی بار تیرے کو منع کیا کہ بڑا بول مت بولا کر' درختوں کو قدرت نے زمین پر اُگایا ہے قدرت ہر چیز معاف کر سکتی ہے غرور کی آواز نہیں۔ درختوں کی جڑیں اس نے اتنی مضبوطی سے زمین کے اندر پہنچائی ہیں کہ بڑی بڑی آندھی اور طوفان انہیں نہیں ہلا سکتے۔ تو نے غرور کی آواز کہی ہے۔ خدا سے معافی مانگ۔"

"معافی چاہتا ہوں ماں خدا سے بھی اور تجھ سے بھی' یہ تو میں نے تجھے اطمینان دلانے کے لئے کہا تھا تو ٹھیک کہتی ہے میں صدق دل سے اللہ سے توبہ کرتا ہوں کہ غرور کی بات کبھی زبان سے نہیں نکالوں گا۔"

"تو اندر آ۔ ارے لڑکیو یہ کہاں کھڑا کر رکھا ہے اسے چلو اندر چلو بھائی آیا ہے شہر سے چلو اندر آؤ۔" ماں اور بہنیں مجھے گھسیٹتی ہوئی اندر لے گئیں اور پھر دالان میں بچھی ہوئی چارپائی پر بٹھا دیا تو میں نے کہا۔

"ماں میرا ایک مہمان باہر کھڑا ہے۔"

"مہمان۔" ماں نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"کون ہے وہ اور تو نے اسے باہر کھڑا کیوں کر دیا مراد گل۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"جوان آدمی ہے ماں اور تمہاری اجازت کے بغیر میں اسے اندر کیسے لا سکتا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"لڑکیو تم اندر جاؤ میں اسے بلا کر لاتی ہوں۔" ماں نے کہا اور دونوں لڑکیوں کو اندر بھیجنے کے بعد وہ تیزی سے دروازے کی جانب چل پڑی میرا ساتھی ابھی تک دروازے کے دوسری جانب کھڑا ہوا تھا ماں نے اسے دیکھا پھر مسکراتی ہوئی بولی۔

"میرے مراد گل کے برابر ہے تمہاری عمر بیٹے۔ باہر کیوں کھڑے ہو اندر آجاؤ۔ مراد گل کی ماں تمہاری بھی تو ماں ہے آؤ بیٹے اندر آجاؤ۔" تو میرے ساتھی نے اسے سلام کیا اور پھر جھجکتا ہوا اندر داخل ہوگیا۔ ماں نے اس سے پوچھا۔

"کیا نام ہے تمہارا بیٹے۔" اور وہ ٹھٹک گیا۔

"مم..... مم میرا نام۔ میرا نام۔" اس نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا تو میں جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں بتاتا ہوں ماں یہ اپنا خیر خان ہے۔ خیر خان۔ اُدھر شہر میں ہی میرے ساتھ کام کرتا ہے۔"

"خدا ہمیشہ اس کی خیر رکھے آؤ بیٹا بیٹھ جاؤ۔" ماں نے کہا اور محبت سے میرے ساتھی کو لئے ہوئے چارپائی کے قریب آگئی میں نے اس سے اپنی ماں کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"خیر خان یہ میری ماں ہے اور اپنے باپ کے بارے میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ بہت عرصے پہلے اس نے ہمیں اکیلا چھوڑ دیا تھا۔"

"ہاں تم مجھے بتا چکے ہو۔" میرے ساتھی نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"اور میری دو بہنیں بھی ہیں ماں میرا تو خیال ہے کہ نور اور شیرانہ کو بھی بلا لو جب تم یہ بات اپنی زبان سے کہہ چکی ہو کہ خیر خان میری ہی طرح ہے تمہارے لئے تو ان دونوں کے لئے بھی میری ہی طرح ہے۔"

"ہاں کیوں نہیں۔" ماں نے کہا اور پھر اندر کی طرف رخ کرکے بولی۔

"بچیو باہر آجاؤ۔ اپنے بھائی کو سلام کرو۔" اور دونوں لڑکیاں لجاتی ہوئی اندر داخل ہوگئیں۔ میرے ساتھی کی نگاہیں جھک گئی تھیں۔ سلام کا جواب بھی اس نے جھکی ہوئی گردن کے ساتھ دیا تھا۔ ماں نے کہا۔

"مگر مراد گل تو نے اپنے آنے کا چٹھی بھی نہیں بھیجا اگر تو میرے کو چٹھی بھیج دیتا تو

میں تیرے آنے کی خوشی مناتی تیرا انتظار کرتی اور تیری خاطر مدارات کا انتظام کرتی۔"

"ادھر چٹھی آتا کدھر ہے ماں ڈاکیہ جیسے ادھر کو آتا ہے میرے کو معلوم ہے اسی لئے میں نے چٹھی نہیں بھیجا کہ کیا فائدہ میں پہنچ جاؤں گا مگر چٹھی تیرے پاس نہیں پہنچے گا۔"

"تو ٹھیک ہے ناں کوئی تکلیف تو نہیں ہے تجھے۔" ماں نے محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں۔"

"چلو لڑکیو دو بھائی آئے ہیں کھانے کی تیاری کرو دونوں کی خاطر مدارات کرو۔" دونوں لڑکیاں وہاں سے چلی گئیں' ماں ہم سے باتیں کرنے لگیں وہ ہمیں بستی کے حالات بتا رہی تھی اس نے کہا۔

"پچھلی بار سردی بہت قیامت کا پڑا۔ ابھی تو کچھ بھی نہیں ہے۔ ہر چیز جم گیا تھا تو نے ادھر پڑھا ہوگا تو تو اخبار بھی پڑھ لیتا ہوگا جس میں خبر چھپتا ہے۔ دو آدمی ہمارے بستی میں بھی ہلاک ہوگیا۔"

"کون ماں؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"وہ جمال شیر خان اور اس کی بیوی' ان لوگ کو پہلے بھی بیماری تھا۔ سردی کا زور برداشت نہیں کرسکا اور بیچارہ رات کو ہلاک ہوگیا۔

"ہاں وہ تو کمزور بھی بہت تھے۔"

"بس ان لوگ کو تھوڑا اور تکلیف تھا۔ مگر اب میں بھی بہت پریشان ہوں۔ ایک ایسا ہی مصیبت مجھ پر بھی نازل ہوگیا ہے۔" ماں نے کہا اور میں چونک پڑا۔ میں سہمے پھٹی پھٹی نگاہوں سے ماں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا پریشانی ہوگئی ہے ماں؟" میرا دل سینے میں پھڑپھڑانے لگا اور میں نے مضطرب لہجے میں پوچھا ماں خاموشی سے گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگی تھی پھر اس نے کہا۔

"بستی گلاب خیل کا حاجی سراج کے بارے میں تو تم جانتے ہوناں۔"

"حاجی سراج' کیوں نہیں جانتا میں اس کے بارے میں ایک دفعہ جب ہم گلاب خیل گئے تھے ناں تو حاجی سراج نے ہم سے جھگڑا کیا تھا۔"

"حاجی سراج بہت بڑا آدمی ہے لیکن بڑے آدمی ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ایک خراب آدمی بھی ہے اور ہمارے لئے وہ دل میں ہمیشہ سے برائی رکھتا ہے اور آخر کار اس

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

نے ہم سے دشمنی نکال ہی لیا۔" ماں کے الفاظ بڑے سنسنی خیز تھے میں اچھل پڑا تھا میں نے پریشان لہجے میں کہا۔

"دشمنی؟"

"ہاں بات بہت پرانی ہے حاجی سراج کا دادا' زمانہ قدیم میں قتل ہوگیا تھا اور اس کے قاتل کا کوئی سراغ نہیں ملا تھا لیکن تھوڑے دن پہلے حاجی سراج کے دادا کے قتل کا سراغ مل گیا تھا۔ اسی بستی کے ایک بوڑھے آدمی نے جو پاگل ہوگیا تھا اور بعد میں ہوش میں آگیا تھا حاجی سراج کو یہ بات بتایا کہ اس کے دادا کو تمہارے دادا نے قتل کیا تھا حاجی سراج نے لوگوں سے کہنا شروع کردیا ہے کہ پٹھان اس وقت تک پٹھان نہیں ہے جب تک اپنے خاندان کے کسی فرد کے قتل کا بدلہ نہ لے لے اور حاجی سراج نے لوگوں سے یہ بھی کہا ہے کہ اب اس خاندان میں صرف مراد گل ہی بچا ہے اور وہی اس کی دشمنی کا نشانہ بنے گا۔" میں بے چینی سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"تو ٹھیک ہے ماں۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر آج ہی رات کو ہم حاجی سراج کا خاتمہ کردیں گے تھوڑا سا سفر تو طے کرنا پڑے گا لیکن اچھا ہے میں بستی آیا ہوں تو یہ کام نمٹا کر ہی چلا جاؤں۔"

"نہیں بیٹا۔ میں تجھے اس کی اجازت کبھی نہیں دوں گی ایسا کبھی نہیں ہوگا میں تجھے کسی کے خون سے ہاتھ نہیں رنگنے دوں گی تو خود بھی خطرے میں پڑ جائے گا۔" ماں نے کہا اور میں نے نگاہیں گھما کر اپنے ساتھی کی طرف دیکھا جس نے دونوں آنکھیں بند کرلی تھیں اور کندھے کانوں سے لگالیے تھے اس کے چہرے پر خوف کے آثار نظر آرہے تھے ماں چند لمحات کے بعد اٹھ کھڑی ہوئی وہ دیکھنے گئی تھی کہ میری دونوں بہنیں ہماری خاطر مدارات کے لئے کیا تیاریاں کررہی ہیں جب وہ آگے بڑھ گئی تو میرے ساتھی نے کہا۔

"اور یہ بات میں نے تجھ سے پوچھی تھی کہ مراد گل کہ تیری بستی میں تیری کسی سے دشمنی تو نہیں ہے اور تونے مجھے بتایا تھا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میرے پیارے بھائی نکل چل یہاں سے آخر دشمنی پیدا ہوگئی ہے ناں تیری۔" میں ہنس پڑا میں نے کہا۔

"یار میں تیرے کو کیا بتاؤں تو خود سوچ میرے دوست۔ ابھی تک میں تو یہی دعا مانگتا رہا تھا اللہ سے کہ میرا کوئی دشمن پیدا نہ ہو اس دنیا میں لیکن اب میرے دشمن کی پیدائش ہو ہی گئی ہے تو میں کسی کی پیدائش کو کیسے روک سکتا ہوں۔"

"تو نکل چلو فوراً یہاں سے۔ ماں سے ملاقات کرلی یہی تو چاہتے تھے ناں تم ماں سے

مل لو۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن یار فوراً یہاں سے بھاگ جاؤں گا تو ماں کیا سوچے گی کہ کتنا بزدل ہے اس کا بیٹا۔ حالانکہ میرا بھی دل یہی چاہتا ہے کہ اب یہاں سے نکل جاؤں۔"

"ایک بات اور۔" میرے ساتھی نے کہا۔

"ہاں وہ کیا؟"

"کیا تیرے جانے کے بعد ماں کو خطرہ نہیں رہے گا۔ یہاں ہماری جوان بہنیں بھی ہیں۔ اگر ہم اس طرح یہاں سے بھاگ گئے اور حاجی سراج نے ہمارے پیچھے۔"

"نہیں جانِ من۔ ہماری یہ دنیا عجیب ہے۔ پہاڑوں میں رہنے والے بڑے عجیب لوگ ہوتے ہیں۔ مختصر طور پر تو یہ سمجھ کہ ماں اور میری بہنوں کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ حاجی سراج اگر مسلح ہو کر کبھی ماں اور بہنوں کے سامنے آیا بھی تو سر جھکا کر یہی کہے گا کہ وہ ماں اور بہنیں ہیں بس دشمنی تو اس کی مجھ سے ہے کیونکہ میرے دادا نے اس کے دادا کو قتل کیا تھا۔"

"کمال ہے یار کتنا ٹائم ہے تم لوگ کے پاس۔ تو میرے کو ایک بات بتا اگر کسی سے کوئی دشمنی ہوتا ہے تو کیا وہ دشمنی اس کے دوست سے بھی ہوتا ہے۔ جیسے میں تیرا دوست ہوں اور تیرے ساتھ ادھر آیا ہوں اگر تیرا دشمن تجھ سے بدلہ لینے کے لئے ادھر آئے تو کیا وہ مجھے تو نقصان نہیں پہنچائے گا۔

"دشمنوں کے دوست دشمن ہی ہوتے ہیں وہ تمہیں بالکل اپنا دشمن سمجھے گا۔" میں نے کہا اور خیر خان اچھل کر کھڑا ہوگیا۔

"اوہ خدائی خوار اس کا مطلب ہے کہ میری زندگی بھی خطرے میں ہے اب میں کیا کروں اکیلا تو ادھر سے جا بھی نہیں سکتا یا پھر ایسا کرتا ہوں کہ میں چلتا ہوں اور راستہ تلاش کرلوں گا تم بعد میں آجانا۔"

"بس اتنی ہی دوستی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دوستی تو ہے جو میں تجھ سے نباہوں گا مگر دوستی زندگی کے ساتھ ہوتی ہے اگر زندگی ہے تو سب کچھ ہے میں ان کا کیا کروں جو تیرے دشمن ہیں۔"

"میں جانتا ہوں کہ ماں بھی مجھے زیادہ دن تک رہنے نہیں دے گی ایسا کرتے ہیں خیر خاناں کہ جو کچھ بھی ماں کے لئے لائے ہیں وہ اسے دیئے دیتے ہیں اور اس کے بعد اس سے کہیں گے کہ نوکری بہت سخت ہے ڈیوٹی پر پہنچنا ہے اور اس طرح یہاں سے نکل

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

چلیں گے ماں سے ملاقات ہوگیا۔ دونوں بہنوں کو بھی دیکھ لیا۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔"

"خدا تیرے کو خوش رکھے۔" خیر خان نے مطمئن ہوتے ہوئے کہا۔

"اور ویسے بھی ابھی دشمن کو یہ بات معلوم نہیں ہوگی کہ ہم لوگ ادھر آئے ہیں۔"

باورچی خانے سے کھانا تیار ہونے کی خوشبوئیں اٹھنے لگیں دونوں بہنیں میری آمد سے خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھیں ماں الگ خوشیاں منا رہی تھی اور پھر ماں نے کہا۔

"چلو بچو ہاتھ منہ دھولو کھانا تیار ہوگیا ہے۔" تھوڑی دیر کے بعد کھانا ہمارے سامنے لگادیا گیا ماں اور بہنیں خوشی سے دیوانی ہوئی جارہی تھیں اور طرح طرح سے میری اور خیر خان کی خاطر مدارات میں مصروف تھیں۔ کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد میں نے کہا۔

"ایک بات بتاؤ ماں کیا حاجی سراج کا کوئی پیغام پہنچا ہے تمہارے پاس۔"

"نہیں مراد گل ابھی تو مختلف لوگوں کی زبانی یہ بات پہنچی ہے وہ چچا زمان خان ہے نا وہ کہہ رہا تھا کہ مراد گل کو ہوشیار کردو اور اس کے بارے میں کسی کو یہ مت بتاؤ کہ وہ کدھر کام کرتا ہے۔"

"تت تو تم نے کسی کو بتایا ہے ماں۔" میں نے سوال کیا۔

"ابھی کدھر میرے کو خود کہاں معلوم تھا کہ تیرا ٹھکانہ کدھر ہے تم شہر گیا تھا اس کے بعد مجھے پتا ہی نہیں چل سکا اور تونے اس دوران کوئی چٹھی بھی نہیں بھیجا اور خود بھی اتنے دن کے بعد آیا ہے۔"

"ویسے ماں کیا تم نور اور شیرانہ کے ساتھ میرے ساتھ شہر نہیں چلو گی میں تو بولتا ہوں کہ تم بھی میرے ساتھ شہر ہی چلو۔"

"ابھی کیا بولتا ہے میرے کو ادھر بھلا کیا خطرہ ہے لیکن میں بس تمہارے لئے فکر مند ہوں اور تم سے یہی کہتی ہوں کہ تم اپنا خیال رکھنا۔ اللہ سے تمہارے لئے دن رات دعا مانگتی ہوں پھر بھی تم اپنی حفاظت کرنا۔"

"تم فکر مت کرو ماں وہ لوگ میرا پتا نہیں چلا سکیں گے۔" میں نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

"خیر خاناں تو بھی اس کا خیال رکھنا بیٹا ہمارا اس دنیا میں اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔" ماں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"آپ بے فکر رہو ماں یہ میرا دوست ہے اور میں اپنے دوست سے پہلے اپنا جان دوں گا اس کے بعد اس پر آنچ آئے گا۔" خیر خان نے کہا اور پھر جلدی سے آنکھیں بھینچ کر زبان دبالی کہ جلد بازی میں اس کے منہ سے کیا بے کار بات نکل گئی ہے پھر میں نے کہا۔

"شیرانہ' نور تم نے یہ گٹھریاں کھول کر نہیں دیکھیں ارے دیکھو تو سہی میں تمہارے لئے کیا کیا لایا ہوں اور دونوں لڑکیاں شرمانے لگیں میں نے خود ہی اپنے ہاتھوں سے یہ گٹھریاں کھول دی تھیں سادہ سادہ سے سستے کپڑے' نقلی زیورات بندے چوڑیاں اور ایسی ہی چیزیں تھیں ماں کے لئے گرم شال۔ ساری کی ساری چیزیں سستی اور معمولی قسم کی تھیں لیکن میں لڑکیوں اور ماں کے چہرے پر جو خوشی دیکھ رہا تھا اس خوشی کو الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا تھا۔

البتہ خیر خان برا سا منہ بنائے بیٹھا ہوا تھا اس نے ایک نگاہ ان تمام چیزوں کو دیکھا تھا پھر ماں اور بہنوں کی طرف دیکھا تھا پھر شانے اچکائے تھے اور پھر رخ بدل کر بیٹھ گیا۔ ماں نے تمام چیزوں کو پسند کرتے ہوئے دعاؤں کے ڈھیر لگا دیئے اور اس کے بعد لڑکیاں خوشی خوشی ان چیزوں کو سمیٹ کر اندر لے گئیں۔ ان کے چہرے مسرت سے دمک رہے تھے اور چہرے کی اس دمک کا کوئی مول نہیں تھا۔ ماں شہر کی باتیں کرنے لگی۔ دونوں بہنیں بھی آکر بیٹھ گئی تھیں اور وہ بھی باتیں سن رہی تھیں ان کے حسین چہروں پر معصومیت کے سوا کچھ نہیں تھا اچانک ہی دروازے پر دستک ہوئی اور میری ماں چونک پڑی۔

"کون آیا ہے۔" میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"نہیں بیٹا نہیں تو رک میں دیکھتی ہوں۔" ماں نے کہا اور دروازے پر پہنچ گئی میرے کان بھی دروازے پر لگے ہوئے تھے پھر کسی کی آواز سنائی دی۔

"اوہو اکبری خانم تمہارا بیٹا آیا ہے مجھے راستے میں ملا تھا اور میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد آؤں گا ابھی کیا کر رہا ہے وہ روٹی پانی کھالیا اس نے۔"

"آؤ آدم خان وہ فارغ ہے۔" ماں نے کہا اور آدم خان ہنسنے لگا پھر بولا۔

"بیٹے کے آتے ہی تمہارے چہرے پر رنگ ہی رنگ بکھر گئے ہیں اکبری خانم کدھر ہے مراد گل؟" اور پھر وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا ماں نے کہا۔

"آجاؤ بھائی آدم خان مراد گل میرا ہی نہیں تمہارا بھی بیٹا ہے۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

وہ اندر آیا اور ایک دوسری چارپائی پر بیٹھ گیا اور ماں ایک مونڈھے پر بیٹھ گئی تھی آدم خان نے گہری نگاہوں سے ہم دونوں کا جائزہ لیا پھر بولا۔

"ہاں مراد گل اب تم میرے کو بولو کہ تم شہر میں سرکاری نوکری حاصل کرلیا ابھی راستے میں تو تم میرے کو یہی بولا تھا۔"

"ہاں آدم خان چاچا میں نے غلط تو نہیں کہا تھا۔"

"تو کیا تم سرکاری افسر لگ گئے ہو؟ کیا نوکری کرتے ہو تم؟ تمہارا کپڑا تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے شہر میں سڑک کھودنے کا کام کرتے ہو' کیوں جوانا کیا تم سچ بولنا پسند کرو گے۔" اس بار آدم خان نے خیر خان کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں سچ ہی بولتا ہوں خان۔" خیر خان نے جواب دیا۔

"تو پھر میرے کو بتاؤ یہ شہر میں کیا کام کرتا ہے؟"

"ہم دونوں سڑکوں پر کھدائی کرتے ہیں۔" خیر خان نے کہا اور آدم خان قہقہہ لگا کر ہنس پڑا پھر بولا۔

"ابھی تم بولو اکبری خانم میں کیا بولا تھا تمہارے کو تعلیم حاصل کرکے یہ لوگ سڑک کھودتا ہے میں تو تم کو ایک نظر دیکھ کر ہی سمجھ گیا تھا کہ مراد گل شہر میں تم کیا کرتے ہو۔ ارے میرے تجربے کو تم لوگ نہیں مانتا تھا ہم پہاڑوں کا رہنے والا لوگ شہزادہ نہیں بن سکتا ہماری تقدیر میں تین چار ہی کام ہیں۔ اپنی بستی اپنے لوگوں میں ہم جو کچھ بھی کریں کم از کم ان کے ساتھ تو رہتا ہے اور پھر کھیتی باڑی کرنا کوئی برا کام نہیں ہے۔ میں تم سے پہلے ہی کہتا تھا مگر تم لوگ میرا بات نہیں مانتا تھا میں بستی کا آدمی ہے میں جانتا ہوں میرا تجربہ جانتا ہے ہمارا بستی کا بہت سا لوگ شہر گیا میں فضل خان کو بولا فضل خانا کیوں اس بچے کو خراب کرتا ہے ابھی اس کو قصبہ مت بھیجو پڑھانے لکھانے سے ہم لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا مگر فضل خان بیچارہ یہ بات نہیں سمجھتا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ بچوں کا بات اتنا ہی مانو جتنا ضروری ہو مگر فضل خان کہتا تھا کہ یہ تعلیم حاصل کرکے ملک کا گورنر بن جائے اس نے اس کو اسکول میں داخل کروا دیا اور یہ تو شکر ہے کہ اسکول سے واپسی پر بھی تو انسان کا بچہ ہی رہا ورنہ اسکول میں پڑھنے والا لوگ کا تو دماغ خراب ہی ہوجاتا ہے۔ اب دیکھو فضل خان زندگی بھر محنت کرکے اس دنیا سے چلا گیا لیکن اس کو کیا بنایا ابھی یہ شہر میں سڑک کھودتا ہے کیا فضل خان کا روح اس بات پر خوش ہوتا ہوگا اور پھر میں تو اس کو بولا تھا کہ جوانا لمبا چوڑا بدن رکھتا ہے زمین میں کدال مارے گا تو درخت

نکال دے گا میرے کھیتوں پر کام کر مگر تم اکبری خانم تم بھی سچ کو دیکھنے کے قابل نہیں تھا تم نے اسے شہر کو بھیجنے کا فیصلہ کرلیا اور تم دیکھ لو آخر وہی ہوا نا جو میں نے تم کو بولا تھا۔ تم لوگ غلط فیصلے کرتا ہے بتاؤ اس کو دس جماعت پڑھایا تم اور آگے پڑھانا ختم کردیا ابھی دس جماعت اس کے کیا کام آتا ہے؟ ارے ہم پہاڑوں کے لوگوں کے بس دو چار کام ہی رہ گئے ہیں ہمارا اپنے ملک میں ہمارے لئے دو چار ہی کام ہیں جوتے پالش کرے' سڑک کھودے' مزدوری کرے' رکشا چلائے وزن اٹھائے اور بس یا زیادہ سے زیادہ ہم لوگ نے تیر مارا تو ٹیکسی چلا لیا ٹرک چلا لیا تم نے شہر سے آنے والا لوگ کو دیکھا ہے ایک ہی کام کرتا ہے ابھی میں اس کو بولا کہ میری کھیتوں پر کام کرا تا ہی پیسہ دوں گا میں جتنا تو شہر میں کمالے گا۔ اس نے میرے کو منع کیا اور تم نے بھی نہیں سوچا اب تم دیکھا اکبری خانم کہ کیا لایا ہے یہ بچہ لوگ ذرا مجھ کو بھی دکھاؤ۔ یہ سامان یہ جو سامان پڑا ہے یہ لایا ہے تمہارے لئے شہر میں تو بڑا بڑا قیمتی چیز ملتا ہے۔ یہ دو گٹھری بس اور یہ کپڑا وہ سب ہمارے لئے نہیں ہے اکبری خانم بس میں یہی دیکھنے کے لئے آیا تھا تم دونوں سڑک کھودتا ہے نا ادھر؟"

"ہاں چاچا خان۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سڑک کھودتا ہے اور مسکراتا ہے کھودو کھودو سارا زندگی سڑک کھودو اور ایک بات میرا سنو جھوٹ بولنا بہت برا بات ہے۔"

"میں مانتا ہوں چاچا خان کہ جھوٹ بولنا بہت برا بات ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دنیا دیکھا ہے ہم نے دنیا دیکھا ہے شہر سے جو لوگ آتا ہے وہ ایسے ہی باتیں بناتا ہے اور پیسے بچاتا ہے ارے کتنا پیسے ملتا ہے تمہیں سڑک کھودنے کا ادھر؟" آدم خان بولا۔

"اسی روپیہ روز۔" میں نے جواب دیا۔

"ہونہہ اگر میں تیرے کو بولوں کہ یہاں کا دس روپیہ اس اسی روپیہ سے بہت زیادہ ہے۔ میں تم کو پورا تین سو روپیہ مہینہ کا پیشکش کیا لیکن نہیں مانا تم لوگ ٹھیک ہے اسی روپیہ روز کماؤ اب میں چلتا ہوں ہونہہ اسی روپیہ روز اور پہننے کے لئے بدن پر کپڑا نہیں ہے۔" وہ آگے بڑھا تو میری ماں نے کہا۔

"آدم بھائی کوئی شربت پانی تو پیتے جاؤ۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"نہیں شربت پانی میں صرف اپنے گھر کا پیتا ہوں۔ خداحافظ۔" آدم خان نے کہا اور دروازے سے باہر نکل گیا خیر خان مجھے دیکھ رہا تھا پھر وہ تعجب سے بولا۔

"کیا چیز تھی یہ؟"

"تھوڑا بہت تو میں پہلے ہی تمہیں راستے میں بتا چکا ہوں باقی اب تمہیں پتا چل گیا ہوگا بستی کا زمیندار ہے اس کے کھیتوں پر بہت سے لوگ کام کرتے ہیں خوب اچھی کمائی ہے اس کی اس نے مجھے بھی پیش کش کی تھی کہ میں بھی دس روپے روز پر اس کے پاس نوکری کرلوں لیکن میرے دل میں یہی خیال تھا کہ شہر جاکر کوئی ڈھنگ کی ملازمت تلاش کرلوں بس اتنی سی بات تھی۔"

"اللہ خیر کرے۔ اللہ خیر کرے۔" خیر خان نے مسخرے پن سے کہا اور پھر ماں کی طرف متوجہ ہوگیا ماں نے کہا۔

"جب سے مجھے حاجی سراج کی باتیں معلوم ہوئی ہیں میری تو راتوں کی نیندیں اڑ گئی ہیں۔"

"تو پھر میرے لئے کیا حکم ہے ماں؟"

"بیٹا اللہ تیرا زندگی رکھے ابھی ہم لوگوں کو ادھر کوئی پروا نہیں ہے تم ہمیں وہاں سے بھی پیسہ بھیج سکتا ہے اول تو وہ لوگ ہم سے تمہارے بارے میں نہیں پوچھے گا اور صرف تجھے تلاش کرے گا اور اس کے بعد جو بھی اللہ کا حکم ہوا۔"

"ٹھیک ہے ماں ہمارے آنے کی اطلاع ویسے بھی بستی والوں کو مل گئی ہے۔"

"ہاں میں اسی لئے پریشان ہوں وہ کسی نہ کسی ذریعے سے تیری آمد کے بارے میں معلوم کرلیں گے۔"

"تم فکر نہ کرو اب تم سے ملاقات ہوگئی ہے ہم لوگ رات ہوتے ہی یہاں سے نکل جائیں گے۔"

"مجھے بہت افسوس ہے بیٹا کہ میں یہ الفاظ اپنی زبان سے کہہ رہی ہوں لیکن تیرا نکل جانا ہی ہم سب کے لئے بہتر رہے گا۔"

"تم فکر مت کرو ماں۔" میں نے کہا اور ماں غم زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر جب شام کے سائے جھکے اور ہم کھانے وغیرہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد یہاں سے واپسی کے لئے تیاریاں کرنے لگے تو ماں کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اس نے کہا۔

"کاش یہ سب کچھ نہ ہوتا ایسی کوئی بری خبر مجھے نہ ملتی تو میں بہت عرصے تک تجھے

نہ جانے دیتی۔"

"تم فکر مت کرو ماں ہم لوگ تم لوگوں کو بھی شہر بلانے کی کوشش کریں گے۔" خیر خان نے کہا۔

"نہیں بیٹا تم کدھر کے رہنے والے ہو ہم نہیں جانتا لیکن ہم اپنی زمین نہیں چھوڑتا یہ ہماری زمین ہے کیا ہم اس جگہ کو چھوڑ دے جہاں ہماری زندگی کا بہت سا سال گزرا ہے ہم یہ جانتا ہے کہ ہم یہاں کی رہنے والی نہیں ہوں لیکن ہم اپنے شوہر کے ساتھ بہت سا وقت یہاں گزارا ہے اور میرے شوہر کا انتقال اسی بستی میں ہوا اور میں بھی یہیں مرنا چاہتی ہوں۔"

"مریں آپ کے دشمن اللہ مالک ہے۔" خیر خان بولا۔

"ویسے خیر خان بیٹا تم میرے بیٹے کا خیال رکھنا تم لوگ جس جگہ رہتے ہو وہاں یہ مت بتانا کہ تم لوگ کون ہو اور تمہارا تعلق کس بستی سے ہے۔"

"نہیں ماں ہم نے کسی کو نہیں بتایا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویسے تمہارے ساتھ تمہارے ڈیرے پر اور کون کون رہتا ہے؟"

"بہت سا لوگ ہے ماں مگر اس بستی کا کوئی نہیں ہے۔"

"یہ بہت اچھا بات ہے' ویسے تم اپنا خیال رکھنا۔"

"تم بالکل بے فکر رہو۔" میں نے ماں کو تسلی دیتے ہوئے کہا پھر آدھی رات کے قریب ہم لوگ جانے کے لئے تیار ہوگئے ماں نے نمناک نگاہوں سے مجھے دیکھا دونوں بہنیں بھی سسکنے لگی تھیں۔

ہم دونوں آہستہ قدموں سے چلتے ہوئے بستی کے ایسے راستوں سے گزرنے لگے جہاں کتے وغیرہ نہیں تھے اور جہاں انسانوں کے جاگنے کا خوف نہیں تھا۔ ہمیں ایک طویل فاصلہ طے کرکے ایک دور دراز علاقے میں پہنچنا تھا ویسے بستی میں داخل ہونے والے لوگوں کا طریقہ کار یہ تھا کہ وہ یہاں سے خاصے فاصلے پر موجود ایک قصبے تک آتے تھے جہاں چھوٹا سا ہالٹ اسٹیشن تھا اور ریل وہاں رکتی تھی پھر وہاں سے وہ مختلف ذرائع سے بستی تک آتے جاتے تھے کوئی تانگہ وغیرہ نہیں چلتا تھا کبھی کبھی بس خچر گاڑیاں آجاتی تھیں۔ مہذب آبادیوں سے دور یہ آبادی پہاڑوں پر واقع تھی اور یہاں سے ترقی یافتہ علاقے تک جانے کے لئے کوئی موثر ذریعہ نہیں تھا اس لئے یہ سفر پیدل ہی طے کرنا پڑتا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ راستے محفوظ تھے اور جنگلی درندوں کا کوئی ڈر نہیں تھا لیکن رات کے وقت

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

اس علاقے کو دیکھ کر ہی خیرخان کی ہوا خراب ہورہی تھی اس نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یار مراد گل میری تو جان نکلی جارہی ہے اچھا ایک بات بتاؤ اگر اتفاق سے حاجی سراج کے آدمی یہاں آنکلے تو؟" خیرخان نے کہا اور میں اسے گھورنے لگا۔

"اب یہ اداکاری ختم کرو گے کہ نہیں۔"

"نہیں یار میں نے تمہیں پہلے ہی بتایا تھا کہ میں ایک بزدل آدمی ہوں۔"

"بس اب کان نہ کھاؤ چپ رہو۔"

"ایک بات اور بتاؤ۔" وہ پھر عجیب سے لہجے میں بولا میں اسے گھورنے لگا پھر مجھے ہنسی آگئی اور میں بولا۔

"پوچھو پوچھو وہ کیا بات ہے۔"

"یار تمہیں راستہ تو معلوم ہے نا ہم صحیح سمت سے گزر رہے ہیں نا۔"

"کیوں تم بھول گئے۔"

"بھول جانے کی بات کر رہے ہو میری سمجھ میں تو یہ پہاڑیاں آتی ہی نہیں ہیں کدھر سے گھومے کدھر سے راستہ کاٹا اور کدھر سے کدھر جانکلے پتا نہیں ہم صحیح پہنچ بھی پائیں گے یا نہیں۔"

"پہنچ جائیں گے بابا پہنچ جائیں گے۔" میں نے کہا اور وہ خاموش ہوگیا بہرحال ہم آگے بڑھتے رہے فاصلے کا ہمیں بخوبی اندازہ تھا ہم جانتے تھے کہ ہمیں کتنا فاصلہ طے کرنا ہے پگڈنڈی آگے جاکر گم ہوگئی اور ہمیں ایک درہ نظر آنے لگا اور خیرخان نے اطمینان کی گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں میں اسے پہچانتا ہوں اوہ میرے خدا یہ بھی خاصا طویل تھا باپ رے باپ مرگیا میں تو۔"

"چلتے رہو چلتے رہو۔" میں نے کہا اور ہم دونوں خاموشی سے درے میں داخل ہوگئے۔ درے کی دیواریں خاموشی سے کھڑی تھیں مدھم مدھم ہوا چل رہی تھی اور درے کے چھوٹے چھوٹے پتھر ہمارے پیروں کے نیچے آکر جگہ تبدیل کر رہے تھے اور ان کی سرسراہٹیں فضا میں گونج رہی تھیں اس پُراسرار اور سنسنی خیز ماحول میں ہم اس درے میں سفر کرتے رہے اور پھر آخر کار فاصلے ختم ہوگئے درے کے اختتام پر چھوٹے چھوٹے درخت نظر آئے جو تھوڑے سے فاصلے کے بعد گھنے جنگل میں تبدیل ہوتے جارہے تھے۔

بائیں سمت ایک کچا راستہ دور تک چلا گیا تھا جو آگے جاکر اس قصبے کی سڑک سے مل جاتا تھا جس کے اسکول میں، میں نے تعلیم حاصل کی تھی غرضیکہ ہم درے کا فاصلہ طے کرنے کے بعد جنگل میں داخل ہوگئے ایک پُرپیچ راستے سے گزر کر ہم ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں سفید رنگ کی ایک شاندار مرسڈیز ڈیزل کھڑی ہوئی تھی اس پر براؤن رنگ کا ایک کپڑا چڑھا دیا گیا تھا۔ یہاں پہنچ کر خیرخان نے ایک گہری سانس لی اور میری طرف دیکھ کر بولا۔

"Let Hau a look to your stomach and pulse and feel your pulse."

میں قہقہہ مار کر ہنس پڑا تھا تب خیرخان نے گاڑی پر سے کپڑا اتارا اسے طے کرکے جیب سے چابی نکال کر کپڑے کو گاڑی کی ڈگی میں رکھا پھر وہاں سے ایک چھوٹا سا اٹیچی کیس نکالا اور اسے کھول کر ایک سوٹ میری جانب بڑھاتا ہوا بولا۔

"لے بھائی گڈری کے لعل گڈری سے نکل آ۔ توبہ توبہ رات کے اس وقت اگر کوئی ہمیں اس عالم میں دیکھ لے تو یہی سمجھے گا کہ ماڈرن بھوتوں کی روحیں مطلب یہ کہ ماڈرن بھوت ان پہاڑوں میں نہ جانے کیسے کیسے پُراسرار عمل میں مصروف ہیں۔ چل پیارے بھائی کپڑے بدل لے۔" میں نے اس کے ہاتھ سے شرٹ، ٹائی، پتلون اور کوٹ لیا اور ایک جانب بڑھ گیا تو وہ جلدی سے بولا۔

"یار بلاوجہ اِدھر اُدھر جانے کی کوشش مت کر مجھے ڈر لگے گا رات کا وقت ہے مجھے تو کچھ ٹھیک سے نظر بھی نہیں آرہا ہے یہیں لباس تبدیل کرلے۔" میں ہنستا ہوا ایک آڑ میں چلا گیا تھا پھر اس نے اٹیچی کیس ڈگی میں رکھا اور اسٹیئرنگ پر آکر بیٹھ گیا میں اس کے قریب ہی بیٹھ گیا تھا اس نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا دی اور بولا۔

"راستے بتاتے جانا ورنہ مجھے دقت پیش آئے گی۔"

"تم اسٹیئرنگ سے ہٹ جاؤ سڑک پر پہنچنے کے بعد اسٹیئرنگ تم سنبھال لینا۔" میں نے اس سے کہا اور اس نے کار روک دی پھر انجن اسٹارٹ چھوڑ کر دوسری طرف سے نیچے اتر گیا۔ میں نے اسٹیئرنگ پر بیٹھ کر کار گیئر میں ڈال کر آگے بڑھا دی یہاں سے خاصا کچا فاصلہ طے کرنا پڑتا تھا اور اس کے بعد سڑک آجاتی تھی جو اسی قصبے سے گزرتی تھی جس میں، میں نے تعلیم حاصل کی تھی اور وہیں ریلوے اسٹیشن بھی تھا قصبے کا نام خانیہ آباد تھا چنانچہ میں مہارت کے ساتھ نگاہیں جمائے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ ہم لوگوں کا حلیہ اس قدر تبدیل ہوگیا تھا کہ اگر آدم خان کہیں راستے میں مل جاتا اور ہمیں دیکھتا تو گردن

کھچا کر بس یہی سوچتا کہ یہ دونوں ان دونوں کے کتنے ہم شکل ہیں یہ ایک انوکھی اور پُراسرار کہانی تھی تھوڑی دیر کے بعد مجھے سڑک نظر آئی اور میں نے کار پکی اور شفاف سڑک پر چڑھادی پھر اپنے دوست خیر خان کی طرف دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی وہ عجیب وغریب انداز میں خراٹے لے رہا تھا اور بظاہر بالکل سوتا ہوا نظر آرہا تھا۔ میں نے سڑک پر چڑھانے کے بعد کار ایک سائیڈ پر روکی اور انجن بند کردیا اس نے ایک آنکھ میں جھری پیدا کرکے مجھے دیکھا جسے میں نے بخوبی محسوس کیا تھا لیکن پھر سوتا ہی بن گیا تھا میں اسٹیئرنگ سے نیچے اتر کر پچھلی سیٹ کے پاس آیا پچھلا دروازہ کھل کر بند ہوا تب وہ چونک کر اٹھ گیا۔

"کک کیا ہوا کیا بات ہے؟" اس نے حیران لہجے میں کہا۔

"میں کرنل جہانگیر خان کا نوکر نہیں ہوں کہ رات بھر کار ڈرائیو کروں اگر تمہیں شہر چلنا ہے تو اسٹیئرنگ پر بیٹھو اور کار لے چلو۔"

"یار کمال کرتے ہو۔ ایسی بھی کیا بے مروتی' اگر تھوڑے سے چلتے رہے تو کیا حرج تھا۔ آخر میں تمہارے گھر آیا ہوں تمہارا مہمان ہوں۔"

"ہوں نہیں تھے میرے علاقے کی حدود ختم ہوچکی ہے اب یہ قصبہ خانیہ ہے یہاں تمہیں چلنا ہے میں سو رہا ہوں۔"

"بہرحال تمہاری آنکھوں میں سؤر کا بال نہیں بلکہ سؤر کی آنکھوں میں تمہارا بال ہے۔" وہ برا سا منہ بنا کر بولا اور نیچے اتر کر اسٹیئرنگ پر آبیٹھا پھر اس نے جھلائے ہوئے انداز میں گاڑی اسٹارٹ کی اور ایک زور دار جھٹکے سے آگے بڑھادی۔ میں نے سیٹ سے نیچے گرنے سے بچنے کے لئے سیٹ سے پاؤں ٹکا لئے تھے اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی وہ جھلائے ہوئے انداز میں گاڑی چلا رہا تھا اس کا نام حسن فیروز تھا کرنل جہانگیر کا بیٹا حسن فیروز اور میرے بارے میں ابھی تک جو کچھ آپ کو معلوم ہوا وہ درست ہے یعنی ایک چھوٹی سی پیاری بستی جسے دوآبہ کے نام سے پکارا جاتا ہے وہاں کا رہنے والا ہوں میں۔ فضل خان میرے باپ کی حیثیت سے مشہور ہے میری ماں اور دونوں بہنیں نور اور شیرانہ بستی دوآبہ کے اس چھوٹے سے مکان میں رہتی ہیں جس کے دروازے پر املی کا درخت ہے اور یہ درخت پوری بستی دوآبہ میں واحد درخت ہے۔ بہرحال یہ ہے ساری کہانی اور میری زندگی کا ایک اہم حصہ بات کہیں نہ کہیں سے تو شروع ہوتی ہی ہے مثلاً اس وقت سے جب میں نے چھوٹا سا پہاڑی پتھر بلندی سے اچھالا تھا اور ایک جانور کی

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

آنکھ پھوٹ گئی تھی جس کی وجہ سے بڑا ہنگامہ ہوا تھا اور میرے باپ فضل خان نے بستی والوں سے معافی مانگتے ہوئے کہا تھا کہ وہ اس جانور کی قیمت ادا کرنے کو تیار ہے مجھے کچھ نہ کہا جائے۔ پھر فضل خان نے میری ماں سے کہا تھا کہ اکبری خانم میں اسے قصبہ خانیہ میں اسکول میں داخل کرانے جارہا ہوں ورنہ یہ بستی کا آوارہ لڑکا نکلے گا اور ہم اس کی وجہ سے مشکل کا شکار رہیں گے میری ماں اس بات پر راضی ہوگئی تھی اور میں اس بات پر خوش تھا کہ اپنی بستی سے باہر کا ماحول دیکھوں گا شاید اس بات پر حیرت کا اظہار کیا جائے کہ میں ایک پہاڑی بستی کا معصوم سا لڑکا لیکن میرے ذہن میں ایسے ایسے گل کھلتے تھے کہ میں صحیح معنوں میں مراد گل ہو کر رہ گیا تھا۔ نہ جانے کیا کیا سوچیں کہاں کہاں سے مجھ تک پہنچی تھیں بس یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ہوائیں مجھے عجیب وغریب کہانیاں سنا رہی ہوں میرے ذہن میں ہمیشہ ایسے نت نئے منصوبے آتے رہتے تھے جنہیں میں بستی کے بڑوں کو سنایا کرتا تو وہ دانتوں میں انگلی دبا کر رہ جاتے تھے خاص طور سے یہ آدم خان جو ہمیشہ سے ہی ایسا تھا بلکہ جوانی کے عالم میں یہ اور زیادہ کنجوس تھا یہ کہتا تھا۔

"اس لڑکے کا ذہن میں شیطان رہتا ہے یہ کدھر کدھر کا باتیں سوچتا ہے ایسا باتیں شہر سے آنے والا لوگ سناتا ہے۔ میں بولتا ہے آخر اس کو اتنا سارا باتیں کیسے معلوم ہوگیا یا پھر تم لوگ یقین کرو یا نہ کرو اس پر کسی درویش کا سایہ ہے۔" بہرحال مجھ پر کسی درویش کا سایہ تھا یا نہیں میں خانیہ بھجوا دیا گیا میرے باپ فضل خان نے خانیہ میں میرے لئے تعلیم کا بندوبست کیا اور وہیں میرے قیام کے لئے بھی بندوبست کردیا خانیہ کے ایک بڑے اسکول میں ایک ایسا بیرک بنا ہوا تھا جہاں باہر کے لوگ بھی رہ سکتے تھے اور اس بیرک میں میرے ساتھ سترہ بچے رہا کرتے تھے اس میں زیادہ تر وہ یتیم اور لاوارث بچے تھے جن کا کوئی پُرسان حال نہیں تھا وہ اسکول کے سارے کام کیا کرتے تھے پورا احاطے کی صفائی باغ کی دیکھ بھال دریاں بچھانا پھر شام کو ساری چیزیں سمیٹنا اور تو اور شام کو کھانا بھی پکانا یہ سارے کام وہ اپنے طور پر کیا کرتے تھے۔ باقی بچے تعلیم حاصل کیا کرتے تھے اور حیرانی کی بات یہ تھی کہ اس اسکول میں بہت سے بچے پڑھتے تھے اور یہ اسکول میٹرک تک تھا اسکول کا سب سے بڑا آدمی مہارت خان عمر رسیدہ آدمی تھا دبلے پتلے چھریرے بدن کا مالک لیکن خاموشی ایک عجیب سی سنجیدگی اور ایک عجیب سی محبت اس کے چہرے اور آنکھوں میں رچی رہا کرتی تھی اس کا بڑا رعب تھا وہ اسکول کا چوکیدار تھا لیکن بہرحال سب اس کا کہا مانتے تھے یہاں تک کہ اسکول میں پڑھانے والے استاد بھی۔ میری سمجھ

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ مہارت خان کا اتنا رعب کیوں ہے۔ بہرحال میں نے پڑھنا شروع کردیا اور شاید تعلیم کا حصول میری زندگی کا ایک اہم حصہ تھا مجھے ہر چیز کو جاننے کی کرید تھی میں اپنے استادوں کی نگاہوں کا تارا بن چکا تھا جو کچھ وہ مجھے پڑھاتے میں اس سے کہیں آگے نکل جاتا اور استاد حیران رہ جاتے۔ اکثر وہ کہا کرتے تھے "شاید یہ میٹرک پاس ہی پیدا ہوا ہے" بہرحال یہ اپنی تعریف اپنے منہ کرنے والی بات ہے مسئلہ یہ تھا کہ کتاب سے مجھے اہم دلچسپی تھی اور کوئی بھی کتاب مجھے مل جاتی میں کم از کم اسے ہاتھ میں ضرور اٹھالیتا تھا جس کے نتیجے میں یہ صورت حال سامنے آئی کہ میں پوری کلاس میں اول آتا رہا اور پورے اسکول میں میری حیثیت ایک اعلیٰ اسٹوڈنٹ کی ہوتی چلی گئی گھر کے معاملات گھر کے ہی رہا کرتے تھے بچپن ہی سے کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا میں ایک پردیسی بن کر رہ گیا تھا پھر میری دونوں بہنیں ظہور میں آئیں تو پہلی بار مجھے یہ احساس ہوا کہ اگر گھر سے دور رہا جاتا ہے تو دو چھوٹی چھوٹی پیاری پیاری بہنوں سے دور رہنا پڑتا ہے لیکن بہرحال نور اور شیرانہ سے مجھے بے انتہا محبت تھی جب بھی چھٹیوں میں اِدھر آتا تھا تو دونوں کو سینے سے لگائے لگائے پھرتا تھا۔

میں کلاسیں پاس کرتا چلا گیا اور پھر میری جسامت بھی دیکھنے کے قابل ہوگئی اس وقت تک کوئی اہم بات نہیں تھی میں ساتویں کلاس میں تھا میرے ساتھ بہت سے لڑکے جوان ہوئے تھے اور باہر کے جوان لڑکے بھی آیا کرتے تھے۔ وہ چھ افراد پر مشتمل گروپ ایک اور بستی سے یہاں پر پڑھنے کے لئے آیا تھا جن کے سربراہ کا نام جاگیر خان تھا جاگیر خان درحقیقت کسی بڑے باپ کا بیٹا تھا اچھے تن و توش کا مالک تھا باقی اس کے پانچ مصاحب تھے جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہا کرتے تھے حالانکہ ان سب کی عمریں زیادہ نہیں تھیں لیکن ان کی حرکتیں اپنی عمروں سے زیادہ تھیں۔ ایک بار شام کو سورج چھپنے کے بعد جاگیر خان نے باہر نکلنے کی کوشش کی تو چوکیدار مہارت خان نے اسے روکا جاگیر خان نے مہارت خان کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہیں معلوم ہے میں کون ہوں۔"

"بیٹے میں صرف تمہارے لئے کہہ رہا ہوں تمہارے ماں باپ تمہیں استادوں کی نگرانی میں چھوڑ گئے ہیں اس طرف جنگل کے جانور آجاتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی جنگلی جانور تمہیں نقصان پہنچادے۔" تب جاگیر خان نے اپنا ہاتھ کا پنجہ آگے کرتے ہوئے کہا۔

"بابا جی یہ ہاتھ دیکھا ہے شیر کا پنجہ ہے شیر کا اگر کوئی درندہ اس پنجے کی گرفت میں آگیا تو میں اس کی گردن مروڑ کر رکھ دوں گا۔" مہارت خان ہنسنے لگا اس نے جاگیر خان کے کاندھے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"بہت اچھی بات ہے بیٹا بہادر ہونا بہت اچھی بات ہے لیکن اصول اصول ہوتے ہیں جاؤ واپس جاؤ میں اس وقت تالا نہیں کھولوں گا اس وقت تالا لگ جاتا ہے اور جو بچے یہاں بیرک میں رہتے ہیں انہیں سورج چھپنے کے بعد باہر جانے نہیں دیا جاتا۔" بہرحال جاگیر خان وہاں سے واپس چلا گیا تھا لیکن میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ وہ احاطے کی دیوار کود کر باہر چلے گئے ہیں اور بعد میں یہ بات میں نے ہی مہارت خان کو بتائی تھی اور مہارت خان کی آنکھیں غصے سے سرخ ہوگئی تھیں پھر اس نے اسکول کے ایک استاد سے شکایت کی۔ یہ استاد اسکول کے ہیڈ ماسٹر تھے اور بہت اچھی طبیعت کے مالک تھے مہارت خان نے جاگیر خان کے سامنے اس کی شکایت کی اور کہا۔

"صاحب رات کو یہ اسکول سے باہر جانا مانگتا تھا میں نے اس کو روکا تو یہ لوگ احاطے کا دیوار کود کر چلا گیا۔"

"اوہ یہ تو جرم ہے اور اس کی اسے سزا ملے گی۔"

"میں کوئی دیوار کود کر نہیں گیا تم جھوٹ بولتے ہو چوکیدار۔" جاگیر خان نے کہا اور ہیڈ ماسٹر اٹھ کھڑا ہوا اس نے ایک زور دار تھپڑ جاگیر خان کے منہ پر رسید کرتے ہوئے کہا۔

"تم مہارت خان کی بے عزتی کر رہے ہو' جانتے ہو وہ کون ہے۔"

"نہیں صاحب بس اتنا کافی ہے کہ آپ اس کو ڈانٹ ڈپٹ کر دو یہ اسکول کے قانون کے خلاف کوئی کام نہ کرے۔"

"مگر میں کب گیا تھا وہاں کس نے دیکھا ہے مجھے۔" جاگیر خان نے ہٹ دھرمی کرتے ہوئے کہا۔

"صاحب اس کو ایک دوسرا لڑکا مراد گل نے دیوار کودتے ہوئے دیکھا ہے۔"

"مراد گل کو بلاؤ۔" استاد نے کہا اور میں نے بے خوفی سے اس بات کا اظہار ہیڈ ماسٹر سے کردیا کہ میں نے اسے دیوار کودتے ہوئے دیکھا ہے بہرحال جاگیر خان کو خوب ڈانٹ ڈپٹ ہوئی تھی اور اس کے بعد اسے واپس بھیج دیا گیا تھا لیکن دوسرے دن جمعہ تھا چھٹی ہوا کرتی تھی اور جو یہاں رہا کرتے تھے ان کو پورا دن گھومنے پھرنے کی آزادی ہوا

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

کرتی تھی میں بھی سیر کے لئے نکل آیا تھا لیکن آموں کے باغ کے پاس مجھے جاگیر خان اپنے ساتھی لڑکوں کے ساتھ مل گیا اور اس نے مجھے گریبان پکڑ کر روک لیا پھر اس نے میرے گریبان کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا کہ میں نے اس کی شکایت کیوں کی۔

"میں نے شکایت نہیں کی تم لوگ نے دیوار کودا تھا۔ میں نے مہارت خان کو بتا دیا۔"

"مہارت خان کیا تمہارا باپ لگتا ہے تمہیں پتا ہے کہ ہم لوگ کون ہیں ہم لوگ تمہاری کھال اتار کر رکھ دیں گے۔" اور اس کے بعد انہوں نے میری کھال اتارنا شروع کردی میں نے حتی الامکان اپنے آپ کو ان سے بچایا تھا لیکن بہرحال وہ بہت سے لڑکے تھے اس لئے میں ان کے ہاتھوں مار کھا گیا البتہ نہ جانے کدھر سے مہارت خان نکل آیا تھا اس نے مجھے پٹتے ہوئے دیکھا تو تیزی سے ان کے قریب پہنچ گیا پھر اس نے جاگیر خان اور اس کے ساتھی لڑکوں کو دوچار تھپڑ مارے اور وہاں سے بھگا دیا پھر وہ مجھے دیکھتا رہا اب میں اکیلا رہ گیا تھا اس نے کہا۔

"تمہارا نام مراد گل ہے۔"

"ہاں۔" میں نے اپنے چہرے سے خون صاف کرتے ہوئے کہا۔

"مراد گل تم دیکھنے میں بہت طاقتور لگتے ہو ان لوگوں سے تم اس طرح پٹ کیوں گے؟"

"وہ بہت سے لوگ تھے۔"

"ہوں' بہت سے لوگوں کو بھی مارا جاسکتا ہے۔"

"صرف پستول سے اور پستول میرے پاس نہیں ہے۔"

"ہونہہ پستول بزدلوں کا ہتھیار ہے مراد گل مردوں کا ہتھیار ان کا ہاتھ ہوتا ہے۔"

"تو میں انہی ہتھیاروں سے پٹا ہوں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تمہارا چھٹی دو بجے ہوجاتا ہے۔"

"ہاں۔"

"اس کے بعد کیا کرتے ہو؟"

"ہوم ورک کرتا ہوں یا کتابیں پڑھتا ہوں۔"

"ہوم ورک بھی کرو کتابیں بھی پڑھو چھ بجے کے بعد مجھے تھوڑا سا ٹائم دے سکتے ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"میں بھی تمہیں پڑھا دوں گا۔"

"تم مہارت خان۔" میں نے اسے دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں میں۔" وہ سخت لہجے میں بولا۔

"ٹھیک ہے میں پڑھنے کے لئے کسی بھی وقت تمہارے پاس آسکتا ہوں۔" اور اس پڑھائی کے لئے اس نے اسکول کا عقبی گوشہ منتخب کیا جہاں ناریل کے بہت سے درخت لگے ہوئے تھے اور ان کے درمیان ایک چھوٹی سی قبر بنی ہوئی تھی پتا نہیں یہ قبر کس کی تھی ادھر عام طور سے لوگ نہیں آیا کرتے تھے ایک چھوٹا سا احاطہ اس کے گرد بنایا گیا تھا بس وہاں ناریل کے درختوں کا سایہ رہا کرتا تھا اور ان کے نیچے ایک قبر تھی جسے میں نے ایک بار دیکھ لیا تھا دوسرے لوگوں کو بھی ادھر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ میں مہارت خان کو تلاش کرتا ہوا وہاں پہنچا تو وہ قبر کے نزدیک بیٹھا ہوا میرا انتظار کررہا تھا قبر پر تازہ پھول پڑے ہوئے تھے میں نے اسے سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب دے کر مسکراتے ہوئے دیکھ کر مجھے کہا۔

"آؤ بیٹھو فاتحہ پڑھنا آتا ہے۔"

"ہاں کیوں نہیں مسلمان کا بیٹا ہوں۔"

"تو فاتحہ پڑھو۔" اس نے کہا اور پھر میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"یہ میری ماں کا قبر ہے۔" میں ایک لمحے کے لئے حیران رہ گیا تھا لیکن بہرحال میں نے سب سے پہلے وہاں فاتحہ پڑھی اور فاتحہ پڑھنے کے بعد میں نے مہارت خان کو دیکھا اور کہا۔

"مگر بابا مہارت خان آپ کی ماں کی قبر ادھر کیسے ہے۔"

"بتاتا ہوں میری تمہاری آج دوستی ہوگئی ہے سمجھ رہے ہو نا تم میری ماں کی روح بھی تمہیں محبت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی ہوگی۔" اس نے کہا اور اس کی آواز میں ہلکی سی بھراہٹ پیدا ہوگئی میں تعجب سے مہارت خان کو دیکھ رہا تھا وہ کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا پھر اس نے مدہم لہجے میں کہا۔

"میں ایک اور بستی میں رہتا تھا میرا باپ میرے بچپن میں مرچکا تھا وہ ایک بڑا آدمی تھا بڑا عزت دار اور نیک نام پڑھا لکھا آدمی تھا وہ اور بستی کے لوگ اس کی بڑی عزت کرتے تھے میری ماں کی خواہش تھی کہ میں بھی اپنے باپ کی طرح تعلیم حاصل کرکے

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

ایک عزت دار آدمی بنوں مگر باپ کی سرپرستی نہ ہونے کی وجہ سے اور کچھ اپنی فطرت کی خرابی کی وجہ سے میں ماں کے حکم سے انحراف کرتا رہا اس نے کتنی بار مجھے اسکول میں داخل کرایا لیکن میں اسکول میں نہیں ہوتا تھا میرا کام دوسرا ہی تھا لڑائی جھگڑا دوسروں سے دشمنی مول لینا میرا دلچسپ مشغلہ تھا میں کسی غلط کام میں تو نہیں پڑا لیکن میں نے بہت سے لوگوں کو نقصان پہنچایا جس کے نتیجے میں میرا دشمنی بڑھتا چلا گیا میری ماں کی آرزوئیں پامال ہو رہی تھیں وہ بہت کوشش کرتی تھی کہ میں تعلیم حاصل کروں وہ بہت بار روئی اس نے مجھے مارا میرے پیروں کو چھوا لیکن میں جن راستوں پر نکل پڑا تھا اب ادھر سے واپسی میرے لئے ممکن نہیں تھی میں اپنی من مانی کرتا رہا ماں حسرت کرتی رہی کہ میں تعلیم یافتہ ہو جاتا مگر میں نے اس کی بات نہیں مانی پھر وہ بیمار ہو گئی میں اسے علاج کے لئے ادھر خانیہ میں لے آیا اس قصبے میں حکیم اور ڈاکٹر لوگ موجود تھا میں نے کوشش کی کہ علاج سے وہ ٹھیک ہو جائے مگر وہ ٹھیک نہیں ہوئی اور پھر اس نے میرے ہاتھوں میں دم توڑ دیا اس کی آنکھوں میں جو حسرت تھی میرے لئے میں اپنی موت کے بعد بھی اسے نہیں بھول سکوں گا۔ مجھ سے اس نے بس اتنا کہا کہ کاش میں پڑھ لکھ کر ایک بڑا آدمی بن جاتا تو اس کی موت پرسکون ہوتی۔ بیٹا مراد گل جب لوگ ہمارے پاس ہوتا ہے تو ہم اس کو بے حقیقت سمجھتا ہے ہم سوچتا ہے کہ وہ زندہ رہے گا ہمیں ایسی ہی نصیحت کرتا رہے گا اس کا کیا حیثیت ہے لیکن جب وہ دور چلا جاتا ہے اتنا دور چلا جاتا ہے کہ ہمارا کوشش اس کو واپس نہیں لا سکتا تو پھر ہمارا آنکھیں اسے تلاش کرتا ہے ہمارا دل یہ چاہتا ہے کہ ایک بار وہ زندہ ہو کر ہمارے سامنے آجائے تو ہم اس سے وعدہ کرے کہ ہم اس کا ہر خواہش پورا کر دے گا۔ میں نے ہزار بار ماں کو پکارا مگر واپس نہیں آیا وہ چلا گیا تو ہم نے سوچا کہ ہم نے بہت برا کیا اور پھر بس ہم نے یہ اسکول بنایا یہ اسکول ہمارا اپنا ہے اور ہم اس کا چوکیداری کرتا ہے ماں کے قبر کے آس پاس ہم نے اس اسکول کی عمارت کی بنیاد رکھا اور اب خدا کا فضل ہے کہ یہاں بے شمار بچہ تعلیم حاصل کرتا ہے۔ ہم اپنی ماں کا نام پر یہ اسکول چلاتا ہے ہمارا غرض اس سے دولت کمانا نہیں ہم تو خود اس کا چوکیدار ہے صرف اپنی ماں کے خواہش کے طور پر مگر افسوس اس بات کا ہے کہ زندگی میں ہم اسے یہ خوشی نہیں دے سکا۔ ابھی محسوس ہوتا ہے ہمارے کو کہ ماں ہمیں غصے کی نگاہوں سے دیکھتا ہے اور بولتا ہے کہ مہارت خان جب میں نے کہا تھا تو تونے میری بات نہیں مانی اب یہ سارا کھیل کیوں کھیلتا ہے اور ہمارا دل چاہتا ہے مراد گل کہ وہ ہم کو تھپڑ مارے اور ناراض ہو جائے

ہم اس سے معافی مانگے اور بولے کہ دیکھو ماں ہم نے تھوڑا دیر کیا مگر اس اسکول میں تمہارا بہت سا مہارت خان تعلیم حاصل کرتا ہے بس یہ ہے اس کھیل کا ایک حصہ سمجھ رہے ہونا۔"

میں حیرت سے مہارت خان کو دیکھ رہا تھا آج پہلی بار مجھے معلوم ہوا تھا کہ اس اسکول کا مالک خود مہارت خان ہے اور یہ سارے استاد اسکول میں نوکری کرتے ہیں بہرحال میں حیرت سے مہارت خان کو دیکھتا رہا پھر اس نے اپنی آنکھوں میں آئے ہوئے آنسوؤں کو خشک کرتے ہوئے کہا۔

"چلو چھوڑو دیکھو اللہ نے تم کو مضبوط ہاتھ پاؤں دیا ہے انسان کو یہ نہیں چاہئے کہ وہ کسی کو مارے کسی کو پیٹے، ظلم کرنا گناہ ہے لیکن اپنے آپ پر ظلم برداشت کرنا بھی گناہ سے کم نہیں ہے۔ تم ان لوگوں سے پٹا ہمیں افسوس ہوا ابھی میں یہ چاہتا ہے کہ تم ان لوگوں کو مارو اور اس کے لئے میں تمہیں لڑنے کا فن سکھاؤں گا۔

"میں تم کو بتاؤں گا کہ زیادہ لوگ زیادتی پر آمادہ ہوں تو ان کا مرمت کیسے کیا جاسکتا ہے۔" اور اس دن سے مہارت خان نے اپنی مہارت مجھ میں منتقل کرنا شروع کر دی۔ لڑائی کا ایک بالکل ہی انوکھا اور خوبصورت طریقہ اس نے مجھے بتایا اور میں حیرانی سے اس طریقہ کو دیکھتا اور سیکھتا رہا اس میں جسمانی ورزش بھی ہو جاتی تھی اور لڑائی کے گر بھی آتے تھے۔ واقعی وہ ایک ایسا انوکھا فن تھا جسے آج کے دور میں بھی آپ نہ مارشل آرٹس کا نام دے سکتے ہیں اور نہ ہی کسی اور فن سے اسے منسلک کر سکتے ہیں یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ صرف مہارت خان کا فن ہے جو اسے ماں کی کسی دعا کے صلے میں ملا ہے اور اپنی ماں کی یہ دعا اب وہ مجھ میں منتقل کر رہا تھا۔

وہ اپنا یہ فن مجھے مسلسل منتقل کر رہا تھا اور میں اس میں مہارت حاصل کرتا جا رہا تھا۔ آخر کیوں نہ کرتا مہارت خان میرا استاد تھا اس نے مجھے یہ بھی بتایا کہ اگر کسی کو بے ہوش کرنا ہو تو بہت معمولی سا پیار بھرا ایک ہاتھ اسے دو تین گھنٹوں کے لئے معطل کر سکتا ہے۔ چنانچہ میں اس فن کو سیکھتا رہا۔ میں تعلیم تو حاصل کر ہی رہا تھا مگر اس کے علاوہ میں یہ جانتا تھا کہ قصبہ خانیہ میں صرف دسویں تک تعلیم حاصل کی جاسکتی ہے لیکن اس اسکول میں موجود معزز استادوں سے میں نے دوستی کر لی تھی اور ان کی خدمت گزار کر کے ان سے آگے کے علم کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرتا جا رہا تھا۔ ان استادوں کے پاس جتنی کتابیں موجود تھیں انہوں نے مجھے ادھار دے دی تھیں۔ نہ صرف

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

ادھار دے دی تھیں بلکہ فارغ اوقات میں وہ مجھے ان کتابوں کے بارے میں بتایا بھی کرتے تھے چنانچہ چند ہی شوق رہ گئے تھے میرے۔ پہلی چیز تو یہ کہ ان جنرل بکس کا مطالعہ اور دوسری بات یہ کہ اخبار بھی یہاں آتا رہتا تھا مہارت خان کے بارے میں شاید چند ہی افراد یہ بات جانتے تھے کہ اس بہت بڑے اسکول کا مالک وہی ہے اور خود ہی اس اسکول کا چوکیدار۔ اساتذہ اس کی ہر بات مانتے تھے اور انہیں یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ میں مہارت خان کا چہیتا ہوں۔ چنانچہ میرے اوپر خصوصی توجہ دی جانے لگی تھی اور اس خصوصی توجہ سے میں نے اپنی اصل اوقات سے کہیں زیادہ علم حاصل کرلیا تھا مجھے دنیا کے بارے میں اس قدر معلومات حاصل ہوچکی تھیں کہ شاید اس اسکول میں پڑھنے والے کسی بھی شخص کے علم میں یہ ساری باتیں نہ ہوں۔ میں اپنے ان استادوں سے پورا پورا فائدہ حاصل کررہا تھا۔

ایک دن مہارت خان نے مجھ سے ایک دن میری بستی کے بارے میں پوچھا۔

"تمہاری بستی دوآبہ میں سردار کون ہے؟"

"جرگے کا سردار ذیشان خان ہے اور وہی سب سے بڑا زمیندار ہے۔"

"کس طرح کا آدمی ہے؟" مہارت خان نے سوال کیا۔

"یہ تو مجھے نہیں معلوم لیکن بستی کے لوگ اس کے گھر کے سامنے سے گزرتے ہیں تو ان کی گردنیں اور آنکھیں جھکی ہوئی ہوتی ہیں کسی کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ ذیشان خان کے مکان کے دروازے کی طرف نگاہ بھر کر دیکھ سکے۔"

"کیا وہ لوگوں پر ظلم بھی کرتا ہے؟"

"اپنے ہاریوں پر یا ان پر جو کسی طرح اس کے مقروض ہوتے ہیں یا پھر ان پر جو کبھی اس کے سامنے سر اٹھا کر چلنے کی جرأت کرتے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ خطرناک آدمی ہے اور کون کون سا ایسا آدمی ہے تمہاری بستی میں جو اتنا ہی خطرناک ہو؟"

"وہ تمام لوگ جو ذیشان خان کے منظور نظر ہیں ان میں بڑی بڑی زمینوں کے مالک بھی ہیں۔ میں خاص طور سے چچا آدم خان کا ذکر کروں گا۔ ایک بے حد کنجوس آدمی ہے اور اس چکر میں رہتا ہے کہ ہمیشہ دوسروں کا مال ہڑپ کرجائے۔ "کیا ذیشان خان اسے ان باتوں سے نہیں روکتا؟"

"نہیں اس لئے کہ وہ ذیشان خان کا منظور نظر ہے۔"

"دیکھو ایسی بستی میں جہاں اس قسم کے لوگ حکمرانی کرتے ہوں انسان کو ذرا مختلف طریقے سے رہنا چاہئے۔"

"کیسے بابا مہارت خان؟"

"خود کو ہمیشہ بزدل ظاہر کرو جو ہو کبھی کسی کو نہ بتاؤ بہادری ویسے بھی ڈھول کی طرح پیٹنے کی چیز نہیں ہے بلکہ بہادری کو تم ایسے خانے میں محفوظ رکھو جو کسی کی نگاہوں میں نہ آسکے اس کا استعمال اس وقت کرو جب کہ تمہاری ضرورت بالکل ناگزیر ہوجائے اگر لوگ پہلے سے تمہارے بارے میں یہ جان لیں گے کہ تم کس قدر قوت کے مالک ہو تو پھر وہ تمہاری قوت کے مطابق تیاریاں کرنے کے بعد تم پر حملہ کریں گے اگر انہیں اس بات کا علم ہی نہ ہو کہ اندر سے تم کیا ہو تو وہ ہمیشہ تمہاری طرف سے غلط فہمی کا شکار رہیں گے اور تمہارے بارے میں کوئی صحیح فیصلہ نہ کرپائیں گے ان کا یہ صحیح فیصلہ نہ کرنا تمہاری کامیابی کی دلیل ہوگا چنانچہ طے یہ ہوا کہ خود کو ہر معاملے میں اس قدر بزدل ظاہر کرو کہ لوگ تمہیں بزدل سمجھنے لگیں۔"

"ٹھیک ہے مہارت خان۔" میں نے جواب دیا زندگی کے دن گزرتے رہے میں کلاسیں پاس کرتا رہا۔ باپ سے محروم ہوچکا تھا ماں تھی اور بہنیں تھیں یہ سب میری زندگی کا ایک حصہ تھیں اور میں یہ محسوس کررہا تھا کہ زندگی بڑی آسان سی چیز ہے یہاں تک کہ دسویں کا نتیجہ نکل آیا اور اس کے بعد اس اسکول میں میرا کوئی کام نہ رہا میں اس اسکول سے جدا ہوتے ہوئے بہت زیادہ دکھی تھا مہارت خان نے محبت سے مجھے رخصت کیا اور کہا۔

"جو تحفے میں تمہیں دے سکتا تھا وہ دے دیئے ہیں اور اب میرے پاس تمہیں دینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے جب بھی موقعہ ہو مجھے یاد کرلینا لیکن جو کچھ میں نے بتایا ہے سمجھ لینا وہ تمہاری زندگی کا ایک حصہ بن جانا چاہئے۔" میں گھر واپس آگیا ماں بہت خوش تھی بہنیں بھی بہت خوش تھیں پھر ہم آگے کے بارے میں فیصلے کرنے لگے نہ جانے کیوں ماں کے انداز میں' میں نے ہمیشہ ہی ایک عجیب سی کیفیت دیکھی تھی یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس کی آنکھوں میں میرے لئے نہ جانے کیسے کیسے مستقبل کے خواب مل رہے ہوں لیکن وہ بھی ایک معصوم سی گھریلو عورت تھی اور اسے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا کہ زندگی کیسے گزاری جاسکتی ہے باپ کا سایہ بھی سر سے اٹھ چکا تھا اس لئے کوئی صحیح مشورہ دینے والا بھی نہیں تھا ماں نے مجھ سے پوچھا۔

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"اب کیا ارادہ ہے؟"

"دل تو چاہتا ہے ماں کہ میں تعلیم کے آخری میدان تک کا سفر کروں اور دنیا کے بارے میں اتنا علم حاصل کرلوں جتنا علم اس دنیا کے بارے میں انسان کو مل سکتا ہے۔"

"بیٹے میں زیادہ نہیں جانتی لیکن مجھے اس بات کا پتا ہے کہ دنیا کا علم تو بڑے بڑے درویشوں کو بھی نہیں ہوا تم تو ایک معمولی سے انسان ہو۔"

"پھر بتاؤ میں کیا کروں ماں؟"

"بیٹے تم خود دیکھ لو اپنے بارے میں جو کچھ تم سوچ سکتے ہو۔"

"تو پھر مجھے شہر جانا ہوگا۔"

"شہر؟"

"ہاں۔"

"وہاں جاکر کیا کرو گے؟"

"دو کام۔"

"وہ کیا؟"

"نوکری بھی کروں گا ماں اور اس کے ساتھ ساتھ تعلیم بھی حاصل کروں گا یہی میرا مقصد ہے۔"

"مگر دیکھ لو مراد نگل کرسکو گے ایسا۔"

"کوشش کرنے میں کیا حرج ہے ماں ویسے بھی ہماری بستی کے بہت سے لوگ شہروں میں جاکر نوکریاں کررہے ہیں۔"

پھر آدم خان جو زبردستی ہر گھر میں گھسنے والوں میں سے تھا اور ہر ایک کو اپنے مشوروں سے نوازتا تھا اور چونکہ اس کا تعلق فضل خان سے بھی رہ چکا تھا اس کے گھر آیا اور مجھے دیکھ کر کہنے لگا۔

"اوئے جواناں تُو تو ہاتھی نکلا ہے اتنا جاندار اتنا شاندار کہ دیکھ کر حیرت ہوتا ہے مگر میں فضل خان کو پہلے بولا کہ غریب لوگ کو تعلیم حاصل کرکے خوار ہونے کے علاوہ اور کچھ نہیں ملتا ابھی یہ تمہارا بیٹا اگر تعلیم حاصل کرگیا تو یہ گھر کا رہے گا نہ گھاٹ کا اپنے گھر کا کام بھی نہیں کرسکے گا اور شہروں میں اسے نوکری نہیں مل سکے گا کیا فائدہ۔" لیکن فضل خان مسکرا کر خاموش ہوجاتا تھا اس دن بھی آدم خان نے مجھے دیکھ کر اس طرح کے الفاظ کہے تھے پھر اس نے از راہ کرم کہا۔

"ٹھیک ہے فضل خان سے میرا بہت پرانا دوستی تھا ابھی میرے اوپر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ میں اس دوستی کو نبھاؤں تم ایسا کرنا مراد گل کل میرے ڈیرے پر آجانا میں تمہیں نوکر رکھ لوں گا اس گھر کا خرچہ مجھے معلوم ہے فضل خان سے دوستی کے حوالے سے میں تم کو تین سو روپے مہینہ تنخواہ دوں گا پورا دس روپے روز بنتا ہے سمجھ رہے ہو آجانا کل میرے پاس۔ اس سے زیادہ اکبری خانم میں تمہارے لئے اور کچھ نہیں کرسکتا۔" ماں کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو چھلک آئے تھے۔ مگر میں نے کہا۔

"نہیں چاچا آدم خان میں شہر جارہا ہوں شہر جاکر میں سرکاری نوکری کروں گا۔"

"کیا؟" آدم خان چونک کر بولا۔

"ہاں سرکاری نوکری۔"

"کیا تمہیں حکومت کی طرف سے پیشکش ہوا ہے کہ ادھر آؤ اور وزارت سنبھال لو۔" آدم خان نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ مگر نوکری تلاش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میں بہت جلدی شہر چلا جاؤں گا اور اس کے بعد سرکاری نوکری تلاش کرلوں گا۔ ہاں اگر تم میرے باپ فضل خان سے دوستی کا اظہار کرتے ہو تو پھر ایسا کرو آدم خان کہ تین مہینے کی تنخواہ مجھے ایڈوانس دے دو۔ اگر مجھے شہر میں سرکاری نوکری نہ ملی تو میں یہاں آنے کے بعد تمہاری نوکری کرلوں گا اور پھر سو روپیہ مہینہ کرکے کٹوا دوں گا۔"

"اکبری خانم! مجھے اس لڑکے کا دماغ خراب معلوم ہوتا ہے۔ اس کو سمجھاؤ۔ اور اگر یہ میرے پاس کام کرنے کے لئے تیار ہو تو اس کو میرے پاس بھیج دو۔ ورنہ اس کی چرب زبانی مجھے غصہ بھی دلا سکتی ہے۔" آدم خان جلدی سے اٹھ کر باہر نکل گیا تھا اور میں ہنسنے لگا تھا۔ ماں نے کہا۔

"سوچ لے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تین سو روپے کی نوکری ملنا یہاں بڑا مشکل کام ہے۔ وہ بھی اپنی بستی میں۔"

"نہیں ماں مجھے شہر جانا ہوگا۔ تم مجھے قسمت آزمائی کا موقعہ دو۔"

"میری دعا ہے کہ اللہ تیری قسمت کو اتنی بلندی تک لے جائے کہ تو آسمان پر ستاروں کی طرح چمکے۔"

غرض یہ کہ بات طے پاگئی کہ میں شہر جاکر سرکاری نوکری کروں گا۔ یہ سرکاری کا لفظ اتفاق سے میرے منہ سے نکل ہی گیا تھا لیکن آدم خان نے اسے اتنا مشہور کردیا کہ اب

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

میرے مقامی شناسا مجھے سرکاری ملازم کہنے لگے تھے لیکن بہرحال مہارت خان نے جو کچھ مجھے سکھایا تھا وہ یہی تھا کہ غصے میں آکر کسی کے ساتھ کوئی سخت سلوک نہ کرو۔ چنانچہ میں خاموشی سے سب کی باتیں سن کر ٹال دیتا تھا۔ اسی دوران دلہا خان شہر سے واپس آیا۔ بہت عرصے پہلے وہ شہر گیا تھا اور وہاں جاکر نوکری کرنے لگا تھا اور پھر اس نے دو آبہ آنے کے بعد ایک ٹریکٹر خریدا تھا اور اب اس کا بڑا بھائی کرائے پر ٹریکٹر چلاتا تھا۔ یہ ایک ایسی مثال تھی جسے رد کیا ہی نہیں جاسکتا تھا۔ میں دلہا خان سے جاکر ملا۔ کافی غلط آدمی تھا۔ تھوڑے سے پیسے آگئے تھے تو اوقات سے بھٹک گیا تھا لیکن بہرحال مجھ سے چونکہ بچپن کی شناسائی تھی اس لئے مجھے دیکھ کر مسکرایا اور بولا۔

"مگر مراد تو' تو یار پہلوانی شروع کردے۔ شہر میں ٹیلی ویژن ہوتا ہے۔ یہ ٹیلی ویژن ہوٹل والے اپنے ہوٹل میں گاہکوں کے لئے لگالیتے ہیں اور ایک چیز ہوتی ہے ڈش۔ ڈش' ڈش۔ سمجھ رہا ہے ناں؟"

"ڈش' ڈس' ڈش۔" میں نے کہا۔

"اوہ نہیں یار۔ صرف ایک دفعہ ڈش۔ بس ایک چیز ہوتی ہے اس سے ٹیلی ویژن پر کشتیاں نظر آتی ہیں۔ اب کیسے نظر آتی ہیں یار میں اس کی تفصیل تجھے نہیں بتا سکتا۔ مگر اس میں جو پہلوان ہوتے ہیں ناں وہ تیری ہی طرح کے ہوتے ہیں۔ لمبے چوڑے طاقتور۔"

"میرے پیارے دلہا بھائی۔ یہاں کھانے پینے کو ترستے ہیں تم پہلوانی کی بات کرتے ہو۔ ارے بھائی پہلوانی تو تم کرسکتے ہو۔ جو اللہ کے فضل سے بستی کے بڑے آدمی بن چکے ہو۔" میرے ان الفاظ پر دلہا خان خوش ہوگیا اور بولا۔

"بس اللہ کا کرم ہے۔"

"ویسے دلہا بھائی کم از کم شہر دیکھا نہیں ہے تو شہر کے بارے میں تھوڑی بہت تفصیل تو بتادو۔"

اور پھر دلہا خان نے مجھے شہر کے بارے میں جو تفصیلات بتائیں میں نے انہیں گرہ میں باندھ لیا۔ خانیہ میں جو کچھ معلومات حاصل کی تھیں۔ جنرل بکس میں جو کچھ پڑھا تھا اور اپنی ذہانت سے جو کچھ حاصل کیا تھا۔ اب اس کے استعمال کا وقت آگیا تھا۔ چنانچہ میں نے ان ساری چیزوں کی گٹھری بنائی اور اپنے سینے میں محفوظ کرلی۔ پھر ماں کی بہت سی دعائیں لینے کے بعد اور بہنوں سے رخصت ہوکر خانیہ چل پڑا۔ ماں سے میں نے کہہ دیا

تھا کہ واپس اسی وقت آؤں گا جب کوئی نہ کوئی نوکری مل جائے گی اور مجھے یقین ہے کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاؤں گا۔ بہرحال ان سب کی آنسو بھری آنکھیں اور آنسو بھری دعائیں لے کر چل پڑا تھا۔ آدم خان اپنے خچر پر اس وقت بھی مجھے ملا تھا اور اس نے کہا تھا۔

"شہر جارہا ہے مراد گل۔"

"ہاں چاچا تمہاری دعاؤں کے ساتھ۔"

"اوہ! میں دعائیں کیوں دوں گا تجھے بھئی۔ پہلی بات تو یہ کہ میرا تیرا رشتہ ہی کیا ہے۔ وہ تو فضل خان کی دوستی کی وجہ سے میں نے تجھے نوکری کی پیشکش کردی تھی اور اب تو یہ کہتا ہے کہ میں تجھے دعائیں بھی دوں۔"

"دے دو آدم خان چاچا! دعا دینے میں تو تمہارا کچھ خرچ نہیں ہوتا۔"

"تجھے کیا معلوم خرچ ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا۔"

"تو پھر تم کالے بلے کی طرح میرے راستے میں کیوں آگئے؟"

"مجھے کالا بلا بولتا ہے۔" آدم خان نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا اور میں ہنستا ہوا وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ خانیہ پہنچا۔ دل تو چاہا کہ مہارت خان سے ملوں لیکن پھر نہ جانے کیوں اپنے اس ارادے کو ملتوی کردیا۔ راستے کھوٹے نہیں کرنا چاہتا تھا بلکہ جس سفر پر نکلا تھا اسی سفر پر آگے بڑھتے رہنا چاہتا تھا۔ ویسے یہاں کئی بار اسٹیشن پہنچا تھا اور ٹرین کو آتے جاتے دیکھا تھا لیکن خود اس کے ایک ڈبے میں سوار ہوتے ہوئے جس طرح کے احساسات کا سامنا کرنا پڑا تھا وہ اگر بیان کروں تو شاید خود بھی صحیح الفاظ تلاش نہ کرسکوں۔ خچر پر سواری کرنا اور بات ہے۔ بھینس کی پیٹھ پر بیٹھ کر تالاب میں اتر جانا بالکل مختلف بات ہے لیکن اس لوہے کے گھر میں بیٹھ کر پٹڑی پر دوڑنا نہ جانے کیسے کیسے سنسنی خیز خیالات کا حامل تھا۔ راستے میں جو گڑگڑاہٹ کانوں میں گونجتی رہی وہ مختلف احساسات پیدا کرتی رہی۔ میں نے دیکھ لیا تھا کہ ڈبے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ خدانخواستہ اگر کہیں یہ آپس میں کھل جائیں تو کیا ہوگا پھر وہ پتلی سی پٹڑی اگر لوہے کا یہ طوفان اس پٹڑی سے اتر جائے تو کیا ہوگا لیکن کچھ نہیں ہوا۔ میرے علاوہ شاید کسی کے ذہن میں بھی یہ سوچ نہیں تھی۔ لوگ بڑے مزے سے سفر کررہے تھے۔ رات کو وہ آرام سے سو گئے تھے اور پھر جب صبح کی روشنی ہوئی تو اس طرح اپنے اپنے معمولات میں مشغول ہوگئے جیسے اپنے گھر کے کمرے میں بیٹھے ہوئے ہوں۔ بس ایک میں تھا جس کا کوئی

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

معمول نہیں تھا۔ وہ لوگ ناشتا وغیرہ کر رہے تھے لیکن میں خاموشی سے ایک ایک کو دیکھ رہا تھا۔ زندگی میں انوکھا تجربہ حاصل ہوا تھا مجھے۔ بہرحال ریل سفر کرتی رہی اور آخر کار میں نے جس شہر کا ٹکٹ لیا تھا وہ آگیا۔ ریل بھی یہاں اختتام پذیر ہو جاتی تھی اور تمام مسافروں کو اترنا ہی پڑتا تھا۔ جبکہ راستے میں کئی جگہ ریل رکی تھی اور لوگ جلدی جلدی اترے اور چڑھے تھے۔ لیکن یہاں آکر سب ہی اتر گئے تھے۔ گویا یہ منزل تھی اور باقی سب راستہ۔ میں نے اپنی منزل کی طرف قدم بڑھایا۔ دلہا بھائی نے جو کچھ کہا تھا وہ نگاہوں کے سامنے تھا۔ لیکن بہرحال اس سے مجھے فائدہ یہ ہوا تھا کہ یہاں آکر میں وحشت زدہ نہیں ہوا تھا۔ تقریباً ساری گائیڈ لائن مل گئی تھی اور میں ہر صورت حال سے واقف تھا۔ ٹکٹ سنبھال رکھا تھا کیونکہ یہ سنا تھا کہ بغیر ٹکٹ لوگوں کے ساتھ بہت ہی V.I.P سلوک ہوتا ہے۔ ٹکٹ چیکر کو ٹکٹ دکھا کر باہر نکل آیا اور اس کے بعد بلند و بالا عمارتوں کو دیکھنے لگا کمال تھا صاحب جادو گروں نے کیا جادو گری دکھائی تھی۔ بستی دو آبہ کی سادگی اور شہر کی پرکاری لیکن علم بھی کیا چیز ہے آپ ہی کتابوں میں دنیا تلاش کر لیتے ہیں اور پھر دنیا کا ہر گوشہ آپ کو اپنا اپنا سا لگتا ہے کوئی شے اجنبی نہیں ہوتی اور میں اس وقت اسی کیفیت سے دوچار تھا چنانچہ شہری آبادی میں بچ بچ کر چل پڑا۔ دن کا وقت تھا اور ابھی روشنی کے بے شمار گھنٹے موجود تھے مجھے شہر دیکھنا تھا' جائزہ لینا تھا اس کے بعد اپنے لئے کسی مقام کا تعین کرنا تھا۔ چنانچہ مختلف گوشوں میں چلتا رہا پیدل چلنا میرے لئے کوئی مشکل مرحلہ نہیں تھا۔ دوپہر کو ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں ایک جھونپڑا ہوٹل بنا ہوا تھا اور وہاں لوگ بینچوں پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ پہلے میں نے جائزہ لیا کہ کھانے کے لئے کیا صورت حال پیش آسکتی ہے اور کتنی رقم خرچ کی جاسکتی ہے پتا چلا کہ زیادہ مہنگا معاملہ نہیں ہے چنانچہ ایک نوٹ نکال کر میں نے مٹھی میں دبایا اور کھانا لانے والے ایک شخص کے پاس پہنچ گیا۔

"مجھے کھانا چاہئے۔" اس نے اوپر سے نیچے تک مجھے دیکھا اور بولا۔

"تو بیٹھ جاؤ بھائی یا لے کر جانا ہے؟"

"نہیں' یہیں کھانا ہے۔"

"تو بیٹھ جاؤ میں ابھی آتا ہوں تمہارے پاس۔" اس کے اشارے پر میں ایک بنچ پر بیٹھ گیا اور چاروں طرف کا جائزہ لینے لگا کم از کم شہر میں یہ اچھی بات ہوتی ہے کہ لوگ کسی کو عجوبے کی طرح نہیں دیکھتے بلکہ سب اپنے کام سے کام رکھتے ہیں یہاں موجود لوگوں میں سارے کے سارے ہی غریب غرباء تھے۔ معمولی سے لباسوں میں ملبوس' پسینے

اور مٹی میں اٹے ہوئے جلدی جلدی کھانا کھا کر اپنے کام میں پہنچنے کے لئے بے چین شاید کہ صرف میں تھا جو اس وقت فارغ البال تھا وہ شخص میرے پاس آگیا اور اس نے مجھ سے پوچھا کہ میں کیا کھاؤں گا اور اس کے بعد اس نے کھانوں کی فہرست گنوا دی میں نے اس کی قیمت پوچھی تو اس نے نہایت سادگی سے مجھے بتا دی اور آخر کار میں نے دال منتخب کی اور اس سے چار روٹیاں طلب کرلیں وہ میری جسامت دیکھتا ہوا چلا گیا تھا۔ مجھ سے کچھ فاصلے پر کچھ اور لوگ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے اور قریب ہی پیچھے بنچ پر ایک شخص بیٹھا ہوا حسرت بھری نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا اس کے سامنے کوئی برتن نہیں تھا شکل وصورت کا بہت اچھا تھا معمولی جسامت کا مالک چہرے کے نقوش میں سادگی اور دلکشی لباس بوسیدہ تھا' کپڑے پھٹے ہوئے' پیروں میں اسفنج کے چپل' ایک لمحے کے لئے میرے ذہن میں خیال گزرا کہ شاید اس کے پاس کھانے کے لئے پیسے نہیں ہیں۔ غریب اور مفلوک الحال ہے بس دل میں ہمدردی کا طوفان امڈ پڑا میں نے سوچا کہ کہیں کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے لیکن ہمدردی جو ابھر آئی تھی۔ چنانچہ میں نے اسے اشارہ کیا وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا پھر اس نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر مجھ سے پوچھا کہ کیا میں اسے ہی مخاطب کر رہا ہوں تو میں نے گردن ہلادی وہ آکر میرے پاس بیٹھ گیا۔

"تم اکیلے بیٹھے ہوئے تھے تو میں نے سوچا کہ چلو تمہیں اپنے پاس ہی بلالوں۔"

"کیا تم کھانا کھا چکے ہو؟" اس نے سوال کیا۔

"ابھی نہیں میں نے کھانا منگوایا ہے۔"

"تب تمہارے پاس بیٹھ کر مجھے خوشی ہوئی لیکن اس سے پہلے یہ بتادو کہ تم مجھے کھانے میں شریک کرو گے؟"

"یہ تو ہر مسلمان کا فرض ہے کہ کھانے سے پہلے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے آدمی سے کھانے کے لئے پوچھے۔"

"ارے کیا واقعی تم مسلمان ہو۔" وہ خوشی سے منہ پھیلا کر بولا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔

"اور تم کون ہو؟"

"میں مہمان ہوں مطلب یہ کہ مسلمان مہمان اصل میں مسلمانوں میں بھی دو طبقے ہوتے ہیں ایک مسلمان' ایک میزبان تو میرا تعلق مہمان طبقے سے ہے کیا خیال ہے؟" میں ہنسنے لگا میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا۔

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"میرا نام مراد گل ہے۔"

"اور میرا نام حسن فیروز جنرل حسن فیروز۔"

"جنرل!"

"ہاں تمہیں کوئی اعتراض ہے؟"

"بھئی تمہارا نام ہے ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"کیا منگوایا ہے کھانے میں؟" وہ آنکھ دبا کر بولا۔

"دال اور روٹی۔"

"چلے گی ویسے بھی گوشت آج کل اچھا نہیں ہوتا دنیا بڑی غلط ہو چکی ہے اب جو کوئی بھی کھلا دے کیا کہا جا سکتا ہے ویسے کیا نام بتایا تم نے اپنا؟"

"مراد گل۔"

"اچھا نام ہے خوبصورت نام ہے خاص طور سے اس لئے بھی کہ تم نے دال منگائی ہے سلاد منگایا ہے یا نہیں؟" وہ بولا۔

"سلاد؟"

"ہاں' گاجر' مولی' ٹماٹر' کھیرا اور سلاد کے پتے۔"

"اس کا کیا کرو گے؟"

"کھانے کے ساتھ۔"

"پتا نہیں وہ میں نے الگ سے تو نہیں منگوایا۔"

"چلو ٹھیک ہے' اڑھائی وقت کے فاقے میں جو بھی نصیب ہو جائے غنیمت ہوتا ہے۔"

"کیسے اڑھائی وقت کا فاقہ؟"

"تمہیں نہیں کہہ رہا یار اپنے آپ کو کہہ رہا ہوں۔"

"ہونہہ۔" اور پھر اس شخص نے جو دوسروں کو کھانا دے رہا تھا ہمارے سامنے کھانا لا کر رکھ دیا اس نے گہری نگاہوں سے میرے معزز مہمان کو دیکھا تھا اور بولا تھا۔

"گویا تم نے اپنا ٹھکانہ بنا ہی لیا۔"

"دو روٹی اور لے آؤ دال کافی ہے۔" میں نے کہا۔

"ایک منٹ' ایک منٹ' ایک منٹ۔ یہ چار روٹیوں کو تم کیا کرو گے؟"

"کھاؤں گا اور کیا کروں گا۔"

"چاروں کھا جاؤ گے۔" وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولا اور میں ہنسنے لگا۔ تب اس نے کہا۔

"اس میں سے صرف ایک روٹی مجھے چاہئے۔"

"ٹھیک ہے روٹی آنے دو پانچویں بھی میں خود کھا لوں گا۔"

"وادی جنات سے آئے ہو؟" اس نے سوال کیا۔

"کیا شہر میں لوگ صرف ایک روٹی کھاتے ہیں؟"

"ایک روٹی کھا کر بھی ہضم کرنا بڑا مشکل کام ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"اور سناؤ کیا کرتے ہو؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"عیش کرتا ہوں روزانہ کسی نہ کسی کا مہمان بن جاتا ہوں اور بس شہر میں بے شمار لوگ ایسا ہی کرتے ہیں ویسے مجھے یہ لگتا ہے کہ تم کہیں باہر سے آئے ہو؟"

"ہاں ایک پہاڑی بستی سے۔"

"گویا پہاڑی ہو؟"

"نہیں ہوں تو آدمی لیکن پہاڑوں کا رہنے والا ہوں۔" میں نے کہا۔

"میرا مطلب بھی یہی تھا۔" پھر ہم نے کھانا شروع کر دیا وہ بڑی نزاکت سے کھا رہا تھا اور میں یہ دیکھ رہا تھا کہ اس کے ہاتھ بھی نرم و نازک سے ہیں۔ میں نے بہرحال پانچوں روٹیاں چٹ کر لی تھیں دال کم پڑ گئی تھی لیکن بہرحال اس سے زیادہ افورڈ نہیں کر سکتا تھا کھانے کے بعد ہم نے پانی پیا اور پھر وہ اسی شخص کو اشارہ کر کے بولا۔ "ویٹر چائے لے آؤ۔" میں یہ سمجھا کہ چائے وہ مجھے اپنے پاس سے پلا رہا ہے لیکن چائے پینے کے بعد جب ویٹر نے پیسے بتائے تو وہ بولا۔

"بے چارے کو ایک دو روپے ٹپ بھی دے دینا اچھا آدمی ہے۔" اور میں حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا بہرحال میں نے ویٹر کو ایک روپیہ ٹپ بھی دیا تھا اور یہ سوچا تھا کہ نکل چلوں یہاں سے ورنہ اگر ایسے دو چار افراد مجھے اور مل گئے تو جیب میں جو کچھ ہے اس کا کباڑہ ہو کر رہ جائے گا۔ وہ بھی میرے ساتھ باہر نکل آیا اس نے کہا۔

"قیلولہ نہیں کرو گے؟"

"نہیں یہاں میرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"یار ہوٹل میں تم ہمارے میزبان بن گئے تھے اب ہم تمہارے میزبان بنے جاتے ہیں بھلا قیلولے کے لئے جگہ کی کمی ہے آؤ۔ میں تمہیں اپنی مملکت میں لے چلوں۔" اور

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

میں اس کے ساتھ اس کی مملکت چل پڑا ہوٹل کے عقب میں ایک وسیع میدان دھوپ میں تپ رہا تھا میدان کے دوسرے سرے پر کوئی کنسٹرکشن کمپنی کام کر رہی تھی بورڈ لگا ہوا تھا زمین کی کھدائی ہو رہی تھی یہ سلسلہ دور تک چلا گیا تھا بڑے بڑے پائپ پڑے ہوئے تھے اور پھر اس کے بعد ایک اور جگہ نظر آئی یہاں گھنے درخت تھے اور ایک گندا نالہ بہہ رہا تھا۔ جس سے ہلکی ہلکی بدبو بھی اٹھ رہی تھی لیکن نالے کے کنارے کنارے دوسری طرف درختوں کی چھاؤں میں گھاس بکھری ہوئی تھی اور اس گھاس پر کچھ لوگ سوئے ہوئے تھے۔ تھوڑے ہی فاصلے پر مٹی کا ایک ڈھیر تھا جس پر ایک بہت بڑا پائپ پڑا ہوا تھا جو توپ کی طرح اپنا دھانہ اوپر کی جانب کئے ہوئے تھا اور دوسری جانب ڈھلان تھا۔ یہاں پہنچ کر اس نے کہا۔

"اوپن ایئر میں آرام کرنا پسند کرو گے یا کسی چھت کے نیچے؟"

"نہیں یہاں ٹھنڈک بھی ہے اور ہوا بھی۔" میں نے درختوں کے نیچے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"صاحب ذوق معلوم ہوتے ہو چلو۔" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ قریب ہی کچھ اینٹیں پڑی ہوئی تھیں اس نے بڑی محبت سے ایک اینٹ اٹھا کر مجھے پیش کی اور بولا۔

"تکیے کی جگہ استعمال کر سکتے ہو۔" اور پھر اس نے اپنا تکیہ اپنے سر کے نیچے رکھ لیا۔ پھر آہستہ سے بولا۔

"ایک بات سنو۔" انداز بڑا رازدارانہ تھا۔ میں نے اس کی طرف کان جھکایا تو وہ اپنا داہنہ رخسار کھجاتا ہوا بولا۔

"دال میں کچھ نمک زیادہ نہیں تھا؟"

"کیسی دال؟"

"یار ابھی جو تھوڑی دیر پہلے کھائی تھی۔" اس نے کہا اور میں تعجب سے اسے دیکھنے لگا عجیب سوال تھا چند لمحوں تک تو اس کا مجھ سے کوئی جواب نہ بن پڑا پھر میں نے کہا۔

"مگر وہ دال تو ہم کھا چکے ہیں۔"

"ہاں میں نے ویسے ہی تم سے مشورہ کیا تھا اس بارے میں کیا' عمدہ ہوا چل رہی ہے ویسے اس درخت کے بارے میں بتا سکتے ہو؟"

"کیا؟" میں نے سوال کیا تو وہ سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا۔

"تمہیں میرا نام تو معلوم ہے ناں حسن فیروز ویسے تم مجھے جنرل فیروز کہہ سکتے ہو کیا خیال ہے؟"

"جنرل کا عہدہ ہے تمہارا؟"

"کہہ لینے میں کیا حرج ہے۔"

"ہاں کہنے میں شاید کوئی حرج نہیں ہے۔"

"تم نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟"

"مجھے فوج میں کمیشن نہیں ملا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میرا مطلب ہے کہ کون ہو' کہاں سے آرہے ہو یہ تمہاری بغل میں جو پوٹلی دبی ہوئی ہے نا اس سے صاف پتا چل رہا ہے کہ کسی دوسرے شہر سے آئے ہو اور یہ کپڑے جہاں سے تم نے سلوائے ہیں وہ جگہ کم از کم یہ شہر نہیں ہو سکتی کہیں اور کے سلے ہوئے کپڑے ہیں؟"

"کیا تم درزی کا کام بھی کرتے ہو؟"

"کچھ نہیں کرتا پیارے بھائی کچھ نہیں کرتا اور اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تمہاری کسی بات کا برا مان جاؤں گا تو یہ خیال بھی اپنے دل سے نکال دو۔ بات یہ ہے کہ نمک حلالی بھی کوئی چیز ہوتی ہے اور میں نے تمہارا نمک کھایا ہے اور کچھ زیادہ کھا لیا ہے کیونکہ دال میں نمک زیادہ ہی تھا۔" اس نے کہا آدمی دلچسپ معلوم ہوتا تھا حالانکہ جس قدر برے حال میں نظر آرہا تھا اس سے تو یہ ظاہر ہوتا تھا کہ زندگی سے بیزار ہو گا اور کوئی اچھی بات نہ کر سکتا ہو گا لیکن اس کے انداز میں ایک عجیب سی ترنگ تھی جس سے وہ ہر بات مستانہ وار بولتا تھا۔ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد اس نے پھر کہا۔

"بتایا نہیں کون سی جگہ سے آئے ہو یا پھر میرا خیال غلط ہے؟"

"نہیں تمہارا خیال بالکل درست ہے۔"

"یعنی تم کہیں باہر سے آئے ہو؟"

"ہاں۔"

"کہاں سے؟"

"ایک پہاڑی بستی دوآبہ سے۔"

"بالکل ہو گی یقیناً ہو گی بلکہ بہت خوبصورت ہو گی کیونکہ تم تازہ تازہ کھلے ہوئے

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

پھول معلوم ہوتے ہو شہر میں ایسے پھول نہیں ہوتے۔ دیکھو نا ایک تو سمندری آب وہوا کی نمی جو پتوں کا رنگ مرجھا دیتی ہے پھر چلچلاتی ہوئی دھوپ اور گرد آلود ماحول جبکہ تمہارا چہرہ بالکل سرسبز وشاداب ہے اور یوں لگتا ہے کہ ابھی ابھی ڈالی سے ٹوٹے ہو۔"

"تم شاعر بھی ہو کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"ارے یار میں کیا کیا ہوں تمہیں کیا بتاؤں چلو ایسا کرو پہلے تم مجھے اپنے بارے میں تفصیل بتا دو پھر میں بھی بتا دوں گا۔"

"میرے بارے میں کوئی تفصیل نہیں ہے اپنی بستی سے یہاں آیا ہوں نوکری کی تلاش میں اور بس اتنی سی کہانی ہے میری۔"

"گڈ گھر میں ایک ماں چھوڑی ہوگی دو بہنیں چھوڑی ہوں گی اور اور....."

"یار کیا تم نجومی ہو؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"فضول بات مت کرنا جھگڑا ہو جائے گا۔"

"کیا مطلب؟"

"نجومی ہوں میں؟"

"مگر یہ کوئی ایسی بری بات تو نہیں کہ تم ناراض ہو جاؤ۔"

"ایک نجومی ملا تھا مجھے پوچھا تھا میں نے اس سے اپنے بارے میں ایسی ایسی بے تکی باتیں بتائیں کہ بس تصور نہیں کر سکتے تم ویسے بھی مجھے اس نام سے غصہ آنے لگا ہے۔"

"اوہ اچھا میں تو تمہیں نجومی اس لئے کہہ رہا تھا کہ تم نے بالکل صحیح بتایا یعنی میرے گھر کا کہ میں ایک ماں اور دو بہنیں چھوڑ کر آیا ہوں۔"

"بس تمہاری جیسی آبادیوں سے آنے والے ایسے ہی لوگ ہوا کرتے ہیں کیا نوکری کرو گے یہاں؟"

"جو بھی مل جائے گی محنت مزدوری کروں گا۔"

"ہوں اچھی بات ہے وہ جو کہتے ہیں نا اس موقع کے لئے ایک شعر ہے غالباً کوئی اچھا سا شعر ہے چلو چھوڑو یاد نہیں آرہا کیا فائدہ دماغ پر زور دینے سے۔"

"ہاں یہ بات تو ہے تم کیا کرتے ہو؟"

"تماشائے اہل کرم دیکھتا ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"دیکھو شعر کی توہین نہ کرو یہ مصرعہ ثانی ہے مصرعہ اولیٰ میں صاحب شعر کا نام آجاتا

ہے یعنی اپنے مرزا جی کا' مرزا جی سے مجھے بڑا شدید اختلاف ہے یار بڑے عجیب آدمی تھے۔"

"کون مرزا جی؟"

"مرزا غالب کی بات کر رہا ہوں۔"

"اچھا اچھا وہ تو بہت بڑے شاعر تھے۔"

"بالکل یہ بہت بڑے شاعر تھے مگر یہ بتاؤ شاعر کے علاوہ کیا تھے؟"

"کیا مطلب؟"

"چھوڑو تم تازہ تازہ ڈالی سے ٹوٹے ہوئے پھل ہو پتا نہیں کیا جانتے ہو اور کیا نہیں جانتے مزدوری کرنے آئے ہو نا شہر میں؟"

"تم اپنے بارے میں بتا رہے تھے مجھے۔"

"ہاں نام تو بتا ہی چکا ہوں تمہیں اپنا ویسے ایک بات بتاؤں تمہیں سن کر افسوس ہوگا۔"

"کیا؟"

"میری پھوکڑی میں کھوڑا ہے۔" اس نے کہا اور میں متعجبانہ انداز میں اسے دیکھنے لگا۔

"کیا ہے؟" میں نے سوال کیا تو وہ مجھے گھورنے لگا پھر دانت پیس کر غصیلے لہجے میں بولا۔

"ابے میری پھوکڑی میں کھوڑا ہے۔" میں اسے حیرانی سے دیکھنے لگا۔ اچانک ہی وہ جلدی سے بولا۔ "شاید کچھ غلط کہا ہے میں نے سوری سوری میرا مطلب ہے جو ہے نا میری کھوپڑی' کھوپڑی اس میں پھوڑا ہے برین ٹیومر' برین ٹیومر سمجھتے ہو نا ایک منٹ نہیں سمجھو گے۔ میں تمہیں دکھاتا ہوں یہ دیکھو ایکسرے۔" اس نے کہا اور اپنے گریبان کے بٹن کھولنے لگا اندر وہ شاید بنیاد پہنے ہوئے تھا اور اس بنیان کے نیچے براؤن رنگ کا ایک لفافہ رکھا ہوا تھا جو پسینے میں بھیگ کر بری طرح خراب ہو چکا تھا لفافہ نکال کر اس نے اس میں سے ایک ایکسرے نکالا جو دماغ کا ایکسرے تھا اور اس نے وہ میرے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

"اب دیکھو' اب سمجھو گے یہ جو بلیک مارکر سے میں نے نشان لگایا ہے نا یہ وہ جگہ ہے جہاں پھوڑا ہے میری کھوپڑی میں سمجھ رہے ہو نا برین ٹیومر سمجھتے ہو نا؟" میں خاموشی

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

سے اس کی صورت دیکھنے لگا میں نے اب اسے بے حد غور سے دیکھا تھا اچھی پیاری شکل و صورت کا نوجوان آدمی تھا جو کچھ کہہ رہا ہے اگر وہ سچ تھا تو اس سے زیادہ دکھ کی بات اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ وہ جلدی سے بولا۔

"دیکھو یار! ذرا ایکسرے دیکھو یہ جو میں نے کالا نشان لگا رکھا ہے نا بس یہ وہ جگہ ہے جہاں پھوڑا ہے۔"

"تمہیں کیسے معلوم؟" میں نے کہا۔

"کمال کرتے ہو یار یعنی مجھے اپنی کھوپڑی کا حال نہیں معلوم ہو گا' ہیں تم سمجھ رہے ہو بس یہ ہے ساری صورت حال اب بتاؤ جو زندگی گزار رہا ہوں اس کے علاوہ کوئی اور زندگی کیسے گزاری جا سکتی ہے بس اتنا ٹھیک ہے ڈاکٹروں کے کہنے کے مطابق سال چھ مہینے اور جیوں گا اب ایک تھوڑی سی زندگی کے لئے انسان زیادہ سے زیادہ کیا کر سکتا ہے ہیں۔"

"نہیں میں تم سے اتفاق نہیں کر سکتا۔"

"مجھ سے یا برین ٹیومر سے؟"

"کسی بھی چیز سے نہیں پہلی بات تو یہ کہ جو کالا دھبا تم نے خود بنا رکھا ہے اس کے نیچے کیا ہے کیا یہ نظر آ رہا ہے؟"

"تمہیں نظر آ نہیں رہا مجھے تو آ رہا ہے نا۔"

"کس ڈاکٹر نے تمہارا یہ ایکسرے اتارا تھا؟"

"میری جان ایکسرے ڈاکٹر نہیں اتارتے لیبارٹری میں اتارے جاتے ہیں۔" اس نے رازداری سے کہا۔

"اور تم اسے لئے کیوں پھر رہے ہو؟"

"اس لئے کہ اس میں میری کھوپڑی کا حال درج ہے۔ کسی کو بتانے میں آسانی ہوتی ہے۔"

"کیا تم بھیک مانگتے ہو؟" میں نے سوال کیا اور وہ اچھل کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا پھر اس نے ایکسرے میرے ہاتھ سے چھین لیا تو میں جلدی سے بولا۔

"معافی چاہتا ہوں معافی چاہتا ہوں میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ میں تو یہ کہہ رہا تھا۔"

"بس بس یار ایک روٹی کیا کھلا دی۔ دال کے ساتھ اور دال بھی ایسی جس میں نمک بہت زیادہ تھا اور فقیر قرار دے دیا ارے میری جان کے ہزارویں ٹکڑے میں تو تماشائے

اہل کرم دیکھ رہا ہوں فقیروں کا بھیس بنا کر' لوگ کس طرح ایک ایسے شخص کو زندگی گزارتے دیکھتے ہیں جس کی کھوپڑی میں پھوڑا ہو' سمجھ رہے ہو نا بس یوں سمجھ لو کہ ایک تجزیہ کر رہا ہوں ایک جائزہ لے رہا ہوں اگر اتنی سی بات پر فقیر سمجھ بیٹھے تو تمہاری ناسمجھی ہے میں کیا کروں۔"

"فیروز تم آدمی بہت دلچسپ معلوم ہوتے ہو' تمہارا خیال ہے کہ تم سال چھ مہینے زندہ رہو گے؟"

"بالکل اس لئے کہ میری کھوپڑی میں میرا مطلب ہے کہ کھوپڑی میں پھوڑا ہے۔"

"نہیں تم طویل عرصے زندہ رہو گے۔ میں تم سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔"

"مرجاؤں گا تو بوریت ہو گی تمہیں بہرحال انسان کو انسان سے محبت ہوتی ہے سال چھ مہینے اگر تمہارا ساتھ رہا تو تم پر ڈبل مصیبت آپڑے گی۔"

"ڈبل مصیبت کیا؟"

"یار ظاہر ہے میں تو ہاتھ پاؤں ہلاؤں گا نہیں تم نوکری کرو گے ماں اور دونوں بہنوں کو بھی رقم بھیجو گے میرا پیٹ بھی تمہیں بھرنا پڑے گا ویسے میں ایک روٹی سے زیادہ نہیں کھاتا البتہ دن میں دو چار بار چائے ضرور پی لیتا ہوں تخمینہ لگا لو۔"

"تم فکر مت کرو اللہ تعالیٰ رزق عطا کرنے والوں میں سے ہے۔ دونوں مل کر ساتھ ہی کھائیں گے۔"

"ویری گڈ تو پھر ملاؤ ہاتھ ویسے تم اچھے دوست نظر آتے ہو۔" اس نے کہا اور میں نے اس کی طرف مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا شہر کے اس پہلے دوست کو میں نے بڑی فراخدلی سے خوش آمدید کہا تھا پھر اس نے کہا۔

"مگر نوکری کیا کرو گے یہ تو بتاؤ؟"

"مضبوط ہاتھ پاؤں کا آدمی ہوں اللہ مالک ہے کوئی نہ کوئی کام مل ہی جائے گا۔ ویسے گھر سے یہ کہہ کر نکلا ہوں کہ سرکاری نوکری کروں گا۔"

"ہوں خیر انسان گھر سے کچھ بھی کہہ کر نکل آئے۔ ناواقفیت ایسے ہی جملے زبان سے نکلوا دیتی ہے جو نا ممکنات میں سے ہوں لیکن اس شہر میں کام دام تمہیں مل جائے اس کی ذمہ داری میں لیتا ہوں۔" پھر ہم لوگ نہ جانے کیا کیا باتیں کرتے رہے وہ مجھے شہر کے بارے میں بتاتا رہا پڑھا لکھا آدمی معلوم ہوتا تھا لیکن جس حال میں تھا وہ بھی کچھ سمجھ میں نہ آنے والا تھا۔ شام ہو گئی اس نے کہا۔

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"آؤ ذرا سیر و سیاحت کریں کہو تو میں تمہیں ساحل سمندر پر لے چلوں؟"

"ابھی نہیں اب تو ہمارا ساتھ رہے گا ہی البتہ ایک بات بتاؤ مجھے تم؟"

"ہاں پوچھو۔"

"تمہارا رات کا ٹھکانہ کہاں ہوتا ہے؟"

"میں نے کہا نا اپنا شہر اپنی آبادیاں ہیں ویسے اوپن ایئر میں نہیں سو سکتے تم اصل میں پولیس والوں کو بھی رات کی ڈیوٹی کرنا ہوتی ہے ناں' بھائی ایسے ہی تو وقت نہیں گزر جاتا۔ پوری رات گزارنی ہوتی ہے۔ تھوڑا سا شغل رہتا ہے ان کا۔ پٹائی وٹائی کرتے رہتے ہیں۔ ملزموں کی سمجھ رہے ہو ناں۔"

"تت..... تو پھر..... پھر رات کو ہم لوگ کہاں رہیں گے؟"

"میں ہوں ناں یار۔ پریشانی کی کیا بات ہے۔ جنرل فیروز تمہارے ساتھ ہے۔ چلو چھوڑو حسن فیروز کہہ لو۔"

"مگر رہو گے کہاں؟"

"وہ جو توپ دیکھ رہے ہو ناں۔ جس کا رخ سیدھا انڈیا کی طرف ہے۔" اس نے بلندی پر پڑے ہوئے پائپ کی جانب اشارہ کیا۔ جس کا ایک سرا اوپر اٹھا ہوا تھا اور دوسرا سرا نیچے زمین پر جھکا ہوا تھا۔ میں ہنس پڑا۔ میں نے کہا۔

"ہاں۔ دیکھ رہا ہوں۔"

"وہ اپنا خفیہ ٹھکانہ ہے۔"

خفیہ ٹھکانہ؟"

"ہاں۔ آؤ تمہیں اس کا نظارہ کرا دیا جائے۔ پولیس والوں کے فرشتوں کو بھی پتا نہیں چلنا کہ اس توپ میں کسی کا بسیرا ہے اور یہ توپ جو آدھی زمین میں گڑی ہوئی ہے یعنی اس کی عمر کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکتے تم میں نے سوچا کہ سال چھ مہینے اپنا گزارا یہاں ہو جائے گا۔ اتنے عرصے تک کوئی اسے یہاں سے نکالتا نہیں ہے۔ یہاں سڑکوں کی کھدائی ہوتی ہے۔ اس کی پلاننگ دو سال پہلے ہوتی ہے۔ پھر دو سال کے بعد کھدائی شروع ہوتی ہے اور پھر دو سال تک کھدائی ہوتی رہتی ہے۔ پھر دو سال تک یہ سوچا جاتا ہے کہ اسے بند بھی کرنا ہے۔ سمجھ رہے ہو ناں۔ جبکہ اپنی لائف تو پارٹنر سال چھ مہینے کی ہے لیکن خیر فی الحال اپنے آرام کے لئے اس سے اچھی اور کوئی جگہ نہیں ہے۔ آؤ ذرا تمہیں اس کی زیارت کرا دیتے ہیں۔" اس نے اس ڈھیر پر چڑھنے کے لئے باقاعدہ راستہ بنایا ہوا تھا اور

پھر اس مضبوط اور وزنی پائپ کے دہانے سے اندر داخل ہونے کا راستہ الگ سے تھا۔ البتہ اس کا ٹیڑھا پن ذرا پریشان کن تھا۔ میں نے اس کے بارے میں سوال کیا تو وہ بولا۔

"اندر چلو۔ اندر چلو۔ ذرا دیکھو تو سہی۔ ٹوٹل ائرکنڈیشنڈ ہے۔ مطلب یہ کہ ویسٹ اوپن۔ ویسٹ۔ دیکھ رہے ہو ناں سامنے وہ ویسٹ ہے اور یہ ایسٹ ہے۔ ہوا کی اتنی شاندار کراسنگ ہے کہ اگر چرس کے بیس سگریٹ پی جاؤ یا شراب کی بوتلیں تو وہ نشہ نہ آئے جو اس میں لیٹنے کے بعد انسان کو آتا ہے۔ مشکلات سے پاک علاقہ ہے۔"

"مگر رات کو اس میں سویا کیسے جاتا ہو گا؟"

"مطلب؟"

"اس کا ڈھلان۔"

"یہی تو اپنی انجینئرنگ ہے۔ ذرا اندر چل کے دیکھو۔ میں پائپ میں داخل ہوا تو واقعی بڑی ٹھنڈک محسوس ہوئی۔ نیچے بڑی عمدگی کے ساتھ اینٹیں جمائی گئی تھیں اور ان پر پاؤں ٹکائے جا سکتے تھے۔ اس نے مجھے لیٹ کر دکھایا اور بولا۔

"دو آدمی بڑے آرام سے سو سکیں گے۔ ویسے اگر میں شادی کر لیتا اور اسے اپنا بیڈ روم بناتا تو میری وائف بڑی خوشی سے یہاں رہنا پسند کرتی۔" میں ہنس پڑا۔ بڑے مزے کی چیز ملی تھی مجھے ایک آدمی کا مسئلہ ہی کیا۔ جہاں تین افراد بستی دو آبہ میں پالنا تھے۔ وہاں ایک شخص اگر یہاں میرا ساتھی بنا رہے تھے تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن بہرحال مجھے اس بات کا افسوس تھا کہ اگر واقعی اس کے دماغ میں پھوڑا ہے تو اس کے لئے کیا کیا جا سکتا ہے۔ پھر رات ہم لوگوں نے وہیں گزاری۔ رات کا کھانا بھی اسی کی نشاندہی پر ایک سستے سے ہوٹل میں کھایا تھا۔ اس نے کہا تھا۔

"میں جو کچھ تمہارا خرچ کرا رہا ہوں ناں۔ اس کا نعم البدل بھی ادا کروں گا اور تم سے یہ کبھی نہیں کہوں گا کہ کچھ زیادہ خرچ کرو۔ ورنہ وہ جو کہتے ہیں ناں یعنی تم خود سمجھ لو کہ کیا کیا نہیں ہے یہاں مگر سب کے لئے نہیں ہے۔ اب اسے شعر میں ڈھالنے کی کوشش کرو تو اچھا خاصا وقت لگ جائے گا۔ اس لئے چھوڑو۔" صبح کے ناشتے کے بعد میں نے اسے کہا۔

"جناب فیروز صاحب! اب کچھ دھندے وغیرہ کی بات بھی کی جائے۔"

"فکر مت کرو۔ ڈائریکشن میری ہے ناں۔ میری ڈائریکشن میں رہو گے تو کوئی پریشانی نہیں ہو گی یہ میرا وعدہ ہے۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"مطلب؟"

"دیکھ بھائی۔ اگر بابو بننا ہے' کوئی اعلیٰ نوکری تلاش کرنی ہے تو بھول جا اس بات کو۔ سرکار کیا کیا کر رہی ہے۔ یا سرکار کے ساتھ لوگ کیا کیا کر رہے ہیں یہ ایک ایسا گمبھیر مسئلہ ہے جسے حل کرنے بیٹھو گے تو خود اس میں حل ہو کر رہ جاؤ گے اور مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ محنت مزدوری کرو۔ یہ ساری قوم ایک میز پر بیٹھ کر قلم ہاتھ میں لے کر حرام خوری کرنا چاہتی ہے اور اس کا محور بس یہی حرام خوری ہے۔ ارے میرے پیارے بھائی اس وطن کی مٹی کو تمہاری ضرورت ہے۔ یہ پائپ لائنیں جو پڑی ہیں نا اوپر سے نیچے تک۔ انہیں ان کی صحیح جگہ پہنچانا تمہارا فرض ہے۔ انہیں صحیح جگہ پہنچا دو گے تو شہروں میں خوبصورتی پیدا ہو گی۔ میرا مطلب کہنے کا یہ ہے کہ محنت مزدوری کرنے پر کمر باندھ لو روزی بہت۔"

"میں تیار ہوں۔ مگر تم مجھے گائیڈ کرو۔"

"تو آجاؤ نا میرے ساتھ۔" اس نے کہا اور مجھے لئے ہوئے ایک چوک پر پہنچ گیا۔ چوراہے پر بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ تلاش رزق میں منتظر نگاہوں سے وہ چاروں طرف دیکھ رہے تھے کہ ایک شخص ہمارے قریب پہنچ گیا۔ اس نے پہلے فیروز کو اور پھر مجھے دیکھا اور پھر مجھ سے بولا۔

"مزدوری کرو گے؟"

"بالکل کریں گے۔"

"اینٹیں اٹھانی پڑیں گی۔"

"تو اٹھالیں گے۔"

"اسی روپیہ۔"

"ٹھیک ہے۔"

"ایک آدمی آجاؤ۔" میں اپنی جگہ سے اٹھا تو فیروز بھی میرے ساتھ ساتھ ہی چل پڑا تھا۔

"میں نے کہا ایک آدمی آجاؤ۔"

"فکر مت کر ہم دونوں مل کر ایک ہی ہوتے ہیں۔" فیروز نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ یہ اینٹیں اٹھائے گا اور میں اسے سپروائز کروں گا۔ یہ میری ڈائریکشن میں چلتا ہے۔ سوئچ سمجھتے ہو ناں سوئچ۔ اس کا سوئچ میرے ہاتھ میں ہے۔"

"مسخری نہیں چلے گا۔"

"بالکل نہیں چلے گا۔"

"دوپہر کو ایک آدمی کھانا ملے گا۔"

"پروا نہیں۔ آدھا آدھا کھالیں گے۔" فیروز نے سینہ تان کر کہا اور وہ ہنسنے لگا پھر بولا۔

"آجاؤ۔" اور ہم دونوں چل پڑے۔ مکان بن رہا تھا ایک اور وہ شاید ٹھیکیدار تھا۔ اسے ایک مزدور کی ضرورت تھی۔ اینٹوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے اور یہ اینٹیں اس مکان کی دوسری منزل تک پہنچانی تھیں۔ میرا کام مجھے بتا دیا گیا اور میں نے اینٹیں ایک تختے پر رکھ کر اوپر پہنچانا شروع کر دیں۔ فیروز واقعی مجھے سپروائز کر رہا تھا۔ وہ اس تختے پر اینٹیں سنبھلواتا۔ مجھے بیلنس کرتا اور اوپر روانہ کر دیتا۔ بہرحال اپنی زندگی کی پہلی محنت مزدوری اینٹیں اٹھانے کی شکل میں' میں نے کی۔ جس کے نتیجے میں شام کو مجھے دس دس کے آٹھ نوٹ مل گئے اور میری خوشیوں کا ٹھکانہ نہ رہا یہ آٹھ نوٹ تو بہت عرصے تک میرا ساتھ دے سکتے تھے۔ اگر اس طرح مزدوری ملتی رہے تو شاید میری مشکلات میں کافی کمی واقعہ ہو جائے۔ رات کو اپنے ویسٹ اوپن بیڈ روم میں لیٹ کر میں فیروز سے یہی باتیں کرتا رہا۔ میں نے کہا۔

"فیروز کیا روزانہ اس قسم کی مزدوری مل جایا کرتی ہے؟"

"کیا بات کرتے ہو یار۔ ابھی اگر تم رات میں بھی یہ مزدوری تلاش کرو تو تمہیں مل جائے گی۔ مگر کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"نہیں میرا مطلب ہے کہ کل صبح بھی ہم مزدوری کی تلاش میں اسی جگہ جاکر بیٹھیں گے۔"

"دماغ خراب ہوا ہے کیا۔" وہ عجیب سے لہجے میں بولا۔

"کیوں؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"کیا تم روزانہ مزدوری کرو گے؟"

"تو پھر؟"

"اسی لئے تو کہتا رہا ہوں کہ تمہارا دماغ خراب ہے۔ تمہیں اسی روپے ملے ہیں ناں کم از کم چار دن چل جائیں گے یہ پیسے اگر ہم احتیاط کریں تو۔ خرچہ ہی کیا ہے ہمارا۔ صبح کا ناشتہ' دوپہر کا کھانا اور رات کا کھانا۔ ایک روٹی میں کھاتا ہوں چار تم کھاتے ہو۔ دال

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

وغیرہ کے ساتھ گزارا کرلیا جائے۔ گدھوں کی طرح کام کرنے کا کیا فائدہ۔"

"اب میں یہ کہوں گا کہ معاف کرنا دماغ میرا نہیں تمہارا خراب ہے ارے میرے پیارے بھائی۔ تفصیلات میں تمہارے گوش گزار کرچکا ہوں۔ ماں اور دو بہنوں کو چھوڑ کر آیا ہوں اپنی بستی میں۔ انہیں بھی تو رقم بھیجنی ہے مجھے۔ کیا وہ بھوکی مریں گی۔ بڑا آسرا کیا ہے انہوں نے مجھ سے اور بڑی آس لگا کر شہر بھیجا ہے۔"

"اوہ۔" وہ سیٹی بجانے والے انداز میں ہونٹ سکوڑ کر بولا۔ پھر اس نے بعد میں کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ رات کے نہ جانے کون سے پہر اپنے اس بیڈ روم میں مجھے نیند آگئی۔ کوئی بارہ ساڑھے بارہ بجے ہوں گے۔ جب سامنے والے پارک میں سوتے ہوئے لوگوں کو پولیس والے پکڑنے لگے اور اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہوگیا۔ میں جلدی سے پائپ کے آخری سرے پر پہنچ کر اس ہنگامے کو دیکھنے لگا تو پیچھے سے فیروز نے میری ٹانگیں پکڑ کر مجھے کھینچ لیا۔ ڈھلان تھا اس لئے نیچے پھسلتا ہوا چلا آیا۔

"دماغ خراب ہوا ہے کیا۔ آرام سے سوتے رہو کیوں انہیں اپنی جانب متوجہ کر رہے ہو۔"

"مگر کیا ہو رہا ہے یہ؟"

"کمائی۔" فیروز نے جواب دیا اور کروٹ بدل لی۔

"کیسی کمائی۔ یہ رات میں کیسی کمائی ہو رہی ہے؟"

"میرے بھائی! پولیس والے ہیں سونے والوں سے دو دو روپے وصول کرتے ہیں۔ ابتدا یہیں سے ہوتی ہے۔ پہلے وہ انہیں پکڑ کر ایک جگہ اکٹھا کرلیں گے اور اس کے بعد افسر انہیں اشارہ کرے گا۔ گردن اٹھا کر پوچھے گا کہ ہاں کیا ہو رہا ہے سو رہے ہو؟ بس پھر مذاکرات ہوں گے اور اس کے بعد ادائیگیاں ہوجائیں گی۔ چار روپے بچاؤ۔ ہمارے اس بیڈ روم کے بارے میں کسی کو کوئی شبہ نہیں ہے۔ خاموشی سے پڑے رہو۔" میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہوگیا تھا۔ شہری معاملات آہستہ آہستہ میری سمجھ میں آتے جارہے تھے۔ دوسرے دن بھی مزدوری مل گئی اور تیسرے دن بھی۔ اس دوران حسن فیروز مجھے سپروائز کرتا رہا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ ہوتا تھا۔ آرام خور قسم کا آدمی تھا۔ خود محنت مزدوری کرنے کا قائل نہیں تھا۔ کہتا تھا برین ٹیومر ہے بہرحال انسان بہت اچھا تھا۔ چوتھے دن نوکری کی تلاش میں بیٹھا ہوا تھا۔ برابر میں اور بھی بہت سے لوگ بیٹھے تھے۔ کافی وقت گزر گیا تھا۔ موسم ذرا گرم اور خشک تھا۔ اس لئے پریشانی ہو رہی تھی۔ جب ساڑھے

دس پونے گیارہ بج گئے تو فیروز نے مسکراتے ہوئے خوش ہو کر کہا۔

"آج اللہ نے تقدیر میں کچھ بہتری لکھ دی ہے۔" میں نے چونک کر اسے دیکھا تو وہ بولا۔

"کوئی منحوس تمہیں وداع کرکے لے جانے کے لئے نہیں آیا۔" اس کے انداز پر مجھے ہنسی آگئی تھی۔ میں نے کہا۔

"میرے گاہکوں کو منحوس کہہ رہے ہو۔"

"اس طرح لے جاتے ہیں جس طرح شوہر بیوی کو وداع کرکے لے جاتا ہے بغیر نکاح کے اور پھر مہر کے اسی روپے ادا کردیئے جاتے ہیں۔ آؤ کم از کم چھاؤں میں تو بیٹھو۔"

"اور کوئی آگیا تو؟"

"انشاء اللہ۔ آج نہیں آئے گا۔ بس ٹائم گزر گیا۔ لوگ بھی بہت چالاک ہیں۔ مزدوری کرنے کے لئے صبح ہی صبح بندے لے جاتے ہیں۔ اب بھلا ساڑھے دس بجے کسے غرض پڑی ہے جو آدھے دن کی مزدوری پوری ادا کرے گا۔ آجاؤ۔ آج اللہ کے فضل سے مزدوری نہیں ملے گی۔" میں ہنستا ہوا اٹھ گیا تھا۔ وہ مجھے ساتھ لئے ہوئے کافی فاصلے پر بنے ایک چائے خانے میں جا بیٹھا اور مسکرا کر بولا۔

"عیش ہی عیش۔ کیش تو تمہارے پاس اچھا خاصا ہے۔ آج میں تمہیں سمندر دکھاؤں گا۔ آہ، تمہیں کیا معلوم۔ سمندر کی لہروں سے باتیں کرو گے تو دنیا جہاں کی کہانیاں سنا دیں گی۔ سمجھ رہے ہوناں۔" میں مسکرا کر خاموش ہوگیا۔ اس نے ویٹر کو چائے کا آرڈر دیا اور ویٹر نے ہمارے سامنے چائے کی پیالی لاکر رکھ دی۔ برابر والی میز پر اخبار پڑا ہوا تھا۔ ان کئی دنوں میں، میں نے اخبار نہیں دیکھا تھا۔ میں نے اخبار اٹھا لیا۔ وہ چائے کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے کر چائے خانے میں بیٹھے ہوئے لوگوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ میں اخبار پر نگاہیں دوڑانے لگا۔ سنسنی خیز سرخیاں لگی ہوئی تھیں۔ ان پر نگاہیں دوڑاتا رہا پھر اندرونی صفحہ کھول کر دیکھا اور سٹی پیج پر نگاہیں دوڑانے لگا۔ دفعتاً ہی میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس تصویر کو دیکھنے لگا۔ جو حسن فیروز کے علاوہ اور کسی کی نہیں تھی۔ اس کے نیچے ہی خبر لگی ہوئی تھی۔

"حسن فیروز، عمر چوبیس سال، ذہنی توازن درست نہیں۔ تصویر شائع کی جا رہی ہے۔ جس شخص کو بھی دستیاب ہو براہ کرم مندرجہ ذیل پتا پر پہنچا کر پانچ ہزار روپے نقد

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

انعام حاصل کرے۔" میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس تصویر کو دیکھنے لگا۔ نام بھی حسن فیروز تھا اور تصویر سو فیصد ہی حسن فیروز کی تھی۔ چیک کا خوبصورت کوٹ پہنے ہوئے' ٹائی لگائے ہوئے' بال سلیقے سے بنے ہوئے۔ لیکن موجودہ حلیے سے بالکل مختلف بہت دیر تک میں اس کی تصویر کو دیکھتا رہا اور اس کے بعد مجھے کوئی شبہہ نہیں رہا کہ یہ حسن فیروز ہی کی تصویر ہے۔ میں نے اس پر لکھا ہوا پتا پڑھا اور میرے ذہن میں بہت سے وسوسے جاگ اٹھے۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ عجیب وغریب فطرت کا مالک تھا لیکن ابھی تک یہ اندازہ نہیں ہوا تھا کہ اس کا ذہنی توازن درست نہیں ہے۔ چند لمحوں کے لئے تو نیت ڈانواں ڈول ہونے لگی۔ میں نے سوچا کہ کسی طرح چالاکی کے ساتھ اسے درج شدہ پتے پر لے جاؤں اور ان لوگوں کے حوالے کر دوں جنہوں نے اس کے لئے یہ اشتہار دیا ہے لیکن اچانک ہی ضمیر نے ملامت کی اور کہا کہ یہ شخص دوست کی حیثیت سے تیرے پاس آیا ہے اور شہر کا پہلا انسان ہے جس کی وجہ سے بہرحال تجھے شہر سے شناسائی حاصل ہوئی ہے۔ پانچ ہزار روپے کے لئے اس کے ساتھ کیا یہ سلوک کرنا مناسب ہوگا؟ میں کشمکش کا شکار تھا۔ اس نے میری جانب دیکھا اور بولا۔

"اب اخبار ہی پڑھتے رہو گے یا یہاں سے اٹھنے کا ارادہ بھی کرو گے؟" میں نے اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھا تو وہ چونک پڑا پھر بولا۔

"کیوں کیا کوئی خاص خبر پڑھ لی؟"

"ہاں۔" میں نے کہا۔

"دکھاؤ تو سہی کیا ہے؟" اس نے کہا اور میں نے اخبار کا وہ حصہ موڑ کر اس کے سامنے کر دیا۔ حسن فیروز نے پہلے سرسری نگاہ سے اخبار کو دیکھا پھر چونک کر تصویر دیکھنے لگا پھر وہ عجیب سے انداز میں اس خبر کو پڑھنے لگا۔ اس کے ہونٹ آہستہ آہستہ بھنچتے جا رہے تھے۔

"ہونہہ۔ تو کرنل صاحب! یہ بدمعاشی کی ہے آپ نے۔" میں خاموشی سے اس کی صورت دیکھتا رہا۔ تو اس نے چونک کر مجھے دیکھا پھر بولا۔

"کیا تمہارے دل میں پانچ ہزار روپے حاصل کرنے کا خیال نہیں آیا؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"تب تم بیوقوف ہو۔"

"اگر اس سلسلے میں کوئی بات کی تم نے حسن تو یہ سمجھ لو کہ میرے تمہارے

تعلقات اسی وقت سے ختم ہو جائیں گے۔"

"ارے نہیں نہیں۔ یہ کون احمق چاہتا ہے۔ مگر بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی؟"

"تمہارا کیا خیال ہے میں تمہیں اتنا کمینہ نظر آتا ہوں چہرے سے کہ پانچ ہزار روپے کے لئے تمہارے ساتھ غداری کروں گا۔" میں نے اس کے چہرے پر ایک رنگ آتے ہوئے دیکھا تھا لیکن بس ایک لمحے کے لئے پھر اس کے بعد وہ نارمل ہو گیا تھا اس نے پُرخیال انداز میں کہا۔

"جانتے ہو یہ حرکت کس کی ہے؟"

"ابھی تم نے کسی کرنل کا نام لیا تھا۔"

"ہاں کرنل ہمایوں خان۔"

"کون ہے یہ کرنل ہمایوں خان؟ تم انہیں جانتے ہو؟"

"ہاں۔"

"کون ہیں؟"

"میرے دادا جان۔" اس نے جواب دیا اور میرا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"سس..... سگے دادا جان؟" میں نے سوال کیا اور وہ مجھے گھورنے لگا۔

"نن..... نہیں۔ مم میرا مطلب ہے۔ پھ..... پھر انہوں نے یہ اشتہار کیوں دیا ہے۔"

"اس لئے کہ میرا ذہنی توازن واقعی خراب ہے۔"

"خیر یہ بات میں نہیں مانتا۔"

"اب میں کہہ تو چکا ہوں کہ میری پھوکڑی میں کھوڑا ہے۔ مطلب یہ کہ کھوپڑی میں پھوڑا ہے۔"

"یہ بھی نہیں مانتا میں۔"

"یار کمال ہے۔ تم ایکسرے کو جھوٹا ثابت کر رہے ہو۔ میں نے تمہیں ایکسرے تو دکھایا تھا۔"

"دیکھو حسن فیروز۔ کم از کم میں ان ساری باتوں کو نہیں مانوں گا۔ تم نے جس جگہ کو پھوڑا ظاہر کیا ہے اسے تم نے بلیک مارکر سے چھپا رکھا ہے۔"

"پتا ہے کیوں؟" اس نے کہا۔

"نہ پتا ہے اور نہ پتا کرنا چاہتا ہوں۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"یار دیکھو میری بات سنو۔ اچھا چلو چھوڑو۔ تم بہت اچھے' بہت شریف آدمی ہو۔ میں تمہیں مختصر الفاظ میں بتائے دیتا ہوں۔ اصل معاملہ کیا ہے۔ جاننا چاہتے ہو ناں اصل معاملہ؟"

"اگر تم بتانا پسند کرو تو۔"

"میں نے کہا ناں تم بہت شریف انسان ہو۔ بہت اچھے دوست' بہت اچھے ساتھی۔ سنو میں تمہیں بتاتا ہوں۔ میں سڑکوں پر بھیک مانگنے والا فقیر نہیں ہوں سمجھ رہے ہو نا تم۔"

"اس کا مجھے اندازہ ہو گیا تھا۔"

"کیسے؟"

"تمہارے نرم و نازک ہاتھوں سے۔"

"بیوقوفی کی باتیں کر رہے ہو۔ آئے ہو ایک پہاڑی گاؤں سے اور بننے کی کوشش کر رہے ہو بقراط۔ پیارے بھائی کبھی کسی فقیر کے ہاتھ دیکھے ہیں۔ ایک مصور ایک فنکار' سنگ تراش' ان کے ہاتھ بھی اتنے خوبصورت نہیں ہوں گے جتنے فقیر کے ہاتھ خوبصورت ہوتے ہیں اور جانتے ہو کیوں؟"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ اس نے زندگی میں کبھی محنت کا کوئی کام نہیں کیا ہو گا۔ ذرا کبھی کسی فقیر کا انٹرویو لے کر دیکھو۔ بلکہ چھپتے رہتے ہیں اخبارات میں۔ اس سے زیادہ عیش میں اس وقت کوئی طبقہ نہیں ہے۔ یوں سمجھ لو اگر کوئی فقیر خاندان میں پیدا ہو گیا یا کسی کو فقیروں کے درمیان تسلیم کر لیا گیا تو اس کی لاٹری نکل آئی۔ مگر دادا جان' خیر چھوڑو۔ ایک سانس ساری باتیں بتانا ناممکن ہے اور نامناسب۔ بات میں اپنی کر رہا تھا۔ میرا مسئلہ یہ ہے کہ میں کرنل جہانگیر کا بیٹا ہوں۔"

"کرنل جہانگیر؟"

"ہاں اور دادا جان بھی کرنل کے عہدے پر ریٹائرڈ ہوئے۔ کرنل ہمایوں۔ ملٹری میں ڈاکٹر تھے اور سنا یہ گیا ہے کہ بہت اچھے آرتھوپیڈک بھی تھے۔ ویسے بھی بہت سارے شعبوں میں اسپیشلسٹ تھے۔ میری اور دادا جان کی گہری دوستی اور گہری دشمنی ہے۔ دونوں چیزیں ساتھ ساتھ چلتی ہیں اور اس کی وجہ پتا ہے کیا ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"اماں جان بڑی بدمزاج خاتون تھیں۔ مجھے پیدا تو کر دیا انہوں نے لیکن میری پرورش کے معاملے سے منہ موڑ گئیں اور بغیر کسی سے مشورہ کئے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ والد صاحب قبلہ اس وقت فوج میں لیفٹیننٹ تھے شاید اور بریگیڈیئر صاحب کی صاحبزادی سے عشق کرتے تھے۔ کئی مرتبہ کورٹ مارشل ہوا لیکن اس عشق میں کمی نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ بریگیڈیئر صاحب کی صاحبزادی کی شادی ہو گئی۔ جب ان خاتون کی شادی ہوئی تو ہوش میں آئے اور سوچا کہ اب کچھ حاصل نہیں ہے۔ پھر میری والدہ سے ان کی شادی بھی ہو گئی تھی اور وہ بیوہ بھی ہو گئے۔"

"بب..... بیوہ۔"

"ہاں۔ ہاں والدہ کی موت کے بعد انہیں بیوہ ہی ہو جانا چاہئے تھا۔"

"بیوہ عورتیں ہوتی ہیں مرد نہیں۔"

.دیکھو یار بات سنو۔ مجھ سے گرائمر پر بات مت کرو۔ مسئلہ کہنے کا یہ ہے کہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا۔ اس دوران والد صاحب میجر کے عہدے تک آ گئے اور اس کے بعد مزید ترقی کرتے چلے گئے۔ بریگیڈیئر صاحب ریٹائرڈ ہو گئے تھے اور ان کی صاحبزادی بھی رنڈوا ہو گئی تھیں۔"

"کک کیا؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"پھر وہی گرائمر کی بات کرو گے۔ مطلب یہ کہ ثروت آرا بیگم کے شوہر کا بھی انتقال ہو گیا تھا۔ دشمن کی گولی ان کے سینے کے پار ہو گئی تھی۔ والد صاحب کے دل میں پھر عشق کا بھوت جاگا۔ بریگیڈیئر صاحب کی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے اور نتیجے میں ثروت آرا بیگم سے شادی ہو گئی یار انسان بڑی عجیب چیز ہے۔ ظاہری حسن پر مرتا ہے اور بس یہ دیکھ لیتا ہے کہ کون سے چہرے کی چمک کیسی ہے' ثروت آرا بیگم بظاہر تو بہت خوبصورت تھیں اور درحقیقت خوبصورت ہیں لیکن تھی وہ بریگیڈیئر صاحب کی بیٹی۔ ایک دم سے فوجی مزاج کی مالک۔ سخت کرخت۔ والد صاحب کے تو ہوش ٹھکانے کر دیئے انہوں نے۔ بس اپنی مرضی کی مالک تھیں۔ جو دل چاہتا کرتی رہتیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی مرضی سے کئی لڑکیاں پیدا کیں اور اپنی مرضی سے مجھ سے ہمیشہ دشمنی کا اظہار کرتی رہیں۔ نتیجے میں میری پھوکڑی میں کھوڑا ہو گیا۔" اس نے کہا اور اپنا سر دونوں ہاتھوں سے پیٹنے لگا۔ تھوڑی دیر تک سر پیٹتا رہا پھر بولا۔

"میرے اور والد صاحب کے درمیان اختلافات شدید سے شدید تر ہوتے چلے گئے

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

اور اس کے بعد بس دادا جان ہیں اور میں ہوں۔ مگر دادا جان بھی شرارتیں ہی کرتے رہتے ہیں۔ اب اس عمر میں انہیں شرارتیں کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں سوجھتا۔ اپنی کوٹھی کے الگ تھلگ حصے میں ایک ورک شاپ بنا رکھا ہے۔ میرا جہاں تک معاملہ ہے عموماً سوتیلی والدہ کی دشمنی کا شکار رہتا ہوں۔ بہنیں حالانکہ برے مزاج کی نہیں ہیں لیکن بھلا انہیں کیا پڑی ہے کہ اپنی ماں سے کوئی جھگڑا مول لیں۔ ایک دادا جان ہیں جن سے میری گاڑھی چھنتی ہے لیکن جو کچھ وہ کرتے ہیں اس سے میں اتفاق نہیں کرتا۔ چنانچہ کبھی کبھی گھر سے نکل بھاگتا ہوں۔ مہینہ' ڈیڑھ مہینہ' دو مہینے عیش کی زندگی گزارتا ہوں اور جیسا کہ میں نے تم سے کہا کہ تماشائے اہل کرم دیکھتا ہوں۔ مزا آتا ہے یار اس زندگی میں بھی۔ تمہیں اگر کبھی موقع ملے تو انسانوں کا گہری نگاہوں سے تجزیہ کرو۔ لطف آجائے گا تمہیں۔" میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ بڑی عجیب سی کہانی تھی اس کی۔ اگر واقعی یہ سچ ہے' لیکن یہ سچ اخبار میں اس تصویر کی شکل میں بھی میرے سامنے تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

"لیکن دادا جان نے تمہاری ذہنی حالت کی خرابی کا یہ اشتہار کیوں دیا ہے؟"

"تم کیا سمجھتے ہو دادا جان کو۔ بڑی آفت چیز ہیں۔" اس نے کہا اور پھر ایک دم خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ میں اس کی صورت دیکھ رہا تھا۔ مجھے اس کے چہرے کے نقوش میں بڑی عجیب عجیب سی تبدیلیاں محسوس ہو رہی تھیں۔ اچانک ہی اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور سنسنی خیز لہجے میں کہا۔

"مراد گل! تم نے مجھ سے تذکرہ کیا تھا کہ گھر میں ماں ہے' بہنیں ہیں اور انہیں رقم کی ضرورت ہے۔ کیا تھا ناں تذکرہ؟"

"ہاں تو پھر؟" میں نے چونک کر پوچھا اور وہ ایک آنکھ دبا کر مسکرایا۔

"فی الحال پانچ ہزار۔ میرے خیال میں ایک مناسب رقم ہوگی۔ چھوٹی چھوٹی بستیوں میں تھوڑے سے پیسوں سے زندگی گزر جاتی ہے۔"

"مطلب؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"یار دادا جان سے پانچ ہزار روپے وصول کرو اور وہ پیسے ماں کو بھیج دو۔"

"دماغ خراب ہے کیا؟" میں نے غرا کر کہا۔

"دادا جان کا یہی خیال ہے۔ ویسے تمہیں اس پر کیا اعتراض ہے؟" وہ بولا۔

"میں تمہارے نام پر یہ پانچ ہزار وصول کروں گا۔"

"اب تم شہنشاہ جذبات گریگوری پیک بننے کی کوشش کر رہے ہو۔ سنو میری جان دادا کے پاس بہت کچھ ہے۔ وہ ایک عجیب و غریب چیز ہیں۔ ملو گے تو لطف آجائے گا۔ یہ پانچ ہزار ان کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ مذاق میں دے سکتے ہیں ہم کیوں نہ فائدہ اٹھائیں۔"

"نہیں فیروز۔ تم سے دوستی ہوگئی ہے۔ تمہارے دادا جان کو....."

"تب تمہاری پھوکڑی میں بھی کھوٹا ہے۔ مگر سنو' اب تک تمہارے حساب میں کھاتا رہا ہوں۔ تم مزدوری کرتے رہے ہو اور میں عیش کرتا رہا ہوں کیوں؟ میری بات سمجھ رہے ہو نا۔ تمہیں۔ دادا جان سے پانچ ہزار روپے وصول کرنے ہیں۔ ورنہ میں تم سے دوستی ترک کردوں گا خاموشی سے کہیں چلا جاؤں گا اور دوبارہ نہیں ملوں گا۔"

"میری بات سمجھنے کی کوشش تو کرو فیروز۔ کیا اس کے بعد ہماری دوستی قائم رہ سکے گی؟"

"ہاں رہے گی بلکہ اور مستحکم ہوجائے گی۔ بیٹا چلو میرے ساتھ۔ یہ تصویر دوسروں نے بھی دیکھی ہوگی۔ کوئی بھی پانچ ہزار کے لئے مجھ پر حملہ آور ہوسکتا ہے۔ اس لئے جلدی کرو۔"

"مگر کیا کروں؟"

"آؤ میرے ساتھ۔" اس نے کہا اور میں بحالت مجبوری آمادہ ہوگیا۔ وہ اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑانے لگا۔ پھر اس نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کر دیا۔

ٹیکسی کے سفر کے دوران بہت سی سوچیں میرے حواس خراب کر رہی تھیں۔ ایک نکمے مفت خور کی شکم پری میرے لئے مشکل مرحلہ نہیں تھی' جیسے تیسے کام چل جاتا لیکن یہ اشتہار' تصویر اور پھر حسن فیروز کی کہانی' انہوں نے میرے ذہن کو الجھا دیا تھا۔ استاد محترم مہارت خان نے زندگی گزارنے کے لئے جو گر بتائے تھے ان میں بنیادی سبق یہی تھا کہ زندگی کی لکیر کو سیدھا رکھو یہ سفر ہر طرح کے خطرات سے پاک رہنا چاہئے' ایک چھوٹی سی بات یا چھوٹے سے لالچ کو ضرورتوں کا محور نہ بناؤ' لیکن اس سے گریز کرو۔ یہ شخص بظاہر تو اچھا آدمی معلوم ہوتا تھا لیکن بہرحال اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ میں نے اسے نہیں پکڑا تھا بلکہ اس نے خود ہی مجھے اپنے دادا جان کے سامنے لے جانے کی پیشکش کی تھی' شاید حاصل شدہ پانچ ہزار میں سے وہ اپنی بھی کچھ ضروریات پوری کرنا چاہتا ہے' بہرحال ٹیکسی مختلف راستوں سے گزرتی ہوئی ایک ایسی خوبصورت شاندار کوٹھی کے گیٹ

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

کے سامنے رکی تھی کہ نیچے اترنے کے بعد میرا دل چاہا کہ چھلانگ لگا کر بھاگ جاؤں' مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ حسن فیروز جیسا نکما اور نالائق شخص اس کوٹھی میں رہتا ہوگا یا اس عالی شان کوٹھی والوں سے اس کا کوئی تعلق ہوگا۔ سنہرے رنگ کا بڑا سا گیٹ تھا جس پر ایک چوکیدار کھڑا ہوا نظر آرہا تھا وہ بھی دیکھنے سے ہی تعلق رکھتا تھا' ایسی عمارتیں تو تصویروں میں دیکھی جاسکتی ہیں لیکن بہرحال وہ میرے سامنے تھی۔

"ٹیکسی کے پیسے دو یار۔" حسن فیروز نے کہا اور میں نے جلدی سے ٹیکسی والے کو اس کا بل ادا کردیا' ٹیکسی اسٹارٹ ہوکر آگے بڑھ گئی تھی تو حسن فیروز نے کہا۔

"آؤ۔" جونہی وہ آگے بڑھا' میں نے تیزی سے اس کا شانہ دبوچ لیا اور وہ ٹیڑھا ہوگیا۔

"کیا ہوا۔" اس نے حیرانی سے پوچھا۔

"دیکھو میرے دوست' تیری ہر بات پر میں آج تک صرف ہاں ہاں کہتا رہا ہوں' میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ تو مجھ سے دشمنی پر کیوں آمادہ ہوگیا ہے۔"

"دشمنی؟"

"یہ جتنی عالی شان کوٹھی ہے اگر ہم اس میں مکینوں کی اجازت کے بغیر داخل ہوگئے تو ہمارا کیا حشر ہوگا' کیا تو نے پہلے سے سوچ لیا ہے۔" لیکن اس سے پہلے کہ وہ میرے سوال کا جواب دیتا باتوں کی آواز سن کر گیٹ کے دوسری جانب کھڑے ہوئے چوکیدار نے ذیلی دروازہ کھولا' باہر جھانکا' غصیلی نگاہوں سے ہمیں دیکھا پھر اس کی نظر حسن فیروز پر پڑی' چونکا تعجب سے اسے دیکھا اس کے بعد کھڑکی سے اس طرح باہر نکلا جیسے پنجرے کا بند دروازہ کھلتے ہی چوزا پھدک کر باہر آجاتا ہے' باہر آنے کے بعد وہ پھر سے اندر گھسنے لگا تو حسن فیروز نے عقب سے اس کا گریبان پکڑ لیا اور وہ رک گیا۔

"یہ کیا کر رہا ہے تو۔"

"صاحب خوش ہو رہا ہوں۔"

"کون سے علاقے کا رہنے والا ہے۔" حسن فیروز نے پوچھا۔

"بب۔ بیری..... بیری سرائے کا۔" چوکیدار نے جواب دیا' اچھا خاصا لحیم شحیم آدمی تھا مگر اس وقت عجیب احمقوں جیسی شکل بنائے ہوئے تھا۔

"کیا تیری آبادی میں خوشی کا اظہار اسی طرح کیا جاتا ہے۔"

"صاحب یقین نہیں آرہا کہ آپ واپس آگئے۔" چوکیدار نے کہا اور پھر ایک دم

سے سی کی آواز منہ سے نکال کر اچھل پڑا۔ غالباً حسن فیروز نے اس کی گردن کے پاس بہت زور سے نوچ لیا تھا۔

"یقین آگیا۔" حسن فیروز نے اسے گھورتے ہوئے کہا اور چوکیدار نے اٹینشن ہوکر سلیوٹ مار دیا' پھر گردن ہلاتا ہوا بولا۔

"آگیا یقین آگیا صاحب!" پھر اس نے گھور کر مجھے دیکھا تھا اور اس کے بعد اپنی جگہ مستعد ہوکر کھڑا ہوگیا تھا حسن فیروز میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھتا ہوا بولا۔

"جانتے ہو کیا ہوا۔"

"نہیں جانتا۔" میں نے بے بسی سے گردن ہلا کر کہا۔

"اگر تم ساتھ نہ ہوتے تو یقینی طور پر فرمائش کر دیتا کہ میں اپنے دونوں ہاتھ اسے پیش کر دوں اور یہ مجھے پکڑ کر دادا جان کے پاس لے جائے' اس وقت اس کے اِدھر اُدھر پھدکنے کی وجہ یہی تھی' اصل میں دادا جان زبان کے بہت پکے آدمی ہیں' تم دیکھ لینا تم کچھ بھی کہو' وہ تمہیں پانچ ہزار روپے دیئے بغیر نہیں رہ سکیں گے اب آؤ یہاں سے راستہ کاٹو۔" اس نے کہا۔ سامنے جو حویلی یا کوٹھی یا جو بھی خوبصورت جگہ نظر آرہی تھی اس کا صدر گیٹ بھی سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا' سفید رنگ کی سیڑھیاں اور اس کے بعد عظیم الشان دروازہ' مگر جس طرف حسن فیروز مجھے لے کر جارہا تھا ادھر بھی سرخ پتھر سے ایک حسین عمارت بنی ہوئی تھی' اصل میں عمارت خالص سرخ پتھر کی نہیں تھی بلکہ سامنے کے حصے کو قدیم رنگ دینے کے لئے اس پر سرخ پتھر آویزاں کئے گئے تھے' ویسے انیکسی ہی کہا جاسکتا تھا اس عمارت کو اور انیکسی کا یہ حصہ بھی سامنے والی عمارت سے کسی طرح کم نہیں تھا' حسن فیروز نے کہا۔

"دادا جان اسی طرف رہتے ہیں۔"

"اور اِدھر۔"

"سوتیلی رہتی ہے اور اس کی چھوٹی چھوٹی سوتیلیاں۔" حسن فیروز نے کہا اور تیز رفتاری سے دادا جان کے علاقے کی جانب بڑھ گیا' پھر ہم لوگ صدر دروازے سے اندر داخل ہوگئے جو انیکسی کی عمارت کا حصہ تھا ایک وسیع وعریض ہال میں خوبصورت سازو سامان کے ساتھ ایک بزرگ موجود تھے' چوڑا چکلا بدن' سفید داڑھی ایسا شاندار بڑھاپا کم ہی دیکھنے کو ملتا ہے' سفید داڑھی کے ساتھ جو سرخ چہرہ تھا اسے دیکھ کر یہ دل چاہتا تھا کہ اس داڑھی کو چہرے سے ہٹادیا جائے تاکہ یہ جوان مرد رعنا سامنے آجائے' دادا جان کی

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

بڑی بڑی سرخ آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے حیرت کے نقوش بیدار ہوئے' دوسرے لمحے ٹھہراؤ آگیا اور انہوں نے تیز آواز میں کہا۔

"جانے نہ پائے' بھاگنے نہ پائے۔" غالباً یہ الفاظ مجھ سے کہے گئے تھے اور اس کے بعد وہ کسی شکاری کی طرح گھات لگا کر ہماری جانب بڑھے' ایک ایک ادا سے فوجی پن ٹپکتا تھا اور احساس ہوتا تھا کہ واقعی کوئی کرنل نگاہوں کے سامنے ہے میرے قریب آگئے' حسن فیروز کو غور سے دیکھا' اپنا چوڑا شکنجے نما ہاتھ اٹھا کر بڑھایا اور اس کا گریبان پکڑ لیا۔

"گڈ ویری گڈ' ویری گڈ' ویری گڈ' کہاں سے پکڑا تم نے اسے۔"

"جہاں سے بھی پکڑا لیکن استاد تم نے اشتہار دے کر اچھا نہیں کیا۔" حسن فیروز بولا۔

"اگر اشتہار نہ دیتا تو تم نہ جانے کب تک مفرور بکرے بنے رہتے۔"

"دوبارہ بھاگ جاؤں گا۔" حسن فیروز بولا۔

"دوبارہ اشتہار دوں گا' اچھا گر ہاتھ میں آیا ہے' انعام کی رقم بڑھا دوں گا اور ساتھ میں یہ بھی لکھوا دوں گا کہ خطرناک پاگل ہے' بھاگنے نہ پائے۔"

"ہوں' گویا مقصد یہ ہے کہ پیارے دادا جان کہ جان نہیں چھوڑو گے۔" مگر دادا جان اس کی بجائے اب میری جانب متوجہ تھے وہ مجھے نیچے سے اوپر تک دیکھ رہے تھے پھر انہوں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ذرا ہاتھ آگے بڑھاؤ۔" میں نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تو انہوں نے میرے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا' دیر تک دیکھتے رہے پھر بولے۔

"کہاں بندھے ہوئے تھے۔"

"جی.....!" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"نہیں میرا مطلب ہے کہاں رہتے ہو۔"

"اب تو یہیں رہتا ہوں۔"

"اور اس سے پہلے۔"

"بستی دو آبہ میں۔"

"کہاں گئی وہ بستی۔" دادا جان نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"جہاں تھی وہیں ہے جناب! میں یہاں آگیا ہوں۔"

"محنت مزدوری کرنے۔"

"جی ہاں۔"

"کچھ پڑھے ہوئے ہو۔"

"تھوڑا بہت۔"

"فوج میں کیوں نہیں گئے۔"

"کسی نے بھیجا نہیں۔"

"گڈ ویری گڈ' تو تم اسے پکڑ لائے ہو۔"

"جی نہیں۔" میں نے جواب دیا اور دادا جان کا منہ حیرت سے کھل گیا' حسن فیروز نے بھی مجھے چونک کر دیکھا تھا' پھر وہ بولا۔

"بھاگ جاؤں دوبارہ۔"

"بھاگنے مت دینا اسے' اٹھا کر یہیں پٹخ دینا' دو چار ہڈیاں ٹوٹ جائیں پروا نہیں' میں ٹھیک کرلوں گا' مگر اس بار یہ جانے نہ پائے' ٹخنے توڑ دوں گا بھوتنی والے کے سمجھتا کیا ہے اپنے آپ کو؟" دادا جان نے ایسے جگہ تبدیل کرلی کہ حسن فیروز بھاگنے کی کوشش کرے تو وہ لپک کر اسے پکڑ لیں۔

"میں آپ سے بھاگنے کی بات نہیں کر رہا' دادا ابا' بلکہ اس شخص سے کہہ رہا ہوں کہ ایک تو مجھے اٹھا کر کندھے پر رکھ کر لایا ہے یہاں پر' ذرا بدن دیکھو ہڈیاں پلپلی ہوگئی ہیں میری۔"

"واہ..... واہ..... واہ کیا واقعی....." دادا جان خوش ہو کر بولے۔

"میں نے آپ سے عرض کیا نا جناب کہ میں انہیں نہیں لایا بلکہ یہ مجھے یہاں لائے ہیں' میرے بہت اچھے دوست ہیں ہم کئی دن سے ساتھ رہ رہے تھے' ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے ایک پارک ہے جس میں ٹوٹے ہوئے پائپ پڑے ہوئے ہیں ان میں سے ایک میں ہماری رہائش گاہ تھی' پانچ ہزار روپے کا اشتہار پڑھنے کے بعد یہ ایثار کرنے کے لئے مجھے آپ تک لے آئے ہیں اور اب میرے ذہن میں پہلا سوال یہ ابھر رہا ہے کہ کیا آپ واقعی ان کے دادا جان ہیں۔"

"ہوں خالص' بالکل خالص۔" کرنل صاحب نے کہا۔

"جانتے ہو ان کا نام کیا ہے۔" حسن فیروز میری جانب رخ کر کے بولا۔

"ہاں جانتا ہوں۔"

"وہ تو میں نے بتایا تھا ان کا اصل نام کرنل جیبی ہے سمجھ رہے ہو نا۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"کیا۔"

"کرنل حبیبی۔" حسن فیروز بولا اور دادا جان نے ایک بار پھر قہقہہ لگایا۔

"کہنے دو' کہنے دو اسے جو کہتا ہے کہنے دو' اچھا تو یہ مقصد تھا' ویسے میں اس کا دادا جان ہوں' پانچ ہزار روپے بہرحال تمہاری ملکیت ہوگئے لیکن دوست اس کے ساتھ ساتھ اب تم سے بھی ذرا دو دو ہاتھ کرنے پڑیں گے۔ دادا جان نے مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھا پھر بولے۔

""کیا تم اسے نہلا سکتے ہو۔"

"جی!" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"یہ کوٹھی دیکھ رہے ہو نا' یہ اس کا بہت بڑا حقدار ہے یوں سمجھ لو کہ تقریباً دس کروڑ روپے کی جائیداد اس کی اپنی ملکیت ہے اس کے علاوہ بھی بہت کچھ' میں وہ بتا رہا ہوں جو اس کی خالص ملکیت ہے' اب تفصیل میں نہ جانا مگر اس نے اپنا حلیہ کیا بنا رکھا ہے ذرا دیکھو۔"

"پیارے دادا جان میری پھوکڑی میں کھوڑا ہے۔"

"ہے سوفیصد ہے۔"

"ہیں۔" حسن فیروز اچانک خوشی سے اچھل پڑا۔

"ہے بالکل ہے' میں کب منع کر رہا ہوں۔"

"تو پھر جھگڑا کیا تھا اس کا ہیں' بلا وجہ مجھے اتنے دن سے گھر سے باہر نکال رکھا ہے' ارے یہی تو میں بھی کہہ رہا تھا کہ میری کھوپڑی میں پھوڑا ہے آہا اس وقت میں نے سیدھا بولا ہے۔"

"تیری کھوپڑی میں پھوڑا نہ ہوتا بیٹے تو اپنے دادا جان کو چھوڑ کر گھر سے نہ بھاگ جاتا' ارے باؤلے دنیا دیکھنے کے لئے میں کیا نہیں فراہم کر سکتا تجھے' چھوڑ یار ہاں بھئی تو تمہارا نام کیا ہے؟" دادا جان پھر میری جانب متوجہ ہوئے اور میں مسکراتی نگاہوں سے حسن فیروز کو دیکھنے لگا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"گل مراد۔"

"ارے واہ' کیا خوبصورت نام ہے' گل مراد بیٹے ایسا کرو تمہارے سائز کا لباس' اوہو ذرا ایک منٹ۔" کرنل صاحب نے کہا اور آگے بڑھ کر میرے قریب آکھڑے ہوئے پھر بولے۔

"ویری گڈ' تم تو مجھ سے بھی کچھ نکلتے ہوئے ہو' مگر میرا لباس تمہارے بدن پر آجائے گا' حسن یار چل اب مذاق ختم کرتے ہیں' تیرا دوست مجھے بہت پیارا لگا ہے۔"

"پہلے پانچ ہزار روپے نکالو۔" حسن فیروز نے کہا۔

"خدا کی قسم دوں گا' تیری قسم دوں گا' بس چل یار کتنے دن کے بعد آیا ہے باؤلا' جاؤ لباس تبدیل کرو حسن' میرے کوئی بھی کپڑے نکال کر اسے دے دو۔"

"چلو آؤ' مصیبت کے مارے ہیں ہم لوگ۔" حسن فیروز نے کہا اور میرا بازو پکڑ کر اس بڑے سے ہال کے کئی دروازوں میں سے ایک دروازے میں داخل ہوگیا' میں خاموشی سے اس کے ساتھ چل رہا تھا' ایک راہداری تھی جس میں دونوں طرف کمرے بنے ہوئے تھے' کیا ہی عالیشان کوٹھی تھی' فرش پر چلتے ہوئے پاؤں پھسل پھسل رہا تھا' میں نے بھلا ایسا ماحول کہاں دیکھا تھا لیکن حسن فیروز اندر سے یہ نکلے گا' یہ میرے تصور میں بھی نہیں تھا' پھر ایک کمرے میں داخل ہونے کے بعد حسن فیروز نے ایک الماری کا دروازہ کھولا' بے شمار لباس لٹکے ہوئے تھے اس نے کہا۔

"چلو بوڑھے ہو جاؤ۔"

"کیا؟"

"کرنل حبیبی کے کپڑے پہنو گے تو مزا ہی آجائے گا تمہیں' ان میں سے کوئی جوڑا نکال لو۔"

"یار مجھے عجیب سا لگتا ہے۔"

"ٹھیک ہے میں نکالے دیتا ہوں۔" اس نے کہا اور پھر اس نے میرے لئے ایک جوڑی کپڑے نکال لئے تھے اس کے بعد میرے پیروں کا سائز دیکھتے ہوئے بولا۔

"جوتے..... جوتے..... جوتے چلو ٹھیک ہے اس کا بھی انتظام ہو جائے گا' یہ سلیپر نکال لو' پیچھے کچھ بھی نہیں ہے اس میں چنانچہ بڑے چھوٹے ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ویسے بھی دادا جان کے ہیں اور دادا جان کا پاؤں کسی طرح تمہارے پاؤں سے کم نہیں ہوگا۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر گردن ہلادی تھی اور اس کے بعد پھر میں غسل خانے میں داخل ہوگیا اندر داخل ہو کر فوراً ہی باہر نکل آیا تھا اس کے بعد میں نے چاروں طرف دیکھا تھا' حسن فیروز بھی غائب ہوگیا تھا' غالباً وہ بھی اپنا حلیہ درست کرنے کے لئے گیا تھا مگر یہ غسل خانہ تھا' چمکدار ٹائل' نیچے سے اوپر تک اتنی بہت ساری چیزیں کہ دیکھ کر آنکھیں پھٹ جائیں بڑا ساٹب رکھا ہوا تھا' میرے خدا انسانوں میں بھی آپس میں کتنی

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

تفریق ہے' کچھ صرف ایسے جو جوہڑوں میں نہاتے ہیں' گائے' بھینسوں کے ساتھ' اور کچھ ان غسل خانوں میں' کتنی تبدیلیاں ہیں انسانوں کی زندگی میں۔ ویسے مہارت خان نے دنیا کے بارے میں اور بھی بہت کچھ بتایا تھا مجھے لیکن ذاتی تجربہ ذرا مختلف چیز ہوتی ہے بہرحال اپنے ہوش سے کام لے کر میں نے اپنے گرد آلود بدن کو پاک صاف کیا' شیو بنانے کا صابن بھی رکھا ہوا تھا' ویسے تو دو آبہ بستی میں میرے چہرے کی شیو رجب خان بنایا کرتا تھا لیکن بہرحال عقل و دانش سے کام لیا جائے تو کام ہو جاتا ہے۔ دیر بے شک لگ گئی تھی لیکن جب سلک کا کرتہ اور شلوار پہن کر باہر نکلا اور بال سنوار لئے تو کمرے میں حسن فیروز نظر آیا مجھے دیکھ کر آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا تھا' دیر تک دیکھتا رہا پھر میرا ہاتھ پکڑ کر بولا۔

"ایک بات کہوں تم سے۔ مجھے خوبصورت لوگ بہت پسند ہیں اور تم تو واقعی! واقعی بس اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں کہوں گا' آؤ ذرا دادا جان بھی میرے ہم مزاج ہی ہیں یوں لگتا ہے دوست جیسے تمہارا کام بن گیا کرنل حبیبی کو تم نہیں جانتے' جس پر نظر ہو جائے بس سمجھ لو کمال ہی کمال ہے۔" اور ہوا بھی یہی' کرنل ہمایوں نے مجھے دیکھا اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے پھر بیٹھ گئے پھر ان کے چہرے پر کرختگی کے آثار پیدا ہو گئے۔

"گڈ ویری گڈ..... ویری گڈ اچھے لگ رہے ہو' جوان' کیا نام بتایا تھا تم نے؟ شاید گل مراد' یہی بتایا تھا نا تم نے؟"

"جی۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ رکھے ہوئے ہیں پانچ ہزار' تم اس لڑکے کو لے کر آئے ہو' یہ انعام کی رقم ہے' میرے مہمان بننا پسند کرو گے یا جانا چاہتے ہو۔"

"کرنل صاحب ایک بات کہوں آپ سے' میرے بارے میں آپ نے کیا سوچا۔" حسن فیروز نے کہا۔

"کیا مطلب۔"

"ہم دونوں ساتھ ہی ساتھ جا رہے ہیں۔"

"مم مگر کیوں۔"

"یعنی کمال ہے' کیا مسئلہ کیا ہے آخر آپ نے مجھ سے۔ میری مرضی ہے رہوں یا نہ رہوں۔"

"دیکھو برخوردار تمہارے دونوں ٹخنے توڑ دوں گا کیونکہ تم جانتے ہو بعد میں انہیں بنا لینا میرے لئے مشکل کام نہیں ہو گا۔"

"لیکن توڑنا مشکل ہو جائے گا دادا جان کیا سمجھے آپ۔"

"چیلنج کر رہے ہو مجھے۔"

"چیلنج نہ کرائیں تو زیادہ اچھا ہے آپ کی شکست بھی میں نہیں دیکھ سکتا۔" حسن فیروز نے کہا۔

"ہوں' اس کے لئے بیڈ روم کا انتخاب تم خود کر لو اور کھلاؤ پلاؤ اسے' یہ پیسے اس کی امانت ہیں جب دل چاہے....."

"جب دل چاہے کیا' آپ کی نیت خراب ہو گئی تو پھر یہ اس بے چارے کو کہاں حاصل ہو سکیں گے' ہم تھوڑی دیر کے لئے جا رہے ہیں۔ آتے ہیں ابھی۔"

"وعدہ!"

"ہاں وعدہ اور آپ جانتے ہیں کہ حسن فیروز کبھی جھوٹا وعدہ نہیں کرتا۔"

"ڈرائیور کو لے جاؤ۔"

"گاڑی لے جا رہا ہوں چابی دے دیں۔" حسن فیروز نے کہا اور اس کے بعد وہ باہر نکل آیا اسی انیکسی کے عقبی حصے میں ایک خوبصورت کار کھڑی ہوئی تھی اس نے کار کا دروازہ کھولا اور اندر گیا' میری حیرتیں عروج پر پہنچی ہوئی تھیں' یہ ساری کہانی مجھے بے حد عجیب لگ رہی تھی' لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں' ایسے بھی جیتے ہیں بہرحال میں اس کے ساتھ کار میں بیٹھا ہوا تھا' ہم لوگ بہت دیر تک گھومتے رہے حسن فیروز نے اس وقت میرے لئے اچھی خاصی خریداری کی تھی' پتا نہیں یہ رقم اس کے پاس کہاں سے آئی ایک روٹی دال اور پائپ لائن میں سونے والا میرا یہ دوست اتنی حیرت انگیز شخصیت کا مالک ثابت ہو گا مجھے علم نہیں تھا۔ گھومنے پھرنے کے بعد ہم لوگ سورج ڈوبے ہی واپس آئے تھے اور گاڑی انیکسی میں لے جا کر کھڑی کر دی تھی' کسی اور نے ہم سے رابطہ قائم نہیں کیا تھا بہرحال مجھے میرا کمرہ دکھایا گیا رات کا کھانا دادا جان کے ساتھ ہی کھایا تھا اور یہ کھانا تھا' میں تو شرمندہ ہی ہو رہا تھا' بے چارے حسن فیروز کو ایک روٹی کھلا کر جانے کیا سمجھ رہا تھا میں اپنے آپ کو اس کا کفیل اس کا دوست ایک ہمدرد اور مخیر انسان لیکن اس قدر دوستی کے صلے میں جو کچھ اس ڈنر ٹیبل پر میرے سامنے تھا وہ قصے کہانیوں کی سی بات معلوم ہوتی تھی اتنی ساری چیزوں کے ایک ایک دو دو نوالے بھی لو تو پیٹ بھر جائے اور حسن فیروز نے رات کو مسکراتے ہوئے کہا۔

"کوئی اچھا سا شعر سناؤ یار اس وقت جو تمہارے حسب حال ہو۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"کاش سنا سکتا۔"

"بہرحال نثر بھی چلے گی' اب تم دیکھو' کبھی کبھی انسان کو ایک روٹی کے لئے ویٹر کی جھڑکیاں کھانی پڑتی ہیں جس ہوٹل میں پہلی بار تم نے مجھے کھانا کھلایا تھا وہاں کا ویٹر مجھے "انٹرنیشنل مفت خورا" کہتا ہے اور مجھے اس لفظ میں مزا آتا ہے خیر بہرحال یہ جمہوریت کا زمانہ ہے بھلا اس پر کیا کہنا' کیا سننا۔" میں خاموش رہا تھا اس شخص نے بہرحال مجھ پر بہت احسان کیا تھا پانچ ہزار روپے کا منی آرڈر ماں کے نام کرکے دل کو اس قدر سکون کا احساس ہوا تھا کہ بیان سے باہر ہے' بہت بڑی رقم تھی اور بستی دوآبہ میں رہنے والوں کے لئے ناجانے کتنے عرصے کے لئے کافی لیکن بہرحال مجھے اس سے زیادہ اور کچھ چاہئے بھی نہیں تھا' ویسے حسن فیروز کا مل جانا میری تقدیر کے دروازے کھولنے کے مترادف تھا کم از کم کرنل ہمایوں اور حسن فیروز میرے لئے کسی ایسی ملازمت کا بندوبست ضرور کرسکتے تھے جو آگے چل کر شاندار ثابت ہو' رات ہوگئی بہت دیر تک باتیں کرنے کے بعد حسن اپنے کمرے میں چلا گیا اور میں اپنے کمرے میں آکر لیٹ گیا' آرام دہ مسہری پر سوتے ہوئے دل تڑپ رہا تھا کہ کاش ماں کے لئے اور بہنوں کے لئے بھی یہی ماحول مہیا ہوسکتا' جانے کیسی کیسی سوچوں کے درمیان نیند آگئی اور آنکھ اس وقت کھلی جب مجھے محسوس ہوا جیسے کوئی میرے دروازے سے پشت رگڑ رہا ہے' چند لمحوں تک تو ماحول سمجھ میں ہی نہیں آسکا پاؤں اس طرح اینٹوں سے ٹکانے کی کوشش کی تھی کہ پھسلنے سے بچ جاؤں' پائپ لائن میں محسوس کیا تھا اپنے آپ کو جس سے ویسٹ اوپن ہوا آتی تھی لیکن اس کمرے میں شاید ائرکنڈیشنر چل رہا تھا کمرہ ٹھنڈا تھا پھر آہستہ آہستہ حواس جاگ گئے اور میں نے کچھ قدموں کی چاپ سنی اور دیوار پر لگی گھڑی میں وقت دیکھا رات کے تین بج رہے تھے' تین بجے یہاں کیا ہو رہا ہے' تجسس نے سر ابھارا' خاموشی سے دروازہ کھول کر باہر جھانکا تو چند افراد کو ایک کمرے میں داخل ہوتے پایا' یہ چہروں پر نقابیں چڑھائے ہوئے تھے ایک لمحے کے اندر اندر بدن کے سارے رونگٹے کھڑے ہوگئے' نقاب پوش یقیناً کسی نیک ارادے سے یہاں نہیں آئے ہوں گے جس کمرے میں وہ داخل ہوئے تھے وہ حسن فیروز کا کمرہ تھا وہاں سے باہر نکلے تو میں ایک ستون کی آڑ میں ہوگیا' وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے راہداری کے دوسری جانب گھوم گئے تھے میں برق رفتاری سے حسن فیروز کے کمرے کی طرف بھاگا اور اندر داخل ہوگیا' مسہری پر حسن فیروز کو دیکھا جس کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے منہ پر کپڑا بندھا ہوا تھا ٹانگیں بھی باندھ دی گئی تھیں۔ میں بے چین

ہوکر اس کی جانب دوڑا' سب سے پہلے میں نے اس کے منہ پر سے کپڑا کھولا' تو وہ جلدی سے بولا۔

"نقاب پوش' نقاب پوش ڈاکو' ڈاکو' اپنے کمرے میں جاؤ' دروازہ بند کرلو اندر سے۔"

میں نے جھک کر اس کے ہاتھ کھولے پھر پاؤں کھولنے کے بعد پھرتی سے باہر کی جانب لپکا تو اس نے مجھ پر چھلانگ لگائی اور پیچھے سے مجھے پکڑتا ہوا بولا۔

"کیا کر رہے ہو' کہاں جا رہے ہو۔"

"وہ لوگ دادا جان کو بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔" میں نے کہا اور برق رفتاری سے بڑے ہال کی جانب بھاگا چاروں ڈاکو ہال میں موجود تھے اور دادا جان سامنے کھڑے ہوئے تھے میں اور حسن فیروز اندر پہنچے تو ڈاکو میری جانب متوجہ ہوئے پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"پکڑو' یہ کھل کیسے گیا۔" اور اس کے بعد اچانک ہی ایک ڈاکو نے مجھ پر چھلانگ لگادی تھی لیکن بس اس وقت صورت حال ایسی ہی تھی کہ کسی قسم کی بزدلی کا مظاہر نہیں کیا جاسکتا تھا ویسے مہارت خان نے یہ بھی نہیں کہا تھا کہ جب صورت حال اس قدر سنگین ہو جائے تب بھی بزدلی کا مظاہرہ کرو کم از کم ان لوگوں کا نمک کھایا تھا جس قدر بھی کھایا تھا اس کی ادائیگی تو ضروری تھی۔ چنانچہ چھلانگ لگانے والے ڈاکو کو میں نے دونوں ہاتھوں پر روک لیا' سر سے اونچا اٹھایا اور اس کے بعد زمین پر دے مارا ڈاکو ٹیڑھا ہوگیا تھا اور کمر سیدھی کرنے کی کوشش میں مصروف تھا اگر قالین نہ ہوتا تو یقینی طور پر اس کی ریڑھ کی ہڈی کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہوچکی ہوتی۔ اس کے بعد میں دوسرے ڈاکوؤں کی جانب متوجہ ہوگیا۔ جو بڑے احمق ڈاکو تھے صرف نقاب پہن کر ہی اپنے آپ کو ڈاکو سمجھ رہے تھے' ہاتھ میں چاقو چھریاں تک نہیں تھیں حالانکہ ان دنوں ڈاکو پستول' رائفل وغیرہ سے مسلح ہوتے ہیں۔

پہلے ڈاکو کی یہ درگت دیکھ کر باقی تین ڈاکوؤں کو ذرا سی جھجک کا احساس ہوا تھا جسے میں نے محسوس کرلیا لیکن پھر دادا جان زور سے بولے۔

"ہیں ہیں۔ ہیں..... ان کی یہ ہیں ہیں پتا نہیں کیا معنی رکھتی تھی لیکن تینوں ڈاکو مجھ پر بھی پل پڑے اور میں پھرتی سے بیٹھ گیا کیونکہ وہ تینوں بڑی تیز رفتاری سے مجھ پر آئے تھے اور اناڑی پن کے ساتھ آئے تھے میرے بیٹھ جانے کے بعد وہ آپس میں ٹکرا

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

گئے میں نے ان میں سے ایک کی ٹانگیں پکڑ کر زور سے کھینچا تو وہ چاروں شانے چت گرا' بیٹھے ہی بیٹھے میں نے باقی دو کو لاتیں ماریں تو ان کے حلق سے کربناک آوازیں نکل گئیں اور اس کے بعد میں نے ان کی مرمت شروع کردی وہ ڈاکو جو ٹیڑھا ہوگیا تھا ہاتھ پاؤں کے بل چل کر دروازے کی جانب جارہا تھا۔ مجھے شرارت سوجھی تو میں نے ایک ڈاکو کو پکڑ کر اس پر اچھال دیا اور وہ دھپ سے زمین پر گر پڑا اس کے حلق سے ایک تکلیف دہ آواز نکل گئی تھی۔

بہرحال میں ان ڈاکوؤں کی مرمت کرتا رہا تب دادا جان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ابے ڈاکو کے پلو بس کرو' اصولی طور پر تو تمہاری ہڈیاں ٹوٹ جانی چاہیں اور تم سب کو چوپاؤں کی طرح چل کر ہی جانا چاہئے بے وقوف' گدھے تم ڈاکو ہو یا گھاس بیچنے والے۔"

"اور یہ آدمی ہے یا جن!" ڈاکوؤں میں سے ایک نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"دفع ہوجاؤ یہاں سے۔" دادا جان غرائے۔

"ارے واہ یہ تو اچھی بات ہے ایک تو ہماری ہڈیاں تڑوا دیں اوپر سے تڑی مار رہے ہو۔" دوسرا ڈاکو جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"نقاب پہن کر آئے ہو' ڈاکو بن کر' میں چاہوں تو تمہاری ہڈی پسلی ایک کر سکتا ہوں' جاتے ہو یا۔" دادا جان واپس مڑے اور انہوں نے ایک میز کی دراز میں رکھا ہوا پستول نکال لیا۔ اس پستول کو دیکھ کر ڈاکوؤں نے دوڑ لگا دی تھی لیکن میں ان کے اور دادا جان کے ڈائیلاگ پر حیران رہ گیا تھا یہ کیا قصہ ہے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا بہرحال اس وقت دادا جان سے کچھ پوچھنا مناسب نہیں تھا۔ میں نے ان سے کہا۔

"کیا میں انہیں باہر تک دیکھ آؤں۔"

"اماں ان کی کیا مجال ہے کہ اب رکیں لیکن تم..... تم نے واقعی کمال کردیا میرا اندازہ تمہارے بارے میں یہی تھا۔ سنو اب جاؤ جاکر آرام کرو' صبح کو مجھ سے ملنا۔" دادا جان عجیب سے انداز میں بولے۔ بہرحال میں حسن فیروز کے ساتھ واپس چل پڑا۔ حسن فیروز مجھے اپنے کمرے میں لے آیا تھا اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ کمرے میں پہنچنے کے بعد اس نے کہا۔

"بیٹھو۔" میں بیٹھ گیا' وہ میری آنکھوں میں دیکھ رہا تھا' پھر اس نے آہستہ سے سوالیہ انداز میں گردن ہلائی اور بولا۔

"کیا سمجھے؟"

"کچھ نہیں۔"

"سوچ تو رہے ہوگے کہ یہ پاگل خانہ ہے۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"میرا خیال ہے یہ کرائے کے ڈاکو تھے۔"

"کرائے کے ڈاکو....." میں تعجب سے بولا۔

"سو فیصدی' تم دادا جان کو کیا سمجھتے ہو بیٹھو' بیٹھو میں اب تمہیں ان کے بارے میں تفصیلات بتانے پر مجبور ہوں میرے اور ان کے درمیان معاہدہ ختم ہوگیا ہے' جہاں تک میرا خیال ہے اس وقت دادا جان نے کوئی تجربہ کیا ہے ڈاکوؤں کی اور ان کی گفتگو سے مجھے یہی اندازہ ہوا ہے۔"

"کیسا تجربہ۔"

"یار تم پر تجربہ کیا گیا ہے' میں چیلنج کرتا ہوں اس بات کو۔"

"اصل میں بہت سی باتیں میری سمجھ میں آسانی سے نہیں آتیں اور اس وقت بھی میں کچھ ایسی ہی کیفیت کا شکار ہوں یہ ڈاکو میری سمجھ میں نہیں آئے جنہوں نے نہ لوٹ مار کی نہ کچھ کیا اور ان کے پاس پستول تو کجا کوئی بھی ایسی چیز نہیں تھی جس سے یہ ڈاکہ مار سکیں۔"

"کمال کرتے ہو یار۔ یہ ڈاکو تھے ہی نہیں۔"

"تو پھر کون تھے۔"

"دادا جان کے رشتہ دار۔"

"گڈ' کیا اس طرح وہ ان سے ملنے آیا کرتے ہیں؟" میں نے کہا اور حسن فیروز بے اختیار ہنس پڑا پھر بولا۔

"بہرحال دادا جان بڑی دلچسپ شخصیت کے مالک ہیں اصل میں فوج سے ریٹائر ہوئے ہیں اور بے کار زندگی گزار رہے ہیں۔ دولت ان کے پاس کافی ہے لیکن دولت کا مصرف کوئی نہیں ہے' اپنی دولت اپنے قبضے میں رکھنے کے عادی ہیں صحت جتنی عمدہ ہے تم دیکھ چکے ہو انہیں بہت سے کام کرنے کا شوق ہے کیونکہ فوج میں ڈاکٹر کی حیثیت سے تھے اور بہترین آرتھوپیڈک۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کا بہترین علاج کرتے ہیں میں نے تم سے ورک شاپ کا تذکرہ کیا تھا۔ یہ ورکشاپ ایک تہہ خانے

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

میں ہے جو اس انیکسی کے ایک حصے میں ہے۔ دادا جان نے وہاں جدید ترین مشینیں لگائی ہوئی ہیں۔ تنہا کام کرتے ہیں' کئی لنگڑے لولے' معذور فقیروں کو اٹھوا کر منگوایا اور زبردستی ان کی ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کو جوڑا۔ اصل میں تجربے کے لئے لوگ اپنے آپ کو پیش نہیں کرتے کسی اسپتال کا ہونا ضروری ہے اور دادا جان ان چکروں میں نہیں پڑتے لیکن اس بات کو میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ انہوں نے جس کا بھی علاج کیا اس کی معذوری دور کر دی یہ ان کا شوق ہے۔ بہرحال عجیب وغریب انسان ہیں' مجھ سے بڑے مذاکرات چلتے رہے ہیں کہتے ہیں جاسوسی کا ایک شعبہ کھولنے کی خواہش ہے' ملٹری' انٹیلی جنس میں تو انہیں جگہ نہیں مل سکی لیکن ذاتی انٹیلی جنس بنانا چاہتے ہیں۔ یہ ہے ہمارے دادا جان کا جغرافیہ۔ کئی مرتبہ مختلف قسم کی حرکات کر چکے ہیں اور یہ جو تم مجھے دیکھ رہے ہو نا۔ اصل میں باپ کی طرف سے جو کیفیت ہے وہ تو میں تمہیں بتا ہی چکا ہوں اور دادا جان جس چکر میں پڑے ہوئے ہیں میں اس کے بالکل ناقابل ہوں' بس زندگی کچھ اور انداز میں گزر رہی ہے عشق و محبت کا خلیہ ہی نہیں ہے اپنی کھوپڑی میں چنانچہ ادھر سے بھی فراغت ہے۔"

"مگر یار یہ ڈاکو۔"

"یار اب تم میرا دماغ مت کھاؤ۔"

"ٹھیک ہے تم سو جاؤ میں چلتا ہوں۔"

"ہاں جاؤ۔ تم جانتے ہو میری کھوپڑی میں پھوڑا ہے۔" اس نے کہا پھر چونک کر بولا۔ "ابے سیدھا بولا ہے میں نے اس وقت۔"

میں خاموشی سے باہر نکل آیا تھا' اپنے کمرے میں داخل ہونے کے بعد میں نے دروازہ اندر سے بند کرلیا۔ بستر پر لیٹ گیا اور سوچوں میں ڈوب گیا۔ نیند خراب ہوگئی تھی عجیب ڈراما تھا ڈاکوؤں کا اوپر سے حسن فیروز کی باتیں' سارا کھیل ہی عجیب تھا' دیہات کی اپنی چھوٹی سی زندگی تھی' دو آبہ میں رہنے والے لوگ بس معمولی' معمولی باتوں کے قابل تھے' ایک دوسرے سے ہنس بول لئے' لڑ جھگڑ لئے' کوئی گہرائی نہیں تھی وہاں کی زندگی میں لیکن یہاں شہر کے معاملات بھی مختلف تھے گھر' باپ' بیٹا' دادا جان اور یہ سارا ماحول۔ پھر نہ جانے کب انہی سوچوں کے درمیان نیند آگئی تھی۔

دوسرے دن ناشتے وغیرہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد دادا جان نے کہا۔

"ادھر کے معاملات سے تو ہمیں کوئی تعلق نہیں ہے لیکن حسن فیروز کیا تم مجھے اپنے اس دوست کو تھوڑی دیر کے لئے ادھار دے سکتے ہو۔"

"دادا جان اس کے بارے میں ہمیں بہت سے فیصلے کرنے ہیں۔"

"ہو جائیں گے ہو جائیں گے ابھی جلدی کیا ہے۔"

"مگر آپ نے اس سے جو بھی بات کرنی ہے وہ میرے سامنے کریں۔" حسن فیروز نے کہا۔

"ضد کر رہے ہو۔ چلو خاموش ہوا جاتا ہوں لیکن بات کوئی نہیں کروں گا۔" دادا جان نے کہا۔

"نہیں نہیں ٹھیک ہے لے جایئے میں بھی ذرا مصروف ہوں....." اور دادا جان مجھے لئے ہوئے ایک بڑے سے کمرے میں آگئے۔ یہ کمرہ بالکل ہی الگ تھلگ تھا۔ ویسے اس انیکسی میں پتہ نہیں کیا کیا تھا۔ مجھے ابھی تک اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ دادا جان نے بہرحال مجھے سامنے بٹھایا اور پرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے' میں بھی ان کی شخصیت کا اندازہ لگا رہا تھا۔

شگفتہ مزاج آدمی تھے لیکن بردبار چہرہ اور حقیقت ہے کہ ان کی شخصیت میں ایک ایسی انوکھی کشش تھی جس سے دل کو ایک عجیب سا احساس ہوتا تھا۔ دیر تک مجھے گہری نگاہوں سے دیکھتے رہے' پھر بولے۔

"اب تک تمہارے بارے میں جو معلومات مجھے حاصل ہو چکی ہیں کم از کم تم انہیں ذہن سے مکمل طور پر نکال دو میں از سر نو تمہارے بارے میں جاننا چاہتا ہوں اور یہ بھی تمہیں بتا دوں کہ اس سے تمہیں کوئی نقصان بالکل نہیں پہنچے گا بلکہ تمہارے فائدے کی بات ہے۔"

میں نے گہری نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

"آپ جو کچھ معلوم کرنا چاہتے ہیں مجھ سے میرے بارے میں براہ کرم مجھ سے پوچھ لیجئے۔"

"نام۔"

"گل مراد۔"

"باپ کا نام۔"

"فضل خان۔"

"سکنہ۔"

"بستی دو آبہ۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"تعلیم۔"

"جواب صیغہ راز میں ہے۔" میں نے جواب دیا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگے' پھر بولے۔

"کیا مطلب؟"

"اپنی بستی کے تھوڑے سے فاصلے پر ایک چھوٹے سے قصبے میں دسویں جماعت تک تعلیم حاصل کی' جس کی سند موجود ہے لیکن شوق نے اس سے کہیں آگے بڑھا دیا۔ یعنی آپ یہ کہہ لیجئے کہ باقاعدہ تعلیم صرف میٹرک لیکن بے قاعدہ اس سے خاصی آگے' امتحان لے سکتے ہیں۔"

"رات کو تم نے جو کچھ کیا اس کی تربیت کہاں سے حاصل کی۔"

"ایک ایسے استاد سے جو کاروباری نہیں تھا بلکہ صرف شوقیہ اس نے مجھے یہ سب کچھ سکھایا۔"

"کوئی بہت ہی بڑی شخصیت ہوگی۔"

"ہاں۔"

"مارشل آرٹس میں کیا کیا جانتے ہو۔"

"مارشل کی ایسی تیسی۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟" دادا جان چونک کر بولے۔

"کوئی مارشل آرٹ نہیں جانتا بلکہ میرے اس فن کا استاد مہارت خان ہے جس نے مجھے یہ سب کچھ سکھایا۔"

"گڈ' گڈ' گڈ بات سمجھ میں آرہی ہے لیکن چار آدمیوں کی تم نے جس طرح پٹائی کی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مہارت خان کو واقعی اپنے فن میں مہارت حاصل تھی۔"

"میرا ایک سوال۔" میں نے پراعتماد لہجے میں کہا۔

"ہاں ہاں پوچھو۔"

"کون تھے وہ چار آدمی۔"

"کرائے کے ڈاکو۔ یعنی میرے اپنے آدمی جنہیں میں نے یہاں مطلب کیا تھا تمہارا امتحان لینے کے لئے۔"

"ان میں سے کوئی مرجاتا میرے ہاتھوں تو؟"

"ذمہ دار میں تھا۔" دادا جان نے کہا پھر بولے۔

"تم نے تو خود سوالات شروع کردیئے' پہلے میرے سوالات پورے ہوجانے دو اس کے بعد تمہارے سوالات کا سلسلہ شروع ہوگا۔"

"جی۔"

"بستی دو آبہ میں کون کون رہتا ہے۔"

"میری ماں اور دو بہنیں۔"

"اور باپ؟"

"انتقال ہوچکا ہے۔"

"ذمہ دار تم خود ہو یعنی گھر کے کفیل۔"

"جی۔"

"ماں اور بہنوں کو شہر کیوں نہیں بلالیتے۔"

"ابھی مجھے شہر آئے ہوئے چند روز ہوئے ہیں یہاں ملازمت تلاش کررہا ہوں' ویسے دیکھوں گا۔"

"ملازمت کیسی چاہتے ہو۔"

"پچھلے چند روز سے محنت مزدوری کر رہا ہوں اور حسن فیروز مجھے سپروائز کر رہا ہے۔"

"سپروائز۔" دادا جان نے آنکھیں پھاڑ کر کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں۔ میں سر پر اینٹیں اٹھا کر لے جاتا ہوں اور وہ دیکھ بھال کرتا ہے کہ میرے سر پر سے اینٹیں گر تو نہیں رہیں بس یہ سپرویژن ہے اس کا۔"

دادا جان کے ہونٹوں پر ہلکی سے مسکراہٹ آئی تھی۔ پھر وہ بولے۔

"تو یہ قصہ ہے۔"

"جی۔"

"خیر چھوڑو۔ ملازمت کے مسئلے کو ذہن سے نکال دو ہوسکتا ہے خود بھی تم سے کوئی ایسا ذاتی کام لوں جس کا انتہائی معقول معاوضہ تمہیں ادا کیا جاسکے گا اگر ایسی کوئی پیشکش تمہیں ہو تو کیا تم قبول کرلوگے۔"

"ہزار فیصد۔" میں نے جواب دیا اور دادا جان پھر مسکرا دیئے اور آہستہ سے بولے۔

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"سمجھدار آدمی اس دور میں وہی ہے جو بے مقصد ضد نہ کرے' حالات کو سمجھے' بہت زیادہ حساس بننے کی کوشش نہ کرے بلکہ حالات سے سمجھوتہ کرلے' تو بات ہو رہی تھی حسن فیروز وغیرہ کی اور خود تمہارے بارے میں..... یعنی یہ بات تو اب تمہیں ذہن سے نکال دینی چاہئے کہ تمہیں ملازمت کی تلاش میں کہیں اور جانا پڑے گا' کام کی نوعیت تھوڑی سی میں تمہیں ابھی بتا دوں میرے اپنے کچھ شوق ہیں' فوج میں رہ چکا ہوں اب یہ الگ بات ہے کہ مدت پوری ہوگئی اور ریٹائر کردیا گیا بعد میں کچھ اور کوشش نہیں کی لیکن دل میں ایک تشنگی رہ گئی کچھ ایسے سماجی کام کرنا چاہتا ہوں جنہیں تم جاسوسی کی حیثیت دے سکتے ہو بہت شوق ہے مجھے ان تمام چیزوں کا۔ اپنے طور پر اگر کچھ کرتا ہوں تو منظر عام پر آنے سے شخصیت داغدار ہونے کا خطرہ ہوتا ہے اس لئے آرزو مند ہوں کہ کچھ ایسے لوگ اپنے ساتھ شامل کروں جو اعلیٰ کارکردگی کے حامل ہوں میرا پوتا تو اس سلسلے میں بالکل ہی ناکارہ ہے تم اگر مناسب سمجھو تو مجھ سے تعاون کرو۔"

"کام کیا ہوگا۔"

"وہ ہوگا جس میں تمہیں لطف آجائے گا فی الحال اس کی تفصیلات نہ پوچھو' میں اس سلسلے میں تمہیں باقاعدہ تربیت دوں گا اور ہر قسم کی ذمہ داری قبول کروں گا۔"

"جی ٹھیک ہے اگر آپ یہ سمجھتے ہیں تو مجھے اعتراض نہیں ہے۔"

"ویری گڈ' ویری گڈ' چلو یہاں تک تو یہ معاملہ طے ہوگیا اب تم اگر چاہو تو سوال کرسکتے ہو۔"

"حسن فیروز کے بارے میں سب سے پہلے پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"بہت اچھا بچہ ہے لیکن حالات نے اسے ذہنی طور پر غیر متوازن کردیا ہے اور اس کی وجہ میرا بیٹا جہانگیر خان ہے۔"

"کیوں؟"

"اس کی والدہ کی موت کے بعد اس نے دوسری شادی کرلی۔ سخت قسم کا فوجی آدمی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ فوج میں ڈسپلن کی پابندی انسان کو پتھر بنا دیتی ہے لیکن بہرحال وہ پتھر کا انسان ہوتا نہیں ہے جن جگہوں پر لچک کی ضرورت ہوتی ہے اگر وہاں لچک نہ ہو تو پھر خطرناک بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ تمہارے بدن کی ہڈیاں فولاد ہوتی ہیں لیکن ان میں بھی جھکنے کے لئے گنجائش پیدا کی گئی ہے اور ایسے جوڑ بنائے گئے ہیں جن سے یہ ہڈیاں لچک کر اور جھک کر کام کرتی ہیں اگر ان کی لچک اور جھکاؤ ختم ہوجائے تو جہانگیر وجود

میں آجاتا ہے۔ وہ کرنل ہے میں بھی کرنل تھا لیکن اس کا رویہ اولاد کے ساتھ بے حد سخت رہا دو بیٹیاں ہیں اس کی۔ ان کے ساتھ بھی اس کا رویہ وہی فوجی ہے' لیکن وہ بیٹیاں ہیں محدود اور زیادہ نہ سوچنے والی۔ پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان کی ماں موجود ہے اور حسن کی ماں نہیں ہے پھر میری دوسری بہو نے کچھ رویہ بھی ایسا ہی اختیار کیا احسن کے ساتھ کہ اس کی شخصیت میں یہ سب کچھ پیدا ہوگیا۔"

"کیا واقعی اسے برین ٹیومر ہے؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا لیکن وہ اپنے آپ کو مختلف بیماریوں کا مجموعہ بتاتا ہے۔"

"آپ تجزیہ کرچکے ہیں۔"

"یہ سوال تم مجھ سے کر رہے ہو۔ میں جو اسے اپنے بیٹے سے زیادہ چاہتا ہوں۔" کرنل ہمایوں کے لہجے میں ایک بھراہٹ سی پیدا ہوگئی اور میں نے محسوس کیا کہ کرنل اس وقت جذباتی ہوگئے ہیں۔ میں نے بات کو ہموار کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"اصل میں یہ بات میرے لئے جس قدر خوشی کا باعث ہے جناب آپ خود بھی اس کا اندازہ کرسکتے ہیں انہوں نے جس وقت مجھے اپنے برین ٹیومر کے بارے میں بتایا تھا تو مجھے بے حد دکھ ہوا تھا۔"

"ہاں خدا کا شکر ہے ایسی کوئی بات نہیں ہے وہ بس ایک بھٹکا ہوا نوجوان ہے اور باپ کے رویئے نے اسے دلبرداشتہ کردیا ہے ورنہ وہ ایک تندرست نوجوان ہے بس فطرت ذرا مختلف ہے یعنی یہ کہ دو فوجیوں کی اولاد نہیں ہے وہ ذہنی طور پر۔ ورنہ میں اسے نہ جانے کیا سے کیا بنا دیتا۔"

"دو فوجیوں کی اولاد۔" میں نے سوالیہ انداز میں کرنل ہمایوں کو دیکھا۔

"میرا مطلب ہے ایک تو اس کا باپ' دوسرا اس کا دادا۔ دونوں ہی کرنل مگر وہ ذہنی طور پر بہت نرم مزاج اور فوجی زندگی کے قابل نہیں۔"

"اب دادا جان میرا مطلب ہے مجھے معاف کیجئے گا کرنل صاحب' میرے لئے جو احکامات ہیں وہ صادر فرمایئے۔"

"دادا جان کہا تم نے مجھے اور اس کے بعد معافی مانگ لی۔"

"جی' غلطی سے نکل گیا تھا۔"

"اسے غلطی کیوں کہتے ہو۔"

"جناب اپنی حیثیت کا احساس ہے مجھے۔" میں نے کہا اور کرنل ہمایوں تھوڑی دیر

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

کے لئے سوچ میں ڈوب گئے' پھر آہستہ سے بولے۔

"خیر ہم اسے موضوع نہیں بناتے بلکہ اسے بعد کے لئے چھوڑ دیتے ہیں کہ تم مجھے کیا کہتے ہو' یہ تو میرے رویے پر ہو گا اور تمہارے بھی لیکن اب مجھے پورے اعتماد کے ساتھ یہ بتاؤ کہ کیا تم نے میری پیش کش قبول کرلی ہے۔"

"خلوص دل سے۔ بلکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ میری یہ چھوٹی سی نیکی میرے کام آگئی۔"

"چھوٹی سی نیکی۔"

"جی ہاں۔"

"وہ کیا؟"

"اپنی آبادی سے آیا تھا' ایک ہوٹل میں بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا تھا کہ میں نے اپنے سامنے ایک ایسے شخص کو دیکھا کہ جس کے بارے میں میرا اندازہ تھا کہ کھانا کھانے کا خواہش مند ہے اسے اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرلیا اور بات یہاں تک پہنچ گئی۔"

"ایسی ہی حرکتیں کرتا ہے نالائق۔"

"لیکن یہ حرکت میرے حق میں بہت بہتر ثابت ہوئی۔"

"تم نے میرا موقف سمجھ لیا ہے۔"

"کسی حد تک۔"

"میں تمہیں تربیت دوں گا پھر تمہارے سپرد کچھ کام کروں گا۔ ایسے کام جنہیں تم بس یہ سمجھ لو کہ بعد میں ہی تمہیں اس کے بارے میں ساری تفصیلات بتاؤں گا' بلکہ تربیت کے دوران ہی سمجھ میں آجائے گا کہ میں تم سے کیا چاہتا ہوں۔"

"جی میں سمجھ رہا ہوں۔"

"پھر تمہاری شخصیت بھی بہت شاندار ہے آرام سے یہاں رہو اور اس جن کو بوتل میں بند کرنے کی کوشش کرو۔"

"حسن فیروز۔"

"ہاں۔"

"وہ ایک اچھا نوجوان ہے۔"

"اچھا نہیں بلکہ بہت اچھا نوجوان ہے' مگر باپ سے باغی ہے اور کوئی بات نہیں ہے اسے انسان بنانے کی کوشش کرو۔"

"آپ کی اجازت ہو تو پہلے میں اسے اپنا دوست بناؤں' ایک دوسرے پر اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کروں۔"

"یہ سب تم پر منحصر ہے۔" کرنل ہمایوں نے مسکرا کر کہا۔

بستی دوآبہ کا ایک پہاڑی انسان جس کی زندگی میں کوئی روشنی نہیں تھی بس اللہ کے سہارے پر ایک عزم لے کر شہر آگیا تھا لیکن تقدیر عزم پورے کرتی ہے۔ ایسی عالی شان کوٹھی میں قیام کے لئے جگہ ملی تھی کہ تصور بھی نہ کیا جاسکے۔ میری وجہ سے حسن بھی یہاں تک آگیا تھا۔

"اصل میں میرا دل یہاں بالکل نہیں لگتا۔ یہاں اکیلا ہوں تو حالات پر رونا آتا ہے۔"

"کیسے حالات۔"

"والد صاحب جب کہ یہیں مقامی چھاؤنی میں تعینات ہیں گھر آتے ہیں تو بیٹیوں سے بڑے پیار سے ملتے ہیں اور مجھ سے کہتے ہیں ہاں یہاں تم ٹھیک ہو' تمہاری بقراطیت کا کیا حال ہے میرے بجائے جواب والدہ صاحبہ دے دیتی ہیں اور اس وقت میں کباب ہو جاتا ہوں۔"

"دادا جان تمہیں بہت چاہتے ہیں۔"

"مجھے اندازہ ہے۔"

"انہیں تنہا چھوڑنا بہتر نہیں۔"

"جب ضبط ممکن نہیں ہوتا تو نکل جاتا ہوں کچھ دن باہر ٹھوکریں کھاتا ہوں پھر دادا جان کے پاس چلا آتا ہوں۔"

"کیا رویہ ہوتا ہے ان لوگوں کا؟"

"والدہ صاحبہ کا تو چہرہ مجھے دیکھ کر بگڑ جاتا ہے۔"

"بہنوں کا رویہ کیا ہوتا ہے؟"

"بچپن سے ان کے دلوں میں میرے لئے آگ بھڑکائی گئی ہے میں نے بھی کبھی کوئی لحاظ نہیں کیا۔"

"گویا حالات خراب ہیں۔"

"بالکل خراب۔"

"کتنی بہنیں ہیں؟"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"تین۔ پہلے نمبر پر صوفیہ' دوسرے پر یاسمین اور تیسرے پر شمسہ ہے۔"

"تینوں ایک ہی مزاج کی ہیں؟"

"تقریباً بڑی صوفیہ خاموش طبع ہے' بس ماں کی تقلید میں صرف مجھے دیکھ کر منہ بنالیتی ہے یاسمین بے حد مغرور ہے شمسہ کسی قدرے بہتر ہے۔"

"اس کا رویہ تمہارے ساتھ کیسا ہے؟"

"میرے لئے سب کی تربیت یکساں ہے۔" اس نے جواب دیا میں گہری سانس لے کر خاموش ہوگیا تھا۔

کوٹھی میں تیسرا دن تھا۔ پہلے دو دن انیکسی میں قید رہ کر گزارے تھے تیسرے دن ناشتے کے بعد فیروز نے دادا جان سے کہا۔

"میں بھاگنا چاہتا ہوں۔"

"گل کو چھوڑ کر....." دادا جان نے برجستہ کہا۔

"نہیں اس کے ساتھ۔"

"بھاگ جاؤ لیکن جس طرح شریف بھاگتے ہیں۔"

"شریف کیسے بھاگتے ہیں۔" اس نے پوچھا۔

"عمدہ لباس میں۔ کار میں بیٹھ کر' بلکہ اپنے دوست کو ڈرائیونگ سکھا دو۔"

"رقم۔" حسن نے کہا اور دادا جان نے اپنا پرس نکال کر میرے حوالے کردیا۔ اتنے میں حسن نے کہا دادا جان بہت اچھے انسان ہیں تمہارے سلسلے میں وہ بہت پُرامید ہیں کہتے ہیں ہیرا لگا ہے حسن کے ہاتھ۔"

اس نے مجھے ڈرائیونگ سکھانا شروع کردی' بڑا آسان کام تھا یہ' مجھے کوئی مشکل نہیں ہوئی اور پہلے ہی ایک گھنٹے کے بعد میں نے بڑے اطمینان سے گاڑی چلانا شروع کر دی' بس تھوڑی سی جھجک اور گھبراہٹ تھی' جسے حسن جیساسُست آدمی دور کر رہا تھا' آدم خان نے مجھے دس روپے روز کی نوکری پیش کی تھی اور اس کے بعد جھلا کر کہا تھا کہ شہر جاکر پتھر کوٹنا میری تقدیر ہے اور اس تقدیر کو میں بدل نہیں سکتا لیکن تقدیر بدلنے والے نے تقدیر بدل دی تھی بے شک چند روز مزدوری کی تھی لیکن اسے میرے اوپر رحم آگیا تھا اور اس نے مجھے بہت بڑا مقام بخش دیا تھا یہ معمولی بات نہیں تھی۔ دادا جان آہستہ آہستہ اپنے نظریات کا پرچار کر رہے تھے اور مجھے سمجھا رہے تھے کہ وہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں ادھر میں ہمیشہ حسن فیروز کے ساتھ نکل جاتا تھا اور بڑی بڑی سڑکوں پر ڈرائیونگ کی

مشق کرتا تھا اس دوران کرنل جہانگیر خان تو مجھے نظر نہیں آئے تھے لیکن بیگم صاحبہ کو میں نے ایک شاندار کار میں کئی بار باہر نکلتے ہوئے دیکھا تھا' میں جان بوجھ کر یہ کوشش کر رہا تھا کہ ان کی نگاہوں سے دور رہوں صاحب زادیاں بھی چہل قدمی کرتی ہوئی نظر آئی تھیں۔ عمارت تو خیر تھی ہی بے پناہ خوبصورت۔

دادا جان اور حسن فیروز کی ہدایت کے مطابق اپنے آپ کو محدود رکھے ہوئے تھا اور عمارت میں آگے نہیں بڑھتا تھا بہرحال اتفاقات ایک جگہ رہنے والوں کو سامنے لے ہی آتے ہیں اور یہ اتفاق بھی بڑا دلچسپ تھا' حسن فیروز کسی کام سے گیا ہوا تھا کرنل ہمایوں اپنی جدید تجربہ گاہ میں مصروف تھے ابھی تک اس تجربہ گاہ کا میں نے نظارہ نہیں کیا تھا حسن فیروز مجھے گائیڈ کرتا رہتا تھا اس کا کہنا تھا کہ دادا جان جب تک اپنے طور پر کوئی ذمہ داری سپرد نہ کریں جان بوجھ کر اس مین مداخلت کرنے کی کوشش نہ کی جائے کیونکہ اس مداخلت کو برداشت نہ کرنا ان کی کمزوری ہے میں انیکسی کے عقبی حصے میں باہر ٹہلنے کے لئے نکل آیا اور پھر بے خیالی کے عالم میں سرسبز وشاداب گھاس پر قدم بڑھاتا ہوا اس علاقے میں پہنچ گیا جہاں سیب کے درخت جھول رہے تھے' عمارت بے مثال تھی اس کا اندازہ تو میں پہلے بھی لگا چکا تھا لیکن اس وقت جب میں نے دیکھا تو وہ مجھے بہت ہی حسین لگی اس کے دوسرے حصے تک جانے کے لئے سرخ بجری کی روش بنی ہوئی تھی جس کے دونوں جانب پھلوں کے درخت جھکے ہوئے تھے ان درختوں میں سیب لٹکے ہوئے تھے اور ان کی مہک فضا میں پھیلی ہوئی تھی اور درختوں کے درمیان سے گھاس کے وسیع لان' دونوں جانب نظر آرہے تھے' یہ اتفاق تھا کہ اس سے پہلے میں اس طرف کبھی نہیں آیا تھا' ویسے بھی چونکہ کوٹھی والوں اور انیکسی والوں کے درمیان ایک تناؤ کی سی شکل تھی' اس لئے نہ وہ اس طرف آتے تھے' نہ ہمارا اس سمت جانا ہوتا تھا میں اس خوبصورت منظر کو دیکھتا ہوا آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا کہ اچانک ہی مجھے بلی کی سی چیخ کا احساس ہوا یہ چیخ عمارت کی عقبی دیوار کے پاس آئی تھی اور میری نگاہیں بے اختیار اس طرف اٹھ گئی تھیں۔ بڑی سی کھڑکی تھی لیکن وہ خاتون کھڑکی اور زمین میں موجود خلاء میں معلق نظر آئی تھیں اور تیزی سے میری جانب بڑھ رہی تھیں' ہوش وحواس کے قائم رہنے کا تو خیر سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا' یہ بالکل سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ یہ اڑن طشتری کس طرح اور کہاں سے نمودار ہوئی ہے لیکن میں نے اسے سنبھالنے کی تیاریاں کرلی تھیں اور جیسے ہی وہ مجھ تک پہنچی میں نے اسے اپنے بازو میں پکڑ لیا کچھ ایسا انداز تھا کہ خود میں بھی نہیں

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

سمجھ پایا تھا لیکن جب مجھے اس اڑن طشتری کے وجود کا احساس ہوا تو میں نے جلدی سے اسے چھوڑ دیا اس کے دونوں پاؤں نیچے ٹکے اور اس کے بعد وہ کسی اسپرنگ کے گدے کی طرح اچھلی' پیچھے ہٹی' دوبارہ زمین پر پاؤں ٹکائے ایک بار پھر اچھلی اور اس بار اس کی دولتی میرے سینے پر پڑی' کچھ سمجھ میں ہی نہیں آیا تھا سینے پر دھکا ضرور لگا لیکن وہ بے چاری بری طرح گھاس پر گر پڑی تھی' میں نے خوفزدہ انداز میں ارے باپ رے کہا اور کئی قدم پیچھے ہٹ گیا وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

"گدھے۔" وہ غرائی ہوئی آواز میں بولی اور میں پلٹ کر پیچھے دیکھنے لگا' پھر میں نے حیرت سے دیکھتے ہوئے اس سے کہا۔

"ایک بھی نہیں ہے۔"

"کیا نہیں ہے۔"

"شاید آپ نے گدھے کہا تھا۔"

"تم گدھے ہو۔"

"آپ کی نگاہ کمزور معلوم ہوتی ہے۔"

"چور' ڈاکو۔"

"وہ بھی نہیں ہیں اس وقت' مگر آپ کون ہیں؟"

"کیا تمہارا دماغ خراب ہے۔"

"شاید ہو جائے اگر آپ سمجھ میں نہ آئیں تو۔" میں نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا' سفید ڈھیلا ڈھالا پاجامہ' ایسی ہی ڈھیلی ڈھالی سفید قمیض' کمر میں سیاہ رنگ کی بیلٹ بندھی ہوئی' ننگے پاؤں' بدن پسینے میں شرابور' چہرہ لال بھبوکا' بال بکھرے ہوئے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی اگر ذرا غور کی نگاہ سے دیکھا جائے تو حسن و جمال کا ایک ایسا شاہکار کہ انسان پہلے تو اس کے بارے میں تفصیل سے سوچے اور پھر اس کا گریڈ متعین کرے۔

"تم آدمی ہو یا فولاد۔"

"پتا نہیں کیا کیا کہہ رہی ہیں آپ' میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔"

"میں کہتی ہوں تم ہو کون' کس دیدہ دلیری سے گھر میں گھسے ہوئے ہو اور اس کے بعد مذاق کرنے کی کوشش بھی فرمائی جا رہی ہے۔"

"محترمہ' اگر آپ ایک لمحے کے لئے آدمی کی جون میں نظر آئیں تو میں آپ سے

اپنا تعارف کراؤں۔"

"گولی مار دوں گی تمہیں۔"

"ننگے پیروں سے۔" میں نے اسے دیکھ کر کہا۔

"بہت چرب زبان بن رہے ہو۔"

"اچھا آپ ایسا کیجئے مجھے گولی مار دیجئے' باقی باتیں بعد میں کرلیں گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ کسی قدر متعجب ہوگئی' پھر تعجب سے بولی۔

"کیا تم ڈاکو نہیں ہو۔"

"شکل سے کیا نظر آرہا ہوں۔"

"شکل سے جو نظر آرہے ہو وہ میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں۔" اس نے کہا اور بے اختیار مسکرا دی۔"

"یعنی گدھے۔"

"اب میں اپنے منہ سے کیا کہوں' تم خود سمجھدار ہو۔"

"ٹھیک ہے لیکن آپ یہ فضا میں پرواز کیوں کر رہی تھیں۔" میں نے کہا اور وہ پھر چونک کر مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"میں نے کتنی لمبی چھلانگ لگائی تھی اور میری یہ چھلانگ عام لوگ برداشت نہیں کر پاتے' مگر تم نے مجھے پکڑ لیا اور پھر میری فلائنگ کک بھی برداشت کرگئے۔"

"میرے اندر بڑی قوت برداشت ہے۔" میں نے کہا۔

"یہ نہیں بتاؤ گے کہ یہاں کیا کر رہے تھے۔"

"وہ محترمہ انیکسی میں رہتا ہوں کرنل ہمایوں صاحب کا ملازم ہوں۔"

"کیا؟" وہ تعجب سے آنکھیں پھاڑ کر بولی۔

"جی! کرنل صاحب نے مجھے کچھ روز پہلے نوکر رکھا ہے۔"

"ہمیں اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔"

"اس میں میرا قصور نہیں ہے۔"

"کیا کام کرتے ہو تم۔"

"ابھی تک کوئی کام بتایا ہی نہیں گیا۔"

"ہوں' ڈاکٹر لیں' ویری گڈ' تو ڈاکٹر لیں نے تمہیں ملازم رکھ لیا ہے لیکن ابھی کوئی کام نہیں بتایا۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"یہ ڈاکٹرلیس کون ہیں؟"

"کرنل ہمایوں' ڈاکٹرلیس ہی کہلاتے ہیں۔"

"میں نے تو آج تک نہیں سنا۔"

"کتنے دن ہوگئے تمہیں یہاں نوکری کرتے ہوئے۔"

"جمعہ جمعہ آٹھ دن۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر کہاں سے سن لیتے' ابھی تو ڈاکٹرلیس کے کارنامے تمہارے علم میں آئیں گے' تو تمہیں اس کے بارے میں معلوم ہوگا۔"

"مگر کرنل ہمایوں صاحب ڈاکٹرلیس۔"

"تم نے ڈاکٹر نو کے بارے میں تو سنا ہی ہوگا وہ ڈاکٹر نو تھا اور دادا جان ڈاکٹرلیس ہیں کیا سمجھے؟" اس نے کہا اور پھر ایک دم جیسے چونک سی پڑی۔

"اور تم ملازم ہو کر مجھ سے بکواس کر رہے ہو۔"

"جی۔" میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑیں۔

"شٹ اپ اینڈ گٹ آؤٹ۔" وہ غرائے ہوئے لہجے میں بولی۔

"آپ یہاں سے اس کھڑکی میں واپس جاسکتی ہیں۔" میں نے سوال کیا۔

"کیا؟" وہ آنکھیں پھاڑ کر بولی۔

"کچھ نہیں۔" میں واپسی کے لئے پلٹ پڑا' میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ مجھے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی' اتنا اندازہ تو ہوگیا تھا کہ ان تینوں میں سے کوئی ہے یعنی حسن فیروز کی سوتیلی بہنوں میں سے ایک لیکن ان میں سے کون سی ہے اس کے بارے میں اندازہ نہیں ہوسکا تھا ہاں اگر حسن فیروز کی باتوں پر غور کرتا تو یہ اندازہ ضرور ہوجاتا تھا کہ وہ یاسمین ہوگی کیونکہ بڑی خاموش طبع تھی اور چھوٹی' چھوٹی اس کا نام ذہن سے اتر ہی گیا تھا یاسمین کا نام یاد رہ گیا تھا۔ بہرحال جو کوئی بھی ہو مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی' میں نے البتہ یہ سوچ لیا تھا کہ بلاوجہ ان لڑکیوں سے کوئی جھگڑا مول نہیں لینا' ویسے بھی حسن فیروز کی بہنیں تھیں سوتیلی ہی سہی' لیکن میرے لئے تو قابل احترام تھیں' اب وہ جو کچھ بھی کہیں وہ ایک الگ بات ہے۔ اس دوران میں ڈرائیونگ اچھی طرح سیکھ گیا تھا اور اب اکثر گاڑی میں ہی چلایا کرتا تھا حسن فیروز نے میرا لائسنس بنوانے کا فیصلہ کرلیا تھا پھر اس دن دادا جان نے مجھے اپنا ورک شاپ دکھایا اور میں اسے دیکھ کر خاصا متاثر ہوا زیر زمین تہہ خانہ بے حد خوبصورت تھا ایک طرف لیبارٹری بنی ہوئی تھی جس میں بڑے بڑے شیشے کے

جار بنے ہوئے تھے۔ انسانی بدن کی ہڈیاں' جانوروں کے جسموں کی ہڈیاں' کچھ ٹوٹی ہوئی ہڈیاں نمونے کے طور پر اس کے علاوہ سرجری کے آلات' بے شمار ایسی چیزیں موجود تھیں' دادا جان صرف مجھے یہاں لے آئے تھے حسن فیروز آج کل یہیں رہ رہا تھا اور دادا جان اس بات پر بہت خوش تھے کہ میری وجہ سے وہ بقول ان کے آدمی بنتا جارہا ہے پھر دادا جان کہنے لگے۔

"بہت دن سے میں نے کوئی تجربہ نہیں کیا' کبھی کبھی ہم سڑکوں سے فقیروں کو اغوا کرلیتے ہیں ایسے فقیر جو واقعی معذور ہوں ویسے تو وہ بڑے چیختے چلاتے آتے ہیں اور بہت شور مچاتے ہیں لیکن بعد میں جب اپنے پیروں پر چل کر جاتے ہیں تو دعائیں ہی دیتے ہیں یہ انسان کی فطرت ہے لیکن ان کا مسئلہ کچھ اور بھی ہے۔"

"وہ کیا سر؟" میں نے سوال کیا۔

"یہ فقیروں کا مسئلہ بھی عجیب ہے ان میں سے بعض قدرتی طور پر معذور نہیں ہوتے بلکہ ان کے ٹھیکیدار انہیں بچپن سے ہی معذور کر دیتے ہیں ہاتھ پاؤں توڑ دیتے ہیں' تاکہ بھیک مانگنے میں آسانی ہو۔"

"میرے خدا" دنیا کے بارے میں جتنا معلوم کرتے چلے جاؤ' معلومات ہوجاتی ہیں' بڑے دردناک پہلو ہیں' ویسے یہ میرا مشغلہ ہے کہ انسانی مسائل میں دلچسپی لیتا ہوں تھوڑا سا تجسس بھی فطرت میں ہے اس سلسلے میں کوشش کرتا ہوں اور کئی ایسی پراسرار گتھیوں کا سراغ لگا چکا ہوں میں جس کے بارے میں شاید وہ لوگ بھی کبھی معلومات حاصل نہ کر پاتے جن کا اس سے تعلق تھا مجھے بہت لطف آتا ہے اس کام میں پچھلے دنوں سے یہ شدت سے محسوس کررہا تھا کہ کوئی ایسی شخصیت ساتھ ہو جو میرے لئے کام کرے میری رپورٹیں تیار کرے تو میں اس بارے میں سوچوں' غور کروں اور پھر ہم مل جل کر کارنامے سرانجام دیں' تمہاری جسمانی قوت اور ذہنی صلاحیتوں سے مجھے یہ امید ہوچکی ہے کہ تم نے مجھ سے تعاون کیا تو اس کام میں تم میرے بہترین معاون ثابت ہوگے ہو۔"

"لیکن اس سے فائدہ سر؟" میں نے سوال کیا۔

"فائدہ ہر چیز میں نہیں دیکھا جاتا اور پھر کبھی کبھی مالی فائدہ بھی حاصل ہوجاتا ہے' جس کی اللہ کے فضل سے مجھے اب چنداں ضرورت نہیں ہے لیکن پھر بھی۔"

"جی۔"

"بولو کیا تم میرے ساتھ اس کام کے لئے تیار ہو؟"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"بستی سے چلا تھا تو چاچا آدم خان نے کہا تھا کہ سڑکوں پر کھدائی کروں گا یا ٹیکسیاں چلاؤں گا' لیکن آپ نے مجھے جاسوسی کا کام سونپ دیا ہے۔"

"برا تو نہیں ہے اور پھر نہ تم سڑکوں پر کھدائی کرنے کے لئے ہو' نہ ٹیکسی ڈرائیور بننے کے لئے تمہاری صلاحیتیں تمہیں بہت اونچا مقام دینے کے لئے بے چین ہیں' ہاں اگر تم مجھ سے تعاون کرو تو۔"

"سر آپ نے مجھے ملازم رکھا ہے میرے لئے تنخواہ مقرر کی ہے میں آپ کی ہر ہدایت پر عمل کروں گا۔"

"تو بس یہ سمجھ لو آج تمہیں یہاں لانے کا مقصد تمہاری تربیت کا آغاز ہے!" اور میں نے اس بات پر گردن ہلادی۔ دادا جان کی تربیت بڑی شاندار تھی مجھے بہت سے جسمانی عمل بھی آتے جارہے تھے اور دادا جان نہ جانے کیا کیا سکھا رہے تھے مجھے' ویسے آدمی بہت شاندار تھے اور مجھے خود بھی یہ احساس ہو رہا تھا کہ جس مقصد کے لئے وہ مجھے تیار کر رہے ہیں وہ خود میری زندگی کے لئے انتہائی دلچسپ ثابت ہو سکتا ہے کافی عرصہ ہوگیا تو میرے ذہن میں یہ تصور پیدا ہوا تھا کہ کم از کم ماں اور بہنوں کی خبر تو لے لی جائے اس کا تذکرہ میں نے حسن فیروز سے کیا تو وہ بولا۔

"میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

"بستی دو آبہ اس قابل نہیں ہے کہ تم وہاں چلو۔"

"کیا فضول باتیں کرتے ہو' کیا تم وہاں نہیں رہے؟" اس نے کہا۔

"کیوں نہیں' میں نے تو وہیں ہوش سنبھالا ہے۔"

"جب تم جیسا باہوش آدمی وہاں رہ سکتا ہے تو میں تو تم سے بہت پیچھے کی چیز ہوں' ہاں مجھے بس ایک بات سے خوف محسوس ہوتا ہے۔"

"کیا؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"وہاں تمہاری کسی سے دشمنی تو نہیں ہے۔"

"دشمنی۔"

"ہاں' پہاڑی آبادی میں دشمنی کے بڑے تذکرے چلتے ہیں ہر ایک کی کسی نہ کسی سے دشمنی ضرور ہوتی ہے دشمنی کے بغیر لوگوں کو رہنے کا اور جینے کا مزا ہی نہیں آتا ہے۔"

"خدا کا شکر ہے کہ میری کسی سے دشمنی نہیں ہے۔"

"تب تو پھر میں تمہارے ساتھ ضرور چلوں گا ورنہ دشمنوں سے مجھے بڑا خوف محسوس ہوتا ہے ان پہاڑی علاقوں کے بارے میں' میں نے بہت سی کہانیاں سنی ہیں۔"

اصل میں تو میں یہ چاہتا ہوں کہ جب اپنی بستی میں داخل ہوں تو لوگ کسی بہت بڑی حیرت کا شکار نہ ہوں۔ اسی لئے تمہیں منع کر رہا ہوں۔"

"مطلب۔"

"مطلب یہ کہ جس شکل میں بستی سے باہر نکلا تھا اسی شکل میں بستی میں واپس جاؤں گا۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے' میں بھی تمہارے ساتھ اسی ماحول' اسی رنگ میں تمہاری بستی چلوں گا۔"

"سوچ لو چل سکو گے یا نہیں۔"

"یار اگر نہیں لے جانا چاہتے اپنے گھر تو وہ الگ بات ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں' دادا جان سے اجازت لے لینی چاہئے۔" اور پھر کرنل ہمایوں نے مجھے کچھ دن کے لئے بخوشی اجازت دے دی تھی انہوں نے کہا تھا۔

"تم واپس آؤ' میں تمہاری تربیت تیزی سے کرنا چاہتا ہوں اور اس کے بعد میرے پاس کئی ایسے مشن ہیں جو ادھورے پڑے ہوئے ہیں ان کی تکمیل کرنی ہے تمہیں۔"

"جی سر' میں صرف چند روز کے لئے اجازت چاہتا ہوں۔"

"ہو سکے تو اپنی ماں اور بہنوں کو بھی وہاں سے لے آؤ کوئی ایسی بات نہیں ہے تم دیکھ چکے ہو انیکسی میں کافی گنجائش ہے اور پھر وہ یہاں آجائیں گی تو مجھے بھی آسانی ہو جائے گی کیونکہ کوٹھی والے مجھے زیادہ گھاس نہیں ڈالتے اور ویسے بھی میں نے گھاس کھانا چھوڑ دی ہے' مجھے گھاس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

میں اور حسن فیروز کار میں ہی چلے تھے لیکن ہم لوگوں نے ایک راستہ طے کرلیا تھا' میں نے حسن فیروز کو اپنی جغرافیائی کیفیت کے بارے میں بتایا تھا تو حسن فیروز نے کہا تھا کہ راستے میں کہیں کار پوشیدہ کردیں گے اور پھر اسی لباس میں دونوں چلیں گے جس لباس میں بقول تمہارے وہاں کے لوگ رہتے ہیں میں ہنسنے لگا اور ہم دونوں نے اپنے لئے ایسے لباس خرید لئے جو ہمیں مزدور ظاہر کریں پھر حسن نے کہا۔

"مجھے بھی تم اپنی بستی یا کسی اور پہاڑی آبادی کا ہی باشندہ ظاہر کرنا۔"

"مگر تمہیں پہاڑی زبان نہیں آتی۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تمہاری بستی میں اردو زبان تو بولی جاتی ہے نا؟"

"اردو ہی بولی جاتی ہے' باقی اگر کبھی ضرورت پیش آتی ہے تو ہم لوگ پہاڑی زبان میں بات کرتے ہیں۔"

تو بات ختم ہوگئی' پھر مطلوبہ جگہ ہم نے کار چھپائی تھی اور اس کے بعد وہاں سے پیدل چل پڑے تھے بعد کے واقعات جو پیش آئے ان کا تذکرہ پہلے ہوچکا ہے بہرحال بستی پہنچنے کے بعد کئی نئی باتوں کا انکشاف ہوا تھا اور شہر روانہ ہوتے ہوئے جب حسن فیروز ڈرائیونگ کر رہا تھا تو میرے ذہن میں بہت سے ایسے خیالات جنم لے رہے تھے جن کے بارے میں صحیح طور پر کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا تھا' حاجی سراج والا معاملہ بھی دماغ میں تھا اور ماں کی تشویش بھی' ویسے اندازہ یہ ہوگیا تھا کہ ماں کبھی نور اور شیرانہ کو لے کر شہر نہیں آئے گی' کچھ روایتیں ہوتی ہیں انسانوں کی اور بہرحال ماں کی زندگی میں' میں اسے مجبور نہیں کرسکتا تھا کہ ان روایتوں کو توڑ دے۔

ہم کوٹھی واپس آگئے کرنل ہمایوں نے مجھ سے میری ماں اور بہنوں کے بارے میں سوالات کئے تو میں نے انہیں ساری تفصیل بتا دی تھی' تب انہوں نے کہا۔

"ٹھیک ہے' روایتی قسم کے لوگ' روایتوں کو نہیں توڑتے اور بہرحال اس سلسلے میں کم از کم یہ لوگ مستقل مزاج ہوتے ہیں' تم بھی جہاں تک میرا خیال ہے اپنی ماں کو اس کے لئے مجبور نہیں کرپاؤ گے کہ وہ اپنی بستی چھوڑ دے لیکن بہرحال تم ان کی پوری پوری خبر گیری کرتے رہو اور خبردار انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے یہ میری خاص ہدایت ہے تمہیں۔"

"جی سر۔" میں نے مہذب لہجے میں کہا کوٹھی والوں کا رویہ واقعی بہت اجنبی اجنبی تھا' دادا جان تک کو نظرانداز کر رکھا تھا انہوں نے' ہاں بس کبھی کبھی کرنل جہانگیر جب مناسب سمجھتے تو دادا جان سے ملاقات کرلیا کرتے تھے' میرے یہاں آنے کے بعد پہلی بار میرے سامنے ان کی ملاقات ہوئی تھی کرنل جہانگیر خود یہاں آئے تھے اور اتفاق کی بات یہ کہ سب سے پہلے میں ہی سامنے آیا تھا' پہلی بار میرا اور ان کا سامنا ہوا تھا جب کہ میں انہیں دور سے کئی بار دیکھ چکا تھا' وہ چونک کر ٹھٹک گئے' رخسار کھجاتے رہے پھر آہستہ سے بولے۔

"حسن تو نہیں ہو تم؟"

"نہیں سر' میرا نام گل مراد ہے۔"

"یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"نوکری۔" میں نے جواب دیا۔

"حسن کہاں ہے؟"

"پتا نہیں سر۔" پھر اتنی دیر میں دادا جان آگئے تھے اور کرنل صاحب انہیں سلام کرکے ان کے ساتھ اندر چلے گئے تھے اس سے زیادہ انہوں نے میرے بارے میں اور کچھ نہیں پوچھا تھا۔ ویسے شخصیت واقعی شاندار تھی۔ میں نے انہیں قریب سے پہلی بار دیکھا تھا لیکن ان کے سوال نے مجھے حیرت زدہ کردیا تھا۔ انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ میں حسن تو نہیں ہوں۔ کیا باپ' بیٹے کے درمیان اتنی خلیج حائل ہوگئی ہے کہ باپ کسی اجنبی شکل کو دیکھ کر سوچتا ہے کہ وہ اس کا بیٹا تو نہیں ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس سے زیادہ افسوس ناک بات اور کوئی نہیں ہوسکتی یہ بھی شکر تھا کہ حسن بیٹا اس وقت یہاں موجود نہیں تھا۔

کرنل جہانگیر بہت دیر تک کرنل ہمایوں کے پاس رہا میرے دل میں کئی بار خیال آیا کہ ان کے درمیان ہونے والی گفتگو سنوں لیکن یہ ہر طرح غلط تھا غیر اخلاقی بھی اور میرے لئے خطرناک بھی۔ بہت دیر کے بعد کرنل جہانگیر اندرونی کمرے سے نمودار ہوا اور میری طرف توجہ دیئے بغیر آگے بڑھ گیا۔ بہرحال میں مؤدب کھڑا رہا یوں لگا جیسے کرنل نے مجھے دیکھا ہی نہ ہو لیکن دو قدم کے قریب پہنچ کر وہ رکا پلٹ کر مجھے دیکھا اور پھر قریب آنے کا اشارہ کیا تو میں جلدی سے آگے بڑھ گیا۔

"کون ہو؟" اس نے پوچھا۔

"گل مراد۔"

"فوج میں ہو؟"

"نہیں۔"

"کیوں؟" کرنل جہانگیر نے پوچھا۔

"موقع نہیں ملا۔" میں نے جواب دیا۔

کرنل جہانگیر ایک جھٹکے سے واپس گھوما اور تیز قدموں سے باہر نکل گیا۔ میرے لئے سر کھجانے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ بہرحال مجھے ایک مقام حاصل ہوا تھا۔ دادا جان یعنی کرنل ہمایوں بے مثال شخصیت کے مالک تھے اور آہستہ آہستہ ان کے راز مجھ پر کھلتے جا رہے تھے۔ ابھی یہ تو ممکن نہیں تھا کہ میں ساری تفصیلات جان لیتا لیکن اپنی خداداد ذہانت سے کام لے کر مجھے جو تھوڑی بہت معلومات حاصل ہوئی تھیں وہ یہ تھیں

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

کہ ایک ریٹائرڈ فوجی کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ شاید ریٹائرڈ ہونے کے بعد کرنل ہمایوں نے اس حیثیت سے بھی بہت سے ملکی اور غیر ملکی معاملات اپنے سر لے رکھے تھے اب چونکہ میری رسائی کرنل کی خفیہ ورکشاپ تک ہوگئی تھی تو آہستہ آہستہ مجھ پر یہ انکشافات ہوتے جا رہے تھے کہ یہ ورکشاپ واقعی انتہائی غیر معمولی نوعیت کی حامل ہے یہاں جو کچھ ہے وہ آسانی سے نہیں سمجھا جاسکتا۔

کرنل کے پاس برقی مشینیں تھیں' ٹیلی پرنٹر تھے' کمپیوٹر تھے' جن پر پیغامات موصول ہوتے رہتے تھے' یہ پیغامات عموماً کرنل ہی موصول کیا کرتا تھا اور اس کے لئے اس نے خفیہ فائلیں بنا رکھی تھیں اور یہ خفیہ فائلیں ایسی تجوریوں میں رکھی جاتی تھیں جو الیکٹرک تھیں اور جنہیں کھولنا آسان بات نہیں تھی یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کرنل کے رابطے دنیا کے بہت سے ملکوں سے ہوں' جہاں تک کرنل کی شخصیت کا تعلق تھا تو پہلی بات تو یہ کہ کوئی فوجی کبھی وطن کا غدار نہیں ہوتا۔ دوسری بات خود کرنل کی اپنی شخصیت جس میں شرافت کے ایسے ایسے پہلو نمایاں تھے کہ انسان کو اس کی ذات پر اعتماد ہوجائے۔ چنانچہ اس خدشے کو تو ذہن میں لانا ہی حماقت تھی کہ کرنل کوئی اینٹی اسٹیٹ شخصیت ہوسکتی ہے' وہ یقینی طور پر ملکی مفاد کے لئے تو کام کرسکتا ہے لیکن ملک کے خلاف کچھ نہیں اور میری اس بات کی تصدیق بھی آہستہ آہستہ ہوتی جارہی تھی۔

اب کرنل کے اور میرے درمیان تمام موضوعات پر خاصی گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ کرنل نے مجھے اپنے معاملات میں الجھا لیا تھا اور آہستہ آہستہ مجھے سمجھا رہا تھا کہ اس کی شخصیت کیا ہے' جو پہلو میری نگاہوں کے سامنے آئے تھے' وہ یوں تھے کہ کرنل فوج میں ایک ڈاکٹر ہونے کے علاوہ ملٹری انٹیلی جنس کے لئے بھی بے شمار کارنامے سرانجام دے چکا تھا اور فوجی معاملات میں بھی اس سے کبھی کبھی مشورے لئے جاتے تھے' دو تین بار میں کرنل کے ڈرائیور کی حیثیت سے یا باڈی گارڈ کی حیثیت سے فوجی چھاؤنیوں میں اس کے ساتھ گیا تھا ایسے موقع پر مجھے باقاعدہ وردی پہننا ہوتی تھی' اس دوران میرا واسطہ حسن فیروز سے کٹا نہیں تھا بلکہ حسن فیروز زیادہ تر کوٹھی میں ہی رہا کرتا تھا۔ کبھی کبھی میرے ساتھ ہوتا اور کبھی کبھی خود تنہا باہر نکل جاتا لیکن واپس کوٹھی ہی آجاتا اس بات کو بھی کرنل ہمایوں نے بڑا خوش آئند تصور کیا تھا اور کئی بار دلسوزی سے مجھ سے کہا تھا۔

"میں اسے جانتا ہوں' اچھی طرح جانتا ہوں' اتنا اچھا نوجوان ہے وہ کہ شاید بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں لیکن بس جہانگیر نے جس عورت کا انتخاب کیا وہ مناسب نہ نکلی اور

پھر اس نے بھی بیٹے کی جانب سے آنکھیں بند کرلیں۔"

"معافی چاہتا ہوں کرنل صاحب' آپ نے اپنے بیٹے کو سمجھایا نہیں۔"

"سمجھایا' لیکن بڑی دلچسپ بات ہے کہ وہ ننھا سا بچہ جو ماں باپ کے سینے پر اپنی ننھی ننھی ٹانگیں مار کر جوان ہوتا ہے' جب اپنی ٹانگوں کو مضبوط پاتا ہے تو ماں باپ کے سینے کو بھول جاتا ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ ان ٹانگوں کو مضبوطی سے کھڑا کرنے میں ماں اور باپ کا کتنا ہاتھ ہے بلکہ وہ اس انداز میں ماں باپ کو دیکھتا ہے جیسے کہہ رہا ہو کہ کسی مضبوط توانا شخص پر آپ کو جتنا حق حاصل ہوسکتا ہے اس حق سے تجاوز کرنے کی کوشش مت کیجئے گا کیونکہ وہی آپ کا مرکز ہے' تو میں نے جب بھی اسے سمجھانے کی کوشش کی اس نے ایسی نگاہوں سے مجھے دیکھا جن میں ایک دیوار چنی ہوئی نظر آرہی تھی' آئی ایم سوری مائی سن' بس اس سے زیادہ مجھے جذباتی کرنے کی کوشش مت کرو' میں غم زدہ ہوجاؤں گا۔" میں خاموش ہوگیا' کرنل ہمایوں کے انداز میں بڑے جذبات جھلک رہے تھے پھر اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اور تم نے جس طرح میرے بچے کو سہارا دیا ہے میں اس کے لئے الگ سے تمہارا شکرگزار ہوں' اسے آہستہ آہستہ عقل و ہوش کی منزل میں لاؤ اس سے کہو کہ کسی ایک شخص کی بے التفاتی پوری زندگی پر مسلط نہیں ہونی چاہئے' زندگی اپنی ہوتی ہے متعلقین تو جب تک ساتھ دیتے ہیں' دیتے ہیں اس کے بعد کسی نہ کسی شکل میں ان کا ساتھ چھٹ جاتا ہے' جب ایک ننھا سا بچہ باپ کی پذیرائی حاصل نہیں کرسکتا تو اسے بھی یہی چاہئے کہ اپنی زندگی کے بارے میں سوچے۔"

غرض یہ کہ زندگی بڑی دلچسپی سے گزر رہی تھی اور اس دن بھی بادلوں کی چھاؤں میں' میں باہر نکل آیا تھا' حسن فیروز حسب معمول آوارہ گردی کے لئے باہر نکل گیا تھا اور کرنل ہمایوں مجھے اطلاع دئے بغیر ورکشاپ میں چلے گئے تھے۔ یہ ایسے لمحات کی بات ہوتی تھی جب وہ خصوصی طور سے پیغامات وصول کیا کرتے تھے اور میری ضرورت انہیں نہیں ہوا کرتی تھی سو میں ٹہلتا ہوا باہر نکل آیا۔

پورچ میں وہ شاندار لینڈ کروزر موجود نہیں تھی جس میں بیگم صاحبہ آتی جاتی تھیں اس کا مطلب تھا کہ بیگم صاحبہ اور بچیاں کہیں گئی ہوئی تھیں میں اطمینان سے لان پر آگے بڑھتا رہا' موسم کی خوش رنگی ذہن پر اثر انداز ہورہی تھی اور میں نہ جانے کیا کیا سوچ رہا تھا کہ دفعتاً پتھر کا ایک ٹکڑا میری پشت سے آکر لگا اور میں چونک کر رک گیا۔

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

میں نے حیرانی سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ پھر کوٹھی کی کھڑکیوں کی جانب' سب کچھ بند تھا اور پھر بیگم صاحبہ تو موجود تھی ہی نہیں پتا نہیں پتھر کا یہ ٹکڑا کدھر سے آیا میں احمقوں کی طرح گردن گھما گھما کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا تھا کہ ایک بار پھر اتنا ہی بڑا پتھر کا ٹکڑا آکر میری پشت سے لگا اور اس بار مجھے اس کی سمت کا اندازہ ہوگیا' درختوں کا ایک حصہ ایسا بھی تھا جو گول دائرے کی شکل میں تھا اور اس سے پار نہیں دیکھا جاسکتا تھا جب کہ اس کے درمیان صاف و شفاف جگہ تھی اور یقینی طور پر پتھر کا یہ ٹکڑا اس طرف سے آیا تھا۔ کسی نے پھینکا ہو' مقصد کچھ بھی ہو لیکن اپنے تجسّس کو باز تو نہیں رکھا جاسکتا تھا۔

میرے قدم تیزی سے اس جانب اٹھ گئے اور میں درختوں کے درمیان پہنچ گیا لیکن وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ میں نے درختوں کی بلندیوں پر بھی نگاہیں دوڑائیں کہ ہوسکتا ہے کوئی کسی درخت پر چڑھا ہوا ہو لیکن ایسا بھی نہیں تھا' میں ایک ایک قدم پیچھے ہٹ رہا تھا کہ اچانک میری ٹانگوں میں کوئی چیز الجھی اور پوری قوت سے گھوم گئی' عمومی طور پر جب انسان بے خیالی کے عالم میں کھڑا ہوتا ہے تو زمین پر پیروں کا جماؤ اتنا طاقت ور نہیں ہوتا کہ وہ مضبوطی سے اپنی جگہ قائم رہے اور کبھی کبھی کوئی چھوٹی سی کوشش بھی اسے گرا دیتی ہے اس وقت بھی ایسا ہی ہوا تھا لیکن اللہ کا شکر ہی ادا کرسکتا ہوں کہ بدن کا وزن ہی اتنا تھا کہ جن پیروں نے میرے پیروں میں الجھ کر یعنی مارشل آرٹس کی اصطلاح' میرے پیروں میں سوئپ لگائی تھی وہ اتنے طاقتور نہیں تھے کہ مجھے زمین سے اکھاڑ سکتے بلکہ اس کوشش میں خود ان پیروں میں ہی تکلیف ہوئی ہوگی اور یہ بھی جھلاہٹ ہی کا عمل تھا کہ جب سوئپ لگا کر مجھے گرانے کی کوشش ناکام ہوئی تو اچانک ہی پاؤں سمیٹ کر میری پنڈلیوں پر بھرپور ٹھوکر ماری گئی۔ ضرب تو خیر لگی لیکن اس کے علاوہ اور کوئی کامیابی حملہ آور کو حاصل نہیں ہوسکی اور اس کی آواز سنائی دی۔

"خدا غارت کرے انسان ہے یا ہاتھی۔" آواز ایک دم سماعت کو شناسا لگی اور نگاہوں نے تصدیق کردی۔

مس یاسمین ہی تھیں جنہوں نے پلٹ کر کروٹ بدلی اور پھرتی سے اپنی جگہ سے کھڑی ہوگئیں۔

"تمہیں خدا غارت کرے گا۔"

"یقیناً یقیناً۔ اس کے علاوہ بھلا کس کی مجال ہے۔" میں نے کہا اور وہ پاؤں پٹختی ہوئی کنج سے باہر چلی گئی۔

لیکن اب میں واقعی حیران رہ گیا تھا پہلی بات تو یہ تھی کہ میں تو سمجھا تھا کہ تمام گھر والے کہیں گئے ہوئے ہیں لیکن مس یاسمین یہاں موجود تھیں اور مجھ پر گھات لگائے ہوئے تھیں لیکن کیوں' وجہ سمجھ میں نہیں آئی' عجیب وغریب شخصیت تھی آخر یہ لڑکی مجھ سے کیوں الجھ رہی ہے ویسے جس گھر سے اس کا تعلق تھا اس گھر سے میرا بھی تعلق تھا اس کے بعد اس بات کی قطعی گنجائش نہیں تھی کہ میں اس لڑکی کے احترام میں کوئی کمی کروں یا اس سے فلرٹ کرنے کی کوشش کروں۔ ناممکن تھا چنانچہ میں نے اسے مخاطب نہیں کیا۔ دل میں یہ فیصلہ بھی کرلیا تھا میں نے کہ کرنل ہمایوں یا حسن فیروز تک سے اس کا کوئی تذکرہ نہیں کروں گا۔ کبھی کبھی باتوں کو ہضم کرجانا بھی بڑا فائدہ مند ہوتا ہے چنانچہ بالکل ہی خاموشی اختیار کرلی۔ مزید کچھ دن گزر گئے معمولات میں کوئی نیا پن نہیں تھا۔

پھر ایک دن میں نے یاسمین کو کرنل ہمایوں کے پاس دیکھا ایک ملازم کے ساتھ چلی آرہی تھی ملازم کچھ برتن اٹھائے ہوئے تھا یاسمین میرے سامنے سے گزر کر کرنل ہمایوں کے کمرے میں پہنچ گئی' ملازم بھی اس کے پیچھے پیچھے اندر گیا تھا اب اس قدر شریف بھی نہیں تھا کہ اس اجنبی بات کو نظرانداز کر دیتا کم از کم میرے سامنے یاسمین پہلی بار کرنل ہمایوں کے پاس آئی تھی اور ساتھ میں یہ برتن بھی تھے۔

میں پھرتی سے ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں سے اس کمرے کا بھرپور جائزہ لے سکوں جس میں کرنل ہمایوں اس وقت موجود تھا۔ میں وہاں کی آوازیں بھی سن سکتا تھا۔ کرنل ہمایوں نے یاسمین کو دیکھا اور پھر ملازم کو۔ پھر بولا۔

"واہ' یہ خوشبو بتا رہی ہے کہ بھینس کے پائے ہم تک پہنچے ہیں۔"

"آپ بھی باکمال انسان ہیں دادا جان۔"

"غلط تو نہیں سوچا ہم نے۔"

"نہیں اور آپ یہ سمجھ لیجئے کہ ابھی تک کسی نے ایک نوالہ بھی نہیں چکھا سوائے میرے اور جیسے ہی رمضان نے دیگچہ کھولا اور مجھے خوشبو محسوس ہوئی تو میں نے کہا۔ "لعنت ہے اس پر جو دادا جان کے بغیر یہ پائے کھائے۔ چنانچہ آپ رمضان سے پوچھ لیجئے سیدھے برتن میں نکلوا کر آپ کے پاس آرہی ہوں۔"

"تو اس میں رمضان سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے کیا ہمیں اپنی بیٹی پر اعتبار نہیں ہے۔" کرنل ہمایوں نے کہا۔

"جی دادا جان شکریہ۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"لیکن اگر تم یہی دعویٰ کر رہی ہو تو ذرا اپنے اس دعوے کی تصدیق کرو۔"

"کیا؟" یاسمین نے سوال کیا۔

"اگر گرم گرم اور خمیری روٹیاں ساتھ نہیں ہیں تو سمجھ لو کہ تمہارا سارا پیار جھوٹا۔"

"روٹیاں موجود ہیں جناب دادا جان۔" یاسمین نے کہا اور رمضان نے دسترخوان کھول کر سامنے رکھ دیا۔

"ویری گڈ' ویری گڈ' امتحان میں پاس مانگ بچہ کیا مانگتا ہے۔" دادا جان نے مستانہ پن سے کہا۔

"پندرہ ہزار روپے اور بازار جانے کے لئے ڈرائیور کا انتظام۔" یاسمین نے کہا۔

"ایں۔ ابے تو کیوں کھڑا منہ دیکھ رہا ہے چل بھاگ جا یہاں سے۔" دادا جان نے رمضان کی طرف اشارہ کرکے کہا اور رمضان مسکرا کر وہاں سے چلا گیا۔

"ذرا مشکل مسئلہ ہوگیا' بھینس کے پائے پندرہ ہزار روپے میں۔"

"دادا جان مجھے شاپنگ کرنی ہے' امی کبھی کبھی اتنی کنجوسی کرتی ہیں کہ آپ سمجھ لیجئے کہ میرا دل ٹوٹ جاتا ہے میں کچھ ایسے سوٹ خریدنا چاہتی ہوں جو مجھے بے حد پسند ہیں ابو بھی کتنے دن سے آپ کو پتا ہے کہ گھر واپس نہیں آئے' مجھے اپنی ایک دوست کی پارٹی میں شرکت کرنا ہے بس آپ مجھے پندرہ ہزار روپے دے دیجئے۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے پائے مہنگے پڑ گئے۔"

"دادا جان آپ کا کیا خیال ہے' کیا یہ پائے میں اس لئے لائی ہوں۔ وہ تو آپ نے خود پوچھ لیا۔"

"ہاں خیر' چلو ٹھیک ہے تم سے زیادہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔"

"ایک بات اور دادا جان۔"

"ہاں بولو۔"

"وہ یامین کو ممی نہیں جانے دیں گی اور پوچھیں گی کہ کہاں لے جارہی ہو اسے۔ آپ پلیز مجھے اپنی گاڑی دے دیجئے۔"

"گاڑی تو دے دوں گا' مگر ڈرائیونگ کی اجازت نہیں دوں گا تمہیں کیونکہ وہ بات ذرا غلط ہوجاتی ہے۔"

"تو آپ اپنے ڈرائیور کو میرے ساتھ بھیج دیجئے۔"

"میرا ڈرائیور؟"

"ہاں وہ جو ہے لمبا سا۔"

"لمبا سا؟"

"ہاں' میں بہت بار اسے گاڑی ڈرائیو کرکے باہر لے جاتے ہوئے دیکھ چکی ہوں۔"

"اوہو مراد گل۔"

"اب مجھے یہ نہیں معلوم کہ وہ مراد ہے یا نامراد۔"

"نہیں بیٹا ایسا نہ کہو' ٹھیک ہے مراد گل کو آواز دیتا ہوں' وہ تمہیں لے جائے گا۔"

"دادا جان جلدی..... دیر ہوگئی تو کہیں ممی کوئی گڑبڑ نہ کر ڈالیں۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے بھئی پیسے تو نکال دوں تمہیں۔ اچھا تو تم تیار ہو کر آئی ہو۔"

کرنل ہمایوں نے پہلی بار اسے اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے کہا اور یاسمین مسکرانے لگی۔ لیکن میں سر کھجا رہا تھا کیا واقعی میں اسے لے کر یہاں سے جاؤں گا۔ نہیں مسٹر مراد گل یہ صورت حال ذرا خطرناک ہے' اس لڑکی سے زیادہ پینگیں بڑھانے کا مقصد ہے کہ کوئی گڑبڑ شروع ہوجائے اور گڑبڑ تو کسی طرح مناسب ہی نہیں ہے' پہلی بات تو یہ کہ ایک غیور پٹھان کسی طرح برداشت نہیں کرسکتا کہ جس تھالی میں کھائے اس میں چھید کرے۔ اس گھر میں کوئی بھی ایسی غیر اخلاقی حرکت نہیں ہونی چاہئے جو کسی کی دل آزاری کا باعث ہو' بہرحال حسن فیروز میرا دوست ہے اور یہ اس کی بہنیں ہیں سوتیلی ہیں تو کیا ہوا اس کے باپ کی اولاد تو ہیں اس کی غیرت تو ہیں۔ میں انہیں بہنوں کا درجہ تو دے سکتا تھا لیکن اس سے زیادہ کچھ سوچنا میرے لئے ممکن نہیں تھا۔

لیکن بات مجھ پر منحصر تو نہیں تھی' میں وہاں سے ہٹ آیا اور پھر کرنل ہمایوں نے مجھے طلب کرلیا۔

"مراد گل۔"

"یس سر۔"

"تھوڑی سی تکلیف دوں گا تمہیں ذرا میری بیٹی کو لے جاؤ' تعاون کرنا اس سے اس نے کچھ شاپنگ کرنی ہے پلیز۔"

میں نے خاموشی سے گردن ہلادی اور اس کے بعد باہر نکل گیا' تھوڑی دیر کے بعد وہ اندر سے برآمد ہوئی میں نے پچھلا دروازہ کھول دیا تھا' وہ مجھے گھورتی ہوئی اندر بیٹھ گئی اور میں نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر گاڑی اسٹارٹ کردی میں کوٹھی سے باہر نکل آیا

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

تھا۔ تب میں نے کہا۔

"میڈم براہ کرم مجھے راستہ بتاتی جایئے' میں زیادہ راستوں کے بارے میں نہیں جانتا اور پھر مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ آپ کون سے بازار میں جانا پسند کریں گی۔"

"چلتے رہو۔" وہ نرم لہجے میں بولی۔

"سڑک سیدھی تھی اور چلتے رہو کا مقصد یہ تھا کہ گاڑی جس راستے پر جا رہی ہے وہ درست ہے چنانچہ میں گاڑی دوڑاتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

"گونگے تو نہیں ہو۔"

"جی نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"پھر بولتے کیوں نہیں۔"

"آپ جو سوال کر رہی ہیں' میں اس کا جواب دے رہا ہوں۔"

"میں سوال کر رہی ہوں تو جواب دو۔" اس نے برجستہ کہا اور بولی۔

"کہاں کے رہنے والے ہو؟"

"پہاڑی آدمی ہوں۔"

"انسان ہو یا جانور۔"

"لوگ کہتے ہیں کہ انسان ہوں؟"

"مارشل آرٹس کی تعلیم کہاں سے حاصل کی؟"

"مارشل کی ایسی تیسی' میں نے کسی مارشل آرٹ کی تعلیم حاصل نہیں کی۔"

"بکواس کرتے ہو۔"

"آپ جو کچھ بھی سمجھ لیں۔"

"ہوں' گویا مجھ سے فرار حاصل کرنا چاہتے ہو تم مارشل آرٹس کے بہت بڑے ماہر معلوم ہوتے ہو۔ دادا جان نے تمہیں کس طرح ملازم رکھا کیا یہ بات بتانا پسند کرو گے۔"

"نہیں۔"

"مگر میں تمہارے مالک کی پوتی ہوں۔"

"جی ہاں میں جانتا ہوں۔"

"میری بات کا جواب دینا تمہارا فرض ہے۔"

"بے شک ہے لیکن بعض باتوں کا جواب دینا فرض نہیں ہوتا۔"

"تم کسی خاص مقصد کے تحت دادا جان تک پہنچے ہو' کسی کی جاسوسی کرنے کے لئے

یا دادا جان کو لوٹنے کے لئے کیونکہ وہ بہت دولت مند آدمی ہیں۔"

"ہو سکتا ہے ایسا ہو۔"

"میں تمہیں گولی مار دوں گی۔"

"یہ بات آپ پہلے بھی کہہ چکی ہیں۔"

"ہوں' گویا تم میرے ہر چیلنج کو قبول کر رہے ہو۔"

"آپ نے ابھی تک مجھے کوئی چیلنج کیا نہیں ہے۔"

"تو پھر چیلنج کرتی ہوں تمہیں۔"

"کیجئے۔"

"کل گھر میں کوئی نہیں ہو گا اسی جگہ جہاں میں نے تمہیں سوئپ لگائی تھی' مجھ سے مارشل آرٹ کا مقابلہ کرو۔"

"نہیں میں خواتین سے نہیں لڑتا۔"

"میں خواتین نہیں ہوں۔"

"خاتون تو ہیں۔"

"نہیں ہوں' تین بار کچے انداز میں' میں نے تم پر حملہ کیا اور تم اپنی جسامت کی وجہ سے اسے بچا گئے لیکن یہ نہ سمجھنا کہ تم مارشل آرٹ کے بہت بڑے ماہر ہو' میں بلیک بیلٹ ہوں سمجھے' تمہاری ہڈی پسلی ایک کر دوں گی۔"

"مگر میرے پاس ازار بند کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے' میرا مطلب ہے کہ میں کوئی بیلٹ نہیں ہوں۔"

"مذاق فرمانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔"

"جی نہیں۔"

"خیر میں نے تمہیں بتا دیا ہے اور اگر تم کل شام ساڑھے پانچ بجے وہاں نہ پہنچے تو پھر دیکھنا تمہارا میں کیا حشر کرتی ہوں۔"

"جی۔" میں نے جواب دیا' عجب ٹیڑھی لڑکی تھی لیکن بہرحال مجھے اس کی باتوں میں لطف آ رہا تھا' مہارت خان نے مجھے جو داؤ پیچ سکھائے تھے' میں یہ تو نہیں جانتا تھا کہ مارشل آرٹس سے ان کا کیا تعلق ہے لیکن بہرحال وہ مارشل آرٹس کے نام سے مجھ تک نہیں پہنچے تھے اس لئے میں اسے مہارت خان آرٹ تو کہہ سکتا تھا' مارشل آرٹس نہیں' میں نے ایک بار پھر اس سے کہا۔

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"اب کس طرف جانا ہے میڈم؟" وہ بری طرح جھلا رہی تھی غالباً میرے انداز گفتگو نے اسے مزید مشتعل کر دیا تھا۔

"شہر کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے؟"

"میں نے کہا نا زیادہ دن نہیں ہوئے یہاں آئے ہوئے؟"

"کیا نام بتایا تھا تم نے اپنی بستی کا؟"

"دو آبہ۔" میں نے جواب دیا۔

"پہاڑی بستی ہے۔"

"جی ہاں۔"

"تم نے ڈرائیونگ کہاں سے سیکھی۔"

"بس یہاں شہر آکر۔"

"ڈرائیونگ سیکھ لی اور کہتے ہو شہر کے بارے میں نہیں جانتے' لائسنس ہے تمہارے پاس۔"

"جی ہاں۔"

"کہاں سے آیا؟"

"کرنل ہمایوں صاحب نے بنوایا ہے۔"

"دادا جان کے شوق بھی بس عجیب وغریب ہیں۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"آپ راستہ نہیں بتا رہی ہیں مجھے' باتیں کئے جا رہی ہیں۔"

"کہہ تو رہی ہوں چلتے رہو' چلتے رہو اور رفتار ذرا تیز کرو' ویسے تمہیں یہاں آئے ہوئے کتنا عرصہ ہو گیا۔"

"آپ کتنی بار یہ سوال کر چکی ہیں۔"

"میرا مطلب ہے دادا جان کی کوٹھی میں آئے ہوئے۔"

"زیادہ دن نہیں ہوئے۔"

"کیسے آئے؟"

"اخبار میں اشتہار پڑھ کر۔" میں نے کہا اور مجھے بے اختیار ہنسی آگئی۔

"کیا دادا جان نے ڈرائیور کے لئے اشتہار دیا تھا۔"

"اشتہار دیا تھا' کس کے لئے دیا تھا یہ وہی بہتر جانتے ہیں۔"

"تمہارے انداز گفتگو میں بھی سرکشی ہے' اس سے پہلے کہیں ملازمت کی ہے؟"

"نہیں۔"

"تبھی' ویسے خاصے بے ہودہ اور بدتمیز معلوم ہوتے ہو۔"

"گاڑی روک دوں۔" میں نے بھنائے ہوئے لہجے میں کہا اور وہ خاموش ہو گئی' پھر میں ایک دم چونک پڑا میں نے محسوس کیا تھا کہ ہم بہت دور نکل آئے ہیں اور واقعی ان علاقوں کے بارے میں مجھے کچھ بھی نہیں معلوم تھا' شہری آبادی پیچھے رہ گئی تھی اور جس سڑک پر میں اس وقت جا رہا تھا آگے جانے کے بعد وہ شاید ڈھلان میں اتر گئی تھی' میں نے رفتار سست کر دی اور پھر تھوڑا سا فاصلہ طے کرنے کے بعد اس سڑک کا اختتام آگیا' آگے یہ سڑک زیر تعمیر تھی۔

"یہ تو ٹوٹی ہوئی ہے میڈم اور بازار ہم لوگ بہت پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔" وہ ایک لمحے کے لئے سوچ میں ڈوب گئی' پھر اس نے کہا۔

"واپس موڑ لو۔"

"آپ کے علم میں نہیں تھا کہ سڑک ٹوٹی ہوئی ہے آگے؟" میں نے سوال کیا۔

"تم نے پھر سوال کیا مجھ سے' گاڑی واپس موڑ لو' بلکہ ایسا کرو تم اسٹیئرنگ سے ہٹو' ہٹو ذرا۔"

"دادا جان نے گاڑی آپ کو نہیں دی تھی' ڈرائیونگ میں کرتا ہوں۔"

"دیکھو مجھ سے بہت زیادہ الجھنے کی کوشش نہ کرو' چلو تم پچھلی سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔"

میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا' واقعی اس سے الجھنا مناسب نہیں تھا' کرنل ہمایوں کا معاملہ بالکل مختلف تھا لیکن اگر اس نے میری کرنل جہانگیر سے شکایت کر دی تو ہو سکتا ہے صورت حال بگڑ جائے اور ان دونوں کے درمیان کوئی بات پر ٹھن جائے چنانچہ میں نے خاموشی سے سوئچ آف کیا اور اسٹیئرنگ سائیڈ کا دروازہ کھول کر پیچھے کی طرف بڑھ گیا وہ آگے آکر اسٹیئرنگ پر بیٹھ گئی تھی میں ابھی گھوم کر پچھلی سیٹ تک پہنچا بھی نہیں کہ اس نے برق رفتاری سے کار ریورس گیئر میں ڈال کر چھوڑ دی اور مجھے اچھل کر ایک جانب ہٹنا پڑا' ورنہ کار کی زد میں آکر میں شدید زخمی ہو سکتا تھا۔ وہ ریورس میں گاڑی بہت دور تک لے گئی اور رفتار بھی خوب تیز رکھی پھر اس نے بریک دبا کر گاڑی کو موڑا اور اس کے بعد ہوا ہو گئی' میرا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا تھا میں نے چند ہی لمحوں میں گاڑی کو نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہوئے دیکھا اور پھر حیران نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا' اس نے مجھے زبردست چوٹ دی تھی' سڑک ٹوٹی ہوئی تھی یقینی طور اس جانب سے کسی گاڑی کے

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

آنے کا کوئی چانس نہیں تھا میں اس سے لفٹ لے کر واپس چلا جاؤں' اس نے جو کچھ بھی کیا تھا میرے لئے بڑا پریشان کن تھا۔ کیا کروں' کیا نہ کروں' کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا' دور دور تک نگاہیں دوڑائیں' پیدل واپسی کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا چنانچہ میں واپس چل پڑا' دماغ کو ٹھنڈا رکھنا ضروری تھا پتھر کوٹنے' سڑکوں کی مرمت کا کام کرنے' جوتے گانٹھنے یا اینٹیں اٹھانے سے ہزار درجے بہتر یہ نوکری تھی جو میرے لئے نہ جانے کیسی کیسی دلچسپیوں کا باعث تھی اور پھر تقدیر نے مجھے مہارت خان کے بعد ایک ایسا شخص عطا کردیا تھا جو مالی طور پر بھی میرے لئے منافع بخش تھا اور ذہنی طور پر بھی' میری تو شخصیت ہی بدل کر رکھ دی تھی اس نے۔ چنانچہ کم از کم اس کوٹھی میں کسی سے کوئی جھگڑا مول لینے کے بجائے دل و دماغ کو قابو میں رکھنا بے حد ضروری تھا' غصے کو پینا تھا' چنانچہ میں پیدل چلتا رہا' حالانکہ میں جانتا تھا کہ جن راستوں سے گزر کر آیا ہوں ان پر کسی سواری کے مل جانے کا کوئی امکان نہیں تھا' لیکن خوش قسمتی بھی کبھی کبھی انسان کا ساتھ دیتی ہے' میں تھوڑا ہی سا آگے بڑھا تھا کہ نیلے رنگ کی ایک اور کار مجھے آتی ہوئی نظر آئی اور تیزی سے میرے پاس سے گزر کر آگے بڑھ گئی' اس میں ایک لڑکی اور ایک نوجوان بیٹھا ہوا تھا' غالباً ان لوگوں کو بھی یہ بات معلوم نہیں تھی کہ آگے جاکر سڑک ٹوٹی ہوئی ہے' میں رک کر ان کی واپسی کا انتظار کرنے لگا اور میرا اندازہ درست نکلا' کار وہاں سے واپس پلٹی تھی' میں سڑک کے کنارے کھڑے ہوا ہاتھ ہلانے لگا' کار کی رفتار سست ہوگئی اور پھر میرے قریب آکر رک گئی خوبصورت نوجوان ڈرائیونگ کر رہا تھا اور اس کے برابر بیٹھی ہوئی لڑکی کسی قدر پریشان نظر آرہی تھی' نوجوان نے میرے قریب آکر کہا۔

"ہاں کیا بات ہے؟"

"معافی چاہتا ہوں جناب آپ کو تکلیف دی لیکن ایک دوست کے مذاق نے شدید مشکل میں ڈال دیا ہے' وہ مجھے یہاں لاکر چھوڑ کر چلا گیا ہے اور میں سخت پریشان ہوں اس علاقے میں سواری کا ملنا ناممکن ہے یہ آپ دیکھ رہے ہیں سڑک ٹوٹی ہوئی ہے اور ناواقف لوگ ہی ادھر آسکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے' ٹھیک ہے آپ جائیں گے کہاں؟" نوجوان نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بس کسی ایسی جگہ جہاں سے ٹیکسی میں بیٹھ کر چلا جاؤں۔"

"آیئے پیچھے تشریف رکھئے۔" اس نے دروازہ کھول دیا اور میں کار میں بیٹھ گیا' نوجوان نے گاڑی آگے بڑھا دی تھی اس کی رفتار بھی بے حد تیز تھی' نوجوان تیز رفتاری

سے کار چلاتا رہا' اس کے بعد اس نے خاموشی سے کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد کار ایک بھرے پرے بازار میں روک دی۔

"آپ کہیں تو کہیں اور....."

"نہیں بے حد شکریہ....." میں نے جواب دیا اور کار سے اتر گیا اور اس کے بعد تقدیر کے اتفاقات کا کیا تذکرہ کیا جائے کہ میں نے ایک بڑے سے ڈیپارٹمنٹل اسٹور کے سامنے دادا جان کی کار کھڑی ہوئی دیکھی' گویا اب محترمہ یاسمین صاحبہ وہ پندرہ ہزار حلال کر رہی ہیں' ایک لمحے تک سوچتا رہا اور اس کے بعد آہستہ آہستہ چلتا ہوا کار کے قریب پہنچ گیا' بڑے آدمی کی بیٹی جو کچھ کرسکتی تھی وہی اس خاتون نے کیا تھا' یعنی کار کی چابی اگنیشن میں لگی ہوئی تھی' دروازہ کھلا ہوا تھا' یہ لوگ اتنے ہی بے پروا ہوتے ہیں اور ایسی باتوں کی زیادہ فکر نہیں کرتے' میں نے دروازہ کھولا اور اسٹیئرنگ پر بیٹھ گیا۔ یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کوئی ایسی ویسی بات کی جائے بڑے آدمی بڑے ہی ہوتے ہیں۔ البتہ جب وہ بڑے آدمی کی بیٹی کچھ پیکٹ ایک اسٹور کے ملازم کے ہاتھوں میں سنبھالے ہوئے کار تک پہنچی تو اسٹیئرنگ پر مجھے بیٹھے دیکھ کر ایک دم ساکت رہ گئی' کچھ لمحوں کے لئے اس کا رنگ پیلا پڑ گیا تھا اسی وقت ساتھ آنے والے نے اسے مخاطب کیا۔

"یہ گاڑی ہے میڈم!"

"ایں' ہاں رکھ دو۔" اس نے پچھلا دروازہ کھول کر کہا اور ملازم نے سارے ڈبے اندر رکھ دیئے' اس نے اسے ٹپ دی اور ملازم چلا گیا' وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر مجھے دیکھ رہی تھی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"تت..... تم' تم یہاں کیسے پہنچ گئے؟"

"کرنل صاحب نے میری ڈیوٹی لگائی تھی میڈم اور میں ڈرائیور کی حیثیت سے آپ کو لے کر آیا ہوں' آپ نے تو خیر جو کچھ کیا لیکن میرے لئے یہ بات بڑی مشکل تھی کہ میں آپ کو چھوڑ دیتا' آخر کرنل صاحب کو بھی کوئی جواب دینا ہی تھا۔"

"خدا کے بندے تم انسان ہو یا بھوت؟"

"آپ نے مجھے خدا کا بندہ کہا ہے۔ بس خدا کا بندہ ہوں میں۔"

"میں کہتی ہوں تم یہاں تک پہنچ کیسے گئے؟"

"آپ نے غالباً عقب نما آئینے میں دیکھا نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"میں آپ کی گاڑی کے پیچھے دوڑتا ہوا چلا آرہا تھا۔"

"کیا؟" وہ حیرت سے منہ پھاڑ کر بولی۔

"بہت تیزی سے دوڑتا ہوں' کبھی اندازہ لگا کر دیکھ لیجئے۔"

"خضر خدا کی قسم میں حیرت سے مرجاؤں گی۔"

"نہیں حیرت سے موت واقع نہیں ہوگی۔"

"تم پیدل دوڑتے ہوئے آئے ہو۔"

"آپ کو پتا ہے کہ سڑک آگے جاکر بند تھی اور اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔"

"مگر اتنی جلدی' ارے مجھے کتنے منٹ ہوئے ہیں یہاں آئے ہوئے۔"

"مجبوری تھی میڈم۔"

"نہیں مان سکتی۔"

"کبھی دیکھ لیجئے گا میں آپ کو دوڑ کر دکھاؤں گا۔"

"بکواس مت کرو' جھوٹ بول رہے ہو تم؟"

"آپ جو دل چاہے کہہ سکتی ہیں' ظاہر ہے میں کرنل صاحب کا ملازم ہوں۔"

"دیکھو تم جو کچھ بھی ہو' مم میں' میں افوہ۔" اس نے جھلائے ہوئے انداز میں کار کا دروازہ کھولا اور بولی۔

"چلو' گھر چلو۔" اور میں نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا دی' راستے میں اس کا جائزہ لیتا رہا تھا میں' سخت پریشان نظر آرہی تھی اور مجھے گھورے جارہی تھی لیکن میں نے کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا اور کار کوٹھی میں داخل ہوگئی' پھر میں نے اسے پورچ میں روکا' اس نے ایک ملازم کو اشارہ کیا اور کہا کہ سامان کے پیکٹ اٹھا کر اندر پہنچا دے مجھ سے اس نے کچھ نہیں کہا تھا۔ جب ملازم نے یہ تمام پیکٹ نکال لئے تو میں نے کار اسٹارٹ کی اسے واپس موڑ کر انیکسی میں لے جاکر کھڑا کردیا لیکن اس سارے واقعہ کا میں نے کرنل ہمایوں سے کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا۔

حسن فیروز غائب تھا اس کی مصروفیات کے بارے میں مجھے علم تھا کہ کوئی خاص نہیں ہیں' بس طبیعت میں لاابالی پن تھا' اپنے لئے کوئی نہ کوئی مشغلہ تلاش کرلیا کرتا تھا اس رات بھی وہ واپس آگیا اور اس کے بعد رات کا کھانا ہم تینوں نے ساتھ ساتھ ہی کھایا تھا' کھانے کے بعد وہ میرے کمرے میں آگیا' کرنل ہمایوں اپنی مصروفیات میں لگ گئے

تھے' میرے کمرے میں میری مسہری پر لیٹنے کے بعد اس نے کہا۔

"ایک بات بتاؤ دوست ماں تو یاد نہیں آتی؟"

"نہیں۔ یاد تو خیر ذہن میں سے کبھی نہیں نکالی جاسکتی لیکن مرد کا کام یہی ہوتا ہے کہ تلاش رزق کے لئے نکل پڑے' یاد سے زیادہ اس کے ذہن پر وہ ذمہ داری سوار ہوتی ہے جو ماں اور بہن بھائیوں کے لئے ہوتی ہے' بس اتنی ہی یاد آتی ہے کہ وہ مجھے یاد کرتی ہوگی۔"

"دیکھو تمہارا جب دل چاہا کرے چلا کرو وہاں' خیر خان بھی تمہاری خیر چاہتا ہے' وہاں وہ حاجی سراج والی بات ذرا گڑبڑ تھی کیونکہ بہرحال میں نے قبیلوں کی دشمنیوں کے بارے میں سنا ہے۔"

"یار حاجی سراج نے تو بلاوجہ دشمنی نکال لی ہے ورنہ بات اتنی پرانی ہے اور غیر یقینی ہے کہ سمجھ میں ہی نہ آئے۔

ویسے ایک بات پوچھوں تم سے۔"

"ہاں ضرور۔" حسن فیروز نے جواب دیا۔

"حسن تم نے اپنی دوستی کی بنیاد پر یہاں تک پہنچایا لیکن تم سے زیادہ مجھے دادا جان کے پاس رہنا پڑے گا' تمہیں اس پر کوئی اعتراض تو نہیں۔"

"تمہیں ہے؟" حسن فیروز نے پوچھا۔

"نہیں' میں تم سے پوچھ رہا ہوں یہ بات۔"

"بات اصل میں یہ ہے کہ میرے پاس بہت سے پیسے فالتو پڑے ہوئے ہیں جو میرا حصہ ہیں' میں نہیں جانتا کہ مجھے ان کی ضرورت پیش آئے گی کہ نہیں ویسے میری فطرت جو بن چکی ہے اس کے تحت شاید میری زندگی سے سنجیدگی تو رخصت ہوچکی ہے لیکن دادا جان نے تمہیں اپنے کام کا آدمی سمجھ کر اپنے ساتھ شامل کیا ہے' میں تمہیں کام کا آدمی ہی دیکھنا چاہتا ہوں' اپنی صحبت میں تمہیں بگاڑنا نہیں چاہتا میں تو بگڑا ہوا انسان ہوں' بس میں نے اس لئے تمہیں دادا جان کے ساتھ چھوڑ دیا ہے لیکن یہ بات بھی ذہن میں رکھو کہ اگر تم دادا جان کے معاملات سے بور ہوئے تو اللہ کے فضل سے میرے پاس بہت کچھ ہے تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی' اصل میں میرا تو بچپن ہی بگڑ چکا ہے' میں خود بھی اپنے بارے میں سوچتا ہوں تو مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ اگر میں کوشش بھی کروں تو کام کا آدمی نہیں بن سکتا ایسی احمقانہ کوششوں سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا مجھے' سوائے اپنے اور

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

دوسروں کے وقت کی بربادی کے لیکن بہرحال تمہارا اپنا ایک مقام ہے اور تمہیں زندگی میں بہت آگے بڑھنا ہے اس لئے میں تمہارے راستے میں نہیں آتا' ہاں یہ ضرور ہوا ہے کہ تمہاری قربت نے میرا دل سنبھال لیا ہے' تمہاری محبت اور دوستی کو میں بڑا قیمتی سمجھتا ہوں' سمجھ رہے ہو نا' میری بات؟"

میں سنجیدگی سے اسے دیکھ رہا تھا کیا عجیب وغریب شخصیت تھی' کس قدر ایثار پسند تھا وہ' دنیا میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں' کمال کی بات تھی' پھر کافی دیر تک مجھ سے گفتگو کرنے کے بعد جب وہ آرام کرنے کے لئے چلا گیا تو میں نے دل میں سوچا کہ وہ تو میرے لئے ایثار کا پہاڑ بن چکا ہے کیا میں صرف اس پہاڑ پر بیٹھا ہوا پاؤں ہلاتا رہوں۔ میرے اوپر بھی تو کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں' کرنل جہانگیر نے اس کی ماں کی موت کے بعد اس سے اس کا بچپن چھین لیا اور اپنی خواہش' اپنی خوشی پوری کرنے کے لئے ایک ایسی عورت کو اس پر مسلط کردیا جو اس کے لئے ذہنی کرب کا باعث بنی' خود کرنل کی فطرت کا اندازہ مجھے اس بات سے ہوگیا تھا کہ مجھے دیکھ کر وہ حیرت سے کہہ رہا تھا' "تم حسن تو نہیں ہو۔" یعنی اپنے بیٹے کی شکل بھی اس کے لئے اس قدر اجنبی ہوگئی تھی' ایسا شخص اپنے فرائض کی بجا آوری کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھتا اور سوچتا' کرنل جہانگیر صرف اپنے فوجی فرائض سرانجام دے رہا تھا' گھر میں پتا نہیں بیوی اور بیٹیوں کے ساتھ اس کا سلوک کیا ہو' لیکن حسن کے ساتھ بہرطور یہ زیادتی تھی اور حسن اپنے آپ سے اس قدر مایوس تھا کہ کہتا تھا کہ "اس کی زندگی تو برباد ہوگئی لیکن وہ میری زندگی برباد نہیں کرنا چاہتا تھا۔" جب اس کے دل میں میرے لئے اتنا بڑا مقام تھا تو کیا میں اسے بے پرواہی کی نذر کروں' ہرگز نہیں' یہ تو میرا بھی فرض ہے کہ اسے زندگی کی جانب واپس لاؤں' ماں تو اس کی واپس نہیں لاسکتا تھا لیکن خود حسن فیروز کی زندگی میں کچھ حسین لمحات لانا میرے لئے ضروری تھا اور انسان کی ازلی کمزوری یہی ہے کہ ماں باپ' بہن بھائیوں کے بعد عالم جوانی میں جو چیز اسے متاثر کرتی ہے وہ ایک خوبصورت لڑکی' زندگی کی ایک حسین ساتھی جو بہرطور انسان کو سنبھالنے کی صلاحیت رکھتی ہے' تجربہ تو نہیں تھا' سوچ تھی اور یہ سوچ غلط نہیں تھی' چنانچہ اسے ایسی کسی شخصیت سے آشنا کرایا جائے جو بہرحال اسے سنبھال لے۔ بہت سی سوچیں دل میں آتی رہیں اور آہستہ آہستہ آنکھوں میں نیند رینگ آئی' شاید یہ نیند گہری نہیں ہوئی تھی کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور میں چونک پڑا' دیوار پر لگی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا ایک بج رہا تھا کون ہوسکتا ہے' ٹیلی فون کی لائنیں الگ الگ تھیں اور مجھے یہ بات

معلوم تھی کہ میرے کمرے میں لگے ہوئے ٹیلی فون کی لائن الگ ہے' مجھے براہ راست فون کرنے والا کون ہوسکتا ہے بہرحال یہ تمام باتیں سوچ کر پریشان ہونے کے بجائے میں نے ریسیور اٹھالیا اور بولا۔

"ہیلو۔"

"سو گئے تھے۔" ایک نسوانی آواز سنائی دی جو میں بالکل نہیں پہچان سکا۔

"کون ہیں آپ؟"

"میں نے پوچھا سو گئے تھے۔"

"جی ہاں' آپ نے بے شک یہ پوچھا کہ سو گئے تھے لیکن آپ ہیں کون؟"

"پاس کون ہے تمہارے۔"

"محترمہ آپ کون ہیں؟"

"بہت جاہل آدمی ہو' آخر ہو نا پہاڑی' میں پوچھتی ہوں اکیلے ہو یا کوئی پاس موجود ہے' میرا نام یاسمین ہے۔" میں ایک لمحے کے لئے سکتے میں رہ گیا تھا لیکن پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"ایک بج چکا ہے۔"

"معلوم ہے مجھے' معلوم ہے' اسی لئے تو پوچھ رہی ہوں کہ مرگئے تھے یا زندہ تھے؟"

"اچھا سوال ہے' کیا جواب دوں اس کا' میرا خیال ہے زندہ ہی ہوں' زندہ نہ ہوتا تو بول کیسے رہا ہوتا۔"

"ایک بات بتاؤ سب سے پہلے۔"

"جی پوچھئے۔"

"دادا جان نے ابھی تک مجھے فون کرکے تمہارے ساتھ کی جانے والی حرکت کے بارے میں کیوں نہیں پوچھا۔ میں نے دیکھا ہے کہ حسن بھی تمہارے ساتھ ہے' مجھے بتاؤ' کیا تم نے دادا جان کو منع کردیا تھا اس بات کے لئے؟" جواب میں' میں ہنس پڑا تھا میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یاسمین صاحبہ آپ میرے لئے ایک محترم شخصیت ہیں' میرے مالک کی پوتی اور وہ جن کے گھر کا میں نمک کھاتا ہوں' حالانکہ میں نے ابھی تک کوئی ایسی حرکت نہیں کی جو آپ کی شان میں گستاخی ہو' نہ آئندہ میں یہ حرکت کروں گا کیونکہ غصہ اپنے برابر

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

والوں پر کیا جاتا ہے' ہاں یہ الگ بات ہے کہ آپ نے میری پٹائی کرنے کی کوشش کی اور میں نے اپنے آپ کو اس سے بچا لیا' یہ تو ہر انسان کو حق حاصل ہے البتہ اگر آپ مجھے مارنا چاہتی ہیں تو مجھے یہ حکم دیجئے کہ میرے سامنے بیٹھ جاؤ اور میں تمہاری جتنی مرمت کروں' اس کے لئے اف تک نہ کرو' بلکہ پٹتے رہو' اگر مجھے نوکری کرنی ہے تو میں آپ کے اس حکم کی تعمیل کروں گا یا خاموشی سے نوکری چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ جہاں تک مسئلہ اس بات کا ہے کہ دادا جان نے آپ سے اس بارے میں سوال کیوں نہیں کیا تو اس کا معمولی سا جواب ہے کہ کرنل صاحب سے میں نے اس واقعہ کا تذکرہ ہی نہیں کیا اور بہرحال تذکرہ کرنا بھی نہیں چاہئے تھا۔" میں خاموش ہوگیا لیکن دوسری جانب بھی کافی دیر تک خاموشی طاری رہی۔ جب دیر تک کوئی آواز نہیں آئی تو میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہیلو۔"

"ہاں۔ ہاں میں ذرا سوچنے لگی تھی۔ اچھا تم یہ بتاؤ وہاں سے اتنی جلدی اسٹور کیسے پہنچ گئے تھے۔"

"آپ نے عقب نما آئینے میں دیکھا ہی نہیں۔ اگر ایک بار نگاہ ڈال لیتیں تو میں آپ کی کار کے پیچھے دوڑتا نظر آجاتا" میں نے کہا۔

"کیا یہ بات سچ مانی جاسکتی ہے۔" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"میں آپ کا خادم ہوں' آپ کے سامنے جھوٹ نہیں بول سکتا۔" میں نرم لہجے میں بولا۔

"سوچ لو!"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میں تمہارا امتحان لے سکتی ہوں۔"

"آپ کو اختیار ہے۔"

"گویا تم تیار ہو۔"

"انکار کی مجال نہیں رکھتا۔"

"کار کے پیچھے دوڑاؤں گی۔"

"غلطی کریں گی۔"

"کیا مطلب؟"

"پیچھے رہ گیا تو کیا فرق پڑے گا۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"مجھے کار کے آگے دوڑائیے تاکہ اگر دعوے کو پورا نہ کرسکوں تو کچلا جاؤں۔" میں نے کہا وہ سکتے میں رہ گئی پھر بولی۔

"تب تم انسان ہی نہیں ہو۔ اچھا سنو کل شام کو پانچ بجے اس جگہ ضرور آنا' میرا حکم ہے۔ ویسے بھی تم کہہ چکے ہو کہ میں اگر چاہوں تو تمہاری پٹائی کرسکتی ہوں۔"

"آپ مجھے کبھی اپنے آپ سے منحرف نہیں پائیں گی۔" میں نے کہا۔

"اوکے ٹھیک ہے' کل پانچ سے لے کر ساڑھے پانچ بجے تک۔" اور پھر دوسری جانب سے فون بند ہوگیا۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر ریسیور رکھ دیا اور مسکرانے لگا۔ میں نے دل میں سوچا کہ ویسے تو میں ابھی اپنے مسائل کو ختم نہیں سمجھ سکتا مس یاسمین' لیکن اگر تم لوگوں نے مجھے یہاں برداشت کرلیا تو کوشش کروں گا کہ اس کوٹھی میں زندگی کی ان نفرتوں کو نیست ونابود کردوں جو یہاں کے مکینوں کو ایک دوسرے سے دور کئے ہوئے ہیں۔

بہرحال اس کے بعد میں نے دل میں بہت سے فیصلے کئے تھے ذہنی طور پر مطمئن تھا' اگلے دن شام کو پانچ بجنے میں چند منٹ باقی رہ گئے تو میں اپنی جگہ سے اٹھا آج کے پروگرام پر اسی طرح ترتیب دیئے تھے کہ اگر بیچ میں دادا جان کی جانب سے کوئی کام نکل بھی آئے تو کم از کم پانچ بجے فرصت ہو چنانچہ اس وقت نہایت اعتماد کے ساتھ اور قدرے ایسے لباس میں جس میں اگر یاسمین صاحبہ کے مشق ستم بھی ہوں تو بہت زیادہ مشکل کا شکار نہ ہوجاؤں' آخر کار اسی جانب بڑھ گیا جہاں کے لئے ہدایت دی گئی تھی۔ ساری سچوشن ذہن میں ترتیب پاچکی تھی اب تک کا جو تجربہ تھا وہ محتاط کئے ہوئے تھا۔ پہلے تو یہ طے کرلیا تھا کہ شروع میں دو چار لاتیں کھالوں گا اور اگر جارحیت حد سے آگے نہ بڑھی اور چہرے کی بناوٹ میں فرق لانے کی کوشش نہ کی گئی تو آج محترمہ کو تھوڑا سا خوش کردوں گا یعنی ان سے مار کھالوں گا۔ یہی نظریہ لے کر اس جگہ پہنچا تھا اور پھر کنی کی طرح ناچتا رہ گیا تھا اس رقص کے نتیجے میں یاسمین سامنے آگئی تھی' ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگائے بیٹھی ہوئی تھی' ویسے یہ منظر توقع کے خلاف تھا' کچھ لمحوں تک کے لئے تو یقین نہ آیا اس کے بعد میں خود پوزیشن لے کر کھڑا ہوگیا تو وہ بے اختیار ہنس پڑی پھر بولی۔

"آج تم مجھے مارو گے۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"توبہ توبہ مرنے کے بعد بھی یہ حرکت نہیں کرسکتا۔"

"آؤ بیٹھو۔"

"پہلے ایک بات کا وعدہ کیجئے؟" میں نے کہا اور وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی' پھر آہستہ سے بولی۔

"کیا؟"

"دیکھئے میری ماں ہے' دو بہنیں ہیں جو مجھے بہت چاہتی ہیں' میری آرزو ہے کہ آپ میرا چہرہ نہ بگاڑیں یا اگر مجھے کوئی زخم بھی دیں تو ایسا جو جان لیوا نہ ہو' بات اگر میری اپنی ذات کی ہوتی تو میں سب کچھ مان لیتا لیکن جو کچھ میں نے بتایا ہے آپ اس کی تصدیق کرلیں غلط نہیں ہوگا۔"

وہ ایک دم کھو سی گئی اس نے گردن جھکالی تھی پھر اس نے گردن اٹھا کر کہا۔

"آؤ بیٹھو۔ بیٹھ جاؤ۔" کم از کم لہجوں کی پہچان اب مجھے ہوچکی تھی اور ویسے بھی یوں محسوس ہوتا تھا جیسے دادا جی نے کوئی ایسی دوا پلادی ہے جس نے دل و دماغ روشن کردیئے ہیں اور انسانی احساسات اور خیالات خودبخود مقناطیسی عمل کا شکار ہوکر میرے ذہن میں آبستے ہیں۔ سو اس وقت اس کے لہجے میں بھی جو کیفیت تھی وہ یہی تھی کہ وہ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی البتہ حد ادب کو نگاہوں میں رکھا اور اس سے تھوڑے فاصلے پر ایسی جگہ بیٹھ گیا جہاں بیٹھنا میرے لئے جائز ہوسکتا تھا۔

اس نے ایک گہری نگاہ مجھ پر ڈالی اور مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔

"اب تو کم از کم اس قدر غیریت نہ برتو ہم سے' بتا دو ہمیں اپنے بارے میں کون ہو؟"

"بتا دیتا ہوں' لیکن ایک وعدہ آپ کو کرنا پڑے گا۔"

"کیا؟" وہ بولی۔

"جو بتاؤں گا اس پر شک نہیں کریں گی بلکہ ایک سچے مخلص اور اچھے دوست کی حیثیت سے وہ مان لیں گی جو میں کہوں۔"

"چلو وعدہ۔ چاہے جتنے جھوٹ بول لو۔"

"وعدہ وعدہ ہوتا ہے اور میں نے آپ سے جھوٹ نہیں کہا۔ ایک دیہاتی ہوں' بستی دوآبہ سے نوکری کی تلاش میں آیا تھا' حسن فیروز سے ملاقات ہوگئی اور وہ مجھے یہاں کرنل ہمایوں کے پاس لے آئے' اب یوں سمجھ لیجئے کہ کرنل ہمایوں نے از راہ کرم مجھے

اپنے پاس رکھا ہے ان کے لئے ہر طرح کی خدمات انجام دینے کا ذمہ دار ہوں اور ابھی تک کوئی ایسی خدمت مجھ سے نہیں لی گئی جو کسی بھی طرح میرے لئے باعث پریشانی ہو مطمئن ہوں' خوش ہوں' باقی سب کچھ آپ کے علم میں ہے۔"

"کیا پہاڑی آبادیوں کے لوگ تمہاری ہی طرح خوبصورت' چست و چالاک اور تیز دوڑنے والے ہوتے ہیں۔"

"کچھ ہوتے ہیں اور کچھ نہیں۔"

"اچھا وہ کار کے پیچھے دوڑنے کا واقعہ کیا ہے؟"

"مذاق تھا' ایک ایسے شخص سے لفٹ مل گئی تھی جسے خود بھی اس بات کا علم نہیں تھا کہ راستہ ٹوٹا ہوا ہے' ورنہ ادھر گاڑیاں نہیں آتی ہیں۔"

وہ دھیرے سے مسکرا دی پھر بولی۔ "مارشل آرٹس کے بارے میں کیا کہو گے؟"

"اب تک جو کہا ہے اس سے میرے پچھلے الفاظ کی تصدیق ہوتی ہے' دیہاتوں میں مارشل آرٹس سکھانے کے ادارے نہیں ہوتے' ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی تھی انہوں نے دنیا سے مقابلہ کرنے کے لئے کچھ گر بتا دیئے تھے' بس یہ کہا تھا کہ اپنے آپ کو بچاتے رہو' سو آپ کو اندازہ ہے کہ اپنے آپ کو ہی بچاتا رہا ہوں۔"

"دیکھو' ویسے تو مجھے بہت سے شوق ہیں' مارشل آرٹس سے مجھے بہت دلچسپی ہے اور میں نے ممی کی شدید مخالفت کے باوجود انہیں آمادہ کیا تھا اس بات پر کہ مارشل آرٹس سیکھ کر میں ناقابل تسخیر ہوجاؤں گی' اور یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ اگر میں کسی کے ہاتھوں مار کھا جاؤں تو وہی دن میری تربیت کا آخری دن سمجھا جائے اور ممی کے سامنے مظاہرے کر بھی چکی ہوں' لیکن تم نے جس طرح مجھے دو کوڑی کا کرکے رکھ دیا اگر ممی کو اس کا پتا چل جائے تو ساری بات ختم ہوجائے گی۔"

"پتا کیسے چل سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہوسکتا ہے کبھی تمہارا مجھ سے واسطہ پڑ جائے۔"

"اگر ایسا ہوا تو آپ اطمینان رکھئے گا میں کبھی اس کا تذکرہ نہیں کروں گا۔"

"اور میں بھی نہیں کروں گی۔" ایک طرف سے آواز آئی اور ہم دونوں اچھل پڑے' میں نے اسے پہچان لیا' بہرحال دور ہی سے سہی لیکن تعارف تو ہوچکا تھا وہ شمسہ تھی۔

ایک لمحے کے لئے یاسمین کا چہرہ اتر گیا' شمسہ مسکراتی ہوئی قریب آگئی تھی۔

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"بات اصل میں کچھ اور تھی' معذرت چاہتی ہوں وہ جناب گل مراد صاحب یا مراد گل صاحب' میں سمجھی آپ کی شخصیت نے میری بہن کو متاثر کرلیا ہے اور درختوں کی اس چھاؤں میں کوئی رومانی معاہدہ پایہ تکمیل کو پہنچنے والا ہے لیکن معلوم یہ ہوا کہ یہاں صرف انا کا تحفظ کیا جارہا ہے۔"

میں سکتے میں رہ گیا تھا اتنی بے باکی میرے تصور میں نہیں تھی کچھ لمحے خاموشی کے عالم میں گزر گئے' پھر یاسمین تند لہجے میں بولی۔

"کیا بولنے سے پہلے سوچنا مناسب نہیں ہوتا شمسہ۔"

"مطلب' وہ میں نے رومان والی بات جو کردی ہے!"

"تمہیں کم از کم اس بدتمیزی سے گریز کرنا چاہئے تھا۔"

"دیکھئے بھئی اگر ایسی ویسی بات ہے تو ہم سے بڑا راز دار اور کوئی نہیں ہوسکتا اور اگر نہیں ہے تو خوف کی بات ہی نہیں ہے دل میں جو آیا وہ کہہ دیا اس میں اتنا برا ماننے کی کیا بات ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہنوں اور بھائیوں کے درمیان کم از کم اتنی یگانگت تو ہونی چاہئے مس شمسہ کہ ان کی قربت کو فوراً ہی رومان کی طرف نہ موڑ لیا جائے۔"

میرے ان الفاظ پر دونوں بہنوں نے چونک کر مجھے دیکھا' دیکھتی رہیں' پھر شمسہ آہستہ سے بولی۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"چاہے گھر کا کوئی ادنیٰ سا ملازم ہی کیوں نہ ہو اگر وہ اپنے سینے میں مالکوں کے لئے جذبہ رکھتے ہوئے انہیں اپنی بہن کہہ دیتا ہے تو یہ لفظ اتنا مقدس اور پاکیزہ ہے کہ قابل اعتراض نہیں سمجھا جاسکتا' دو بہنیں بستی دوآبہ میں اور تین بہنیں یہاں دیکھی ہیں' دل تو یہی چاہتا ہے کہ ان تینوں کو بھی اسی نگاہ سے دیکھوں جس طرح نور اور شیرانہ کو۔ لیکن معافی چاہتا ہوں' مقام الگ الگ ہوتے ہیں' کبھی کبھی جذبات میں انسان بہت آگے کی بات کہہ جاتا ہے ہاں دل تک آپ کی نگاہ نہیں پہنچ سکتی چنانچہ آئندہ وعدہ کرتا ہوں کہ الفاظ کو زبان تک رکھوں گا بلکہ دل تک اور زبان تک نہیں آنے دوں گا۔ پھر تو آپ کو شکایت نہیں ہوگی۔"

دونوں پر سکتہ سا طاری تھا' یاسمین نے دور سے دیکھ کر کہا۔

"اوہو یہ ممی کدھر سے آرہی ہیں' واقعی کوٹھی کے گیٹ سے محترمہ مسز جہانگیر نکل

رہی تھی' دونوں لڑکیاں تیز رفتاری سے درختوں کی آڑ لے کر چل پڑیں۔ میں سمجھ رہا تھا کہ اس وقت ممی کا آنا اصل مسئلہ نہیں ہے بلکہ اصل مسئلہ وہ الفاظ ہیں جو میں نے کہے ہیں اور جن کا تاثر اس قدر درھم رکھتا ہے کہ کوئی بھی شخص اپنے ذہن کو نہیں سنبھال پاتا جب کہ یہ بے باک لڑکیاں شہری ماحول میں اپنے آپ کو بے حد ایڈوانس سمجھتی تھیں۔ بہرحال میں نے ایک پانسہ پھینکا تھا رزلٹ کچھ نہ کچھ تو آئے گا اور میں سمجھتا تھا کہ رزلٹ برا نہیں ہوگا۔

بیگم صاحبہ تو ٹہلتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی تھیں میں بھی خاموشی سے انیکسی کی جانب چل پڑا۔ دل میں بے شمار خیالات آرہے تھے' کہنے کو تو میں نے بڑی دلسوزی سے اپنا موقف بیان کردیا تھا لیکن اس بات کا مجھے خود بھی احساس تھا کہ بات میری بساط سے بہت آگے کی ہے۔ ان لوگوں کا طرز زندگی کرنل جہانگیر کی شخصیت' بیگم صاحبہ کی شان و شوکت' ساری چیزیں نگاہوں کے سامنے تھیں ان کے درمیان اپنے آپ کو کوئی حیثیت دلانے کی کوشش سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف تھی۔ اس بات کو بھولنا نہیں چاہئے تھا کہ سڑکوں پر اینٹیں اٹھاتے اٹھاتے یہاں آپہنچا تھا' مقام اتنی آسانی سے تو نہیں بنتے لیکن مہارت خان کے اقوال ذہن میں زندہ تھے۔

نمبر ایک۔

"کام کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اگر نیک جذبوں سے اس کا آغاز کیا ہے تو راستے کی مشکلات پر توجہ نہ دو۔"

نمبر دو۔

"انسانوں میں کوئی تفریق نہیں' ہر شخص زمین سے کونپل کی شکل میں پھوٹتا ہے' یہ وقت کی ہوائیں ہوتی ہیں جو اسے ایک کمزور ٹہنی یا تناور درخت بنادیتی ہے۔"

نمبر تین۔

"جب سچے دل سے کوئی کام کرنے کا فیصلہ کرلو تو خود کو تنہا نہ سمجھو' نیکی کی قوتیں تمہارے ہمراہ ہوتی ہیں۔"

ایسی ہی بہت سی باتیں دل و دماغ میں تھیں۔ انداز ان لڑکیوں کا بھی برا نہیں تھا ویسے بھی حسن فیروز نے کبھی مجھ سے ان کے بارے میں کچھ نہیں کہا تھا بس اسے بیگم صاحبہ ہی سے شکوہ تھا۔ تو دیکھنا ہے کہ آنے والے وقت کی کہانی کیا ہوتی ہے۔

وقت انسان کو اپنے آپ سے روشناس کراتا ہے۔ بستی دوآبہ کے کچھ بزرگ کبھی

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

کبھی میرے بارے میں باتیں کرتے تھے انہی میں سردار علی بھی تھے۔ شاید بستی کے سب سے خوبصورت بزرگ تھے وہ۔ سفید براق داڑھی' سفید لباس کے ساتھ بڑی پروقار لگتی تھی ایک دن کچھ لوگوں کے سامنے کہنے لگے۔

"میں نہ تو نجومی ہوں۔ نہ خدانخواستہ خود کو صاحب علم کہتا ہوں کچھ آوازیں دل سے اٹھتی ہیں۔ میرے دل میں اس بچے کو دیکھ کر جو خیالات پیدا ہوتے ہیں وہ بڑے عجیب ہیں جسے سن کر تم لوگ ہنسو گے۔"

"کیا سردار صاحب!" ایک اور بزرگ نے پوچھا۔

"فضل خان اسی بستی کا رہنے والا ہے اس نے کسی دوسری بستی میں زندگی گزاری اور وہیں سے شادی کرکے بیوی اور بچے کے ساتھ بستی واپس آیا اور یہیں بودوباش اختیار کی لیکن نہ جانے کیوں میں جب بھی اس بچے کو دیکھتا ہوں مجھے یہ احساس ہوتا ہے جیسے یہ بستی کا اجنبی ہے۔"

"اجنبی؟"

"ہاں' جیسے فضل خان سے اس کا کوئی رشتہ نہیں' جیسے یہ کوئی اور ہو' خیر یہ تو میرا احساس ہے لیکن یہ یقین ہے کہ ایک دن یہ بہت بڑا آدمی بنے گا۔"

یہ سب کچھ میں نے سنا تھا اور سن کر خاموش ہوگیا تھا۔ بزرگ بچوں کے بارے میں ایسی باتیں کرتے ہی ہیں' ہاں جو طرز زندگی میری تھی بہرحال وہ بستی کے دوسرے لوگوں سے مختلف تھی اور اب میں یہاں پہنچ گیا تھا۔ کرنل ہمایوں نے ایک بڑا منصب بڑی ذمے داری مجھے سونپ دی تھی یہاں تک کہ اس کی انتہا قریب آگئی۔ اپنے خاص کمرے میں اس وقت جب حسن بھی مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھا لطیفوں کی ایک کتاب پڑھ رہا تھا کرنل صاحب نے مجھے مخاطب کیا۔

"گل مراد۔"

"یس سر!" میں نے مستعدی سے کہا۔

"اب تک جو کچھ میں نے تمہیں سکھایا ہے کیا تمہاری سمجھ میں وہ آگیا ہے۔"

"پہلے بھی یہی کہتا رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"اب امتحان دینا ہوگا۔"

"میں حاضر ہوں۔"

"ان سارے معاملات کے سلسلے میں میرے مؤقف پر غور کیا ہے تم نے؟"

"نہیں۔"

"کیوں؟" کرنل ہمایوں نے گہری نظروں سے مجھے دیکھا۔

"آپ نے اس کی اجازت نہیں دی۔"

"کیا مطلب؟"

"صاف اور واضح ہے۔ آپ نے کہا تھا کہ جو کچھ میں بتا رہا ہوں صرف اس پر غور کرو کیوں بتا رہا ہوں' اس کے بارے میں نہ سوچو' کیونکہ یہ میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔"

"ہاں' میں نے کہا تھا۔" کرنل ہمایوں کے لہجے میں ہلکی سی خوشی کا احساس تھا۔

"میں نے اس ہدایت کو ذہن میں رکھا ہے۔"

"لیکن انسانی فطرت میں تجسس ہوتا ہے۔"

"بے شک۔"

"کیا اس تجسس نے تمہیں مجبور نہیں کیا۔"

"نہیں۔"

"وجہ۔"

"آپ پر اعتماد' اور آپ کو خود پر اعتماد دلانے کی کوشش اور ایک ذاتی نظریہ۔"

"ذاتی نظریہ؟" کرنل صاحب نے دلچسپی سے کہا۔

"جی۔"

"وہ کیا۔"

"کائنات میں کسی پر کلی اعتبار نہ کرو اور اگر یہ غلطی کر ہی ڈالو تو پھر زندگی کی قیمت پر اسے نبھاؤ۔"

"کیا تمہیں مجھ پر اتنا ہی اعتماد ہے۔"

"جی ہاں۔"

"شکریہ۔ اب میں ایک مہم تمہارے سپرد کرنا چاہتا ہوں' جتنا کام میں نے تم پر کیا ہے اسے مدنظر رکھتے ہوئے میں یقین رکھتا ہوں کہ اس سنسنی خیز اور شاندار مہم میں تمہیں کامیابی حاصل ہوگی۔ یوں سمجھو ایک بہت بڑے کام سے تمہاری اس امتحانی زندگی کا آغاز ہو رہا ہے میرا مختصر مؤقف یوں سمجھو کہ میں زندگی میں آخری لمحے تک تحریک کا عادی ہوں' ذہنی اور جسمانی ورزش ضروری سمجھتا ہوں۔ اخلاقی اور سماجی جرائم کے خلاف

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

اپنا فرض پورا کرنے کا دل سے قائل ہوں جس حد تک بھی کرسکوں۔ اس کے علاوہ اگر کوئی ایسی مہم درپیش ہو جس میں کوئی بڑا مالی منافع ہو رہا ہو تو اسے سرکوبی دینے سے گریز نہیں کرتا' ہر چند کہ مجھے اپنے لئے دولت کی ضرورت نہیں لیکن بہت سے ایسے ہیں جنہیں ضرورت ہے ان کی تفصیل صیغہ راز میں ہے' میری باتوں سے بور تو نہیں ہو رہے۔"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"جو کچھ میں کہہ رہا ہوں سمجھ رہے ہو۔"

"ہاں۔"

"ایک مہم درپیش ہے' اس میں تمہیں اپنے ایک مہرے کی حیثیت سے آگے بڑھانا چاہتا ہوں۔"

"کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"ویری گڈ ضرور کرو۔"

"اس مہم جوئی میں آپ کا کردار کیا ہوتا ہے۔"

"ایک شاطر کا' جو چالیں چلتا ہے' مہرے آگے بڑھاتا ہے اور وہ مارتا ہے یا جیتتا ہے۔"

"گویا مہم میں آپ براہ راست شریک رہتے ہیں۔"

"نہیں۔"

"تو پھر۔"

"بازی لگا دیتا ہوں' نگاہ رکھتا ہوں اور ضرورت ہوتی ہے تو بساط پر نمودار ہو جاتا ہوں۔"

"گویا چالیں آپ کی ہوتی ہیں۔"

"بالکل۔"

"میں احکامات کا منتظر ہوں۔" میں نے کہا اور کرنل ہمایوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی' کچھ لمحے خاموش رہ کر اس نے کہا۔

"چنار پور' رانا اختیار خلجی۔"

"اعتراض۔" اچانک حسن فیروز کتاب رکھ کر کھڑا ہو گیا اور کرنل ہمایوں نے گھور کر اسے دیکھا تو وہ بولا۔ "یہ ساری تفصیل مجھے بتائی جائے کیونکہ سپرویژن میری ہوگی خواہ وہ

اینٹیں اٹھانا ہو یا..... چنار پور..... رانا خلجی۔"

"رانا اختیار خلجی۔" کرنل صاحب ڈپٹ کر بولے۔

"اختیار میرے حوالے کیا جائے۔" حسن نے کہا۔

"سوچ لو۔"

"سوچ لیا۔"

"اوکے۔ پھر تفصیلات نوٹ کرلو۔" کرنل صاحب نے کہا اور ہم دونوں سنجیدگی سے ان کے سامنے بیٹھ گئے۔ یہ سب کچھ بڑا دلچسپ تھا اور مزید دلچسپیاں سامنے آنے والی تھیں۔

حسن فیروز بھی خاصا سنجیدہ نظر آرہا تھا' اس نے کرنل ہمایوں کو انگلی سے اشارہ کرکے ایک لمحے کو رکنے کے لئے کہا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک پین اور بال پوائنٹ اٹھا لایا' کرنل ہمایوں کے چہرے پر مکمل طور پر سنجیدگی نظر آرہی تھی کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد اس کی سرد آواز ابھری۔

"پہلا جملہ لکھو۔ ڈسپلن' ڈسپلن ہوتا ہے' میرے اور تم لوگوں کے درمیان آج تک کے رشتے اپنی جگہ ایک مستحکم حیثیت رکھتے ہیں' لیکن جب کوئی ذمہ داری سپرد کی جائے تو ایک جنبش بھی ایسی نہیں ہونی چاہئے جو قابل اعتراض ہو۔ ہم اگر اصولوں کو نظرانداز کر دیں تو سمجھ لو کہ پھر ہمارے پاس کچھ باقی نہیں رہتا چنانچہ آئندہ جب کرنل ہمایوں کے سامنے بیٹھو تو ہر اس چیز سے مسلح ہو کر جس کی ضرورت محسوس کی جاسکے اور اس کے بعد جو کچھ کہا جا رہا ہے وہ تمہارے ذہن کی گہرائیوں میں منجمد ہو جانا چاہئے۔"

حسن فیروز نے نگاہیں اٹھا کر کرنل ہمایوں کو دیکھا لیکن کرنل کے چہرے پر بے پناہ سختی تھی اس کی بھاری آواز پھر ابھری۔

"رانا اختیار خلجی' چنار پور' تم دونوں وہاں جاؤ گے' میرا ایک خط تمہارے پاس ہوگا' یہ خط تم رانا اختیار خلجی کو پیش کرو گے اور اگر موقع پر وہ نہ ملے تو رانا کا ایک دیوان کہہ لو' گھر کا نگراں کہہ لو' ایک صاحب اختیار شخصیت وہاں اور بھی ہے اور اس کا نام فاروق احمد ہے' عمر رسیدہ آدمی ہے' فاروق احمد کے بارے میں معلومات حاصل کرکے یہ خط تم فاروق احمد کو بھی دے سکتے ہو اس کے بعد تم وہاں ایک پرسکون رہائش گاہ لو گے اور مجھے اس کے بارے میں رپورٹ دو گے' اس کے لئے میں تم سے خود رابطہ قائم کرلوں گا۔ تمہیں سات دن دیئے جائیں گے' سات دن میں مجھے ان واقعات کی رپورٹ درکار ہوگی

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

جس کے لئے یوں سمجھ لو کہ رانا اختیار خلجی کو ہماری ضرورت پیش آئی' ابھی مجھ سے کوئی سوال نہ کیا جائے۔ میں چند الفاظ میں تمہیں مختصر تفصیل اور بتا دوں۔ رانا اختیار خلجی میرا بہترین دوست ہے حالانکہ اس کی عمر اتنی زیادہ ہے لیکن دوستی کے لئے عمر کا تعین نہیں کیا جاتا' اس کی کچھ وجوہات کچھ محرکات ہوتے ہیں۔ رانا اختیار خلجی کسی ایسی الجھن کا شکار ہے جسے وہ تفصیل سے نہیں بتا سکتا لیکن جب تم چنار پور میں اس کی حویلی میں قیام کرو گے تو بات یا تو خود بخود تمہاری سمجھ میں آجائے گی یا رانا تمہیں بتانے کی کوشش کرے گا' اب تم سوال کرتے ہو۔"

جہاں تک میرے مؤقف کا معاملہ ہے تو میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ "اخراجات کا کیا ہوگا؟" حسن فیروز نے کہا۔

"چھوٹے لوگ چھوٹی باتیں کرتے ہیں کوئی بڑی بات کرو۔"

"دس لاکھ تیس ہزار روپے ادا کردیئے جائیں۔" حسن فیروز نے کہا اور کرنل ہمایوں اچھل پڑا۔

"ابے کیا بک رہا ہے۔ بھتنی کے؟"

"ٹھیک عرض کر رہا ہوں دادا جان' بڑی بات تو یہی ہو سکتی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ اختیار تجھ سے واپس لے لیا جائے۔"

"اختیار خلجی کو واپس لے لیں' اختیار نہیں لیا جاسکتا۔"

"اچھا فضول باتیں بند' کیوں گل مراد تم بتاؤ' کیا کہتے ہو اس بارے میں۔"

"آپ کا حکم کرنل صاحب۔"

"سر اور آنکھوں پر؟" کرنل نے سوال کیا۔

"اصل میں' میں تو پہاڑی آدمی ہوں' تھوڑا بہت جو علم آپ لوگوں نے مجھے دے دیا ہے اسے سیدھا سیدھا جانتا ہوں' حکم کو نہ سر پر رکھا جاسکتا ہے نہ آنکھوں پر' چنانچہ یہ بے کار محاورے ادا کرنے سے کوئی فائدہ نہیں' جو احکامات آپ نے دیئے ہیں ان کے بارے میں آپ کی تربیت کے مطابق صرف عمل کرنا ہے اور میں اس کے لئے تیار ہوں۔"

"کیا حسن فیروز کو تم اپنے سر پر مسلط رکھنا پسند کرو گے؟"

"ہرگز نہیں۔" میں نے جواب دیا اور دادا جان کے ساتھ ساتھ حسن فیروز بھی اچھل پڑا۔

"کیا؟" وہ آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

"ہاں' حسن فیروز اپنے قدموں سے میرے ساتھ جائے گا یہاں بھی میں اس محاورے کو بالکل بے مقصد سمجھتا ہوں' میں کہتا ہوں کرنل صاحب جب انسان سیدھی سیدھی بات کر سکتا ہے تو پھر یہ الٹے سیدھے محاوروں کی کیا ضرورت ہے۔

"ویری گڈ' ویری گڈ' ٹھیک ہے بالکل ٹھیک ہے۔"

"ایک منٹ' کیا ٹھیک ہے کیا کہہ رہے تھے تم' میں ساتھ نہیں جاؤں گا۔" حسن نے نتھنے پھلا کر کہا۔

"جاؤ گے پیارے بھائی جاؤ گے' مگر کیا میرے سر پر بیٹھ کر ہی جاؤ گے؟"

"تمہارے سر پر اتنی جگہ کہاں سے آئی اور پھر دوسری ضروریات زندگی بھی تو ہوتی ہیں۔"

"اس کے لئے تمہیں میرے ساتھ پیدل چلنا ہوگا۔"

"چنار پور یہاں نہیں رکھا ہوا۔"

"آپ نے کہا تھا کرنل صاحب کہ ہم آپ سے سوالات کر سکتے ہیں۔"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"چنار پور کا فاصلہ یہاں سے کتنا ہے اور ہمیں کس ذریعے سے وہاں میرا مطلب ہے ہمارا ذریعہ سفر کیا ہوگا؟"

"ٹرین سے جاؤ گے حسن جانتا ہے۔"

"اوکے۔" میں نے پتھریلے لہجے میں کہا۔ پھر بولا۔

"روانہ کب ہونا ہے؟"

"کل شام ساڑھے پانچ بجے تمہیں چنار پور جانے کے لئے ٹرین مل جائے گی۔"

اس کے بعد سلسلہ گفتگو ختم ہوگیا تھا' ہمیں باہر جانے کی اجازت مل گئی' حسن میرے ساتھ باہر آگیا اور بولا۔

"کیا کہتے ہو اس بارے میں' میں نے اپنی سپرویژن کی پیشکش کرکے تمہاری مرضی کے خلاف کوئی کام تو نہیں کر ڈالا؟"

"نہیں یار! تیرے بغیر تو مجھے مزا بھی نہ آتا' ویسے کیا خیال ہے حسن' کیا ہم دونوں اپنی ان کوششوں میں کامیاب ہو سکیں گے؟"

"بات اصل میں یہ ہے گل کہ دادا جان نے کتنی ہی بار میرے اوپر اپنے داؤ پیچ

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

آزمانے کی کوشش کی' میں تو جال میں پھنسا نہیں کیونکہ میری کھوپڑی میں پھوڑا ہے او اس نے مجھے ہمیشہ میری مرضی کے خلاف دوسرے کے عمل کو رد کیا' لیکن اگر تم ساتھ ہو تو پھر زندگی کو محدود کرنے کی کیا ضرورت ہے' ہم دونوں چلتے ہیں' ذرا دیکھیں چنار پو کے ان بے اختیار صاحب کو ہیں کیا چیز اور کیا چاہتے ہیں۔

میں گہری سانس لے کر خاموش ہوگیا تھا لیکن اس رات اپنی آرام گاہ میں بستر پر لیٹ کر میں نے اس بارے میں بہت کچھ سوچا' کہاں بستی دوآبہ کا ایک معمولی سا پہاڑی نوجوان اور کہاں انٹیلی جنس کا یہ اہم ترین سلسلہ' دادا جان کی تربیت سے گزرتے ہوئے دل تو یہی چاہتا کہ کسی عمارت کی تعمیر میں حصہ لوں' سر پر اینٹیں اٹھا کر چار چار چھ چھ منزلیں طے کروں' غالباً یہ فطرت کی طلب تھی' تقدیر کا عطیہ کچھ اور ہوتا ہے۔ وہ فطرت کی طلب کو نہیں دیکھتی جو قسمت میں لکھ دیا جائے بھلا اسے رد کرنے والا کون' رات کو نہ جانے کیا کیا سوچیں دامن گیر رہیں۔

بہرحال زندگی ہنگاموں سے بھرپور تھی اور کم از کم میں یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ میں یکسانیت کا شکار ہوں قدرت نے میرے لئے ماحول میں بڑی خوبصورت تبدیلیاں پیدا کی تھیں اور میں اس ماحول میں بہت خوش تھا۔ بہرحال انہی بہت سی سوچوں کے درمیان نیند آگئیں۔

صبح کو جاگا تو طبیعت تروتازہ تھی' انسان کی زندگی میں جب کوئی تبدیلی رونما ہوتی ہے تو وہ کچھ خوبصورت احساسات کا شکار بھی ہو جاتا ہے۔ جاگنے کے بعد مجھے یاد آیا کہ آج ساڑھے پانچ بجے مجھے چنار پور روانہ ہونا ہے تیاریاں بھی کرنی ہیں بہرحال چونکہ سپروائزر اپنا حسن فیروز تھا اس لئے کوئی مشکل مسئلہ نہیں تھا کوئی حسن کے بارے میں کچھ بھی کہہ دے لیکن اس دوران تھوڑی بہت قدرتی ذہانت یا پھر ماحول پر گہری نگاہ رکھنے کی بناء پر یہ اندازہ مجھے بخوبی ہوگیا تھا کہ ساری باتیں اپنی جگہ لیکن حسن فیروز ضروری معاملات میں اتنا لاابالی بھی نہیں ہے کہ اس پر بھروسہ نہ کیا جاسکے وہ ایک ذمے دار شخصیت ثابت ہوسکتا تھا بشرطیکہ کوئی بات اس کے ذہن میں بٹھا دی جائے اور یہاں چونکہ اس نے خود اپنی سپروژن کی پیش کش کی تھی اس لئے کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا' دن کے معمولات جاری تھے کرنل ہمایوں اپنی رہائش گاہ میں نظر نہیں آیا تھا اور نہ ہی حسن فیروز گھر میں موجود تھا۔ میں تھوڑا سا الجھ گیا تھا۔ بہرحال اسی الجھن میں باہر نکل آیا اور صوفیہ کو دیکھا' صوفیہ کو پہلے بھی دیکھ چکا تھا' شمسہ کے بارے میں تو مجھے یہ علم ہوگیا تھا کہ بہت

ہی منہ پھٹ لڑکی ہے۔ جہاں تک معاملہ یاسمین کا تھا تو یاسمین اب بالکل مختلف کیفیت میں نظر آنے لگی تھی' حالانکہ مجھ سے ملاقات نہ ہونے کے برابر تھی بیگم صاحبہ خاص طور سے اس سلسلے میں رکاوٹ تھی' میں نے یہی سنا تھا کہ وہ اس ملازم کو بھی ناپسند کرتی ہیں جو کرنل ہمایوں کے علاقے سے بھی گزر جائے اور اس سے باقاعدہ ان کی ٹھن جاتی ہے چنانچہ میں جانتا تھا کہ وہ مجھے پسند نہیں کریں گی' لیکن اس وقت صوفیہ کی توجہ میری جانب مبذول ہوگئی تھی اس نے انگلی کے اشارے سے مجھے اپنے پاس بلایا میں نے سوچا کہ چلو ان خاتون کو بھی دیکھ لیا جائے ویسے تو بہت سے مشن میں نے اپنی زندگی کے لئے پال لئے تھے میرے دل میں یہ احساس بھی تھا کہ اب جب اس کا گھر کا نمک کھا رہا ہوں تو اس کے مسائل میں اگر اپنی ذات سے کوئی کمی پیدا کرسکوں تو خوش قسمتی کا باعث ہوگی۔ بہرحال میں صوفیہ کے پاس پہنچ گیا۔

"گل مراد ہے نا تمہارا نام۔" اس نے بغیر کسی تمہید کے کہا۔

"جی چھوٹی بی بی صاحبہ۔"

"جاہل ہو۔" خاتون بھی کسی سے کم نہیں تھیں۔

"جی بالکل جاہل ہوں۔ جاہل نہ ہوتا تو آپ کے ہاں نوکری نہ کر رہا ہوتا۔"

"طنز کر رہے ہو۔"

"نہیں جی' جوتے پر پالش کر رہا تھا۔" میں نے پوری سنجیدگی کے ساتھ اس سے کہا اور صوفیہ ایک بے اختیار مسکراہٹ کو روک گئی۔ پھر بولی۔

"وہ دونوں لڑکیاں اس کا مقصد ہے کہ بالکل ہی گدھی ہیں۔"

"اگر لڑکیاں ہیں تو گدھی ہی کہہ سکتے ہیں۔ چھوٹی بی بی صاحبہ۔"

"میں اپنی بہنوں کی بات کر رہی ہوں۔" اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"جی!" میں نے چونکنے کی اداکاری کی۔

"لیکن میں دعوے سے کہتی ہوں کہ تم بننے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"جی چھوٹی بی بی صاحبہ آپ نے بالکل ٹھیک کہا کوشش تو میں بہت دن سے کر رہا ہوں جی' اصل میں وہ بیچاری بھی میرے ہی نام پر بیٹھی ہوئی ہے بچپن کا رشتہ ہے چھوٹی بی بی صاحب اور پھر بھی۔" میں نے شرما کر آنکھیں جھکالیں۔ صوفیہ منہ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہی تھی پھر اس نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"ذرا اِدھر تو آؤ۔" اور وہ پیچھے کھسک گئی اس بار وہ مجھے ایک ایسے درخت کی آڑ

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

میں لے گئی تھی جس کا تنا بہت چوڑا تھا اور کوئی اِدھر اُدھر سے ہمیں نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"تم واقعی سنجیدگی سے مجھے بتاؤ دیکھو اگر ڈرامہ کر رہے ہو تو مجھ سے بڑے ڈرامہ باز نہیں ہو' تمہاری طبیعت درست کردوں گی میں۔

"کیوں۔ کوئی غلطی ہوگئی چھوٹی بی بی صاحبہ۔"

"تم کیا فضول باتیں کر رہے تھے' کون بچپن کی دوست ہے میں نے تم سے پوچھا تھا کہ تم بن رہے ہو یا بننے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"کرنل ہمایوں صاحب نے یہی کہا ہے چھوٹی بی بی صاحبہ کہ اگر کچھ بننا چاہتے ہو تو محنت کرو اب دیکھئے نا ڈرائیوری سیکھ لی ہے میں نے جی' دیہاتی آدمی ہوں پہاڑی علاقے سے آیا تھا اس کا نام شکیلہ ہے بچپن کی محبت ہے ہماری' میں یہی کہہ کر آیا ہوں اس سے کہ شکیلہ تو بے فکر رہ شہر جاکر میں کچھ نہ کچھ بن کر آؤں گا اور پھر یہاں آکر تیرا دولہا بن جاؤں گا میں وہی بتا رہا تھا بی بی جی آپ کو۔"

"خدا تمہیں سمجھے' خدا تمہیں سمجھے اور خدا نہیں بھی سمجھے۔"

"خدا نے تو ہم سب کو سمجھا ہے جی' جبھی تو ہماری اوقات مقرر کردی ہے مگر بی بی صاحبہ آپ پتہ نہیں کیوں صاف بات نہیں کرتیں۔"

"ارے' خاک صاف بات کروں وہ شمسہ مجھ سے کہہ رہی تھی کہ یاسمین تم سے محبت کرنے لگی ہے۔"

"ہاں جی' بڑی مہربان ہیں وہ' مجھے بالکل چھوٹے بھائیوں کی طرح چاہتی ہیں' مگر میں کوئی ان سے چھوٹا ہوں جی' میں تو بڑا ہوں ان سے' میں تو آپ سے بھی بڑا ہوں اور شمسہ بہن سے بھی بڑا ہوں میں تو آپ تینوں سے بڑا ہوں جی۔"

"بہن!"

"تو اور کیا جی' ملازم غلام ضرور ہوتے ہیں لیکن یہ رشتے تو بڑے اچھے ہوتے ہیں جی' آپ بھی اگر چاہیں تو کبھی غلطی سے مجھے بھائی کہہ دیا کریں۔"

"دفع ہوجاؤ۔ یہاں سے چلو۔" صوفیہ نے کہا اور میں فوجی انداز میں مارچ کرتا ہوا وہاں سے چل پڑا۔ کافی دور جاکر پلٹ کر دیکھا' صوفیہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی میں اپنے رویے سے بہت مطمئن اور خوش تھا۔ یہ سچی بات ہے کہ فطرت میں غلاظت نہیں تھی اور فوراً ہی کسی حسین چہرے کو دیکھ کر دل مچل نہیں اٹھتا تھا۔ زندگی کی لطافتیں اپنی جگہ لیکن معیار زندگی بھی کوئی چیز ہوتی ہے میرا اپنا ایک معیار تھا یہ الگ بات

ہے کہ ابھی تک اس معیار پر کوئی شکیلہ نہیں پوری اتری تھی۔ یہ تو صرف ایک فرضی نام تھا جو میں نے تفریح کی غرض سے لے دیا تھا' ویسے صوفیہ صاحبہ کو بھی لطف آجائے گا' چلی تھیں مجھ پر رعب جمانے۔ خیر یہ سب تو بعد کی باتیں ہیں' پہلے تو یہ مسئلہ دیکھا جائے کہ یہ رانا اختیار خلجی صاحب کون ہیں' چنار پور میں کیا چکر چلا ہوا ہے اور دادا جان کو شہر کا اندیشہ کیوں ہے مگر یہ سب چلے کہاں گئے واپس انیکسی میں پہنچا اور پھر دادا جان کو تلاش کرتا ہوا اس تہہ خانے تک جاپہنچا جہاں میری تربیت ہوئی تھی لیکن اس کے بارے میں مجھے یہ ہدایت کردی گئی تھی کہ بے مقصد ادھر نہ آیا کرو۔ ویسے دادا جان نے یہاں اپنے لئے ایک بہترین حفاظت گاہ بنائی تھی تہہ خانے میں جانے کا جو راستہ تھا اس پر سرخ رنگ کی ایک پلیٹ لگی ہوئی تھی اور جب کسی کا سایہ اس پر پڑتا تو اندر موجود کرنل ہمایوں کو اس بات کا علم ہوجاتا اور وہ فوراً احتیاطی تدابیر کرلیتے چنانچہ اس وقت بھی جیسے ہی سرخ پلیٹ پر میرا سایہ پڑا فوراً ہی اس کے اندر ننھے ننھے تین بلب اسپارک کرنے لگے اور نیچے لگے ہوئے اسپیکر سے آواز سنائی دی۔

"کون ہے؟"

"میں ہوں کرنل صاحب' مراد۔"

"ہوں۔ آجاؤ۔" کرنل صاحب نے کوئی اور سوال نہیں کیا بس تہہ خانے کا دروازہ کھل گیا میں سیڑھیاں عبور کرکے نیچے پہنچ گیا کرنل ہمایوں سفید رنگ کی ایک میز کے پیچھے پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھے ایک لفافے کو بند کر رہے تھے لفافے کو ہتھیلی سے دبا کر انہوں نے مجھے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر لفافے پر رانا اختیار خلجی' چنار پور لکھنے لگے' مار کر سے یہ نام لکھنے کے بعد انہوں نے گویا اپنا کام مکمل کرلیا پھر بولے۔

"وہی خط لکھ رہا تھا اچھا ہوا تم یہاں آگئے ویسے خط میں حسن فیروز کو دوں گا اور تم سے ایک درخواست کروں گا۔"

"کرنل صاحب۔"

"فضول باتیں بند' جو کہا جارہا ہے اسے غور سے سنو' درخواست یہ ہے کہ حسن فیروز کو راہ راست پر لانے کے لئے کچھ ایسے کام بھی کرنا پڑ رہے ہیں جو خود مجھے ناپسند ہوتے ہیں' اپنے معاملات میں کسی کی مداخلت بے جا کو میں قطعی طور پر ناپسند کرتا ہوں لیکن جہاں تک میں محسوس کر رہا ہوں' حسن فیروز تمہارے ساتھ رہ کر شاید کام کا آدمی بن جائے ویسے تو میں اسے اپنے راستے پر لگانے کی کوشش میں ہمیشہ ہی ناکام رہا ہوں لیکن

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

پتہ نہیں تم نے اس پر کون سی جادو کی چھڑی گھمادی ہے کہ اب وہ انسانوں جیسی حرکتیں کرنے لگا ہے اور میں اس بات پر اس قدر خوش ہوں کہ تم تصور بھی نہیں کرسکتے' چنانچہ بقول اس کے اختیارات تو اس نے لے لئے ہیں اور اس معاملے کی سپرویژن کر رہا ہے لیکن اس پر ذرا نظر رکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا لاابالی پن نقصان دہ ثابت ہو۔"

"اصل میں کرنل صاحب' کیونکہ صورت حال کو میں بالکل نہیں جانتا اس لئے کوئی تبصرہ بھی نہیں کروں گا اور اس بارے میں اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہوں گا۔"

"اگر تم سمجھتے ہو کہ تمہارے ان الفاظ سے متاثر ہو کر میں تمہیں چنار پور رانا اختیار خلجی کے بارے میں کوئی کہانی سنانے بیٹھ جاؤں گا تو اس غلط فہمی کو دل سے نکال دو' جو کچھ بھی کرنا ہے وہاں جاکر تمہیں خود کرنا ہے۔ مختصراً میں تمہیں یہ بتا دوں کہ رانا اختیار خلجی کوئی ایسی مہم تمہارے سامنے پیش کرے گا جس کے بارے میں ہوسکتا ہے کہ تم مشکل کا شکار ہوجاؤ لیکن تمہیں یہ مہم سرانجام دینی ہے پوری ذمہ داری کے ساتھ۔"

"جی۔"

"تو پھر میری کھوپڑی کیوں کھا رہے ہو' کوئی کام ہے مجھ سے؟ یہ خط تو ظاہر ہے میں حسن فیروز کو دوں گا۔"

"جی مم..... میں آپ کو تلاش کرتا ہوا آگیا تھا۔"

"کیوں میں کوئی سوئی ہوں جو گم ہوجاؤں گا۔" کرنل کی بھرائی ہوئی آواز ابھری اور میں جلدی سے کرسی سے کھڑا ہوگیا اور پھر تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا تہہ خانے سے باہر نکل آیا۔ حسن فیروز نظر آگیا تھا مسکراتا ہوا بولا۔

"کرنل جیبی کے پاس سے آرہے ہو؟"

"یار کمال ہے' تمہارا سارا خاندان اسی کیفیت کا شکار ہے۔"

"ہائے کیا مزے کی بات کہی ہے میرا خاندان' آؤ آؤ دیکھو تمہارے لئے کیا لے کر آیا ہوں۔ دیکھو گے تو خوش ہوجاؤ گے۔" وہ مجھے کمرے میں لے آیا اور پھر اس نے سامنے رکھا ہوا ایک کپڑا کھول دیا۔ پوریاں' ترکاری اور حلوہ موجود تھا' گرم تھا تازہ تھا' لیکن میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھا تھا۔

"یہ کیا ہے؟"

"کھا کر دیکھو لطف آجائے گا۔"

"مگر یار یہ تو اس وقت۔"

"پھر وہی جاہلوں جیسی باتیں شروع کردیں کھانے پینے کی اشیاء کے لئے کوئی وقت ہوتا ہے' سامنے آجائیں کھالو بات ختم۔"

میں ایک گہری سانس لے کر اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔

بہرحال ساری باتیں اپنی جگہ پوریاں اور ترکاری واقعی مزیدار تھی چنانچہ نہ چاہنے کے باوجود کافی کچھ کھا پی گیا اور تعریفیں بھی کرتا رہا کیونکہ حسن فیروز ان تعریفوں سے خوش ہوتا تھا۔

وقت مقررہ پر ہم لوگ اسٹیشن پر پہنچ گئے' کسی کو اطلاع تو دینی نہیں تھی معاملہ صرف کرنل ہمایوں سے تھا' اسٹیشن پر پہنچنے کے بعد البتہ حسن فیروز ہوشیار ہوگیا سب سے پہلے اس نے چنار پور کے بارے میں تفصیلات معلوم کی تھیں کہ ٹرین کس وقت یہاں آئے گی اور کس وقت وہاں پہنچے گی۔ پتہ یہ چلا کہ چنار پور تک کا راستہ یہاں سے ٹرین کے لیٹ ہوئے بغیر دس گھنٹے کا ہے اور جہاں تک ریلوے کے نظام کا تعلق ہے تو اسے کسی بھی ہندسے سے ضرب دیا جاسکتا ہے یہ الگ بات ہے کہ ڈرائیور اچھے موڈ میں ہو اور راستے کے حالات سازگار ہوں تو دس گھنٹے کے اندر بھی کام بن سکتا ہے گویا ٹرین یہاں ساڑھے پانچ بجے پہنچے گی۔ فرض کرو چھ بجے روانہ ہوگئی تو صبح چار بجے وہ چنار پور پہنچ جائے گی ٹکٹ وغیرہ خرید لئے گئے جو آسانی سے حاصل ہوگئے تھے بس ذرا قلی کو آنکھ مارنی پڑی تھی اور جواب میں اس نے بھی آنکھ ماری تھی پھر ہاتھ سے کچھ فحش اشارے بھی کئے تھے اور یہ فحاشی تکمیل کو پہنچ گئی۔ قلی نے ہمیں ایک آرام دہ جگہ بٹھا دیا اور ہماری ہر طرح کی تسلی کرنے کے بعد جیب میں ہاتھ ڈالے ہوئے باہر نکل گیا جس میں اچھی خاصی رقم پہنچی تھی ٹرین ڈرائیور غالباً گھر سے وعدہ کرکے آیا تھا کہ صبح کا ناشتہ گھر پر ہی کرے گا چنانچہ وقت سے پہلے ہی ٹرین روانہ ہوگئی اور اس کے بعد راستے طے ہونے لگے چنار پور کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوئی تھیں وہ یہ تھیں کہ ایک خوبصورت پہاڑی علاقہ ہے پہلے کبھی کوئی چھوٹی سی جگہ ہوگی لیکن اب اس کے اطراف میں بہت سی صنعتیں پھیل گئی ہیں لیکن شہر کی خوبصورتی اپنی جگہ قائم ہے اور نواحی علاقوں میں رہنے والے شہریوں سے مقابلہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں یعنی یہ کہ چنار پور کے موسمی حالات سے فائدہ اٹھا کر وہ چنار پور کو خوبصورت بنانے میں مصروف ہیں بس یہ مختصر معلومات تھیں راستے میں حسن فیروز بھی سوچ میں ڈوبا رہا تھا کبھی کبھی اچانک منہ اٹھا کر وہ ایک دو باتیں کرلیا کرتا تھا اور اس کے بعد پھر مراقبے میں چلا جاتا تھا۔ میں نے ایک دو بار

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

اس سے کہا بھی۔

"قرب و جوار میں بیٹھے ہوئے لوگ غالباً تمہیں کوئی پہنچا ہوا بزرگ سمجھ رہے ہیں' یہ تم پر کیا کیفیت طاری ہے؟"

"بس یار غلطی سے نیند کی گولی کھا بیٹھا ہوں۔"

"کیا؟" میں چونک کر بولا۔

"یقین کرو' سر میں درد ہو رہا تھا میں نے سوچا کہ کوئی سر درد کی گولی لے لوں' اب تم سے تذکرہ کرتا تو تم پریشان ہو جاتے۔ نہ جانے کس طرح اب تک اپنے آپ کو سنبھالے رہا ہوں۔"

"خدا کی پناہ' کاش تم زندگی میں کبھی عقل کا کوئی کام کر لیتے۔"

"کیا ہے کیا ہے ایک بار۔" حسن فیروز پھیکی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔

"خاک کیا ہے؟"

"نہیں یقین کرو کیا ہے۔"

"بھلا کیا۔"

"چھوڑو یار نیند کی گولی کھائے ہوئے ہوں صحیح جواب نہیں دے سکوں گا۔ آرام کرو۔"

اس کے بعد میں نے حسن فیروز کو پریشان نہیں کیا تھا۔ ٹرین سفر کر رہی تھی جب رات زیادہ گہری ہو گئی تو سارے مسافر سو گئے میں اکیلا بیوقوف جاگ کر کیا کرتا ہاں یہ معلومات حاصل کر لی تھیں کہ ٹرین چنار پور پر صرف پانچ منٹ کے لئے رکتی ہے اب مسئلہ یہ تھا کہ اگر سو گیا تو بے تکی بات ہوتی بھلا کس کو پڑی ہے کہ مقررہ وقت پر جاگ کر ہمیں چنار پور اتارے' وہ تو سونے ہی کا وقت ہو گا ایسا کروں کہ جاگتا رہوں تو زیادہ بہتر ہے تاکہ کوئی دقت پیدا نہ ہو سکے۔

اس کے برعکس حسن فیروز میرا نگران اعلیٰ آرام سے سو رہا تھا اور دنیا کی کوئی خبر ہی نہیں تھی اسے' بس گہری اور مست نیند لاکھ جاگنے کی کوشش کی' لیکن نہ جانے کتنی دیر کے بعد نیند آ گئی۔ پھر آنکھ کھلی اِدھر اُدھر دیکھا تو ایک دم دہشت زدہ ہو گیا۔ کھڑکی سے دوسری جانب آگ کے شعلے اٹھتے ہوئے نظر آ رہے تھے' ٹرین کے دونوں جانب آگ بھڑکی ہوئی تھی میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے دوسرے مسافروں کو دیکھا سب آرام کی نیند سو رہے تھے یہاں تک کہ حسن فیروز بھی۔ دل چاہا چیخ کر آگ آگ

پکاروں لیکن اچانک ہی یہ احساس ہوا کہ یہ کیسی آگ ہے جس میں تپش ہی نہیں ہے ٹرین کی رفتار بھی سست ہو رہی تھی پھر ذرا حواس جاگے تو ایک دم احساس ہوا کہ یہ صرف ذہنی دباؤ تھا جس نے سرخ پھولوں والے ان درختوں کو آگ سمجھنے پر مجبور کر دیا تھا ٹرین کے دونوں جانب درختوں کے جنگل کے جنگل بکھرے ہوئے تھے اور ان پر ایسے سرخ روشن پھول کھلے ہوئے تھے کہ معلوم ہوتا تھا جیسے شعلے لپک رہے ہوں اور ایک دم ہی میرے ذہن میں ایک واقعہ گھوم گیا۔ بابر جب کشمیر کی طرف رواں دواں تھا تو اس نے وادی کشمیر میں داخلے سے پہلے چناروں کا درخت دیکھا تھا اور حیرت سے گھوڑے کی لگامیں کھینچتا ہوا بولا تھا۔

"چہ نار' یعنی کیا یہ آگ ہے۔" جس کے جواب میں اسے بتایا گیا کہ یہ آگ نہیں بلکہ چنار کے درخت ہیں گویا اگر اس مثال کو سامنے رکھا جائے تو یہ جگہ چنار پور ہو سکتی ہے گھڑی میں وقت دیکھا تو پانچ بج کر بیس منٹ ہو گئے تھے شکر تھا ٹرین لیٹ تھی اور میری آنکھ صحیح وقت پر کھلی تھی تھوڑی دیر کے بعد پلیٹ فارم پر چنار پور کا بورڈ بھی دیکھ لیا اور پھر میں نے حسن فیروز کو جھنجھوڑ کر جگا دیا اس نے آنکھیں کھول کر پوچھا۔

"کیا قیامت آ گئی؟"

"قیامت نہیں چنار پور آ گیا۔" میں نے جواب دیا۔

"کون سا چنار پور؟"

"نیچے اترو بتا دوں گا۔"

"دھمکی دے رہے ہو۔" وہ غرا کر بولا۔

"اٹھ جا بھائی کیوں پریشان کر رہا ہے۔" ٹرین کچھ وقت کے بعد رک گئی۔ حسن فیروز بھی ہوش میں آ گیا تھا میں نے باہر کے مناظر دیکھے۔

بے شک ایک خوبصورت پہاڑی شہر تھا لیکن خاصی عمدہ عمارتیں نظر آ رہی تھیں اسٹیشن کے آس پاس' شہر بھی زیادہ چھوٹا نہیں تھا یہ الگ بات ہے کہ پس منظر میں سرمئی رنگ کی دھند میں لپٹی ہوئی پہاڑیوں کے وسیع و عریض سلسلے نظر آ رہے تھے جن میں کہیں جگہ جگہ برف چمک رہی تھی گویا خاصا خوبصورت علاقہ تھا اور خاص بات سرخ پھولوں والے درخت تھے جو چنار پور کو واقعی چنار پور بنا رہے تھے۔

ہم لوگ اپنا مختصر سامان لئے نیچے اتر آئے بہت عمدہ لباس منتخب کئے گئے تھے اور اس کے لئے کرنل ہمایوں نے خاص طور سے ہدایات جاری کی تھیں اور یہ کہا تھا کہ ہمیں

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

رانا اختیار خلجی کی کوٹھی میں بڑی شان وشوکت کے ساتھ جانا ہے چنانچہ پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر چاروں طرف نگاہیں دوڑاتے ہوئے حسن فیروز نے کہا۔

"محترم گل مراد صاحب کیا ارادے ہیں پہلے کسی ہوٹل میں قیام کیا جائے یا پھر یہ دو گدھوں کا بوجھ سر پر رکھ کر رانا اختیار صاحب کی حویلی چلا جائے؟"

"نہیں خیر تم ایک ہی گدھے کا بوجھ اٹھالو اور پلیٹ فارم سے تو باہر چلو۔" حسن فیروز نے میری بات پر توجہ بھی نہیں دی۔

تھوڑا سا آگے بڑھا اور اس کے بعد ہم دونوں اسٹیشن سے باہر نکل آئے حالانکہ ابھی صبح ہوئے دیر نہیں ہوئی تھی لیکن اسٹیشن کے باہر زندگی پوری طرح رواں دواں تھی۔ پہاڑی مقام ہونے کی وجہ سے غالباً ملک کے بیشتر حصوں سے سیروسیاحت کے رسیا یہاں آتے جاتے رہتے ہوں گے چنانچہ کچھ ضرورت مند ہماری جانب بھی لپکے تھوڑے فاصلے پر صبح کا ناشتہ فروخت ہو رہا تھا جن میں طرح طرح کی چیزیں تھیں۔ ایک انتہائی اسمارٹ سے شخص نے ہمارے پاس پہنچ کر کہا۔

"مجھے یقین ہے سر کہ آپ کو میری مدد کی ضرورت ہوگی۔" حسن فیروز نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"لو یہ بیگ سنبھالو۔" اور پھر اس نے اپنے بیگ کے ساتھ میرے ہاتھ میں پکڑا ہوا بیگ بھی اس شخص کے ہاتھ میں دے دیا' وہ ایک لمحے کے لئے جھجکا تھا لیکن پھر اس نے دونوں بیگ سنبھال لئے۔

"دراصل میں اپنا تعارف کرانا چاہتا ہوں آپ سے۔"

"کون سی دکان ہے تمہاری اور ناشتے میں کیا کیا ہے؟" حسن فیروز نے پوچھا۔

"نہیں سر دکان نہیں ہے میری میں ہوٹل کوہسار کا نمائندہ ہوں۔"

"فی الحال ہم ناشتے کی کسی دکان کے نمائندے کی تلاش میں ہیں تم نے ہم سے پوچھے بغیر ہمارے یہ بیگ اٹھائے ہیں چنانچہ ہمیں عمدہ سا ناشتہ کرانا بھی تمہارا فرض ہوگیا ہے۔" میں تو ایک لمحے کے لئے الجھ گیا تھا حسن فیروز کی فطرت کو اچھی طرح سمجھتا تھا' لیکن وہ شخص بھی شاید خوش مزاج آدمی تھا اس نے کہا۔

"آپ بھی کیا یاد کریں گے کہ چنار پور میں کوئی میزبان ملا تھا۔ آیئے آپ چنار پور میں قیام کریں یا نہ کریں میں آپ کو ناشتہ ضرور کراؤں گا۔"

اور پھر وہ سچ مچ ناشتے کی ایک دکان کی جانب بڑھ گیا' میں غصیلی نگاہوں سے حسن

فیروز کو دیکھ رہا تھا لیکن ایسے موقع پر حسن فیروز کبھی مجھ سے نگاہیں نہیں ملاتا تھا' اس شخص نے ہمارے دونوں بیگ ناشتے کی دکان پر رکھ دیئے اور پھر لکڑی کی بنچوں کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

"تشریف رکھئے جناب۔"

"شکریہ' شکریہ۔" حسن فیروز بنچ پر بیٹھ گیا تو وہ شخص ناشتے کے لئے دکاندار سے کہنے لگا پھر ہمارے سامنے ایک بنچ گھسیٹ کر بیٹھتا ہوا بولا۔

"میرا نام انور حسین ہے۔"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر انور حسین صاحب' ویسے یار گھاٹے کا سودا نہ کیا کرو' اب تمہیں کیا معلوم کہ ہم کسی ہوٹل ہی میں ٹھہرنا چاہتے ہیں' ممکن ہے میری خالہ زاد ممانی یا نانی زاد خالہ یہاں چنار پور میں رہتی ہوں اور ہم کسی ہوٹل کی تلاش کے بجائے کوئی تانگہ تلاش کر رہے ہوں۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا جناب' ناشتے کے بعد آپ یہ فیصلہ کر لیجئے کہ آپ کو ہوٹل چاہئے یا تانگہ وہ بھی میں آپ کو مہیا کردوں گا۔"

"معاوضہ کیا ہوگا؟" حسن فیروز نے پوچھا۔

"بس دوستی کے انداز میں ہاتھ ملا لیجئے' ہم بھی فقیر نہیں ہیں دل کے شاہ ہیں۔"

اتنی دیر میں دکان کے ملازم نے تازہ پکے ہوئے پراٹھے قیمے آلو کی ترکاری اور چند ایسی چیزیں ہمارے سامنے رکھ دیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حسن فیروز کا بے تکا پن ہمیشہ کی طرح اس وقت بھی ناقابل برداشت تھا لیکن اس وقت جو ناشتہ کیا وہ اس برفیلے موسم میں لطف دے گیا۔ بڑے بڑے مٹی کے پیالوں میں گاڑھی گاڑھی چائے جو شاید دودھ میں پتی ڈال کر بنائی گئی تھی اور دودھ بھی بس خاص قسم کا کچھ عرصے پہلے کی داستانیں یاد آگئیں' یہ سب کچھ میری زندگی کا ایک حصہ تھا حالانکہ یہ الگ بات ہے کہ شروع ہی سے میں ایک نفاست پسند انسان رہا اور ایک جاہل دیہاتی ہونے کے باوجود کھانا' پینا' پہننا اور کچھ نہیں تو کم از کم صاف ستھرا ضرور رہا' یہ ساری چیزیں بڑی قیمتی تھیں میرے لئے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ کرنل ہمایوں کی صحبت نے طبیعت میں جو نکھار پیدا کر دیا تھا وہ اب اس قسم کی باتوں میں آڑے آجاتا یعنی سڑک کے کنارے بنچ پر بیٹھ کر کھانا' جبکہ ایک اصل اور اہم کام کچھ اور ہی تھا پتہ نہیں کرنل ہمایوں نے' رانا اختیار خلجی کے پاس کس حیثیت سے بھیجا تھا' خود رانا اختیار خلجی یا حویلی کا کوئی اور آدمی اگر ہمیں

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

اس انداز میں سڑک کے کنارے بیٹھے دیکھ لیتا اور جب ہم وہاں پہنچتے تو ہمیں پہچان لیتا تو ہمارے بارے میں کیا سوچتا' اصل میں اپنی حیثیت سے بڑھنے کا تصور خود میرے ذہن میں بھی نہیں تھا لیکن کرنل ہمایوں نے ڈسپلن کی پابندی کو خصوصی طور پر اہمیت کا حامل قرار دیا تھا جہاں تک حسن فیروز کا معاملہ تھا تو وہ دادا جان کا پوتا اور بابا جان کا بیٹا تھا بھلا اس کے لئے کیا مشکلات ہو سکتی تھیں' مجھے اگر کرنل ہمایوں کی نگاہوں میں گرا دیا جاتا تو میرے لئے پھر وہی سڑکیں ہوتیں اور ہاتھ میں کدال' جو اب واقعی بڑا مشکل کام تھا میرے لئے ادھر یہ جناب انور حسین صاحب آ گئے تھے' شاہ دل فراخ دل کام دھندہ چھوڑ کر ہمارے ساتھ بیٹھے ہوئے ناشتہ اڑا رہے تھے۔ ہوتا ہے' بعض اوقات پاگلوں کو پاگل مل ہی جاتے ہیں' ناشتہ مکمل ہوا تو میں نے جیب سے رقم نکالی انور حسین صاحب کہنے لگے۔

"دیکھو بھائی کبھی کبھی کسی کی مشکل دیکھ کر انسان رکتا ہے نا' تو اسے نقصانات تو برداشت کرنے ہی پڑتے ہیں آج ٹرین سے آنے والی کسی سواری کو بھی نہ پکڑ سکا۔ تم لوگوں کے چکر میں پڑ گیا۔ سمجھا یہی تھا کہ تم لوگ ہوٹل میں قیام کرو گے اور اپنا کام بن جائے گا لیکن بات کچھ بھی نہیں ہے۔ چلو ٹھیک ہے کچھ دوستوں کے ساتھ دوستی ہی ہو گئی' اب جب دوستی کی بات ہو گئی ہے تو پھر بھلا چنار پور میں تمہارے ناشتے کا بل دینے کا کیا سوال ہے۔"

"تانگے میں وہاں پہنچا دو گے بھائی جان' جہاں ہمیں جانا ہے!" حسن فیروز تو تھا ہی بے غیرت انسان۔

"نہ صرف وہاں پہنچا دوں گا بلکہ جتنے دن یہاں رہو گے دوست اتنے دن کے اخراجات بھی میرے ذمے۔"

"خدا تم جیسا دوست ہر ایک کو نصیب کرے۔" حسن فیروز اسے دعائیں دینے لگا' میں ہنس کر خاموش ہو گیا تھا' حسن فیروز تو تھا ہی بدمعاش' لیکن میں انور حسین کی فطرت کو سمجھ رہا تھا ایسے لوگ ہوتے ہیں جو بلا وجہ کسی کے دوست بن کر اپنے آپ کو نقصان پہنچانے سے نہیں چوکتے' لیکن میرا اپنا نظریہ یہ تھا کہ قدرت ایسے لوگوں کی مدد کرتی ہے اور وہ اپنی نیک فطرت کا پھل ضرور پاتے ہیں اور اس وقت یہ سب کچھ جیتی جاگتی شکل میں موجود تھا یعنی یہ کہ ہمیں ہوٹل میں ہی جانا تھا ایک دو دن قیام کرنا تھا حسن فیروز منہ صاف کر کے اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور پھر ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ انور حسین نے ہمارے سوٹ کیس پھر اپنے ہاتھوں میں اٹھا لئے تھے' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اب تو تمہارا نمک کھا چکے ہیں انور بھائی' اب اتنا شرمندہ نہ کرو ہمیں' لاؤ یہ سوٹ کیس ہمارے ہاتھ میں دے دو۔"

"ایک..... ایک تو نمک بھاجی میں تھا ہی نہیں' البتہ شکر پر بھی کوئی پابندی نہیں ہوتی' یقین کرو میں نے تو نمک کھایا ہی نہیں میں نے تو شکر کھائی ہے' اگر اس کی ترکاری میں نمک زیادہ پڑ گیا ہو تو اس کا سوٹ کیس اسے واپس دے دو۔"

"میں تو دونوں ہی سوٹ کیس اٹھائے ہوئے ہوں۔ اچھا یہ بتایئے تانگے والے سے کہاں کا تذکرہ کروں' اسے بتانا پڑے گا کہ آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟"

"یہ تو ہے مگر پیارے بھائی یہاں تو ٹیکسیاں بھی نظر آ رہی ہیں۔"

"ٹیکسی میں جائیں گے آپ لوگ' چلئے کوئی بات نہیں وہ سامنے ٹیکسی اسٹینڈ بھی ہے میں پہنچائے دیتا ہوں جانا کہاں ہے؟"

"تمہارے ہوٹل کا کیا نام ہے ڈیئر انور؟" میں نے سوال کیا۔

"ہوٹل الفلاح۔"

"زندہ باد اس کا مقصد ہے کہ وہاں فلاحی کام ہوتے ہیں مگر کیا وہاں قیام کا معاوضہ بھی لیا جاتا ہے؟"

"ہوٹل صرف ہوٹل ہے جناب' اس علاقے کے بارے میں بتا دیجئے' اپنا ایڈریس بھی مجھے دے دیجئے تاکہ دوبارہ آپ سے ملاقات کروں تو آسانی ہو جائے۔"

"ہمیں ہوٹل الفلاح جانا ہے۔" میں نے کہا اور انور حسین پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

"آپ کی مرضی ہے جتنی دیر چاہیں مذاق کر لیں' اب تو میں بھی فارغ ہوں' دوسری ٹرین پونے گیارہ بجے آئے گی آئیں آپ کو گھر تک چھوڑ آؤں۔"

"بھائی جان ہمیں ہوٹل الفلاح جانا ہے۔" میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"یعنی..... یعنی۔"

"ارے بھائی یہ میرا دوست ہے نا حسن فیروز بیچارہ ایک مشکل کا شکار ہے تم نے نیم پاگلوں کے بارے میں سنا ہو گا۔"

"یعنی یہ دلچسپ آدمی ہے۔"

"لو بھائی غلط فہمی کا شکار ہو گئے' اماں بھائی جان میری پھوکڑی میں کھوڑا ہے۔ پھوکڑی میں کھوڑا سمجھتے ہیں آپ؟"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"جی؟"

"حسن کھوپڑی کا پھوڑا کہنا چاہتے ہیں' یعنی برین ٹیومر۔"

"نہیں!" انور حسین ایک دم سنجیدہ ہوگیا۔

"جو ہے وہ بھی نہیں' آپ براہ کرم ہوٹل الفلاح چلئے گا۔" میں نے اس بے چارے شریف آدمی کو مزید پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ کہنے لگا۔

"واقعی اگر آپ ہوٹل میں قیام کریں گے تو پھر میرے پاس ہوٹل کی کار بھی موجود ہے۔"

"تو پھر اب تک بے کار باتیں کیوں کر رہے تھے' کار موجود ہے تو کار آمد باتیں کرو' پیارے بھائی چلو یہ سامان کار میں رکھو۔" حسن فیروز نے کہا اور انور حسین ہنستا ہوا ایک جانب بڑھ گیا' یہاں پرائیویٹ کاریں کھڑی ہوئی تھیں اس نے ایک کار کی ڈگی کھولی اور اس میں ہمارے دونوں سوٹ کیس رکھ دیئے پھر کار کا اسٹیئرنگ والا دروازہ کھول کر عقبی سیٹوں کا دروازہ کھول دیا اور بولا۔

"سر تشریف رکھئے۔"

"لو بھائی کا لہجہ ہی بدل گیا۔" حسن فیروز نے کہا اور ہم دونوں کار کے عقبی حصے میں بیٹھ گئے۔ انور حسین نے اسٹیئرنگ پر بیٹھ کر کار اسٹارٹ کر دی تھی۔

"میں ہوٹل الفلاح کا ایک معمولی سا نمائندہ ہوں' تھوڑی سی تنخواہ ملتی ہے۔ چھوٹا سا گھر ہے جس میں چند افراد کی کفالت کرتا ہوں' لیکن زندگی سے اتنی دور کا انسان بھی نہیں ہوں کہ اچھے اور دلچسپ لوگوں کو نظر انداز کردوں' آپ لوگ قابل احترام ہیں کہ میرے ہوٹل میں قیام کر رہے ہیں اور مجھے یقینی طور پر آپ کو وہاں تک پہنچانے کا کمیشن بھی ملے گا لیکن پتہ نہیں کیوں آپ لوگ اچھے لگے ہیں' مجھے اجازت دیں گے کہ آپ سے اپنی ڈیوٹی کے بعد ملتا رہوں۔"

"ہم تم سے خود ملاقات کریں گے انور حسین' فکر نہ کرو فی الحال ہم ذرا مصروف ہوں گے۔"

"نہیں فرصت کے وقت کی بات کر رہا ہوں اور جہاں تک چنار پور کا تعلق ہے تو کوئی بھی ضرورت ہو تو مجھے طلب کرلیں یہ میرا کارڈ ہے نیچے گھر کا پتہ اور ٹیلی فون نمبر بھی لکھا ہوا ہے' آپ جب مجھے طلب کریں گے میں حاضر ہو جاؤں گا۔"

"چراغ کے بغیر؟" حسن فیروز نے سوال کیا؟ اور انور حسین ہنسنے لگا' پھر ایک دم

سنجیدہ ہوگیا شاید کس سوچ نے اسے سنجیدہ کر دیا تھا۔

ہوٹل الفلاح خوبصورت ہوٹل تھا' یہ اندازہ ہمیں سڑکوں سے گزرنے کے بعد ہی ہوگیا تھا کہ چنار پور کسی زمانے میں ایک پسماندہ شہر رہا ہوگا۔ صرف ایک پہاڑی شہر' لیکن اس وقت صنعتوں نے چار چاند لگا دیئے ہیں' جن کی اطلاع ہمیں مل چکی تھی' کرنل ہمایوں نے چنار پور کے بارے میں تھوڑی بہت تفصیلات بتا دی تھیں جو اس وقت ہمارے کام آرہی تھیں بہرطور ہوٹل الفلاح کی تیسری منزل کے ایک کمرے میں ہم دونوں کو رہائش مل گئی اور اس کے بعد جب میں نے انور حسین کو ٹپ کی رقم ادا کی تو اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا پھر اس نے کہا۔

"یہ دینا ضروری ہے۔"

"ہاں' جو شخص اپنے پیشے سے مخلص نہیں وہ اپنے دوستوں سے بھی مخلص نہیں ہوسکتا اور یہ تمہارا پیشہ ورانہ امتحان ہے۔" اس نے میرے دیئے ہوئے نوٹ جیب میں رکھ لئے اور کہنے لگا۔

"میرا کارڈ آپ کے پاس ہے آئندہ ٹپ کے لئے آپ سے ملاقات نہیں کروں گا اور نہ ہی اس وقت کی تھی لیکن جب بھی آپ طلب کریں گے حاضری میرا فرض ہوگی۔" میں نے اس سے پرجوش مصافحہ کیا حسن فیروز مسکرا کر بولا۔

"بھائی میری کسی بات کا برا مت ماننا' درحقیقت میں اپنے بارے میں ابھی تک الجھنوں کا شکار ہوں' خیر اپنی الجھنیں تمہیں وقت سے پہلے نہیں بتاؤں گا اب تم جاؤ۔ خدا حافظ۔" اور اس کے بعد حسن فیروز نے دروازہ بند کرلیا تھا بہرحال اس کی کئی باتیں مجھے ناگوار بھی گزری تھیں' لیکن اپنی حیثیت کو مدنگاہ بھی رکھنا ضروری تھا حسن فیروز نے کہا۔

"اصل میں میرا ایک شوق اور بھی ہے تمہیں شاید اس پر بھی ہنسی آئے۔"

"نہیں مجھے تو آج تک تمہارے کسی شوق پر ہنسی نہیں آئی۔"

"میں نے کسی شوق کا اظہار نہیں کیا تم پر۔"

"کیوں۔ پائپ لائن میں سونے کا شوق نہیں ہے تمہیں؟"

"وہ شوق نہیں' ضرورت ہے' سمجھ رہے ہو نا۔"

"ٹھیک ہے اپنے نئے شوق کے بارے میں بتا دو۔"

"غسل خانہ جہاں بھی ہوتا ہے نہ جانے کیوں اسے دیکھ کر میری طبیعت مچلنے لگتی

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

ہے اور دل چاہتا ہے کہ مینڈک کی طرح اچھل اچھل کر غسل خانے میں داخل ہو جاؤں اور پانی کا شاور اپنے سر پر کھول لوں' اس وقت بھی یہی دل چاہ رہا ہے' چلو مینڈک کی طرح تو نہیں اچھلوں گا لیکن جانے کی اجازت چاہتا ہوں۔" اور پھر وہ غسل خانے کی جانب چل پڑا۔

میں کمرے کا جائزہ لینے لگا پھر عقبی کھڑکی کے قریب پہنچ کر میں نے کھڑکی کھولی اور اس کی دوسری جانب بکھرے ہوئے اونچے نیچے مکانات دیکھنے لگا' یہ شہر قدیم وجدید کا امتزاج تھا نئی عمارتیں بہت خوبصورت بنی ہوئی تھیں لیکن انہی کے درمیان بھدی اور بدنما عمارتیں بھی تھیں بعض تو کچی مٹی تک سے بنائی گئی تھیں اور اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ چنار پور اپنی ایک الگ ہی تاریخ رکھتا ہے۔ بہرحال اب یہاں رک کر پہلے صورت حال کا جائزہ لینا تھا۔ بستی دو آبہ کے جوانوں کے لئے اس سے زیادہ کچھ تھا بھی تو نہیں اس دنیا میں۔ بمشکل تمام حسن فیروز نے غسل خانے سے باہر جھانکا اور کہنے لگا۔

"آجاؤں؟"

"مرضی ہے تمہاری۔"

"یار اب تو پگھلنا شروع ہو گیا تھا۔"

"میں نے کہا نا تمہاری مرضی ہے۔"

"تم نے میرے کپڑے نہیں نکالے۔"

"نکال دوں۔" میں نے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا تو وہ ہنسنے لگا پھر بولا۔

"یار کم از کم شرافت سے مذاق کر لیا کرو۔ اب میں نے مذاق میں کہا اور تم سنجیدگی سے تیار ہو گئے' خبردار ایک لفظ بھی آگے نہ کہنا' ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔" حسن فیروز کی فطرت کے بہت سے پہلو مجھے پسند تھے' وہ کبھی کسی لمحے یہ باور کرانے کی کوشش نہیں کرتا تھا کہ میرے سرپرست کا پوتا ہے' اور ظاہر ہے مجھ تک اس کی پہنچ کسی حوالے سے نہیں ہوئی تھی ہم دونوں براہ راست ملے تھے بہرحال پھر سنجیدگی سے باتیں ہوئیں۔ طے یہ کیا گیا کہ چونکہ کرنل صاحب نے ہم سے یہ نہیں کہا کہ ہم اپنا یہ کام گھنٹوں میں یا دنوں میں نمٹا کر واپس آجائیں۔ صورت حال کا بھرپور طریقہ سے جائزہ لیں اور جس طرح کے بھی حالات پیش آئیں اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ پہلے چنار پور کا بھرپور جائزہ لے لیا جائے' اس کے مقامات سے واقف ہوا جائے اور اس کے بعد پھر رانا اختیار خلجی کی حویلی کا رخ کیا جائے' انور حسین کو اس سلسلے میں تکلیف دینا مناسب نہیں سمجھا تھا' ٹیکسیاں

ہوٹل الفلاح کے سامنے بھی تھیں۔ چنانچہ ایک ٹیکسی ہمیں لے کر چل پڑی اور پھر خاصی رات گئے تک ہم چنار پور کی سیر کرتے رہے اور آخر میں حسن فیروز نے کہا۔

"خیر میں تو گدھا ہوں' لیکن کیا تم نے بھی کبھی چنار پور نہیں دیکھا۔"

"نہیں کیوں؟"

"یار بڑی خوبصورت جگہ ہے' میں گدھا اس لئے ہوں کہ یہاں پہلے نہیں آیا۔"

"ایسی بہت سی جگہیں ہوں گی جہاں ہم پہلے کبھی نہیں گئے ہوں گے۔"

"ابھی کل کا دن اور مصروف رہیں گے میرا خیال ہے کہ کل شام کو ہم رانا اختیار خلجی کے گھر چلیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" رات خوشگوار گزری' موسم بھی بہت اچھا تھا اور رہائش گاہ بھی بہت حسین تھی دوسرے دن بھی ہم مختلف مقامات کی سیر کرتے رہے اور پھر تین بجے ہوٹل واپس آگئے' اس کے بعد اپنا سامان وغیرہ سمیٹ کر ہم نے ہوٹل کا کمرہ چھوڑا' انور حسین موجود نہیں تھا لیکن اس کا کارڈ ہمارے پاس تھا جب چاہتے اس سے رابطے کر سکتے تھے۔ ٹیکسی ہمیں لے کر رانا اختیار خلجی کی حویلی کی جانب چل پڑی' ہم نے ٹیکسی ڈرائیور کو پتہ بتا دیا تھا لیکن ٹیکسی جس عظیم الشان اور بلند و بالا دروازے کے سامنے رکی' ہمیں قدیم زمانے کے شاہی محل یاد آگئے' جن کے بارے میں صرف کہانیاں ہی سنی تھیں یا پھر کہیں کسی تاریخی مقام پر کسی راجہ یا بادشاہ کے محل کے ٹوٹے پھوٹے کھنڈر دیکھے تھے لیکن یہ حویلی درحقیقت کسی شاہی محل ہی کا سا وقار اور شان رکھتی تھی' گیٹ پر دربان کھڑے ہوئے تھے' بڑا سا چوبی دروازہ تھا جس پر پیتل کی کیلیں لگی ہوئی تھیں اور اس کا ایک پٹ کھلا ہوا تھا ہم اندر داخل ہوئے تو یوں محسوس ہوا جیسے دربان ہماری آمد کے منتظر ہوں۔ انہوں نے جھک کر ہمیں فرشی سلام کیا' پھر ان میں سے ایک نے ایک دروازے کی جانب اشارہ کیا۔ گیٹ کے قریب ہی ایک چھوٹا سا آفس نما کمرہ بنا ہوا تھا' جس میں چند میزیں پڑی ہوئی تھیں اور ان پر لوگ بیٹھے ہوئے کاموں میں مصروف تھے۔

"براہ کرم یہاں سے رابطہ کر لیجئے' اس کے بعد آپ کا وہاں جانا مناسب ہو گا۔"

"آؤ' میں نے سخت لہجے میں حسن سے کہا اور اس کی کلائی پکڑ لی' اس شخص کو ہینڈل کرنا بڑا مشکل کام تھا خصوصی طور پر دادا جان نے یہ میری ڈیوٹی لگائی تھی اور مجھے ہر طرح کا خیال رکھنا تھا بہرحال میں حسن کے ساتھ آفس میں داخل ہوا اصل میں بات یہ ہے کہ کوئی دفتر ہو' گھر ہو یا کوئی بھی جگہ اگر وہاں کا سربراہ مستحکم ہوتا ہے تو ڈسپلن کا ہونا

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

لازمی قرار پاتا ہے' اندازہ یہ ہوتا تھا کہ رانا اختیار خلجی بہت سخت گیر اور اصولوں کا پابند آدمی ہے' یہی وجہ ہے کہ دربان پر ادب تھے اور یہ آفس جو غالباً مرکز کی حیثیت رکھتا تھا اور جس میں تین افراد بیٹھے ہوئے تھے لوگوں کو اچھے انداز میں خوش آمدید کہنے کی روایت جانتے تھے' درمیان والی میز پر بیٹھے ہوئے شخص نے ہمیں سلام کیا اور بولا۔

"تشریف رکھئے جناب' اور فرمایئے ہم آپ کی کیا خدمت کرسکتے ہیں۔"

"رانا اختیار خلجی کے مہمان ہیں ہم' ایک دوسرے شہر سے آئے ہیں رانا صاحب سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"اوہ' آنے سے پہلے آپ نے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی کہ رانا صاحب حویلی میں موجود ہیں یا نہیں؟"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"آپ چونکہ دوسرے شہر سے تشریف لائے ہیں رانا صاحب کے مہمان ہیں اس لئے آپ کو فاروق احمد سے ملاقات کرنا ہوگی' کیونکہ رانا صاحب تو اس وقت آؤٹ آف اسٹیشن ہیں۔"

"تم ہمیں دھمکی دے رہے ہو؟" حسن فیروز نے درمیان کی میز پر بیٹھے ہوئے شخص سے کہا۔

"جج جی میں سمجھا نہیں؟"

"تمہارا انداز یہی ہے نا کہ ہمیں دیوان فاروق احمد سے ملنا ہوگا۔"

"نہیں' معاف کیجئے گا' میں نے تو آپ کو ایک راستہ بتایا ہے' اگر آپ باہر کے کسی شہر سے نہ آئے ہوتے اور آپ کے ساتھ یہ سامان نہ ہوتا تو ہم آپ سے معذرت کرکے کہتے کہ آپ پھر تشریف لایئے گا لیکن بہتر یہ ہوگا کہ آپ دیوان فاروق احمد سے ملیں اور اس وقت تک آپ کو فاروق احمد صاحب کے ملاقاتی کمرے میں بیٹھنا ہوگا' ہم آپ کو وہاں پہنچائے دیتے ہیں' اصل میں ابھی تھوڑی دیر قبل فاروق احمد صاحب بھی کہیں گئے ہیں۔"

"آؤٹ آف اسٹیشن؟" حسن فیروز نے سوال کیا۔

"نہیں' وہ ابھی کچھ دیر کے بعد واپس آجائیں گے' جاؤ ضمیر تم انہیں فاروق احمد شاہ کی رہائش گاہ پر چھوڑ آؤ' براہ راست تو حویلی میں جانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔"

"آیئے ضمیر صاحب ویسے آپ حویلی میں زندہ ہیں حیرت کی بات ہے۔" ضمیر نامی

شخص ہمارے ساتھ چلنے لگا تھا' حسن فیروز کی بات پر اس نے کچھ بھی نہیں کہا تھا' حسن فیروز نے چند قدم آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ویسے تمہیں اپنی زندگی کا یقین ہے۔"

"آپ نہ جانے کیا باتیں کر رہے ہیں صاحب' میں اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ہوں۔"

"اوہ' تب تو پھر ہم بھی تمہاری زندگی کی دعائیں مانگتے ہیں۔" میں نے گھور کر حسن فیروز کو دیکھا اور حسن فیروز جلدی سے نگاہیں نیچی کرکے خاموش ہوگیا۔ بس اداکاری ہی تھی ورنہ بھلا وہ مجھ سے کیا ڈرتا' میں حویلی کی شان دیکھ رہا تھا' سرخ پتھروں کا یہ محل قابل دید تھا' داہنی سمت ابتداء میں ملازموں کی رہائش گاہیں بنی ہوئی تھیں' سیڑھیاں غالباً کوئی دو سو گز لمبی تھیں اور ان سیڑھیوں سے گزر کر اس راہ داری میں پہنچا جاسکتا تھا جس کے بعد رہائش گاہوں کے دروازے تھے پھر کچھ اور انیکسی ٹائپ کی عمارتیں تھیں' بائیں سمت بڑے خوبصورت انداز میں حویلی کی دیواریں اور ستون نظر آرہے تھے اور یہاں موجود ملازمین' پھر انتہائی بائیں سمت سے لے کر گیٹ تک ایک وسیع و عریض سبزلان پھیلا ہوا تھا' دیواروں کے ساتھ ساتھ کوئی پندرہ فٹ کی چوڑائی میں حسین پھولوں کے جھنڈ' جنہیں دیکھ کر آنکھیں تروتازہ ہوجاتی تھیں' داہنی سمت کے آخری حصے میں بنی ہوئی ایک انیکسی کے دروازے کے سامنے رک کر ضمیر نے گھنٹی بجائی' ایک عمر رسیدہ عورت نے دروازہ کھولا ہمیں دیکھ کر گردن خم کی اور پھر اندر آنے کا اشارہ کیا اور پھر ہم دونوں اندر داخل ہوگئے۔ ضمیر واپس چلا گیا تھا بڑے دروازے سے اندر قدم رکھتے ہی داہنی سمت ایک اور خوبصورت دروازہ نظر آرہا تھا۔ وہ عورت ہمیں لئے ہوئے اس دروازے سے اندر داخل ہوگئی اور یہاں پہنچ کر یہ اندازہ ہوا کہ یہ ڈرائنگ روم ہے' لیکن سارے کا سارا قدیم چیزوں سے آراستہ' ملازمہ نے ہمیں بیٹھنے کی پیش کش کی اور اس کے بعد کمرے سے باہر نکل گئی' ہم نے اپنا سامان ایک طرف رکھ دیا تھا اور ایک صوفے پر بیٹھ گئے تھے' حسن فیروز نے کہا۔

"دادا جان کی ایسی تیسی۔"

"ہیں؟" میں ایک دم چونک پڑا۔

"اپنے آپ کو بہت بڑا تیس مار خاں سمجھتے ہیں' یہ کرنل خاندان آخر سمجھتا کیا ہے اپنے آپ کو۔"

"ارے بھائی کیا ہوگیا تجھے؟"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"یار اس حویلی کو دیکھ کر کہہ رہا ہوں' ذرا شان و شوکت دیکھ رہے ہو' لگتا ہے کسی راجہ کے محل میں آگئے۔"

"ہاں یہ بات تو ہے۔"

"ویسے ایک بات کہوں' اگر کرنل جیسی اس حویلی کو دیکھ لیں تو تم یقین کرو سب کی شامت آجائے گی۔"

"کس کی؟"

"کرنل جہانگیر خاں صاحب کی اور گھر کے تمام افراد کی۔"

"کیوں؟"

"بس حویلی کا نقشہ بدل کر یہ نقشہ استعمال کیا جائے گا جگہ چاہے کتنی ہی ہو۔"

"کرنل اس قسم کے آدمی ہیں۔"

"دادا جان کو مجھ سے زیادہ اور کون سمجھ سکتا ہے میرا خیال ہے ابا جان نے انہیں سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی یا پھر دوسری بات بھی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"اصل میں دادا جان ابا جان کو فوراً ہی فوجی بنانے پر تل گئے تھے' سنا یہ گیا ہے کہ بچپن میں ابا جان کے کھلونے بھی اصلی رائفلوں' بندوقوں اور ریوالوروں پر مشتمل ہوا کرتے تھے' دادا جان انہیں ایک اعلیٰ پائے کا فوجی بنانا چاہتے تھے اور وہ بن گئے' وہ تو اصل میں' میں ان کے ہاتھ میں نہ آسکا ورنہ پتہ نہیں میرا بھی کیا حشر کرتے۔

"خیر فوجی بننا بڑی شان کی بات ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے یار مگر دادا جان' جس کی فوجی تربیت کریں' بیٹے ابھی تو تم اپنے بارے میں سوچو' آگے دیکھتے جاؤ' ہوتا کیا ہے۔" اس نے اپنی ہی بات کاٹ کر رخ بدلتے ہوئے کہا اور میں ہنسنے لگا' ہم لوگ بیٹھے ہوئے انتظار کر رہے تھے کہ دیکھئے اب کیا ہوتا ہے کوئی آتا ہے یا نہیں' چند ہی لمحوں کے بعد ایک خوبصورت نوجوان خاتون اندر داخل ہوئیں' بڑا عمدہ لباس پہنا ہوا تھا' چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت تھی جسے بس محسوس ہی کیا جاسکتا تھا اسے الفاظ نہیں دیئے جاسکتے تھے' اندر آئیں تو ہم دونوں نے انہیں سلام کیا اور وہ بیٹھ گئیں۔

"چلئے دکھایئے۔" انہوں نے ہم دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا اور ہم دونوں ایک دوسرے کی صورت دیکھنے لگے۔

"کیوں کیا بات ہے؟"

لے کر تو آئے ہیں نا؟"

"کک کیا"" حسن فیروز نے کہا۔

"آپ کے ان بیگوں میں کیا ہے؟" خاتون نے مشتبہ نگاہوں سے ہمیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہمارے کپڑے ہیں' شیو کا سامان ہے ضرورت کی دوسری چیزیں ہیں۔" حسن فیروز نے جواب دیا۔

"کیا؟" خاتون چیخ کر بولیں۔

"جج جی ہاں۔"

"تم لوگ کپڑا بیچنے والے نہیں ہو۔"

"ارے توبہ توبہ ہم نے آج تک اپنا ضمیر نہیں بیچا' کپڑا کیا بیچیں گے۔"

"مذاق کرنے تشریف لائے ہیں آپ لوگ' آخر آپ ہیں کون؟"

"رانا..... رانا..... اختیار خلجی کے مہمان ہیں۔" میں نے کہا۔

"تو یہاں کیوں آئے ہیں؟"

"اس لئے کہ رانا صاحب آؤٹ آف اسٹیشن ہیں۔"

"میں پوچھ رہی ہوں یہاں کیوں آئے ہیں؟"

"اس لئے کہ ناروق احمد صاحب بھی آؤٹ آف گیٹ ہیں۔" حسن فیروز نے سہمی ہوئی آواز میں کہا اور خاتون ہمیں حیرت سے دیکھنے لگیں' پھر ان کے چہرے پر نرمی پھیل گئی وہ آہستہ سے بولیں۔

"مجھے افسوس ہے' اصل میں غلطی میری ملازمہ سے ہوئی ہے کچھ دکانداروں سے میرا رابطہ ہے' ٹیلی فون پر گفتگو ہوتی رہتی ہے' انہوں نے کہا کہ باہر سے کچھ کپڑا آیا ہے' زنانہ کپڑا خاص جاپانی' میں نے کہا لے کر آجائیں' عموماً ان سے کپڑا خریدتی رہتی ہوں میں' میں سمجھی کہ آپ لوگ وہی ہیں۔"

"اللہ کی مار ہو ہم پر۔ اب اپنے چہروں سے کپڑا بیچنے والے لگنے لگے ہیں' اصل میں یہ سب محترمہ ہمارے دادا جان کا قصور ہے۔"

"نہیں' نہیں خیر چہروں کی بات آپ چھوڑیئے' آپ بڑے دلکش لوگ ہیں بلکہ میں تو حیران ہو رہی تھی کہ کپڑا بیچنے والے بھی ایسی صاف ستھری شخصیتیں رکھتے ہیں۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"جی!" حسین فیروز نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

"جی ہاں' واقعی مجھے غلط فہمی ہوئی اب مجھے یہ بتایئے کہ میں کیا کروں آپ کے لئے؟"

"کچھ نہ کیجئے' جو آپ کو کرنا تھا وہ آپ کر چکی ہیں۔" حسن فیروز بولا۔

"طنز کر رہے ہیں آپ مجھ پر' بھئی دیکھئے نا غلط فہمی بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔"

"نہیں بالکل نہیں' نہ طنز کر رہے ہیں' نہ ہم کسی غلط فہمی پر نقطہ چینی کر رہے ہیں' میرا مطلب ہے آپ نے ہمیں جو کچھ کہا ہے اس نے ہماری عزت بحال کر دی ہے' اب یہ فرمایئے کہ آپ کے ڈیڈی کب تک واپس آجائیں گے' ڈیڈی کہتی ہیں آپ انہیں یا ابو جان۔"

"کسے؟"

"فاروق احمد صاحب کو؟"

"کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ' وہ میرے شوہر ہیں۔"

"جج جی' اوہو' معاف فرمایئے گا' یہ سامنے رکھی ہوئی تصویر کس کی ہے؟" حسن فیروز نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سامنے رکھی ہوئی تصویر دیکھتے ہوئے کہا۔

"فاروق احمد صاحب کی ہے۔"

"کب کب کی ہے' میرا مطلب ہے کیا یہ ان کے بڑھاپے کی تصویر ہے؟"

"بڑھاپے کی تصویر جوانی میں کھینچی جاسکتی ہے۔"

"خدا کے واسطے آپ تو بتا دیجئے۔"

"یہ ان کی تازہ تصویر ہے۔"

"اور آپ کی کوئی تازہ تصویر نہیں ہے۔"

"میں خود تازہ تصویر کے طور پر آپ کے سامنے موجود ہوں۔" مسز فاروق احمد کافی خوش مزاج معلوم ہوتی تھیں' لیکن حسن فیروز غور سے کبھی انہیں دیکھتا' کبھی فاروق احمد صاحب کو' تب مسز فاروق نے کہا۔

"دیکھئے ہماری عمروں پر تبصرہ نہ کیجئے' آپ کا تبصرہ مجھے ناگوار گزرے گا' فاروق احمد بہت اچھے شوہر ہیں' میں ان کی دوسری بیوی ہوں' پہلی بیوی کا انتقال ہو چکا ہے بس یہ میرا تعارف ہے' نام میرا حنا فاروق ہے۔"

"اللہ آپ جیسی نیک بیوی کو اس دنیا میں قائم رکھے آپ ہی کے دم سے شرافت

کے معیار قائم ہیں۔"

"وہ کیسے؟"

"آپ پہلی بیوی کے انتقال کے باوجود فاروق احمد سے شادی کرنے پر آمادہ ہوگئیں' یہ نہ سوچا آپ نے کہ آخر پہلی بیوی کا انتقال کیسے ہوا؟"

"دیکھئے انسان کو پہلی ملاقات میں کم از کم غیر شریفانہ گفتگو نہیں کرنا چاہئے۔"

"ٹھیک ہے یہ باتیں میں دوسری ملاقات کے لئے رکھ چھوڑتا ہوں۔"

"کیا پینا پسند کریں گے آپ؟"

"زہر کے علاوہ جو بھی مل جائے۔" حسن فیروز نے کہا اور خاتون اپنی جگہ سے اٹھ کر اندر چلی گئیں میں نے حسن فیروز کو دیکھا اور کہا۔

"حسن۔!

"ڈانٹو گے' ڈانٹو گے میں جانتا ہوں کہ مجھے ڈانٹو گے۔"

"دیکھو کسی جگہ آنے کے بعد پہلے وہاں کے ماحول کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے یہ لوگ ہماری خوش مزاجی کے متحمل نہ ہو سکیں ایسی صورت میں تم یہ بتاؤ کہ کرنل صاحب کو جواب دہی کون کرے گا۔"

"تم۔"

"میں کیوں کروں گا؟" میں نے کہا۔

"اس لئے کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ مجھے بلاوجہ اختیارات دے کر بھیجا گیا ہے سارے اختیارات تو تمہیں حاصل ہیں۔"

"نہیں پیارے بھائی' نہیں میری جان' اب تم دیکھو نا سوچے سمجھے بغیر تم نے اس لڑکی سے اپنی واقفیت کا اظہار کر دیا۔"

"لڑکی کہہ رہے ہو نا اسے' اور ذرا اس شاہ فاروق کو دیکھو تو۔"

"شاہ فاروق۔"

"میرا مطلب ہے فاروق احمد' کیا یہ مصر کا شاہ فاروق نہیں لگ رہا کھوسٹ کہیں کا' اتنی خوبصورت لڑکی سے شادی کر لی۔"

"یار خدا کے لئے' خدا کے لئے۔"

"ابے کیا خدا کے لئے' یہ لڑکیاں بھی اندھی ہوتی ہیں شاید اور ان محترمہ کو دیکھو خوشی کا اظہار کر رہی ہیں بڑے میاں کے ساتھ شادی کر کے۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"تجھے خدا کا واسطہ خاموش رہ' دیکھ کوئی آرہا ہے۔" میں نے کہا وہی ملازمہ کمرے میں داخل ہوئی تھی ہاتھوں میں ٹرے پکڑے ہوئی تھی' جس میں غالباً کسی مشروب کا جگ اور گلاس رکھے ہوئے تھے' ٹرے سامنے رکھ کر وہ خاموشی سے واپس چلی گئی' ویسے میں نے اس کی آنکھوں میں ناگواری کے تاثرات دیکھے تھے ممکن ہے اندر کوئی ایسی بات ہوئی ہو' کچھ لمحے اسی طرح گزر گئے پھر حسن فیروز نے کہا۔

"میں تو شربت پی رہا ہوں۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور جگ سے شربت کے دونوں گلاس بھرے ایک میرے سامنے رکھا دوسرا خود لے کر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد ہمارے پاس کوئی نہیں آیا تھا اور ہم خاموشی سے مشروب کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتے رہے تھے۔

کافی دیر اسی طرح گزر گئی' پھر حسن فیروز نے کہا۔

"کچھ عجیب نہیں محسوس ہو رہا' میرا خیال ہے واپس چلیں اور ہوٹل ہی میں قیام کریں۔ بلکہ چنار پور تو دیکھ ہی لیا ہے اچھی طرح اب اپنے گھر چلتے ہیں' جناب قبلہ ڈاکٹر لیس سے کہیں گے کہ کوئی کام نہیں بنا' چنار پور میں شربت کے ایک گلاس کے علاوہ اور کوئی پذیرائی نہیں ہوئی ہماری۔"

"انتظار کر لینا چاہئے ظاہر ہے ان لوگوں کو ابھی یہ تو پتہ نہیں ہے کہ ہم کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔"

"میں تو پہلے ہی مرحلے پر دل برداشتہ ہو گیا ہوں۔"

"کیوں؟"

"یار ذرا غور کرو' وہ کتنی نوعمر ہے اور یہ بڑے میاں دیکھ دیکھ کر غصہ آرہا ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا' جانتا تھا کہ حسن فیروز اس طرح کی باتیں کرنے کا عادی ہے اور اسے اس سلسلے میں خاموش رکھنا بے حد مشکل ہو گا۔ آخر کار انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں ہم نے فاروق احمد کو ایک لمحے میں پہچان لیا۔ شخصیت پروقار تھی آنکھوں سے شریف آدمی معلوم ہوتا تھا اندر آیا تو ہم دونوں احتراماً کھڑے ہو گئے' میں نے کہا۔

"میرا نام گل مراد ہے اور یہ حسن فیروز ہیں۔"

"جی فرمائیے مجھے آپ کے آنے کی اطلاع ملی تھی' تشریف رکھئے آپ لوگ۔" فاروق احمد نے کہا اور میں نے حسن فیروز کو اشارہ کیا۔ حسن فیروز نے وہ لفافہ نکال کر فاروق احمد کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ آپ کے لئے ہے' کرنل ہمایوں نے یہ کہا تھا کہ اگر رانا اختیار خلجی سے فوری طور پر ملاقات نہ ہو پائے تو لفافہ فاروق احمد صاحب کو دے دیا جائے۔"

اوہو کرنل ہمایوں صاحب' آپ ان کے پاس سے آئے ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"انتہائی معذرت خواہ ہوں' بلکہ شرمندہ ہوں کہ صورت حال کا علم نہیں ہو سکا تھا۔ کرنل صاحب تو بہت بڑی شخصیت ہیں آپ براہ کرم اوہو۔"

"کیا کریں؟" حسن فیروز یہاں بھی باز نہ رہ سکا تھا۔

"نن..... نہیں میرا مطلب ہے کہ آپ کو اس دوران کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔"

"بس تھوڑی سی تکلیف میرے سر میں رہتی ہے' باقی اللہ کا شکر ہے' البتہ ایک بات آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔" حسن فیروز نے کہا اور میں سٹپٹا گیا' میں نے التجا آمیز نگاہوں سے اسے دیکھا تو اس کی آنکھوں میں کچھ نرمی نظر آنے لگی پھر وہ بولا۔

"خیر ابھی تو آپ سے تعارف بھی نہیں ہوا ہے اگر ہم یہ تصویر نہ دیکھ لیتے اور یہ نہ معلوم ہو جاتا کہ تصویر آپ کی ہے تو آپ کو پہچان بھی نہ پاتے' بہرحال۔"

"دیکھئے اصل میں رانا صاحب تو شہر سے باہر گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے رات کو کسی وقت واپس آجائیں۔ ہو سکتا ہے واپسی میں انہیں دو تین دن لگ جائیں مجھے اس بات کا علم ہے کہ آپ یہاں تشریف لا رہے تھے' آپ کے قیام کا بندوبست تو اندرونی کوٹھی میں ہی ہو گا' بہرحال آپ ہمارے معزز مہمان ہیں' چونکہ آپ کی آمد کے وقت کا کوئی تعین نہیں تھا اس لئے رانا صاحب آپ کے منتظر ہونے کے باوجود اپنے ایک کام سے چلے گئے ہیں۔"

"آپ ہمارے لئے جو کچھ بھی کرنا چاہیں کر لیجئے' رانا اختیار سے ملاقات کے بعد ہی ہم واپس جائیں گے۔" حسن فیروز نے کہا اور فاروق احمد نے گردن خم کر دی پھر بولا۔

"بس تھوڑا سا وقت آپ مجھے دیجئے گا' ابھی حاضر ہوتا ہوں اور کوئی شے درکار ہو تو بتا دیجئے۔"

"نہیں آپ براہ کرم ہمارے لئے بندوبست کر دیجئے گا۔"

فاروق احمد باہر نکل گیا تھا میں نے حسن فیروز کو دیکھا اور کہا۔

"حسن اگر تمہاری حرکتوں سے یہاں ہمیں اس مقصد میں ناکامی ہوئی جس کے لئے دادا جان نے مجھے یہاں بھیجا ہے تو تم یقین رکھو میں دادا جان کو ساری حقیقت بتانے میں

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

کوئی تکلف نہیں کروں گا۔"

"کچھ کہا میں نے' بولو بولو کچھ کہا ہے۔ یار کمال کرتے ہو تم' شرافت کا زمانہ ہی نہیں ہے' زبان پر سو سو تالے لگا رکھے ہیں میں نے' بھلا غور کرو اس پیاری بچی نے یہ زہر کا پیالہ اتنی خوشی سے پی لیا ہے' میں تو اسے دیکھ کر یہ کہنے والا تھا کہ بیٹے ابو کو بھیجو' ذرا غور کرو' خدا کی پناہ' خدا کی پناہ۔"

"تمہیں خدا کا واسطہ۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے یار کسی سے کچھ نہیں کہہ رہا بس اپنے مقدر کا قصور ہے۔"

"یار تیرا مقدر اس میں کہاں سے شامل ہو گیا؟"

وہ خاتون پھر واپس آ گئیں اور میں خوف سے زرد پڑ گیا۔ کوئی بھی بات غلط ہو سکتی تھی' وہ مسکراتی ہوئی اندر آئی تھی اس بار معذرت کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"میں نے آپ کو کپڑے والا سمجھا تھا اس کے لئے شرمندہ ہوں' فاروق کہہ کر گئے ہیں کہ بڑے معزز لوگ ہیں میں نے سوچا کہ آپ سے معذرت کر لوں۔"

"پھر چلے گئے۔"

"نہیں کہیں باہر نہیں گئے۔" خاتون نے حسن فیروز کو دیکھتے ہوئے کہا پھر بولیں۔

"آپ لوگ کم از کم اپنا تعارف تو کرا دیجئے۔"

"اب کیا فائدہ؟" حسن فیروز بولا۔

"جی کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے کہ آپ کم از کم اپنا تعارف کرا دیں' اچھے معلوم ہوتے ہیں' خاصے خوش مزاج ہیں' ہو سکتا ہے آپ سے دوبارہ ملاقات ہو۔"

"آپ کا نام کیا ہے؟" حسن فیروز نے پوچھا۔

"بتا تو چکی ہوں۔ حنا فاروق۔"

"یہ حسن ہیں حسن فیروز اور میرا نام گل مراد ہے۔"

"آپ کے نام بھی بڑے خوبصورت ہیں۔"

"دیکھئے خاتون ایسا نہ کہیں آپ' ورنہ نہ جانے کیا ہو جائے؟"

"میں چلتی ہوں دوبارہ آپ سے ملاقات کروں گی اس وقت کچھ مصروفیت ہے۔"

"اگر آپ مصروف تھیں تو بلاوجہ آپ نے یہاں تک آنے کی زحمت کی۔"

"نہیں فاروق کہہ رہے تھے کہ ذرا آپ کا خیال رکھوں آپ تو بڑے معزز لوگ

ہیں۔"

"کیا مطلب ہے آپ کا' کیا آپ چوروں کو معزز کہتی ہیں؟"

"میں جو کچھ بھی کہتی ہوں یا کہہ رہی ہوں اسے چھوڑیئے ایک وعدہ کیجئے آپ؟"

"کمال ہے' یعنی اس کے باوجود بھی؟"

"ہاں اس کے باوجود بھی۔"

"کیا وعدہ لینا چاہتی ہیں آپ؟"

"یہ کہ ملاقات کرتے رہئے۔ آپ جیسے ہنسنے ہنسانے والے لوگ مجھے بے حد پسند ہیں۔"

"جی' جی' جی آپ کو کسی سے کچھ اور کہنے کے لئے نہیں ملنا ہو گا' ویسے صرف ایک بات اور بتا دیجئے گا۔"

"کیا؟"

"آپ نے آخر اس عمر میں فاروق احمد سے شادی کیوں کر لی۔"

"ارے کمال کرتے ہیں آپ جب مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے تو آپ کو کیا تکلیف ہے؟"

"سر میں تکلیف ہے میرے اور سر کی یہ تکلیف مجھے کبھی چین نہیں لینے دیتی۔"

"چلو باہر نکلو اٹھو' ذرا باہر کے مناظر دیکھتے ہیں' فاروق صاحب بھی بڑی کوٹھی کی طرف ہی گئے ہوں گے' اچھا محترمہ! اس شخص کی زبان تو میں بند نہیں کر سکتا' آپ سے ملاقات ضرور ہو گی۔ ہمارے یہ بیگ رکھے ہوئے ہیں' جب ہمارے لئے کمرے کا بندوبست ہو جائے تو آپ ملازموں کے ہاتھ بھجوا دیجئے گا۔"

"سنئے اس میں صرف ہمارے کپڑے ہیں' وہ کپڑا نہیں ہے جو آپ خریدنا چاہتی ہیں۔" حسن فیروز نے کہا اور میں اسے دھکیلتا ہوا باہر لے گیا۔

"میں نہیں جانتا میری یہاں کیا درگت بنے گی لیکن بہرحال مجھے کہیں اور ملازمت نہیں ملنی' جس چھوٹی سطح کا انسان ہوں تمہیں اس کے بارے میں معلوم ہے اور تم اس سے پورا پورا فائدہ اٹھا رہے ہو۔"

"اب رونے لگو' مجھے آنسو پونچھنے کی عادت نہیں ہے' یار تم ان لوگوں سے خوفزدہ کیوں ہو' کیا کر لیں گے یہ لوگ ہمارا؟"

"یہ تو کچھ نہیں کریں گے' لیکن تمہاری ان شرارتوں نے اگر کوئی مشکل کھڑی

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

کردی تو دادا جان کیا سوچیں گے۔"

"دادا جان کا سوئچ میرے ہاتھ میں ہے' تم ان کی پرواہ نہ کرو۔" پھر دور سے ہمیں فاروق احمد آتا ہوا نظر آیا اور اس کی رفتار تیز ہوگئی' ہمارے قریب آکر بولا۔

"اوہو آپ لوگ باہر کیسے نکل آئے؟"

"بس یونہی' ہم نے سوچا کہ آپ ہمیں باہر سے بلائیں گے ہی ہمارے بیگ اندر رکھے ہوئے ہیں۔"

"آپ ان کی فکر نہ کیجئے تشریف لائیے۔ آپ کے لئے کمرے تیار کردیئے گئے ہیں۔"

"دو کمرے ہیں؟"

"جی ہاں' دو کمرے تیار کئے گئے ہیں' لیکن اگر آپ چاہیں تو ایک ہی میں قیام کرسکتے ہیں' دونوں میں دو دو بیڈ لگے ہوئے ہیں۔"

"ویری بیڈ۔" حسن نے آہستہ سے کہا اور فاروق احمد کے ساتھ اصل کوٹھی کی جانب چل پڑا۔

اصل کوٹھی کی شان کے بارے میں کچھ کہنا ہی بے کار تھا یہاں چاروں طرف جو کچھ نظر آرہا تھا بڑی کوٹھی اس کا حاصل تھی زمین پر ایرانی قالین بچھے ہوئے تھے اور انہی پر سے گزرنے کا راستہ تھا' ابتدائی گیٹ کے بعد ہی وہ دو کمرے تھے جو ہمارے لئے مخصوص کئے گئے تھے' فاروق احمد نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا اور ہم اس ایک کمرے کو دیکھ کر ہی حیران رہ گئے' اس میں کم از کم دس بستر لگائے جاسکتے تھے' دو بستر لگے ہوئے تھے میں نے جلدی سے کہا۔

"فاروق احمد صاحب! یہ ایک کمرہ ہم دونوں کے لئے کافی ہے' دوسرے کمرے کے لئے زحمت نہ کیجئے گا۔"

"میں رمضان کو بلاتا ہوں' وہ آپ کا اٹینڈنٹ ہے اور وہی آپ کی دیکھ بھال کرے گا' سامان بھجواتا ہوں آپ کا اور یہ کہنا ضروری نہیں ہے کہ آپ یہاں اپنی ضرورتوں کی تکمیل کے سلسلے میں کوئی تکلف نہ کیجئے گا۔ آپ رانا اختیار خلجی کے معزز مہمان ہیں اور میں آپ کا خادم۔"

"ارے نہیں اب ایسا بھی کیا۔ ٹھیک ہے ٹھیک ہے آپ آرام سے جائیں اور ہمارا سامان احتیاط سے بھجوا دیجئے گا۔"

پھر فاروق احمد مڑا بھی نہیں تھا کہ بہت عمدہ لباس میں ملبوس ایک عمر رسیدہ شخص اندر داخل ہوگیا اور فاروق نے میری اور حسن فیروز کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"رانا صاحب کے معزز مہمان' ان کی تمام تر ذمہ داری تم پر عائد ہوتی ہے رمضان۔" اور اس کے بعد فاروق احمد باہر نکل گیا۔ حسن فیروز نے اس آنے والے شخص کو اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے کہا۔

"پیارے بھائی ایک بات بتانا پسند کرو گے؟"

"فرمایئے جناب۔"

"یہ تمہارا نام رمضان کس نے رکھا ہے؟"

"میں سمجھا نہیں سر۔"

"اچھے خاصے شریف آدمی لگتے ہو چہرے سے۔"

"نام تو بہت بڑا ہے جناب۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اسی لئے تو حیران ہوں کہ اتنا بڑا نام تم جیسے شخص کا کیوں رکھ دیا گیا؟"

"خیر کوئی بات نہیں ہے' یہ بتاؤ کہ جب تمہیں بلانا ہو تو کون سی چیز رگڑی جائے۔"

"میں جن نہیں انسان ہوں' جنوں کو بلانے کے لئے چراغ وغیرہ کی ضرورت پیش آتی ہے' میرے لئے بس یہ سیاہ بٹن دبا دیجئے گا۔" رمضان نے کہا۔

"گڈ ویری گڈ۔" حسن فیروز بولا اور رمضان کمرے سے باہر نکل گیا۔

"تم سے کچھ کہنا اپنے آپ کو ذلیل کرنے کے مترادف ہے کئے جاؤ شرارتیں' اگر تم سمجھتے ہو کہ جس شخص سے تم اس طرح کی باتیں کرتے ہو وہ خوش ہوتا ہے تو یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔"

"کمال کرتے ہو یار مجھے الجبرا پڑھا رہے ہو' ارے جانتا ہوں میں دنیا کو' تم کیا سمجھتے ہو خوش ہوتے ہیں لوگ' خوش ہوتے ہیں اگر ہم کسی بڑے آدمی کے نام سے یہاں نہ آئے ہوتے تو یہ لوگ ہمیں دھکے مار کر نکال دیتے۔ بات بڑے آدمی کی ہے' ڈاکٹر لیس نے ہمیں یہاں بھیجا ہے اور ہم رانا خلجی کے مہمان ہیں' یہ لوگ ہماری گھٹیا سے گھٹیا بات کو خندہ پیشانی سے سنیں گے' اسے سراہیں گے ہمارے بے ہودہ سے بے ہودہ لطیفے پر ہنسیں گے' یار گل مراد اپنے آپ کو گل مراد ہی رہنے دو بقراط مت بنا کر پیش کرو' میں تمہیں دنیا کے رنگ دکھا رہا ہوں سمجھے' دیکھتے رہو میری جان دیکھتے رہو۔ اب اس قدر بھی احمق مت سمجھو مجھے' دنیا سے تھوڑی سی واقفیت مجھے بھی ہے۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہوگیا تھا اور پھر اس کے بعد یہاں ہماری پذیرائی ہونے لگی' رمضان' حسن فیروز سے بہت متاثر معلوم ہوتا تھا۔ اسے دیکھتے ہی مسکرانے لگتا تھا۔ یہ دن گزر گیا دوسری رات اور دوسرا دن بھی آدھے سے زیادہ گزر گیا ہم حویلی میں باہر ضرور نکلے تھے فاروق احمد نے ہمیں ایک کار بھی پیش کردی تھی اور کہا تھا کہ اگر باہر کی سیر کرنا چاہیں تو سیر کرسکتے ہیں لیکن بہرحال ہم باہر نہیں گئے تھے حسن فیروز نے مجھ سے کہا تھا۔

"کیا خیال ہے حنا سے ملاقات کرنے چلیں۔"

"کون حنا؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ارے یار وہی اپنی حنا' جو سامنے والی انیکسی میں رہتی ہے اور اپنی مجبوریوں کو بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کررہی ہے۔"

"تم جاؤ' جب چیختے ہوئے باہر آؤ گے تو میں تمہیں پہچاننے سے انکار کردوں گا۔" میں نے غصیلے انداز میں کہا اور وہ ہنسنے لگا' پھر آہستہ سے بولا۔

"بزدل کہیں کے؟"

"ہاں' میں اپنی یہ بزدلی تسلیم کرنے کو تیار ہوں۔"

"چلو ٹھیک ہے' میرا کیا جاتا ہے' جھک مارتے رہو' ویسے ڈاکٹر لیس نے ہماری بے عزتی کی ہے۔"

"کیوں؟"

"ایسی جگہ ہمیں بھیجنا ہی نہیں چاہئے تھا' جہاں وہ شخص موجود نہ ہو جس سے ہم ملنے آئے ہیں' اب تم دیکھو نا کہ حویلی میں اندرونی طور پر ہماری کوئی پذیرائی نہیں کی گئی' لے دے کر بھائی رمضان ہیں' ویسے کیا خیال ہے اس آدمی کے نام پر تمہیں تعجب نہیں ہوتا۔"

"کیوں؟ اچھا نام ہے۔"

"مگر رمضان' اس کی شخصیت سے ہم آہنگ نہیں ہے۔"

"بچپن سے تو وہ ایسا نہیں ہوگا۔"

"مطلب؟"

"میرا مطلب ہے کہ اس کی شخصیت اس کی تعلیم اور اس کی حیثیت نے بنائی ہے ماں باپ تو پیار سے ہی کوئی نام رکھتے ہیں اور پھر رمضان کوئی ایسا نام نہیں ہے' جسے تم

کسی بھی طرح ہلکا قرار دو۔"

"رمضان!" حسن فیروز نے کہا' میں اسے کوئی جواب بھی نہیں دینے پایا تھا کہ اچانک ہی ہر طرف چلتے پھرتے ملازم مستعد نظر آنے لگے' گیٹ پر کھڑے ہوئے دربانوں نے بڑے احترام کے ساتھ دروازہ کھولا تھا اور گردنیں خم کرکے کھڑے ہوگئے تھے۔ ۱۹۴۰ء کے سن کی ایک مرسڈیز اندر آرہی تھی' بالکل اسی طرح چمچماتی ہوئی جیسے ابھی ابھی شو روم سے نکالی گئی ہو' دیکھنے کے قابل گاڑی تھی' مرسڈیز میں کچھ شخصیتیں نظر آرہی تھیں اور یہ سمجھنے میں ذرا بھی دقت نہیں ہوسکتی تھی کہ وہ رانا اختیار خلجی ہے جو واپس آگیا ہے۔

"آؤ!" حسن فیروز نے تحکمانہ انداز میں کہا اور دو قدم آگے بڑھا۔ میں نے جھپٹ کر اس کا بازو پکڑ لیا تھا اس نے چونک کر مجھے دیکھا پھر بولا۔

"کیوں' کیا بات ہے' کیا ہم اس شخص سے ملنے نہیں آئے؟"

"ملیں گے' مگر ابھی نہیں۔"

"ٹھیک ہے' ڈرتے رہو اس دنیا سے میرا کیا جاتا ہے۔" وہ بولا اور میں خاموشی سے مرسڈیز کو دیکھتا رہا' جو آگے جاکر رکی تھی' ملازم اس کے اردگرد پھیل گئے تھے' مرسڈیز سے رانا اختیار خلجی کے علاوہ دو خواتین بھی اتری تھیں' دونوں بہت شاندار شخصیتوں کی مالک تھیں' ہم دور سے مکمل طور سے انہیں کچھ دیکھ نہیں پائے تھے لیکن بس یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ کس پائے کی خواتین ہیں' حسن فیروز نے اپنا رخسار کھجاتے ہوئے کہا۔

"اب بات سمجھ میں آئی۔"

"کیا سمجھ میں آیا؟"

"اندر کوئی معزز شخصیت موجود ہی نہیں تھی' خیر چلو آنے والے وقت میں اپنی حیثیت کا بھی اندازہ ہو ہی جائے گا' میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ درحقیقت فوراً ہی رانا اختیار خلجی پر مسلط ہوجانا مناسب نہیں تھا اس کے لئے' مزید کچھ وقت کا انتظار کرلیا جائے' ظاہر ہے فاروق احمد' رانا صاحب کو اس بارے میں ضرور بتائے گا' پھر ہمیں بہت زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا' اسی رات تقریباً سات بجے فاروق احمد ہمارے پاس پہنچا اور اس نے کہا۔

"رانا صاحب کو آپ کا وہ خط بھی پہنچا دیا گیا ہے اور آپ کے قیام کے بارے میں بھی بتا دیا گیا ہے' اصل میں کچھ ایسی مصروفیات تھیں ان کی کہ آپ کو اتنا وقت انتظار کرنا

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

پڑا۔"

"کوئی ہدایت تو نہیں دی رانا صاحب نے؟"

"دی ہے رات کا کھانا آپ انہی کے ساتھ کھائیں گے اس کے لئے براہ کرم تیاریاں کرلیجئے۔"

"ڈنر ٹیبل پر ہمیں کیا لباس استعمال کرنا ہوگا؟" حسن فیروز نے اپنی عادت کے مطابق سوال کیا۔

"بس بدن ضرور ڈھک لیجئے گا' میرا خیال ہے اگر لنگوٹی باندھ کر بھی آپ ڈنر پر جائیں گے تو رانا صاحب اعتراض نہیں کریں گے وہ بہت سادہ لوح آدمی ہیں۔"

"لنگوٹی!" حسن فیروز پریشان نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ "لنگوٹی کہاں سے لائیں گے یار!" مجھے ایک دم ہنسی آگئی تھی' فاروق احمد کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ کی لکیر کھنچ گئی تھی' پھر اس نے کہا۔

"آپ کو لنگوٹی مہیا کی جاسکتی ہے' لیکن بہتر یہ ہوگا کہ لباس پہن کر ہی جائیں آپ رانا صاحب کے پاس' کیونکہ وہاں خواتین بھی ہوتی ہیں۔"

"خنخ..... خنخ!" حسن فیروز اتنا ہی کہہ کر رہ گیا اور میں نے شکر گزار نگاہوں سے اسے دیکھا' اس کی زبان کے آگے بھلا لگام کہاں تھی' خاموش ہوگیا تھا یہی اس کا احسان تھا فاروق احمد چلا گیا تو حسن فیروز نے کہا۔

"ویسے ایک بات تمہیں بتا دوں' اسسٹنٹ۔"

"جی فرمایئے۔"

"ہر جگہ میرے راستے روکنے کی کوشش نہ کیا کرو' ورنہ پھر وہی ہوگا جو اس شاعر نے کہا تھا۔"

"کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"شعر سنو۔"

راستے بند کئے دیتے ہو دیوانوں کے
ڈھیر لگ جائیں گے بستی میں گریبانوں کے

"مطلب کیا ہے؟"

"یار حنا سے نہیں ملنے دے رہے' پتہ نہیں وہ بے چاری کس طرح انتظار کر رہی ہوگی۔" حسن فیروز بگڑے ہوئے لہجے میں بولا' اور میں بے اختیار ہنس پڑا میں نے کہا۔

"حسن فیروز تم میرے لئے بڑے محترم ہو' کیونکہ تمہاری وجہ سے مجھے یہ زندگی ملی ہے' مجھے مجبور مت کرو کہ تمہارے بارے میں کوئی سخت رویہ اختیار کروں۔"

"اچھا جی' نوبت اب یہاں تک پہنچ گئی کہ آپ ہمارے بارے میں سخت رویہ اختیار کرنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔"

"نہیں' نہیں میں بالکل نہیں سوچ رہا لیکن اصل میں دادا جان نے مجھے بھی اپنی قربت میں جگہ دی ہے' اس لئے اتنی بات بھی کرلیتا ہوں ورنہ جرأت تو میری یہ نہیں ہونی چاہئے۔"

"اتر گئے پٹڑی سے۔" حسن فیروز نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"نہیں' بات تو سچ ہے' یقینی طور پر تم نے جو بے تکلفی کا ماحول مجھے دیا ہے اس میں کچھ باتیں میں بڑی بے تکلفی سے کر ڈالوں گا اور ہوسکتا ہے کبھی کسی وقت ایسی بات تمہیں پسند نہ آئے اس کے لئے پیشگی معافی مانگے لیتا ہوں۔"

پھر اس کے بعد ہم نے تیاریاں کی تھیں۔

ہم مقررہ وقت پر ایک ملازم کے ساتھ اس ہال میں پہنچ گئے' جو ڈائننگ ہال تھا' قدیم فرانسیسی طرز کا فرنیچر وہاں موجود تھا۔ آبنوس کی بنی ہوئی لکڑی کی لمبی میز' جس کے گرد تقریباً پچاس کرسیاں پڑی ہوئی تھیں اور ان پچاس کرسیوں میں سے صرف تین کرسیوں پر لوگ بیٹھے ہوئے تھے' ایک کرسی پر رانا اختیار خلجی' اس کے بائیں طرف عمر رسیدہ خاتون اور بائیں طرف اسی خاتون کی شکل و صورت کی ایک تقریباً چھبیس ستائیس سالہ لڑکی' شوخ لباس میں ملبوس' چہرے پر شوخیاں سجی ہوئیں' عمر رسیدہ خاتون کے بارے میں یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ رانا صاحب کی بیگم ہیں' دوسری شاید ان کی بیٹی ہوسکتی تھی' ہم دونوں کمرے میں داخل ہوئے تو رانا صاحب نے گردن خم کرکے ہمارا استقبال کیا۔ ویسے میں نے دونوں خواتین کے چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت دیکھی تھی۔ دنیا کے بارے میں بہت تجربہ تو نہیں تھا لیکن بہرحال ایک چھوٹی سی نظر میری بھی دور دور تک جاتی تھی اور یہ تجربہ وقت نے دیا تھا' میں نے ان دونوں خواتین کے چہرے پر ایک ایسی کیفیت محسوس کی تھی' جسے شاید میری اپنی جوانی کی غلط فہمی کہا جاتا ہے' یعنی یہ کہ ان کی آنکھوں میں میرے لئے پسندیدگی کے تاثرات تھے۔ رانا صاحب نے کہا۔

"آؤ' تم دونوں تو بالکل جوان بچے ہو' میں تو یہ سمجھتا تھا کہ کرنل صاحب نے بڑے خرانٹ قسم کے بوڑھے اور تجربے کار لوگ بھیجے ہوں گے' ویسے میں اس بات پر یقین

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

رکھتا ہوں کہ نوجوان خون بے شک زندگی کے گہرے تجربات سے ذرا دور ہوتا ہے لیکن اس کے اندر کارکردگی کی بہترین صلاحیتیں ہوتی ہیں۔ کوئی بھی ناکامی اسے معطل نہیں کرسکتی' بلکہ وہ اپنی جسمانی قوتوں سے کام لیتے ہوئے اس ناکامی کو کامیابی کی شکل دینے کے لئے بھرپور جدوجہد کرتا ہے۔ بیٹھو' اس طرف آجاؤ۔" ہم ان سے تھوڑے فاصلے پر بیٹھنے لگے تھے' انہوں نے بالکل اپنے سامنے والی کرسیوں کی طرف اشارہ کیا' ملازموں نے دو کرسیاں ہمارے لئے رانا اختیار خلجی کے عین سامنے گھسیٹ دی تھیں رانا صاحب نے کہا۔

"ویسے تو کرنل صاحب نے اپنے خط میں تم دونوں کے بارے میں ساری تفصیلات لکھ دی ہیں' لیکن پھر بھی تم اپنی زبان سے اپنا تعارف کراؤ' تم میں سے گل مراد کون ہے؟"

"یہ گل مراد ہے اور میرا نام حسن فیروز ہے۔" حسن نے تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"ابھی تم سے ہاتھ نہیں ملاؤں گا' کیونکہ کھانے کے لئے ہاتھ دھوئے ہوئے ہیں' میری فطرت میں یہ برائی موجود ہے کہ کھانا کھاتے ہوئے جب ہاتھ دھو لیتا ہوں تو پھر کسی سے ہاتھ نہیں ملاتا' ورنہ اس کے بعد دوبارہ مجھے واپس جاکر صابن سے ہاتھ دھونا پڑتے ہیں۔"

"آپ کون سا صابن استعمال کرتے ہیں؟" حسن فیروز نے بڑے ادب سے کہا۔

"کیوں' کیا بات ہے؟"

"نہیں بس ایسے ہی' مجھے صابن کے بارے میں پوچھنے کا شوق ہے۔" حسن فیروز نے کہا' نوجوان لڑکی ایک دم مسکرا دی تھی غالباً اس نے حسن فیروز کی شرارت کو سمجھ لیا تھا' لیکن اس نے صرف مسکرانے پر ہی اکتفا کیا' کچھ کہا نہیں' رانا اختیار خلجی نے کہا۔

"کھانا لگواؤ۔" ملازم جو وہاں موجود تھا گردن خم کرکے چلا گیا اس کے بعد رانا اختیار خلجی بولا۔

"ویسے تو ہر انسان بڑی معمولی حیثیت کا حامل ہوتا ہے لیکن اگر زندگی میں کچھ اصول بنالئے جائیں تو بری بات نہیں ہوتی ہے۔"

"کھانے کے معاملے میں' میں اصولوں پر بہت زیادہ پابندی کرتا ہوں۔" حسن فیروز نے نگاہیں جھکائے جھکائے کہا۔

"کیا مطلب۔" رانا اختیار خلجی نے کہا۔

"مطلب تو شاید میں بھی اس بات کا نہ بتا سکوں جس طرح صابن کی بات کا نہ بتا سکا' حسن فیروز بولا۔

"ہوں!" رانا اختیار خلجی گہری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا لیکن پھر بات ملازموں کی اس فوج پر ٹل گئی جو مختلف قسم کے کھانے سنبھالے ہوئے اندر آرہی تھی' پھر یہ کھانے میز پر سجا دیئے گئے اور اس کے بعد اختیار خلجی نے کہا۔

"بلا تکلف شروع ہوجاؤ۔" حسن فیروز نے اپنی پلیٹ سیدھی کرلی' میں نے بھی پلیٹ سیدھی کرلی تھی' لیکن حسن فیروز نے رانا اختیار خلجی کے اس حکم کو بڑے خلوص دل سے مانا تھا یعنی وہ بے تکلفی سے ایسے شروع ہوا تھا کہ باقی سب کھانا کھا چکے اس نے رکنے کا نام نہیں لیا اور مجھے شرمندگی ہونے لگی' لڑکی دلچسپی سے حسن فیروز کو دیکھ رہی تھی اور عمر رسیدہ عورت کو میں نے کئی بار اپنی جانب دیکھتے ہوئے محسوس کیا تھا' میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس عورت کی نگاہیں میرے اندر کیا ٹٹول رہی ہیں' کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اختیار خلجی نے کہا۔

"اب تو ایک دوسرے سے سب کا تعارف ہوگیا' ظاہر ہے کرنل ہمایوں نے تم لوگوں کو میرے پاس کسی خاص مقصد کے لئے بھیجا ہے لیکن پھر بھی میں تم سے کم از کم چوبیس گھنٹے کی مہلت چاہتا ہوں کیونکہ کچھ ایسی ذمہ داریاں میرے شانوں پر ہیں جنہیں فوری طور پر نمٹانا ضروری ہے' کرنل ہمایوں نے ذرا سا غلط کیا' وہ یہ کہ وقت کا تعین نہ کیا' ورنہ کم از کم یہ وقت میں کرنل سے ضرور مانگ لیتا تم لوگوں کو اگر کوئی خاص تکلیف نہ ہو تو یہاں آرام کرو' اور کسی بھی قسم کی تکلیف نہ اٹھاؤ' پھر چوبیس گھنٹے کے بعد میں دوبارہ تم سے رابطہ قائم کروں گا اور وہ بات بتاؤں گا جس کے لئے تمہیں یہاں تک آنے کی زحمت دی گئی ہے۔"

"ہماری طرف سے آپ چوبیس گھنٹے اس میں اور شامل کرلیں ہمیں اعتراض نہیں ہوگا حسن فیروز نے کہا اور اس بار رانا اختیار بول ہی پڑا۔

"تم جو باتیں کرتے ہو نا' ان میں سے ایک بات بھی ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی ہے۔"

"ہم پراسرار لوگ ہیں ہماری باتیں بھی پُراسرار ہیں' آسانی سے سمجھ میں نہیں آتیں۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

رنگین کہکشاں ☆ حصہ اول

"یعنی یہ کہ میں کون سا صابن استعمال کرتا ہوں' یہ عجیب بات ہے؟" رانا اختیار خلجی نے کہا اور حسن فیروز مسکرانے لگا پھر بولا۔

"اس سوال کے پس منظر میں جو کہانی پوشیدہ ہے رانا صاحب آپ اس کا یقین نہیں کر سکتے' اصل میں یہی تو صحیح طریقہ کار ہوتا ہے۔"

"میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا کہ اس سوال کے پس منظر میں کون سا پُراسرار نقطہ ہے؟"

"اگر یہ سمجھ میں آجائے تو پھر ہمارا یہاں آنا بے مقصد ہو جاتا ہے۔"

"ٹھیک ہے' ٹھیک ہے ویسے گل مراد' ان کی نسبت تم خاموش طبیعت کے مالک معلوم ہوتے ہو۔"

"گل مراد کا خاموش رہنا انتہائی ضروری ہے' خلجی صاحب۔"

"کیوں؟"

"یہ اپنے باس کے سامنے بھلا کیا بول سکتے ہیں۔"

"اوہو' تو آپ ان کے باس ہیں؟"

"ہاں آپ نے تو خود میرا انٹرویو شروع کر دیا اب باقی ساری باتیں اڑتالیس گھنٹے کے بعد ہوں گی۔ تو پھر ہمیں اجازت دیں۔"

"نہیں چوبیس گھنٹے بعد۔"

"اور وہ جو اضافہ میں نے کیا تھا۔"

"وہ بے معنی ہے۔" اختیار خلجی نے کہا۔

"اوہو' یعنی میں بے معنی گفتگو بھی کر سکتا ہوں' چلو ٹھیک ہے آؤ گل مراد چلیں۔"

اور اس کے بعد ہم دونوں وہاں سے چل پڑے' میں محسوس کر رہا تھا کہ رانا خوش مزاج آدمی ہے اور اس نے حسن فیروز کی کسی بات کا برا نہیں مانا ہے لیکن بہرحال حسن فیروز اب پھکڑپن پر اتر آیا تھا' اپنے کمرے میں پہنچ کر میں نے اس سے پہلی بات یہی کہی۔

"حسن یہ صورت حال میرے لئے تکلیف دہ ہوتی جا رہی ہے۔"

"مسہری کا گدا پلٹ لو۔ اسپرنگ باہر نکلے ہوئے ہیں ویسے فوم کے گدے مجھے اس لئے پسند ہیں کہ اس میں اسپرنگ نہیں ہوتے' پتہ نہیں فوم سے کیوں گھبراتے ہیں' تمہارا کیا خیال ہے اس بارے میں؟"

"کبھی کبھی تم اپنے مذاق میں اس قدر نچلی سطح پر آجاتے ہو کہ شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔"

"یار دیکھو ایک بات سنو' تم کم از کم اس واقعہ سے ناواقف تو نہیں ہو گے جب ارسطو سکندر اعظم کو عورت کے بارے میں بتا رہا تھا اور خود گھوڑا بن گیا تھا' عورت کے سامنے بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ہوش و حواس قائم رکھ سکیں اور وہ بھی خاص طور سے اس عورت کے سامنے جو نئی نئی پہلی بار ملی ہو اور خوبصورت ہو۔"

"کاش میں تم سے زیادہ بے تکلف ہوتا تو اس کے جواب میں کچھ کہتا۔" میں نے دانت پیستے ہوئے کہا اور حسن فیروز سنجیدہ ہو کر مجھے گھورنے لگا پھر بولا۔

"اب تک جتنی باتیں کی ہیں نا تم نے اس میں سب سے بری بات یہی ہے اور اس بات کے تاثر میں' میں خاموش ہو رہا ہوں' تم اگر چاہو تو پوچھ سکتے ہو کہ مجھے یہ بات اس قدر بری کیوں لگی ہے۔"

"سب سے پہلی بات تو یہ کہ کون سی بات بری لگی ہے تمہیں ذرا یہ بتا دو۔"

"یہی کہ تم مجھ سے بے تکلف نہیں ہو' صحیح معنوں میں یہ میری توہین ہے' یعنی اب تک کی اتنی ساری کوششوں اور محبتوں کا حاصل یہ ہے کہ جناب ابھی تک مجھ سے بے تکلف نہیں ہوئے۔" حسن فیروز بولا اور میں محبت بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا' چند لمحات میں اسے اسی طرح دیکھتا رہا تو پھر حسن فیروز بولا۔

"عشق بگھارنے کی ضرورت نہیں' جن حقیقتوں کے بارے میں کہہ چکے ہو ان سے منحرف ہونے کی اجازت بھی نہیں ملے گی' اس طرح دیکھنے سے کام بھی نہیں چلے گا' سمجھ رہے ہو نا۔" مجھے میری بات کا اصل جواب دو۔"

"اصل جواب دوں؟"

"ہاں۔"

"حسن' تم میرے ساتھ میری بستی جا چکے ہو' آدم خان نے تمہارے سامنے مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا مجھے سرکاری نوکری مل گئی تو میں نے اسے بتایا تھا کہ میں سڑکوں پر پتھر توڑتا ہوں حقیقت یہ ہے حسن فیروز کہ تھوڑا بہت پڑھا' بس اتنا کہ دنیا سے بالکل ناواقف نہ رہوں' لیکن جتنی تعلیم حاصل کی تھی اس نے تھوڑی سی شناسائی انسانوں کے درمیان پیدا کر دی' البتہ یہ نہیں سوچا تھا کہ شہر آکر کوئی بہت اچھی ملازمت مل جائے گی' تمہارے ذریعے دادا جان تک پہنچا ہوں اور دادا جان سے مجھے جو حاصل ہوا ہے وہ اتنا ہے کہ میرا تصور بھی اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں اسے قائم رکھنے کے

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

لئے کیا کروں' اور حسن بہرحال تم دادا جان کے پوتے ہو' مجھے خوف یہ رہتا ہے کہ تم میری کسی بات کا برا نہ مان جاؤ' یہ تو ہے سچ اس کے علاوہ اگر جھوٹ سننا چاہتے ہو تو جو کہو کہہ لیتا ہوں۔"

"جھوٹ نہیں سننا چاہتا اور تمہارے اس سچ کے کہنے کا خواہش مند ہوں' بس یہ سمجھ لو کہ میں تم سے دوستی چاہتا ہوں اور جب دوستی ہوتی ہے تو تکلف کا کوئی پہلو سامنے نہیں ہوتا' اگر اس دوستی کے باوجود تکلف قائم رہا تو پھر لفظ دوستی بے معنی ہو جاتا ہے اگر اپنے باس کا پوتا سمجھتے ہو' یا کچھ اور سمجھتے ہو تو اب اس بات کا پورا پورا یقین رکھنا کہ تکلف کا یہ ماحول نہیں چاہئے اور تکلف ختم ہو جانا چاہئے' زبان پر جو کچھ آئے اگر تم نے اسے کہنے سے احتراز کیا تو تین بار کے بعد میں تم سے تعلقات ختم کرلوں گا اور پھر اگر تم مجھے بے وقوف سمجھتے ہو تو دوسری بات' نا سمجھو تو تمہارا شکر گزار ہوں مجھے یہ بات معلوم ہے کہ دادا جان نے تمہیں میرے سلسلے میں کیا ہدایت دی ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر کہا۔

"ابے چھوڑ پتہ نہیں کیوں اپنے آپ کو زیادہ چالاک سمجھ رہے ہو' دادا جان نے مجھے تمہارا باس بنا کر مجھے تمہاری شاگردی میں دے دیا ہے تم سمجھتے ہو یہ بات میں جانتا نہیں ہوں۔" مجھے ہنسی آگئی پھر میں نے کہا۔

"نہیں بھائی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"جھوٹ مت بولو' جھوٹ مت بولو' چلو خیر اب جو کچھ بھی ہے لیکن یہ بات تو اب ہمارے تمہارے درمیان طے ہو گئی نا کہ اب ان احمقانہ چکروں سے نکل آئیں گے۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔"

"تو اب آجاؤ دونوں خواتین پر بقول تمہارے کہ جن کے سامنے میں چمک رہا تھا۔ یار یہ بڑے آدمی آخر اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہیں اور پھر کیا دادا جان نے ہمارے ساتھ یہ غلط سلوک نہیں کیا۔"

"کیسا غلط سلوک؟"

"مثلاً یہ کہ انہوں نے ہمیں نچلی سطح کا انسان بنا کر بھیجا ہے ارے بھائی اگر یہ بڑے لوگ ہیں تو ان کی اوقات کیا ہے ہمارے سامنے ہم کسی سے کم ہیں' رانا اختیار خلجی نے بڑی حویلی' بنالی ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے آرہا ہو گا کہیں سے وہ اس انداز میں خرچ کر رہے ہیں۔

"آخر تم رانا اختیار خلجی کی کس بات سے ناراض ہوئے ہو؟"

"تم اس سے ناراض نہیں ہو۔"

"میں؟" میں نے ہنس کر کہا۔

"تو اور کیا تم خود سوچو ہمارا تعارف حاصل کرلیا ان دونوں خواتین کے بارے میں ہمیں کچھ بتایا؟" حسن فیروز نے کہا اور میرے حلق سے بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔

"گویا تم اس بات پر ناراض ہو کہ انہوں نے ان خواتین سے تمہارا تعارف نہیں کرایا۔"

"یار ناراض ہونے کی بات ہے انہوں نے ہماری پوزیشن ان کی نگاہوں میں ہلکی کردی۔"

"کوئی ہلکی نہیں ہوئی ہے' بس ہمیں ان فضول باتوں میں نہیں پڑنا ویسے جاسوسی کرنے آئے ہو' کچھ اندازہ نہیں لگا سکے ان کے بارے میں۔"

"ہوں' ہوں' اندازہ لگا چکا ہوں۔"

"کیا؟"

"ظاہر ہے رانا اختیار خلجی ہم سے اپنے اہل خاندان کے ساتھ ملا ہے' یعنی اختیار خلجی' خلجا اور خلجینہ۔" حسن فیروز نے کہا اور میں بے اختیار قہقہے لگانے لگا۔ "خلجی' خلجا اور خلجینہ' واہ کیا مثلث بنائی ہے تم نے۔"

"اندازہ غلط نہیں ہے میرا۔ یعنی وہ رانا کی بیوی اور دوسری بیٹی لیکن آخر یہ رانا کی شادی کون سی عمر میں ہو گئی لڑکی کی عمر بھی اچھی خاصی معلوم ہوتی ہے۔"

"اب تم اپنا دماغ انہی چکروں میں کھپاتے رہو مجھے تو نیند آرہی ہے۔"

"چلو پھر سو جاؤ۔" اور اس کے بعد نہ جانے کیوں اس نے میرا پیچھا چھوڑ دیا تھا' حالانکہ میرا خیال تھا کہ وہ کافی دیر تک میرا دماغ چاٹتا رہے گا۔

دوسرے دن ہم نے رانا اختیار خلجی کو کار میں بیٹھ کر جاتے ہوئے دیکھا۔ وہ غالباً کسی اہم کام سے جا رہا تھا کیونکہ اس وقت فاروق احمد بھی اس کے ساتھ تھا اور دو افراد اور بھی تھے۔ خواتین البتہ ساتھ نہیں تھیں' حسن فیروز کہنے لگا۔

"واہ یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔"

"کیا؟"

"مطلب یہ کہ اب ہمیں اس عمارت میں تحقیقات کرنے کے بڑے مواقع حاصل

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

رنگین کہکشاں ☆ حصہ اول

ہوگئے ہیں۔"

میں نے گردن جھٹکتے ہوئے اسے دیکھا اور کہا۔ "حسن فیروز جب میری تم سے پہلی ملاقات ہوئی تھی تو تم مجھے نہ جانے کیا نظر آئے تھے۔ پھر ہر ملاقات میں تمہارا ایک نیا روپ میری نگاہوں میں آتا چلا گیا لیکن اب تک وہ نہیں محسوس کیا تھا میں نے جو یہاں آنے کے بعد محسوس کر رہا ہوں۔"

"یعنی کیا مطلب؟"

"کیا تحقیقات کرو گے تم؟"

"یار ہر وقت میری نیت پر شک نہ کرتے رہا کرو تم سے کچھ کہا ہے میں نے۔" وہ عجیب سے انداز میں بولا اور مجھے ہنسی آگئی۔ پھر اس کی تقدیر جاگی تھی' ایک ملازمہ ہمارے پاس پہنچ گئی اور اس نے پُرادب لہجے میں کہا۔

"مالکہ کہہ رہی ہیں کہ اگر آپ کسی کام میں مصروف نہ ہوں تو ان کی طرف آجائیں۔"

"نہیں۔ نہیں۔ ہم بالکل مصروف نہیں۔ میرا مطلب ہے میں تو بالکل ہی مصروف نہیں ہوں۔"

"آیئے۔"

"چلئے!" حسن فیروز فوراً ہی بولا۔ پھر میری طرف دیکھ کر کہنے لگا۔"

"تم بھی اگر آنا چاہو تو آجاؤ۔"

"نہیں ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں اگر ضرورت پڑی تو میں تمہیں طلب کرلوں گا۔" حسن فیروز بولا اور اس ملازمہ کے ساتھ باہر نکل گیا۔

بہرحال اب حد سے زیادہ تشویش بھی حماقت کی بات تھی' سمجھدار تھا اپنے معاملات خود جانتا تھا' ویسے میرے دل میں یہ خیال ضرور آتا تھا کہ اسے اکیلا نہیں جانا چاہئے تھا۔ پتہ نہیں کس قماش کا آدمی تھا۔ پھر میں شانے ہلا کر رہ گیا۔ اصلی کام تو رانا اختیار خلجی سے تھا' جس کے لئے دادا جان نے مجھے یہاں بھیجا تھا چند شکایات تو حسن فیروز کی کبھی نہیں کروں گا ان سے لیکن ہاں یہ تشویش ضرور تھی کہ کہیں کوئی ایسی ویسی بات نہ ہوجائے' جو حسن فیروز کے لئے نقصان دہ ثابت ہو' یہ تصور ذہن میں کچھ الجھن پیدا کر رہا تھا پھر زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ مسز اختیار خلجی اندر داخل ہوئیں وہی خاتون جن کے بارے میں میرا یہ اندازہ تھا۔ انہوں نے مجھے دیکھا اور بولیں۔

"تمہارا ساتھی کہاں ہے؟"

"جی شاید آپ نے اسے طلب کیا تھا۔"

"میں نے؟" وہ تعجب سے بولیں۔

"جی ہاں' ایک ملازمہ آئی تھی۔"

"نہیں بھئی' میں نے تو کسی ملازمہ کو نہیں بھیجا یہاں۔"

"جی۔"

"ہوسکتا ہے' رامنہ نے اسے طلب کیا ہو۔ خیر یہ کوئی ایسی تشویش کی بات نہیں ہے۔ تم سے تمہارے بارے میں چند سوالات کرنا چاہتی ہوں؟"

"جی فرمایئے؟"

"کس سلسلے میں آئے ہو یہاں کیا مسئلہ ہے بتانا پسند کرو گے؟"

"معذرت چاہتا ہوں۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"جو سوالات آپ کر رہی ہیں میں ان کا جواب نہیں دے سکتا۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ جہاں سے مجھے بھیجا گیا ہے وہاں سے یہاں بھیجتے ہوئے مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ میرے جتنے بھی واسطے ہیں رانا اختیار خلجی سے ہیں کسی اور کو اس بارے میں کچھ بتانا میرے لئے ممکن نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے' مجھے جانتے ہو میں کون ہوں۔"

"نہیں اس لئے کہ رانا صاحب نے آپ سے میرا تعارف نہیں کرایا۔"

"اس سے اندازہ لگالو کہ رانا اختیار خلجی کس قدر عجیب انسان ہے اور ان کے انداز میں کس قدر ڈکٹیٹر شپ ہے۔ حالانکہ میں ان کی بیوی ہوں۔ ایک طویل عرصے کی رفاقت ہے میری ان سے۔ میں بے اعتباری کی بات نہیں کرتی رانا مجھ پر ہر طرح سے اعتبار کرتے ہیں لیکن کم از کم یہ ساری باتیں تو مجھے بتانی چاہئے تھیں ناں۔"

"جی۔"

"اور پھر تم بھی اس طرح کی باتیں کر رہے ہو ویسے جہاں تک میرا اندازہ ہے تمام مرد ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں بس اپنے آپ کو بااختیار رکھنا چاہتے ہیں چاہے کسی جگہ

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

وہ بے اختیار ہی کیوں نہ ہو چکے ہوں۔"

میں نے نیاز مندی سے کہا۔

"بیگم صاحبہ آپ یہ سمجھ لیجئے' میں آپ کے احکامات سے ذرا بھی روگردانی نہیں کر سکتا' لیکن جس شعبے سے میرا تعلق ہے جس جگہ سے مجھے یہاں بھیجا گیا ہے وہاں کچھ معاملات بحالت مجبوری صیغہ راز میں رکھے جاتے ہیں اور یہ معاملہ بھی ایسا ہی ہے' مجھے یقین ہے کہ آپ میری مجبوری کو نظرانداز کردیں گی۔"

"کہاں سے آئے ہو اور کس شعبے سے تعلق ہے؟"

"جواب میں' میں ہنسنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"ہو سکتا ہے بیگم صاحبہ۔ چوبیس گھنٹے کے بعد جب رانا صاحب مجھ سے ملاقات کریں تو آپ غیر موجود نہ ہوں۔"

"بہت غلط آدمی ہو۔" ابھی بیگم صاحبہ نے اتنا ہی کہا تھا کہ وہ دوسری لڑکی اندر آگئی۔

"ہیلو باجی آپ یہاں ہیں' میں بہت سی جگہوں پر آپ کو تلاش کرتی پھری ہوں۔"

"کیا تم نے ان صاحب کے ساتھی کو کسی ملازمہ کے ذریعہ بلایا تھا؟"

"میں نے' نہیں تو!"

"تم نے بھی نہیں بلایا تھا!"

"نہیں بالکل نہیں۔" اس نے کہا اور میں ایک دم اچھل پڑا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"کس طرح کا آدمی ہے وہ ویسے وہ اپنے آپ کو بہت زیادہ ہوشیار ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔"

"نہیں بیگم صاحبہ وہ تھوڑی سی تکلیف کا شکار ہے۔"

"کیسی تکلیف۔"

"خیر اس بارے میں وہ خود ہی آپ کو بتانا چاہے تو بتائے' میں نہیں بتاؤں گا۔"

"تم تو کچھ بھی نہیں بتاؤ گے۔ آؤ رامنہ چلتے ہیں۔"

"چلئے باجی لیکن بات کیا ہے؟"

"کچھ نہیں آؤ چلتے ہیں۔ یہ بہت محتاط بنتا ہے اور اپنے آپ کو بہت ہی پُراسرار شے سمجھتا ہے۔" بیگم صاحبہ ناراض ہو گئی تھیں لیکن مجھے اس بات کی پروا بھی نہیں تھی ظاہر

ہے میرا ان لوگوں سے اتنا رابطہ بھی نہیں تھا البتہ مجھے حیرت تھی کہ حسن فیروز کہاں چلا گیا' کہیں اسے کسی سازش کے تحت کسی چکر میں تو نہیں لایا گیا۔ میں بے اختیار باہر نکل آیا اور حسن فیروز کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے بے چین ہو گیا لیکن باہر نکلتے ہی مجھے حنا فاروق کا خیال آیا۔ کہیں حنا فاروق نے تو اسے طلب نہیں کیا اور اس وقت میری بات کی تصدیق ہو گئی' جب میں نے اسی ملازمہ کو انیکسی سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا جو حسن فیروز کو بلا کر لے گئی تھی۔ میں نے گہری سانس لی اور ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا لیکن اسی وقت ملازمہ نے مجھے دیکھ لیا اور تیزی سے میری طرف آئی۔

"جناب بیگم صاحبہ آپ کو بھی طلب کر رہی ہیں۔"

"چلو۔" میں نے کہا اور ملازمہ کے ساتھ حنا فاروق کی طرف چل پڑا۔ اب مجھے پتہ چلا تھا کہ حسن فیروز کو کس نے بلایا تھا اور وہ کہاں چلا گیا ہے۔

ملازمہ کے ساتھ میں انیکسی میں داخل ہو گیا اور پھر اس کی رہنمائی میں اس کمرے تک جا پہنچا جہاں حسن فیروز بیٹھا ہوا تھا اور حنا فاروق پیٹ پکڑ پکڑ کر قہقہے لگا رہی تھی' مجھے دیکھ کر اس نے ہاتھ اٹھایا اور سامنے بیٹھنے کا اشارہ کرنے لگی۔ غالباً اس سے ہنسی نہیں رک رہی تھی حسن فیروز مسمی سی شکل بنائے بیٹھا ہوا تھا۔ حنا نے بمشکل تمام ہنسی روکتے ہوئے کہا۔

"خدا کی قسم آپ لوگ اگر کسی کو مل جائیں تو وہ زندگی بھر اداس نہ رہے' ہائے کیسے آپ لوگوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے ساتھ رکھ لوں۔"

"اعتراض۔ حنا صاحبہ اعتراض۔" حسن فیروز نے کہا۔

"وہ بھی کر ڈالئے؟"

"آپ نے اچانک ہی دونوں کا تذکرہ شروع کر دیا۔ یہ تو قطعی غیر دلچسپ آدمی ہے۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے ان کے اندر جو دلچسپیاں ہیں میں انہیں بھی دیکھ رہی ہوں۔"

"اچھا چلئے پھر ٹھیک ہے۔"

اس کے بعد حنا فاروق ہم سے بہت دیر تک باتیں کرتی رہی تھی اس نے ہم سے ہمارے بارے میں پوچھا بھی تھا اور ضد بھی کی تھی کہ ہم اسے اس بارے میں بتائیں کہ ہمارا یہاں کیسے آنا ہوا اور ہم کب تک یہاں قیام کریں گے۔ بہرحال ظاہر ہے ساری

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

تفصیلات تو بتانا ممکن نہیں تھا حسن فیروز اسے چٹکیوں میں اڑاتا رہا' یہ اندازہ ہوگیا تھا مجھے کہ باہر کی دنیا کے رہنے والے یا کچھ خاص حیثیت کے لوگ اس انداز میں نہیں سوچتے جس انداز میں ایک خاص علاقے کے لوگ سوچتے ہیں مثلاً یہ کہ کوئی ایسی شخصیت جو دیکھنے میں بہت اچھی لگ رہی ہو اور دل کو بھا رہی ہو اس کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار اتنی بے باکی سے نہیں کیا جاسکتا۔ خاص طور پر صنف مخالف کا معاملہ تو بہت ہی سنجیدہ ہوجاتا ہے لیکن شہری علاقوں میں اس پر کوئی خاص پابندی نہیں ہوتی۔ آپ جو کہنا چاہتے ہیں جس حیثیت کے مالک بھی ہوں کہہ سکتے ہیں بہرحال یہ اندازہ کم از کم میں نے تو لگا لیا تھا کہ یہاں بات صنف مخالف کی تو ہے ہی نہیں' اب جہاں تک حسن فیروز کا معاملہ تھا تو وہ شخصیت ہی بڑی عجیب ہے۔

کافی دیر تک ہم مسز فاروق کے پاس رہے اس نے ہماری خوب خاطر مدارت کی۔ اس کے بعد ہم اپنی رہائش گاہ میں واپس آگئے۔ یہاں تھوڑا وقت گزرا تھا کہ لنچ کے لئے طلبی ہوگئی۔ البتہ اس وقت لنچ پر بیگم صاحبہ نہیں تھیں بلکہ ان کی صاحبزادی نے ہمارا استقبال کیا تھا اور بڑی دلچسپی سے مسکرا کر کہا تھا۔

"ہیلو مسٹر حسن فیروز اور مسٹر گل مراد۔ ویسے مسٹر گل مراد آپ کا تعلق کون سے علاقے سے ہے؟"

"خطرناک علاقے سے۔ راستے میں بڑے کورخ ملتے ہیں دھمکیاں دینے والے۔"

"میں نے آپ سے نہیں گل مراد صاحب سے پوچھا ہے۔" لڑکی نے حسن فیروز کی طرف رخ کرکے کہا۔

"انچارج میں ہوں۔" حسن فیروز بولا۔

"ان کے انچارج ہیں آپ!"

"جی۔"

"گڈ' لیکن پھر بھی میں انہی سے پوچھنا پسند کروں گی۔"

"پہاڑی آدمی ہوں چھوٹی بیگم صاحبہ۔"

"چھوٹی بیگم۔" وہ ہنس پڑی۔ پھر بولی۔ "بیٹھئے نا آپ لوگ۔ اصل میں باجی اس وقت کھانا نہیں کھائیں گی۔ ان کی طبیعت پر کچھ گرانی ہے۔"

"مجھے اندازہ تھا حالات اتنے ہی برے ہوتے جارہے ہیں' مہنگائی اتنی ہی بڑھ گئی ہے کہ اب وہ طبیعتوں پر حاوی ہونے لگی ہے۔" حسن فیروز مدبرانہ انداز میں بولا۔

"مہنگائی!"

"جی ذرا دیکھ لیجئے۔ لوگوں کے بجٹ فیل ہوگئے' بے چارے سر پکڑے بیٹھے ہوئے ہیں۔"

"مگر مہنگائی کا یہاں کیا تذکرہ؟" لڑکی بولی۔

"آپ ہی نے تو کہا تھا کہ ان کی طبیعت پر کچھ گرانی ہے۔"

"خدا آپ سے سمجھے۔ بات کہاں سے کہاں لے گئے۔ گرانی سے میری مراد یہ ہے کہ طبیعت بوجھل ہے۔"

"گرانی کے بوجھ سے نا!"

"جی نہیں گرانی کا مطلب پہلے معلوم کرکے آیئے۔ پھر بات کیجئے۔ میں گل مراد صاحب سے بات کر رہی ہوں۔"

"ہماری مراد کہیں پوری ہوتی نظر نہیں آتی ٹھیک ہے اسسٹنٹ تمہارے بارے میں غور کرنا ہی پڑے گا ویسے آپ نے ابھی تک اپنا نام ہمیں نہیں بتایا' یہ بڑی زیادتی ہے۔"

"ارے میرا نام بھائی صاحب نے نہیں بتایا آپ کو۔"

"کون سے بھائی صاحب!"

"میرا مطلب ہے رانا اختیار خلجی۔"

"وہ آپ کے بھائی ہیں۔"

"نہیں بہنوئی۔"

"اوہو اس کا مطلب ہے کہ آپ مسز خلجی کی بہن ہیں۔"

"تو آپ کو کیا لگتی ہوں۔"

"نن' نہیں۔ بہن ہی لگتی ہیں۔" حسن فیروز بولا۔

"میرا نام رامنہ ہے اور میری بڑی بہن کا نام سلمٰی خلجی۔"

"ہوں' آپ تو خلجی نہیں ہیں۔"

"میں کیوں ہوتی۔" رامنہ نے جلدی سے کہا۔ پھر کھانے کے بعد ہم لوگ اپنے اپنے کمرے میں آگئے اور بہت دیر تک رامنہ اور سلمٰی کے بارے میں باتیں کرتے رہے' شام کو پانچ بجے اختیار خلجی بھی واپس آگیا اور اس کے بعد اس نے سنجیدگی سے ہمیں اپنے کمرے میں طلب کرلیا اور بولا۔

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"اب ضروری ہے کہ میں آپ لوگوں کو اپنے بارے میں ذرا مکمل تفصیل بتادوں اور آپ کی ذمہ داریاں آپ کو سونپ دوں' ویسے میری گفتگو کرنل ہمایوں سے ہوئی تھی۔"

"کب؟"

"دوپہر کو۔ لنچ کے بعد۔"

"اوہو کیا آپ وہاں گئے تھے؟"

"نہیں ٹیلی فون کی بات کر رہا ہوں۔"

"جی جی۔"

"تم لوگوں کے بارے میں پوچھ رہے تھے تو میں نے کہا ابھی صورت حال میں ان کے علم میں نہیں لایا کچھ ایسی معلومات انہیں بہم پہنچائی ہیں جن کے لئے تھوڑا سا مواد درکار ہوگا۔"

حسن فیروز نے یہاں پھر شرارت کا مظاہرہ کیا تھا اور ناک سکوڑی تھی' مواد کا نام سن کر لیکن شکر تھا کہ اختیار خلجی نے اس جانب توجہ نہیں دی تھی' وہ سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اندورنی دروازے سے سلمٰی خلجی اندر داخل ہوگئی۔ اختیار خلجی نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا' اچھا ہوا تم آگئیں' ان دونوں کے بارے میں' میں نے تمہیں مختصر الفاظ میں بتا دیا ہے اور اب میں انہیں صورت حال سے آگاہ کرنے جارہا ہوں۔"

سلمٰی ایک صوفے پر بیٹھ گئی اور اس نے آہستہ سے کہا۔

"جہاں تک میرا خیال ہے رانا' تم صرف اپنا وقت ضائع کر رہے ہو ان تمام کوششوں سے ہمیں کچھ حاصل نہ ہوگا۔"

"سلمٰی میں تم سے ہزار بار کہہ چکا ہوں کہ اس سلسلے میں کوئی مخالفت نہ کرو۔ میں جانتا ہوں کہ تم کیوں میرے کسی قدم کی مخالفت کرنا چاہتی ہو لیکن براہ کرم مجھے کچھ تو کرنے دو۔"

"میں نے تمہارے راستے میں کبھی رکاوٹ کھڑی کرنے کی کوشش نہیں کی' لیکن بہرحال اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اپنی ان کوششوں سے تم کوئی نتیجہ خیز عمل کرسکتے ہو تو ٹھیک ہے جیسا تم کرو۔"

"اصل میں دوستو' صورت حال یہ ہے کہ تم نے وادی ہنگاریہ کے بارے میں سنا ہے۔"

"میں نے سنا ہے۔" میں جلدی سے بولا۔ "وادی ہنگاریہ کی کہانیاں بستی دو آبہ میں بڑی دلکشی کی حامل تھیں ہمارے اپنے جیسے علاقے کی بات تھی ہمارے ہاں ایک بزرگ تھا پیر شاہ۔ پیر شاہ کا تعلق وادی ہنگاریہ سے تھا اور وہ جب کبھی موڈ میں ہوتا تھا تو اپنی وادی کی داستانیں سناتا تھا اور بتاتا تھا کہ وادی کے لوگ کس طرح زندگی گزارتے ہیں' وہ بڑے پراسرار لوگ تھے اور اپنی وادی میں مختلف ذرائع سے ضروریات زندگی حاصل کرتے تھے' حالانکہ ہنگاریہ کا علاقہ ہمارے ہی ملک کی تحویل میں تھا لیکن اب بھی اسے علاقۂ غیر کہا جاتا تھا اور وہاں حکومت کے قوانین مکمل طور پر کام نہیں کرتے تھے ہاں وہاں کے اندرونی معاملات بہرحال ملک ہی کی تحویل میں تھے۔"

رانا اختیار خلجی کی آواز نے مجھے میرے خیالات سے چونکا دیا تھا وہ کہہ رہا تھا۔

"یہ اچھی بات ہے پہاڑی نوجوان کہ تم وادی ہنگاریہ کے بارے میں جانتے ہو۔ میرا ایک رشتے کا بھائی رانا رحمان شاہ خلجی اس وادی میں فارسٹ آفیسر کے طور پر تعینات کیا گیا اور کئی سال سے وہ وہاں زندگی گزار رہا ہے۔ میری بیٹی ثانیہ خلجی' جو اس وقت غالباً عمر کی اکیسویں منزل میں ہے' اپنے چچا کی طلبی پر ایک بار پہلے وادی ہنگاریہ گئی تھی اور وہاں کے بڑے خوشگوار تاثر لے کر واپس لوٹی تھی۔ اب سے کچھ عرصے قبل وہاں کے بہتر موسم کی بنیاد پر رحمان شاہ نے پھر سب لوگوں سے کہا کہ کچھ عرصہ وہاں گزاریں' میں تو اپنی مصروفیات کی بناء پر نہیں جاسکا۔ سلمٰی بھی تیار نہیں ہوئی لیکن ثانیہ ضد کرنے لگی کہ وہ اپنے چچا کے پاس ضرور جائے گی اور پھر یہی ہوا کہ ہمیں اسے وہاں بھیجنا پڑا۔ وہاں وادی ہنگاریہ میں سرکاری ریسٹ ہاؤس میں رحمان شاہ کا سالہا سال سے مستقل قیام ہے بہت سے لوگ اس کی تحویل میں ہیں وہ اپنے اہل خاندان کے ساتھ وہاں رہتا ہے لیکن پھر وہ ایک حادثے کا شکار ہوگیا۔

یہ تمام تر لوگ سیروسیاحت کے لئے ہنگاریہ کے مشرقی علاقے میں گئے تھے کہ ڈاکوؤں کا ایک ٹولہ جو مقامی ہی تھا ان پر آن پڑا اور خاصا سخت مقابلہ رہا۔ پھر یہ ڈاکو تمام خواتین کو اغوا کرکے لے گئے' ان میں رحمان شاہ کی بیوی ان کی دو بہنیں اور ماں بھی شامل تھیں اور ثانیہ بھی۔" ایک لمحے کے لئے رانا اختیار خلجی کی آواز بھرا گئی۔

میں چونک گیا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"اوہ مجھے یہ سن کر افسوس ہوا۔"

"ڈاکوؤں نے رحمان شاہ سے رابطہ قائم کرکے اس سے تاوان کی رقم طلب کی۔ رحمان شاہ جانتا تھا کہ اس کے بغیر چارہ کار نہیں ہے' چنانچہ اس نے ان کی مطلوبہ رقم مہیا کی اور ان لوگوں نے ان کی بہنیں اور بیوی واپس کردیں لیکن ثانیہ کو واپس نہیں کیا۔"

"کیوں؟" میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا اور رانا اختیار خلجی گردن جھکا کر بیٹھ گیا اس نے دیر تک کچھ نہیں کہا تھا۔

"کچھ نہیں پتہ چل سکا تھا کیونکہ اس کے بعد ڈاکوؤں نے اس سے رابطہ ہی نہیں قائم کیا۔"

"رابطہ نہیں قائم کیا؟" میں نے کسی قدر حیران کن لہجے میں پوچھا۔

"ہاں بھئی رابطہ کس سے قائم کیا جاتا ان خطرناک لوگوں نے رحمان شاہ سے اغوا شدہ لوگوں کے سلسلے میں تاوان طلب کیا رحمان شاہ خلجی نے وہ تاوان انہیں ادا کردیا اس کے نتیجے میں خواتین ان کے حوالے کردی گئیں اور ان میں ثانیہ خلجی نہیں تھی۔"

"تو کیا اس سلسلے میں رحمان شاہ نے ان سے گفت و شنید نہیں کی۔"

"کوششیں بہت کیں' جتنے بھی ذرائع وہ اختیار کرسکتا تھا کئے لیکن کام نہ بن سکا ان لوگوں تک پہنچ نہیں ہو سکی جو اغوا کے ذمہ دار تھے۔"

"آپ نے حکومت سے مدد بھی نہیں لی۔"

"سب کچھ کرلیا' پولیٹیکل ایجنٹ نے ہر داؤ استعمال کرلیا ہم نے معاوضوں کی ادائیگی کے لئے بھی کبھی بخیلی سے کام نہیں لیا لیکن کچھ انوکھی اور پراسرار رکاوٹیں راستے میں آتی رہیں اور ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا رہا۔

"رحمان شاہ صاحب نے بھی اور کوششیں نہیں کیں؟"

"آج تک کر رہا ہے بیچارہ' آج تک کر رہا ہے اصل میں ہمارے خاندان میں وہ منافرت نہیں ہے جو آج کل عام خاندانوں میں پھیل گئی ہے اور لوگ آپس میں ہی ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگے ہیں اور ایک دوسرے کی برائی کے خواہشمند ہوتے ہیں' رحمان شاہ بے شک میرا سگا بھائی نہیں ہے دور کے رشتے سے وہ میرا بھائی لگتا ہے لیکن ہم دونوں بھی آپس میں اسی انداز میں محبت کرتے ہیں جس طرح سگے بھائی ایک دوسرے کو پیار کرسکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ثانیہ اپنے چچا کے پاس جاکر بہت خوش رہتی تھی۔" رانا اختیار نے کہا۔ اس دوران بیگم صاحبہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک کھڑکی کے پاس کھڑی

ہوگئی تھیں اور باہر دیکھ رہی تھیں۔ میں نے ایک ہلکی سی "ہنہ" کی آواز سنی اور یہ آواز سلمٰی ہی کی تھی لیکن اس نے رخ تبدیل نہیں کیا تھا۔ بڑی عجیب سی بات تھی لیکن ظاہر ہے اس کا اظہار ممکن نہیں تھا رانا اختیار کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد کہنے لگا۔

"تم یوں سمجھ لو دوست کہ ہم نے ہر ممکن کوشش کرلی لیکن ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے اور ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکے۔"

"کتنا عرصہ گزر چکا ہے اس واقعہ کو؟"

"تقریباً یوں سمجھ لو اٹھارہ ماہ۔" میں نے حیرت سے اس پرسکون خاندان کو دیکھا تھا پھر میں نے سوال کیا؟"

"آپ کے کتنے بچے ہیں رانا صاحب؟"

"وہ میری اکلوتی بیٹی تھی۔" رانا صاحب کا لہجہ پھر سسکی میں تبدیل ہوگیا تھا۔

"اچھا ایک بات اور بتایئے' کیا ان خواتین سے ثانیہ خلجی کے بارے میں نہیں پوچھا گیا' جو تاوان وصول کرنے والوں کی قید میں تھیں۔"

"پوچھا گیا' انہوں نے کہا کہ شروع ہی سے ثانیہ ان کے ساتھ نہیں تھی اسے کہیں اور رکھا گیا تھا۔"

"اغوا کے وقت ثانیہ اور وہ خواتین ساتھ ہی تھیں۔"

"ہاں۔"

"انہوں نے اور کوئی تفصیل نہیں بتائی۔"

"سوائے اس کے کہ انہیں قید رکھا گیا' لیکن ان کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کی گئی بلکہ انہیں دلاسے دیئے جاتے رہے اور کہا گیا کہ بس تھوڑا سا کام ہوجائے انہیں عزت کے ساتھ ان کے مقام پر پہنچا دیا جائے گا۔"

"کہیں ایسا تو نہیں ہے رانا صاحب کہ ثانیہ شروع ہی سے تاوان وصول کرنے والوں کے ہاتھ نہ لگی ہو؟"

"رحمان شاہ کا کہنا ہے کہ سب کو ایک ساتھ ہی اغوا کیا گیا تھا اور ثانیہ کو بھی ان لوگوں کی تحویل میں جاتے ہوئے دیکھا گیا تھا۔"

"ٹھیک اب اس سلسلے میں ہمارے لئے کیا احکامات ہیں؟"

"میں بھلا کیا احکامات دے سکتا ہوں' میں نے اس دوران تمام تر کوششیں کی ہیں اور یہ کوششیں میں شاید زندگی کی آخری سانس تک جاری رکھوں' کیونکہ بہرحال کوئی بھی

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

اپنی اولاد کو اس طرح نظرانداز نہیں کرسکتا وہ میرے دل میں ایک زخم کی مانند ہے اور زخم جب تک بھر نہ جائے دکھ تو دیتا رہے گا۔ چنانچہ ہر ممکن ذریعہ استعمال کر رہا ہوں میں' تم لوگوں سے بھی درخواست ہے کہ اپنی بھرپور کوششیں کرو اور اب اس سلسلے میں تم سے کچھ کہنا میں غیر مناسب ہی سمجھتا ہوں کہ میں ثانیہ کے حصول کے لئے اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کے لئے تیار ہوں اور اخراجات میں کوتاہی نہیں کروں گا' یا پھر جس شخص نے میری ثانیہ کو مجھ تک پہنچا دیا میں اسے زندگی بھر کے لئے فکر معاش سے دور کردوں گا شاید یہ ایک گھٹیا سی بات ہے لیکن کیا کیا جائے مجبوری ہوتی ہے ہر شخص کہیں نہ کہیں' کسی نہ کسی مجبوری کا شکار ہوتا ہے۔"

"ٹھیک ہے جناب ہمیں تھوڑا سا وقت دیجئے اس سلسلے میں ہم آپس میں گفتگو کرنے کے بعد آپ سے دوسری نشست رکھیں گے۔"

"دیکھو میں بہت دیر سے خاموش ہوں' لیکن اس سے زیادہ خاموشی شاید میرے لئے ممکن نہ ہو' یہ سب کچھ وقت ضائع کرنے والی بات ہے' اٹھارہ مہینے سے کوششیں ہو رہی ہیں اور کہیں سے کوئی نشان نہیں مل سکا' لکیر پیٹنے سے فائدہ نہیں' میں تو کتنی ہی بار رانا صاحب کو یہ بات سمجھا چکی ہوں۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو تم' میں لکیر نہیں پیٹ رہا' کوشش کر رہا ہوں اپنی بچی کے حصول کے لئے۔"

"ٹھیک ہے کرتے رہو' مجھے اعتراض نہیں ہے۔" سلمیٰ خلجی نے سرد لہجے میں کہا' رانا اختیار خلجی بولا۔

"آپ لوگ اس سلسلے میں آپس میں جو بھی گفتگو کرنا چاہیں کرلیں۔ میں آپ کی طرف سے ہونے والے فیصلے کا انتظار کروں گا۔"

پھر اس کے بعد میں اور حسن فیروز اپنے کمرے میں آگئے تھے' حسن فیروز نے کمرے میں داخل ہونے کے بعد دونوں ہاتھ ٹانگوں کے نیچے سے نکال کر کان پکڑ لیے اور مرغے کی بولی بولنے لگا' ایسی حرکتیں وہ عموماً کیا کرتا تھا اور اب میں نے اسے ان حرکتوں پر ٹوکنا چھوڑ دیا تھا اور یہ زیادہ بہتر رہا تھا اگر میں حسن فیروز سے اس وقت اس کی اس حرکت کے بارے میں پوچھتا تو یقینی طور پر وہ بہت دیر تک اپنا یہ مسخرہ پن جاری رکھتا' لیکن چند ہی سیکنڈ کے بعد وہ اس ڈائریکشن میں تھک گیا اور سیدھا کھڑا ہوگیا' پھر وہ میرے پاس خاموشی سے آکر بیٹھ گیا تھا۔

"عجیب بہت عجیب' غریب تو کہہ نہیں سکتا' کیونکہ ان لوگوں کے عیش و عشرت دیکھ کر پتہ نہیں کیا کیا یاد آجاتا ہے۔"

"شکر ہے اللہ نے ہمیں سمجھنے کی توفیق دے دی۔"

"میں جانتا تھا کہ تم میری کسی حرکت پر نکتہ چینی کئے بغیر باز نہیں آؤ گے' انسان کا اپنا اپنا انداز ہے۔ کوئی چیونگم چبا کر سوچتا ہے کوئی سگریٹ پی کر' کوئی بانسری بجا کر اور کوئی کچھ کرکے' میں مرغا بن کر سوچتا ہوں تمہیں اس پر کوئی اعتراض ہے؟"

"میں نے تو اس موضوع پر بات ہی نہیں کی۔"

"اب تک کی کہانی سے کیا نتیجہ حاصل کیا۔" حسن فیروز نے کہا۔

"انچارج تم ہو' میری بھلا کیا مجال کہ میں اپنی سوچ کا اظہار کروں۔"

"میں نے صرف ایک بات سوچی ہے۔"

"کیا؟"

"ثانیہ اغوا ہوگئی۔"

"بالکل۔"

"بس ہوگئی۔" حسن فیروز عجیب سے انداز میں بولا اور میں ہنس پڑا پھر میں نے کہا۔

"دوسری بات نہیں سوچی آپ نے انچارج صاحب۔"

"کیا؟"

"کیا یہ دنیا کے سب سے انوکھے ماں باپ نہیں ہیں' اٹھارہ مہینے سے ان کی بیٹی غائب ہے جوان اور اکلوتی بیٹی اور ان کے انداز میں وہ بے سکونی نہیں ہے جو ہونی چاہئے۔"

"اٹھارہ مہینوں کا صبر بھی تو شامل ہے اس میں اور جہاں تک معاملہ رانا اختیار خلجی کا ہے تو اس کے اندر میں نے ایک کسک محسوس کی ہے' حیرت مجھے سلمیٰ خلجی پر ہے' وہ ایک سپاٹ اور جذبات سے عاری عورت ہے' یہ کیا چکر ہے' یہ سمجھ میں نہیں آیا۔" میں نے حیرت سے حسن فیروز کو دیکھا تھا بڑے پائے کی بات کہی تھی وہ بات جو میرے اپنے ذہن میں بھی تھی اور کانٹا بن کر چبھ رہی تھی۔ ویسے یہ بات تو میں اچھی طرح جانتا تھا کہ حسن فیروز بالکل ہی احمق نہیں ہے' بلکہ قطعی احمق نہیں ہے' یہ الگ بات ہے کہ نہ جانے کون کون سے عوامل نے مل کر اس کی شخصیت مسخ کردی ہے اور وہ اپنے مخصوص انداز میں جی رہا ہے' بہرحال معاملات واقعی بڑے دلچسپ تھے اور میں ان سے لطف لے رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"اب یہ بتاؤ کہ دادا جان کو اس سلسلے میں اطلاع دی جائے گی یا ہم اپنے طور پر ہی کام شروع کریں گے۔"

"پہلے یہ بتاؤ کام شروع کرنے کا موڈ ہے بھی یا نہیں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے حسن کو دیکھا۔

"ایک اور تجویز میرے ذہن میں ہے۔" حسن فیروز بولا۔

"کیا؟"

"رانا اختیار خلجی اس سلسلے میں زبردست اخراجات کرنے کو تیار ہے اور ہمیں بہرحال وادی ہنگاریہ روانہ ہونا ہے۔ ہمارے کچھ ایسے ذرائع ہیں جن سے ہم اس لڑکی کے حصول کے لئے کوششیں کرسکتے ہیں تم ویسے ہی پہاڑی آدمی ہو' اپنے طریقہ کار سے کام لے سکتے ہو۔ ہمیں فوری طور پر کچھ رقم درکار ہوگی اور رانا اختیار ہمیں یہ رقم فراہم کرے گا۔"

وہ خاموش ہوگیا تھا۔ پھر اس کے بعد ہم لوگ اس سلسلے میں بہت دیر تک باتیں کرتے رہے اور اس واردات کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتے رہے' یہ بات تو طے تھی کہ ہمیں وادی ہنگاریہ جانا تھا' یہ بات بھی طے ہوئی کہ دادا جان نے ہمیں مکمل اختیارات دے کر یہاں روانہ کیا تھا اور اس بات کی بالکل گنجائش نہیں تھی کہ اب دوبارہ ان سے رابطہ قائم کیا جائے' ڈنر ہم نے اپنے کمرے میں ہی کیا' کیونکہ ہمیں اس کی اطلاع دے دی گئی تھی اور یہ بتایا گیا تھا کہ رانا صاحب مصروف ہیں' غرض یہ کہ ڈنر سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ہم آرام کرنے لیٹ گئے تھے' یہ الگ بات ہے کہ ہمارا کمرہ ایک ہی تھا اور ہم ہر وقت ہر موضوع پر باتیں کرنے کے لئے تیار تھے' ہم اس وقت بھی اپنے اپنے بستروں پر لیٹے باتیں ہی کر رہے تھے کہ دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی دروازہ کھلا ہوا تھا اور اسے اندر سے لاک کرنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی تھی۔ پھر ایک آواز سنائی دی۔

"میں اندر آنا چاہتی ہوں۔" ہم آواز نہیں پہچان پائے تھے لیکن آنے والے نے بس اطلاع دی تھی اور اس کے بعد اندر داخل ہوگیا تھا' ہم مسز خلجی کو دیکھ کر تھوڑے سے حیران بھی ہوئے تھے اور اس کے بعد پُراحترام انداز میں اٹھ گئے تھے۔

"کیا تم مجھے ستر سالہ بوڑھی سمجھتے ہو؟" مسز خلجی نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"اوہو نہیں' مسز خلجی۔ آپ کو یہ احساس کیوں ہوا؟" میں نے جلدی سے کہا۔

"اس طرح بے تکلفی سے میں تمہارے کمرے میں داخل ہوگئی ہوں' لیکن تم جو انداز اختیار کر رہے ہو' اس سے مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ جیسے تم اپنی کسی بزرگ کا استقبال کر رہے ہو۔"

"اصل میں بزرگی کے بھی مختلف مدارج ہوتے ہیں مسز خلجی' آپ رتبے میں ہم سے بہت بڑی ہیں۔"

"اور اگر میں تم سے درخواست کروں کہ کچھ وقت کے لئے پاسبان عقل کو تنہا چھوڑ دو' تو کیا تم میری درخواست قبول کرلو گے۔"

"چھوڑ دیا۔" میرے بجائے' حسن فیروز جلدی سے بول پڑا اور وہ مسکرانے لگی پھر بولی۔

"شکریہ' ہر انسان اپنی زندگی میں کچھ ایسے لوگوں کی شمولیت کا طلب گار ہوتا ہے جو اس کے ہم عمر ہوں اور اس سے بے تکلفی سے پیش آسکیں' ہم چند پیسے والے لوگ دنیا سے اس طرح محترم ہوتے ہیں کہ اگر کوئی صاحب دل ہو' تو اس محرومیت پر جیتا نہ رہ سکے۔"

"جی!" میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی' سلمٰی خلجی کچھ دیر خاموش بیٹھی رہی پھر بولی۔

"سمجھ میں نہیں آتا کس انداز میں تم لوگوں کو صورت حال سمجھاؤں یا بتاؤں' اصل میں جو کام رانا خلجی تم سے لینا چاہتے ہیں اس کے لئے تو بڑے بڑے جغادری کوششیں کر چکے ہیں اور نہ جانے کیا کیا عمل کئے جاچکے ہیں۔ میں یہ الفاظ رانا خلجی کے سامنے اپنی زبان سے ادا نہیں کرنا چاہتی' میں جانتی ہوں کہ وہ ثانیہ کے لئے کس قدر جذباتی ہیں' لیکن قدرت نے مجھے بڑی قوت بخشی ہے اور میں ہر قسم کے خیالات کو خندہ پیشانی سے قبول کرنے کی اہلیت رکھتی ہوں۔ رانا اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے کبھی تیار نہیں ہوں گے' لیکن حالات کا تجزیہ کرکے میں یہ بات کہہ سکتی ہوں کہ کیا ضروری ہے کہ ثانیہ زندہ ہی ہو؟" تم نے ایک موڑ پر یہ سوال کیا تھا کہ ہوسکتا ہے وہ ان لوگوں کی گرفت سے نکل بھاگی ہو اور کسی حادثے کا شکار ہوکر' میرے منہ میں خاک اب وہ زندہ نہ ہو' ورنہ اپنی ساری کوششیں کی گئیں' کہیں نہ کہیں تو کامیابی حاصل ہوتی لیکن آج تک کہیں سے کوئی سراغ نہیں مل سکا اس کا۔" میں نے حیرت سے سلمٰی خلجی کو دیکھا بڑی تعجب خیز بات تھی' لہجہ بھی جذبات سے عاری محسوس ہوتا تھا وہ طنزیہ انداز میں مسکرائی اور بولی۔

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"مجھے چہرے کے نقش پڑھنے کا شوق ہے اور یہ دعویٰ بھی رکھتی ہوں کہ تھوڑی بہت مہارت حاصل ہے' تم اس وقت یہ سوچ رہے ہو کہ کیا کوئی سگی ماں اپنی بیٹی کے لئے اس قدر غیر جذباتی انداز میں یہ جملے اپنی زبان سے ادا کرسکتی ہے' تو میں تمہیں یہ بات پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ مجھ میں حقیقتوں کو قبول کرنے کی سکت بھی ہے اور اہلیت بھی۔"

"معاف کیجئے گا۔ سوال فطری اور قدرتی ہے۔ آپ ثانیہ کی سگی ماں ہیں نا۔"

"ہاں' بالکل سگی وہ ہم دونوں ہی کی اولاد ہے۔"

"ماں کے دل کے بارے میں سنا ہے کہ وہ حقیقتوں کا مرکز ہوتا ہے خصوصاً اپنی اولاد کے لئے' اگر دل کی بات مان لی جائے تو آپ کا دل اس سلسلے میں کیا کہتا ہے کیا ثانیہ زندہ ہے؟" میں نے سوال کیا اور جواب میں وہ تلخی سے مسکرا دی پھر بولی۔

"میں اپنے آپ کو کوئی بہت ہی ماڈرن اور بے تاثر عورت ظاہر نہیں کرنا چاہتی' لیکن اتنا ضروری جانتی ہوں کہ دل کا کام خون پمپ کرنا ہے اور جسم کا ہر عضو اپنا کام اسی انداز میں سرانجام دیتا ہے۔ یہ صرف شاعروں کی لن ترانیاں ہیں کہ کہانیوں کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتے ہیں' میں حقیقتوں کی دنیا میں رہنے کی عادی ہوں' ہم کائنات کی کسی شے پر اختیار نہیں رکھتے تو پھر وہی والی بات آجاتی ہے کہ لکیر پیٹتے رہو بھلا کچھ حاصل۔"

"آپ اگر ہمیں کوئی بات سمجھانا چاہتی ہیں محترمہ تو براہ کرم کھلے الفاظ میں کہئے۔" حسن فیروز نے کہا اور میں اسے تعریفی نگاہ سے دیکھنے لگا۔ اس طرح لہجہ بدل کر کسی بھی بڑی سے بڑی شخصیت سے گفتگو کرلینا حسن فیروز کا ہی کمال تھا۔ ایک لمحے کے لئے سلمٰی خلجی اسے چونکے ہوئے انداز میں دیکھتی رہی تھیں' پھر اس نے کہا۔

"سادہ سی بات ہے تم اگر وادی ہنگاریہ جاکر اپنے شوق کی تکمیل کرنا چاہتے ہو تو ظاہر ہے میرا تم پر کوئی اختیار نہیں اور اگر مجھ سے رائے لینا پسند کرو تو میں تمہیں بتاؤں گی کہ جس پیمانے پر کاوشیں ہو چکی ہیں اس کے بعد کسی کاوش کی گنجائش نہیں ہے۔ میں خدا سے یہی دعا کرتی ہوں کہ اگر میری بچی زندہ سلامت ہے تو خیریت سے میرے پاس پہنچ جائے ورنہ باقی اس کی مرضی۔ تم جوان بچے ہو' میں نہیں جانتی کہ تمہارا ماضی کیا ہے اور اپنے کام میں تمہاری مہارت کیا حیثیت رکھتی ہے لیکن دیکھنے میں تم مجھے دو معصوم خرگوش محسوس ہوتے ہو' اور خرگوش خوبصورت ہوتے ہیں تو اے خوبصورت خرگوشو! غور کرلینا اور درخواست کرتی ہوں میں تم سے کہ فیصلہ کچھ بھی کرو لیکن کسی مسئلے میں مجھے سامنے لانے کی کوشش نہ کرنا کم از کم رانا خلجی کے سامنے۔ چلتی ہوں' تمہیں غور

کرنے کے لئے دعوت دیئے جارہی ہوں۔" وہ اٹھی اور اپنی جگہ سے اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئی' حسن فیروز دیر تک دروازے کو دیکھتا رہا' پھر میری طرف رخ کرکے بولا۔

"خرگوش ون خرگوش ٹو۔" میں مسکرا دیا تھا۔

حسن کچھ دیر سوچ میں ڈوبا رہا۔ پھر بولا۔ "اور ہم دو خرگوشوں کا واسطہ ایک خطرناک لومڑی سے ہے۔ تم اب بھی اس عورت کے بارے میں کچھ نہیں کہو گے۔"

"میں کسی بھی عورت کے بارے میں کچھ نہیں کہوں گا۔ کرنل ہمایوں نے مجھے رانا خلجی کے پاس بھیجا ہے بس مجھے اس سے تعاون کرنا ہے یہ تو راستے کے پتھر ہیں جن کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔"

حسن مجھے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ "دروازہ بند کردو۔ وہ دوبارہ نہ آجائے۔" پھر اس نے بستر پر لیٹ کر سر تک چادر اوڑھ لی تھی۔

حسن فیروز کے بارے میں کچھ کہنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔ وہ ایک باکمال شخصیت کا مالک تھا میں اس کے بارے میں اکثر یہ سوچتا تھا کہ قدرت نے اسے بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے۔ مثلاً یہ کہ دنیا کا مشکل سے مشکل مسئلہ ہو' وہ اپنے ذہن میں اسے کوئی جگہ نہیں دیتا تھا۔ بات کتنی ہی بگڑی ہوئی کیوں نہ ہو' وہ اس کی پرواہ ہی نہیں کرتا تھا اس کا خیال تھا کہ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ اس وقت بھی اس قدر الجھے ہوئے معاملات ہونے کے باوجود اس نے سر پر چادر اوڑھی اور اس طرح سوگیا تھا جیسے اسے دنیا کی کوئی فکر ہی نہ ہو لیکن میں نیند سے کوسوں دور تھا اور میرے ذہن میں کھچڑی پک رہی تھی۔ پتا نہیں کیا قصہ ہے' ایک عجیب سی سوئی دماغ میں چبھ رہی تھی۔ حالانکہ اب تو یہ بات بھی معلوم ہو چکی تھی کہ بیگم صاحبہ' ثانیہ کی سوتیلی ماں نہیں ہیں بلکہ سگی ماں ہیں۔ باپ کے دل میں بیٹی کی جدائی کی تڑپ اب بھی محسوس ہوئی تھی' لیکن نہ جانے کیوں سلمٰی کے انداز میں وہ کیفیت نہیں محسوس ہوئی تھی' جو روائتی شکل رکھتی ہے۔ بہرحال استاد محترم کے احکامات سب سے اول حیثیت رکھتے تھے اور انہی کا معاملہ اس سارے مسئلے کی بنیاد تھا' وہ اگر اس بات کے خواہشمند ہیں کہ دنیا کی کوئی مشکل ہو' کوئی عمل ہو' مجھے اس کام میں مصروف ہوجانا ہے تو پھر بھلا مجھے اس میں کیا اعتراض ہوسکتا تھا البتہ مہارت خان نے جو کچھ کیا تھا اس نے کم از کم اس قدر قوت ارادی ضرور ذہن میں پیدا کردی تھی کہ اگر سونے کی کوشش کی جائے تو اس میں ناکامی نہ ہو' اور صبح تک نیند پوری ہو چکی تھی یعنی یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ رات کو نیند نہیں آئی پھر حسن فیروز بھی جاگ گیا اور اس طرح غسل

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

خانے کی جانب چل پڑا جیسے اسے پتا ہی نہ ہو کہ وہ میرے ساتھ ہے' میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا تھا' غسل خانے میں کافی وقت صرف کرنے کے بعد وہ باہر آیا اور اسی طرح چلتا ہوا' ایک کرسی پر جا بیٹھا پھر بڑبڑانے والے انداز میں بولا۔

"اخبار' اخبار نہیں ہے۔"

"میں حاضر ہوں جناب' فرمائیے؟ کہاں کی خبریں سناؤں آپ کو؟" وہ اس طرح اچھلا' جیسے ایک بالکل غیر متوقع بات ہوئی ہو' پھر بولا۔

"ارے تم تم یہاں کیسے.....؟"

"کم از کم صبح کا آغاز بھی ہنستے بولتے ہی کرلیا کرو' اچھے لگتے ہو۔" وہ سر کھجانے لگا اور پھر بولا۔

"اوہ واقعی' میں تو بھول ہی گیا تھا' اوہو' اوہو رات کو تو میں اس بارے میں بہت سے خواب دیکھتا رہا ہوں۔"

"اور یقینی طور پر وہ خواب عجیب و غریب ہوں گے۔"

"خیر میرے خوابوں میں غربت کا کوئی دخل نہیں ہوتا' بلکہ غربت ہی عجیب لگتی ہے' ویسے تمہیں ایک بات بتاؤں۔"

"بتا دیجئے' مہربانی ہوگی۔"

"کیا نام ہے اس کا سلمیٰ خلجی۔"

"جی ہاں ایک سلمیٰ خلجی ہیں تو سہی۔"

"پراسرار شخصیت کی مالک ہے' اس کے کردار میں کہیں نہ کہیں گڑبڑ ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے' جیسے وہ اپنی بیٹی کی تلاش میں کوئی اہم قدم نہیں اٹھانا چاہتی' پتا نہیں کیوں' مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ اس بارے میں بہت کچھ جانتی ہے۔ اب آگے یہ سارا سلسلہ کیا ہے' یہ تو کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یار یہاں بیڈ ٹی کا انتظام نہیں ہے؟" اس نے بس ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ ایک ملازمہ چائے کی ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر آگئی اور حسن فیروز اپنی جگہ سے کھڑا ہوگیا' وہ تعجب بھری نگاہوں سے ملازمہ کو دیکھ رہا تھا اور ملازمہ اسے اس طرح دیکھتے ہوئے دیکھ کر کچھ سہم سی گئی تھی حسن فیروز اس کے قریب پہنچا تو وہ گھبرا کر سمٹ گئی۔

"معاف کرنا' یہ دیکھ رہا ہوں کیا چابی سے چلتی ہو یا الیکٹرانک ہو.....؟"

"نہیں صاحب جی چائے ہے۔" ملازمہ نے جواب دیا اور حسن فیروز نے دانت باہر

نکال دیئے۔

"ارے کیا واقعی' اوہو دیکھو' یہ تو سچ مچ چائے ہے' یہ بھاپ کی لکیر دیکھ رہے ہو' واہ سوندھی سوندھی۔" ملازمہ تیزی سے باہر نکل گئی تھی' میں نے حسن فیروز سے کہا۔

"حسن اپنا وقار بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔"

"گڈ ویری گڈ' چلو اٹھو' چائے بنا کر دو۔" اس نے کہا اور کرسی پر بیٹھ کر ٹانگ پر ٹانگ رکھ لی' جب میں نے اسے چائے کی پیالی دی تو اس نے شکریہ ادا کر کے قبول کرلی۔ پھر بولا۔

"اصل میں چائے کا نام ہی لیا تھا میں نے کہ وہ چراغ کے جن کی مانند چائے لے کر آگئی' میں تو بس یہ معلوم کر رہا تھا کہ وہ انسان ہے یا روبوٹ' یا پھر جن وغیرہ وغیرہ۔ ویسے ایک بات کہوں' اگر میری بات مان لو تو۔"

"فرمائیے انچارج صاحب۔"

"لاحول ولا قوۃ' ہر بار یہ بات بھول جاتا ہوں کہ اختیار خلجی کے معاملات میں مجھے اختیارات حاصل ہیں' اپنی حیثیت سے کبھی فائدہ نہیں اٹھاتا میں۔"

"چلو خیر تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ اس بارے میں ہم اپنی حنی حنی سے بات کریں گے۔"

"حنی حنی.....؟"

"ارے وہی اپنی حنی۔ وہ کہنے لگا۔"

"جب میری سمجھ میں آجائے گا تو میں انکار یا اقرار کروں گا۔"

کیا سمجھ میں نہیں آرہا؟"

یہ حنی حنی کیا چیز ہے؟"

"نہیں ایک دفعہ حنی۔"

"ہنی کہنا چاہتے ہو؟"

"یار حنا کہنا چاہتا ہوں' اب اگر پیار سے اسے ہنی کہوں یا حنی کہوں' کیا حرج ہے؟"

"خدا تمہیں سمجھے حسن فیروز۔"

"تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ اس بارے میں اپنی حنا فاروق کافی کارآمد ثابت ہو سکتی ہے۔"

"مطلب؟"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"اس سے معلومات حاصل کرسکتے ہیں۔"

"فاروق احمد کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"یار وہ آدمی نہ جانے کیوں اس بے چاری لڑکی کی جان کے پیچھے پڑ گیا ہے' بس اسے دیکھ کر بڑا غصہ آتا ہے۔"

"بہت شریف آدمی ہے' تم بلاوجہ فضول باتیں کرتے رہتے ہو۔"

"نہیں سچ کہہ رہا ہوں' وہ بڑی مظلوم عورت ہے۔"

"کاش کسی اچھی عورت کے بارے میں تم بری باتیں نہ کرتے' مگر کیا کروں انچارج ہو۔" میں نے کہا۔

"اور تم پر ایک ہزار ایک سو اکتیس بار لعنت ہے۔" ناشتا ہم دونوں نے تنہا ہی کیا تھا' کوئی بات آخری طور پر نہیں کی جاسکتی البتہ فاروق احمد اور رانا اختیار خلجی کو ایک کار میں بیٹھ کر باہر جاتے دیکھ کر حسن فیروز پر ایسی بے خودی طاری ہوئی تھی کہ میرا ہنستے ہنستے برا حال ہو گیا تھا' بڑی مسرت کے عالم میں کہہ رہا تھا۔

"یوں سمجھ لو اس وقت اس حویلی پر ہماری حکومت قائم ہے' یعنی' رافیہ' سلمٰی اور حنا جس سے چاہیں ملیں' جس سے چاہیں باتیں کریں ویسے ایک بات کہوں۔ یہ رافیہ صاحبہ تھی خاصی آگے کی چیز نظر آتی ہیں' ذرا پیچھے ہی رہنا۔"

بظاہر کوئی خطرہ نہیں تھا ویسے رانا صاحب کے بارے میں مجھے اندازہ تھا کہ فوراً ہی مجھ سے ملاقات کریں گے' جو تفصیلات بتائی تھی انہوں نے اس میں کوئی شک نہیں کہ دلچسپی سے خالی نہیں تھی' غرض یہ کہ معاملات خاصے بہتر تھے اور ابھی تک کوئی ذہنی پریشانی نہیں ہوئی تھی' ہم دونوں انیکسی کی جانب چل پڑے اور کچھ دیر کے بعد اس میں داخل ہوگئے' وہ ملازمہ جو اب تک ہمارے درمیان رابطہ بنی رہی تھی۔ ہمیں دیکھ کر مسکرائی اور بولی۔

"صاحب!" ہمیں ہدایت کی گئی تھی کہ باہر نکل کر آپ کو دیکھیں اور جیسے ہی آپ ہمیں ملیں' ہم آپ کو پکڑ لائیں۔"

"تو پھر؟ حسن فیروز دلچسپی سے بولا۔

"ہم باہر نکلنے والے ہی تھے کہ آپ نظر آگئے۔"

"چلو پکڑو ہمیں۔" حسن فیروز آگے بڑھا اور ملازمہ ہنستی ہوئی پیچھے ہٹ گئی۔

"ایسے تھوڑی' بس ہاتھ پکڑ کر لانے کے لئے کہا تھا۔"

"پھر کیا فائدہ۔" حسن فیروز مایوسی سے بولا' مگر وہ بے چاری سیدھی سادی لڑکی تھی' ہنستی ہی رہی' کچھ وقت کے بعد ہم حنا کے سامنے پہنچ گئے' حنا کافی بے تکلفی سے پیش آئی تھی' اس نے پہلے میری جانب مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا اور ایک ہلکی سی جھجک کے بعد میں نے اس کا نرم و نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور تھوڑا سا چھو کر چھوڑ دیا' لیکن حسن کے بارے میں مجھے جو اندازہ تھا' بات اس سے مختلف نہیں نکلی' ایک لمحے میں' میں نے محسوس کیا کہ حنا اپنا ہاتھ چھڑانے میں ناکام رہی ہے' حسن کہنے لگا۔

"کیا کروں خاندانی روایت ہے' بہت عرصے سے ہاتھ پر پٹی باندھے رہتا تھا' لوگ پوچھتے تھے کہ میاں ہاتھ ٹوٹ گیا ہے' یا انگلیاں اکڑ گئی ہیں' مگر میں انہیں حقیقت کیا بتاتا۔"

"اب ہاتھ تو چھوڑیئے میرا!" حنا کہنے لگی۔

"وہی تو بتانے جارہا ہوں' پٹی اس لئے باندھتا تھا کہ حنا یاد رہے کہ کسی خاتون سے ہاتھ نہیں ملانا' مگر کیا کروں یہ میرا اسسٹنٹ جو ہے نا اس کا بس چلے تو میرے سارے بدن کی پٹیاں کھلوا دے۔"

"اُفوہ' ہاتھ تو چھوڑیئے نا پلیز میرا۔"

"زندگی بھر کا خلاصہ تباہ ہوجائے گا۔"

"کیا مطلب؟"

"بزرگوں کی روایت ہے کہ کسی کا ہاتھ پکڑو تو پھر اسے کبھی دغا نہ دو' کسی لڑکی کا ہاتھ پکڑ لو' تو پھر سمجھ لو کہ اس سے زندگی بھر کا ساتھ ہوگیا۔"

"منہ دھو رکھئے حسن فیروز صاحب!" حنا نے اچانک ہی ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا اور پھر اسے مسلتی ہوئی بولی۔

"غلطی میری ہی ہے لیکن سمجھ لیجئے آپ' اس حویلی میں ایک فائرنگ اسکواڈ بھی ہے جو مجرموں کو دیوار سے لگا کر کھڑا کرتا ہے اور گولیوں سے اڑا دیتا ہے اور اس کے انچارج فاروق احمد صاحب ہیں۔"

"ہیلو' حنا باجی کیسی ہیں آپ' خیریت سے تو ہیں نا' بالکل بجھی بجھی سی لگتی ہیں اماں ایک بات بتاؤ' گل مراد' اگر میری کوئی بڑی بہن ہوتی تو کیا بالکل حنا باجی جیسی ہوتی؟" حنا کا ہنستے ہنستے برا حال ہوگیا تھا' میں بھی قہقہہ لگانے سے باز نہیں رہ سکا تھا۔ یہ بڑا ثابر معاش آدمی ہے اتنا اندازہ تو مجھے بھی ہوگیا تھا کہ فطرت میں غلاظت کا کوئی پہلو نہیں

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

ہے لیکن مذاق میں اس انتہائی حد تک پہنچ جاتا تھا جو اجنبی لوگوں کے لئے ناقابل برداشت ہو' حنا خوب ہنسی تھی' پھر وہ کہنے لگی۔

"بیٹھو' بغیر بلائے تو آتے ہی نہیں ہو۔"

"اس وقت تو بغیر بلائے ہی آئے ہیں۔"

"جی نہیں' میں نے ملازمہ کو بھیجا تھا۔ اب اصل میں مسئلہ یہ ہے کہ حویلی کے اندر سے تو آپ لوگوں کو بلانا بڑا خطرناک کام ہے۔"

"خطرناک؟"

"ہاں' اس کی تفصیل نہیں بتائی جاسکتی' مختصر یہ سمجھ لیجئے کہ کسی پسندیدہ مہمان کو بلانے کا مطلب جو ہوسکتا ہے' بس وہی' اور سنا ہے آج کل تو رافیہ بیگم بھی آئی ہوئی ہیں۔"

"ہم بیٹھ جائیں؟" حسن فیروز نے کہا۔

"ارے معاف کیجئے گا' بلکہ پہلے یہ بتایئے کہ کیا کھائیں گے؟"

"ناشتا کرلیا ہے اور زیادہ دیر نہیں ہوئی۔"

"ناشتے میں جو چائے تھی نا اس میں پتی کم پڑی ہوئی تھی۔ مجھے تو بالکل مزا نہیں آیا۔" حسن فیروز نے کہا۔

"میں آپ کے لئے بہت عمدہ سی چائے بنواتی ہوں۔"

"ارے کہاں تکلیف کریں گی۔"

"نہیں کوئی بات نہیں ہے۔" حنا نے ملازمہ کو بلا کر چائے کے لئے کہا' حسن فیروز حنا کو دیکھ رہا تھا پھر وہ بولا۔

"اس دوران آپ کو کبھی حویلی کے اندرونی حصے میں جاتے ہوئے نہیں دیکھا۔"

"نہیں کوئی خاص وجہ نہیں ہے۔"

"پھر بھی کوئی عام وجہ تو ہوگی۔"

"بس فاروق صاحب' برسوں سے یہاں ملازمت کرتے ہیں میرے یہاں آنے سے بہت پہلے سے ان کی پرانی بیگم کے بھی کوئی بہت گہرے تعلقات نہیں تھے۔ بڑی حویلی والوں سے اصل میں لوگ فاصلے رکھتے ہیں اور خیر یہ تو سچ ہے کہ فاروق صاحب حویلی کے منتظم اعلیٰ ہی سہی' لیکن بہرحال ملازم ہیں' اب یہ عجیب بات ہے کہ ملازموں کی بیویاں بھی' ملازمائیں ہی سمجھی جائیں' صاحب ظرف لوگ تو ایسا نہیں کرتے' لیکن ہر شخص میں

کوئی نہ کوئی کمی ہوتی ہے' میں تو عید' بقرعید پر بھی بڑی حویلی میں نہیں جاتی۔"

کیوں؟"

"اب بھی پوچھنے کی گنجائش رہ گئی ہے۔"

"گنجائش تو ہے۔"

"میں سمجھتی ہوں نہیں ہے۔"

میں نے بے چینی سے اس کو دیکھا۔ میری خواہش تھی کہ اس وقت صرف میری بات ہو۔ حنا نے کہا۔

"رانا صاحب بہت اچھے انسان ہیں اکثر یہاں بھی آجاتے ہیں فاروق کو تلاش کرتے ہوئے لیکن ان کے انداز میں' میں نے کبھی غرور نہیں پایا۔ اب کیا کہوں اپنی زبان سے' چھوڑیں۔"

"ارے واہ یہ کیا بات ہوئی' آپ سے ہماری دوستی ہوگئی ہے اگر دوستوں کو دوستوں کے بارے میں کچھ نہ معلوم ہو تو لعنت ہے ایسی دوستی پر اور پھر بھلا ہم اس شخص کی عزت کیوں کریں گے' جو آپ کی عزت نہ کرے' سوال ہی پیدا نہیں ہوتا آپ دیکھئے تو سہی آگے کیا ہوتا ہے۔"

حنا' بدمعاش حسن کی باتوں سے متاثر ہوگئی تھی' کہنے لگی۔

"چھوڑیں چھوڑیں' آپ لوگوں کا پتا نہیں کیا قصہ ہے' کس کام سے یہاں آئے ہیں' اپنا کام کریں' چند روز کے لئے آئے ہیں' پھر یہاں سے چلے جائیں گے اور میں یاد ہی کرتی رہ جاؤں گی آپ لوگوں کو۔"

"ہم جہاں بھی رہیں گے آپ سے ملنے آتے رہیں گے حنا صاحبہ۔"

"میں کیا کروں۔ دنیا سے میرا یقین اس قدر اٹھ گیا ہے کہ اب تو سچی بات یہ ہے کہ کسی کو دوست بنانے کو دل بھی نہیں چاہتا۔"

"وہ آپ کی مرضی ہے' زبردستی تو کوئی کسی کا دوست نہیں بنتا۔ چلو یار اٹھو غلط جگہ آگئے ہیں۔" حسن نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ حنا کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا تھا۔

"یہ کیا شروع کردیا آپ نے' بھلا اس میں بھی کوئی ناراض ہونے والی بات ہے؟"

"ہے نا!" حسن نے کہا۔

"کیوں ہے' آپ نے مجھے اپنے بارے میں کچھ بتایا۔" حنا بولی۔

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"خدا سے ڈریں' خدا سے ڈریں۔ میرا نام حسن فیروز ہے اور یہ گل مراد۔"

"بس۔"

"اور کچھ پوچھا آپ نے۔"

"یہاں کیسے آئے ہیں آپ۔"

"جاسوسی کرنے۔"

"کیا.....؟"

"جی ہاں جاسوس سمجھتی ہیں آپ.....؟"

"کس کی جاسوسی کرنے آئے ہیں.....؟"

"ایک واقعہ ہوا ہے اس حویلی میں....."

"کیسا واقعہ.....؟"

"آپ یہ بتائیے کہ کیا یہاں سے کچھ عرصے قبل رانا اختیار خلجی کی صاحبزادی ثانیہ خلجی گم ہوئی ہیں؟" حسن فیروز نے کہا اور میں نے حنا فاروق کے چہرے پر نگاہیں جما دیں۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"کچھ عرصے قبل کہہ رہے ہیں آپ' تقریباً ڈیڑھ سال ہوچکا ہے اس واقعہ کو....."

"ہم اسی واقعہ کا سراغ لگانے کے لئے یہاں آئے ہیں۔"

"ڈیڑھ سال کے بعد.....؟"

"جب بھی بلایا گیا' آپ نے پوچھا تھا نا کہ آپ یہاں کیسے آئے.....؟ ہم نے بتا دیا۔"

"تو آپ لوگ پولیس کے آدمی ہیں؟"

"نہیں۔"

"تو پھر آپ کا اس کیس سے کیا تعلق بنتا ہے؟"

"ہم پرائیویٹ جاسوس ہیں۔"

"تب تو بڑے خطرناک لوگ ہیں آپ۔"

"جائیں؟" حسن فیروز پھر اسی انداز میں اٹھتا ہوا بولا۔ اور حنا ہنس پڑی۔

"بیٹھئے' بیٹھئے۔"

"اچھا اب جب یہ بات نکل ہی آئی ہے تو اس موضوع پر تھوڑی سی بات کر ہی لی

جائے اور اس موضوع پر گفتگو کرنے کے لئے میں دعوت دیتا ہوں جناب گل مراد کو۔ اصل میں سنجیدہ پہلوؤں کے انچارج یہی ہیں' مسٹر گل مراد۔" حسن نے مسکراتے ہوئے کہا اور حنا فاروق ایک بار پھر ہنس پڑی تھی لیکن میں نے سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"محترمہ حنا اب بات آپ کے کانوں تک پہنچ ہی گئی ہے تو سنجیدگی سے ہماری مدد کیجئے گا۔" میرے لہجے کی سنجیدگی پر حنا بھی سنجیدہ ہوگئی۔ پھر مدہم لہجے میں بولی۔

"آپ یقین کیجئے کہ اس سلسلے میں' میں شاید ہی آپ کو کچھ بتا سکوں' پھر بھی آپ مجھے بتائیے آپ کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

"پہلا سوال یہ ہے کہ رانا اختیار خلجی صاحب کے ان کی بیگم محترمہ سلمیٰ خلجی کے ساتھ کیسے تعلقات ہیں؟"

"جہاں تک میرا خیال ہے رانا صاحب ایک پُروقار شخصیت کے مالک ہیں اپنے معاملات نہایت خوش اسلوبی سے سنبھال لیتے ہیں لیکن جہاں تک محترمہ سلمیٰ خلجی کا سوال ہے۔ ان کا خاندان بھی ایک بڑا خاندان ہے۔ ہاں ایک چھوٹی سی بات اگر آپ کے لئے کارآمد ہو تو وہ یہ کہ سلمیٰ خلجی کے خاندان کے تعلقات محترم رانا خلجی کے خاندان سے شروع سے ہی بہتر نہیں تھے اور نہ ہی بہتر ہیں' بس ایک کشمکش ہے ہلکی سی' سوائے کچھ کرداروں کے جو ان لوگوں سے ملتے جلتے ہیں' ورنہ زیادہ میل جول بھی نہیں ہے۔"

"گڈ۔ تو کیا ان تعلقات کی خرابی کی بنیاد پر محترمہ سلمیٰ خلجی بھی اپنے اہل خاندان سے نہیں ملتیں؟"

"ہاں..... اور وہ صرف شوہر پرستی کی بنیاد پر نہیں ہے اصل میں والدین تو ہیں نہیں بیگم خلجی کے' کچھ بھائی بہن ہیں' لیکن وہ بھی سب اپنی اپنی زندگی میں مست۔ پھر بات رانا خلجی ہی کی نہیں بلکہ سلمیٰ سے بھی ان کے تعلقات بہتر نہیں ہیں۔ یہ تذکرہ میں کسی خاص وجہ سے نہیں کر رہی بلکہ دو جاسوسوں کو مدد دے رہی ہوں۔"

"بہت عمدہ بات ہے بڑی کارآمد' ویسے آپ بتا سکتی ہیں کہ اس خاندان کے کتنے کردار ہیں۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا' صرف سنا ہے اور کچھ نہیں۔"

"اور رانا صاحب کی ایک ہی اولاد تھی یعنی ثانیہ۔"

"جی ہاں۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"کس طرح کی لڑکی تھی۔"

"بہت ہی اچھی' خوش اخلاق' ملنسار' ماں کی طبیعت سے بہت مختلف' بہت ہی حسین۔ ماں اگر اس پر کچھ پابندیاں لگاتی بھی تھی تو کم از کم دل سے انہیں پسند نہیں کرتی تھی۔"

"آپ سے کیسے تعلقات تھے۔" میں نے سوال کیا اور حنا فاروق سنجیدہ ہو گئی۔ کچھ دیر خاموش رہی پھر بولی۔

"یونہی بس' رسمی سی سلام دعا تھی۔ حالانکہ شروع میں وہ دو تین بار میرے پاس آئی بعد میں اس پر پابندی لگادی گئی۔"

"کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"اس کا جواب میں نہیں دے سکتی۔"

"اوہ' آپ کا لہجہ بتاتا ہے کہ اس کے پس منظر میں کوئی خاص بات تھی۔"

"بالکل خاص بات نہیں تھی۔ اب میں یہ نہیں کہہ سکتی کہ میری شکل وصورت کیسی ہے اللہ نے جو کچھ بنا دیا اس پر ہمیشہ اس کا شکر ادا کرتی رہی ہوں کہ بدشکل نہیں ہوں اور نا ہی میں نے کبھی اپنے آپ کو خوبصورت سمجھا۔ اب جب بات اس قدر کھل ہی گئی ہے تو اس اعتماد کے ساتھ میں آپ سے یہ بات کر رہی ہوں جیسے اپنے قریبی رازداروں اور گہرے دوستوں سے کہہ رہی ہوں۔ اصل میں بیگم خلجی خود پرست ہیں خود ستائی کی مریضہ ہیں' ان کے سامنے انہی کی تعریف کی جاتی رہے تو وہ خوش رہتی ہیں اور دوسرے کو ان کی توجہ اور دلچسپی حاصل رہتی ہے ورنہ دوسری صورت میں وہ کسی کو بھی اپنی ناپسندیدہ شخصیت قرار دے سکتی ہیں اور شاید مجھ سے فاصلے اسی بنیاد پر ہوئے۔ کسی بدبخت نے اس کے سامنے میری تعریف کردی تھی بس ذہنی طور پر وہ مجھ سے کھنچ گئیں اور بے چاری ثانیہ کو بھی مجھ سے زیادہ نہ ملنے دیا گیا۔"

"ہوں تو یہ مسئلہ ہے۔"

"جی ہاں چاہیں تو اس میں بھی میرا مذاق اڑالیں۔"

"نہیں آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں حنا۔" چونکہ اس ڈپارٹمنٹ کا انچارج مجھے بنایا گیا ہے اس لئے کم از کم اس میں حسن کی مداخلت کی کوئی گنجائش نہیں ہے' اور میں سنجیدگی سے ہی آپ سے سارے سوالات کروں گا۔"

حسن حیرت انگیز طور پر خاموش تھا ان الفاظ پر بھی اس نے کسی ردعمل کا اظہار

نہیں کیا تھا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر میں نے کہا۔

"کیا کسی بھی شکل میں ثانیہ اور بیگم صاحبہ کے درمیان کوئی ایسی بات ہوئی جس کی وجہ سے بیگم صاحبہ نے اپنی بیٹی کو ناپسند کیا ہو۔"

"خدا کی قسم ایسی کوئی بات میرے علم میں نہیں ہے۔"

"ثانیہ کی گمشدگی کے بعد کیا کیفیت رہی؟"

"بھرپور سوگ منایا گیا۔ بیگم صاحبہ اور رانا صاحب دیوانوں کی طرح ثانیہ کی تلاش میں مصروف رہے۔ میرا خیال ہے لاکھوں روپیہ خرچ کردیا گیا' ہر طرح کی کوششیں کی گئیں' مہینوں حویلی میں پولیس کیمپ لگا رہا' جس علاقے میں یہ واقعہ ہوا تھا' وہاں بھی کوششیں کی گئیں لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ پھر گزرنے والا وقت کم از کم اتنی تسلی تو دے دیتا ہے انسان کو کہ وہ پرسکون ظاہر کرسکے اپنے آپ کو' چاہے وہ پرسکون ہو یا نہ ہو۔"

"ایک بات بتایئے حنا صاحبہ۔"

"جی پوچھئے۔"

"بیگم خلجی ماں ہیں' لیکن میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ ان کی نسبت رانا اختیار بیٹی کے لئے زیادہ غمزدہ ہیں اس کی کیا وجہ ہوسکتی ہے۔"

"اصل میں سلمٰی خلجی بہت زیادہ مضبوط اعصاب کی خاتون ہیں' جبکہ رانا صاحب سادہ لوح آدمی ہیں' بس اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے۔"

"اب آجایئے رحمان شاہ خلجی کی طرف۔ اس شخص کے بارے میں سنا ہے کہ وادی ہنگاریہ کی جنگلی زندگی میں اس کا بڑا کام ہے۔"

"سیدھی سیدھی بات کہیں آپ' رحمان خلجی فاریسٹ آفیسر ہے' بہت ہی اچھی طبیعت کا انسان' ملنسار' خوش اخلاق اس کا اپنا بھی پورا خاندان ہے اور وہ وہاں بڑے سکون سے رہتا ہے' ان سب لوگوں سے بہت اچھے تعلقات ہیں اس کے۔ یہاں تک کہ جب کبھی یہاں آتا ہے تو ہم لوگوں کے لئے بھی تحفے تحائف لاتا ہے' بہت ہی اچھا ہے حالانکہ رانا صاحب کا سوتیلا بھائی ہے لیکن پھر بھی۔"

"ہاں یہ پوائنٹ ذرا اہمیت رکھتا ہے۔ کیا رانا صاحب کی سوتیلی ماں زندہ ہیں۔"

"ہاں زندہ ہیں۔"

"والد تو مرچکے ہیں۔"

"بہت عرصہ ہوا۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"سوتیلی ماں اور رانا اختیار کے درمیان تعلقات کیسے ہیں۔"

"بالکل نہیں ہیں۔"

"یعنی؟"

"وہ یہاں کبھی نہیں آتیں۔"

"رانا اختیار کبھی وہاں جاتے ہیں۔"

"نہیں رانا اختیار بھی بہت مصروف رہتے ہیں۔ شاید ایک آدھ بار ہی وہاں گئے ہوں۔ یا پھر اس دوران میرا مطلب ہے سال ڈیڑھ سال پہلے ان ہنگامہ آرائیوں میں شریک رہے ہیں وہ۔"

"رانا رحمان خلجی کی بیوی یہاں آتی ہے۔"

"ہاں۔ بہت ہی خوبصورت اور بے حد خوش مزاج عورت ہے اس کا بھی چھوٹا سا خاندان ہے جس کے افراد وہاں رہتے ہیں۔"

"آپ کبھی وادی ہنگاریہ گئی ہیں؟"

"نہیں میرا بھلا وہاں کیا کام' میں بتا چکی ہوں کہ میں ایک ملازم کی بیوی ہوں۔" حنا نے جواب دیا اور اس کے بعد میرے پاس پوچھنے کے لئے اور کچھ نہیں تھا چنانچہ میں نے حسن فیروز کی طرف دیکھا اور بولا۔

"انچارج صاحب آپ کی طرف سے کوئی اور سوال؟"

"نہیں۔ میرا خیال ہے حنا صاحبہ نے جس قدر معلومات انہیں حاصل تھیں ہمیں فراہم کردی ہیں اس سے زیادہ انہیں تکلیف دینا مناسب نہیں ہے۔"

"ارے یہ تو بالکل سنجیدہ ہوگئے۔"

"ہاں کھوڑے میں تکلیف ہو رہی ہے۔"

"کھوڑا؟"

"پھوکڑی کا کھوڑا۔" اس نے جواب دیا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ حنا آوازیں ہی دیتی رہ گئی تھی لیکن وہ باہر نکل گیا تھا۔ جب میں بھی جانے کے لئے اٹھا تو حنا نے کہا۔

"سنئے گل مراد صاحب۔" میں رک گیا تو وہ بولی۔

"کیا واقعی انہیں برین ٹیومر ہے؟"

میں نے ایک لمحے کے لئے حنا کا چہرہ دیکھا اور پھر مسکرا کر بولا۔ "ایک تصوراتی کھوڑا' جسے وہ پھوڑا نہیں بلکہ کھوڑا کہتا ہے اور کھوپڑی کو پھوکڑی' پتا نہیں یہ مرض

اسے کیسے لاحق ہوا لیکن اچھا انسان ہے میں چلتا ہوں حنا صاحبہ یقیناً آپ سے پھر ملاقات ہوگی۔"

"دیکھئے میں کوئی بری عورت نہیں ہوں لیکن میری اور میرے شوہر کی عمر میں جو فرق ہے اس میں تھوڑا سا مزاج کا فرق بھی شامل ہے آپ لوگ پلیز جب تک یہاں ہیں اگر کبھی فارغ نہ ہوں تو بغیر بلائے آجایا کریں آپ سے باتیں کرکے بہت اچھا لگتا ہے۔"

"ضرور!" میں نے کہا اور پھر تیزی سے باہر نکل آیا حسن فیروز زیادہ دور نہیں تھا لیکن اس وقت اس پر سنجیدگی کا دورہ پڑا ہوا تھا۔

ہم لوگ خاموشی سے اپنی رہائش گاہ میں واپس آگئے اس دوران ہمارے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ پھر اسی رات کو ڈنر کے بعد رانا اختیار اچانک ہی ہمارے کمرے میں آگیا جب کہ ڈنر پر وہ موجود نہیں تھا اور ہم لوگوں نے ڈنر تنہا اپنے کمرے میں ہی کیا تھا۔ بیگم بھی موجود نہیں تھیں۔ نہ ہم نے ان کے بارے میں کوئی چھان بین کی تھی۔ اندر داخل ہونے کے بعد رانا اختیار خلجی نے خود ہی دروازہ اندر سے بند کردیا تھا۔ ہم دونوں اس کے لئے کھڑے ہوگئے تھے تو اس نے کہا۔

"بیٹھو پلیز میری بات چیت ہوئی ہے آج ہی کرنل ہمایوں سے۔ کرنل صاحب نے بڑا دلاسا دیا ہے مجھے اور گل مراد' خاص طور سے تمہاری بڑی تعریفیں کی ہیں۔" رانا اختیار خلجی بے تکلفی سے بولا۔"

خیر میں تمہارا زیادہ وقت نہیں ضائع کروں گا جو کہنا چاہتا ہوں اس کو فوراً ہی کہہ دینا مناسب ہے کیونکہ اس کے بعد ممکن ہے کچھ رکاوٹیں برداشت کرنی پڑیں سمجھ رہے ہو نا تم۔"

"جی!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"جیسا کہ میں نے تمہیں ثانیہ کے بارے میں بتایا اصل میں بار بار ایسے شواہد ملتے رہتے ہیں جن سے یہ علم ہوتا ہے کہ ثانیہ زندہ سلامت ہے جن لوگوں نے اسے اپنے قبضے میں کر رکھا ہے ان کے مقاصد بھی سامنے نہیں آتے۔ اگر دولت کے حصول کی بات ہوتی تو میں اپنی اوقات کے مطابق وہ سب کچھ ادا کرنے کو تیار ہوں جو اس کے عوض طلب کی جائے لیکن ایسی بھی کوئی بات سامنے نہیں آتی واقعات اس قدر پُراسرار نوعیت کے ہیں کہ کوئی بھی شخص فیصلہ کرنے میں ناکام رہے گا۔"

"جناب کچھ ایسے سوالات ذہن میں آجاتے ہیں جن کا کرنا ایک مشکل عمل ہے۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

میں نے کہا۔

"میں جانتا ہوں' وہ سوالات کیا ہوں گے لیکن میں تمہیں ترتیب کے ساتھ تفصیلات خود بتائے دے رہا ہوں اور یقینی طور پر تمہیں ان تفصیلات کا علم ہونے کے بو صورت حال کا صحیح اندازہ ہو جائے گا۔"

"جی۔"

"دیکھو میں اس وقت کسی بھی شخصیت کو اس سلسلے میں مشکوک قرار نہیں دے ر بلکہ یوں سمجھ لو کہ اگر کسی مخصوص شخصیت پر مجھے شک ہوتا تو میں اتنا نرم انسان نہیں ہوں کہ اس کے لئے کسی دوسرے سے مدد طلب کرتا اپنے معاملات میں عموماً خود ہی نم لیا کرتا ہوں حالانکہ کبھی کسی کے خلاف کوئی بڑا قدم اٹھانے کی ضرورت پیش نہیں آئ لیکن پھر بھی بہرحال یہ سارا سلسلہ ایسا ہے کہ اگر میرے علم میں آجاتا تو میں آسانی سے برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اٹھارہ مہینے ہو گئے' پورے اٹھارہ مہینے میری بیٹی کو مجھ سے جد ہوئے اور میں برداشت کر رہا ہوں اپنے طور پر میں نے جو کوششیں ہو سکتی تھیں کر ڈالی ہیں اور ان میں کوئی کسر نہیں چھوڑی میں انتہا پر بھی اتر سکتا ہوں لیکن سوال یہ پیدا ہو ہے کہ کوئی ٹارگٹ تو ہو کس کے خلاف قدم اٹھاؤں یہ بات بالکل سمجھ میں نہیں آتی۔"

"آپ نے ابھی کہا کہ آپ پورے وثوق کے ساتھ ثانیہ خلجی کی زندگی کے بارے میں پُرامید ہیں۔"

"ہاں۔"

"وجہ؟"

"وجہ زبانی ہی بتائے دیتا ہوں عملی طور پر تم جو چاہو مجھ سے وہ سوال کر سکتے ہو۔ بات جیسا کہ تمہارے علم میں آئی کہ ثانیہ اپنے چچا رحمان شاہ کے پاس گئی تھی اور وہاں رحمان شاہ کے خاندان کے ساتھ اسے کسی قبیلے کے لوگوں نے اغوا کر لیا تاوان کی ادائیگی کے بعد بقیہ افراد تو چھوڑ دیئے گئے لیکن ثانیہ نہیں مل سکی۔"

"ہاں یہ تمام تفصیلات میرے علم میں آچکی ہیں۔"

"میں نے سرکاری پیمانے پر بھی بہت کچھ کیا ہے اور قبائلی علاقوں میں ہمارے پولیٹیکل ایجنٹ تمام سرکردہ لوگوں سے رابطے قائم کر چکے ہیں وہاں جو قبائل آباد ہیں ان کے سرداروں سے گفتگو کی جا چکی ہے لیکن ثانیہ کے بارے میں کوئی خبر نہیں مل سکی۔"

کیا اس سلسلے میں کوئی مشترکہ عمل نہیں ہو سکتا۔" میں نے سوال کیا۔

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ جرگوں کے سرداروں نے اس مسئلے کو چھپایا۔"

"ممکن ہے۔"

"نہیں میں نے ایسے لوگوں کا سہارا بھی لیا جن کی صدیوں کی دشمنی چلی آرہی ہے ان سے بھی کچھ پتا نہیں چل سکا۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا کہ ثانیہ صاحبہ اس علاقے میں اغوا ہوئی ہوں اور اس کے بعد کسی شکل میں اس علاقے ہی سے نکل گئی ہوں۔" میرے اس سوال پر رانا اختیار خلجی خاصی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔

"بہت سی باتیں ابھی ایسی ہیں جو تمہیں بتانا ضروری ہیں۔"

"جی میں انتظار کر رہا ہوں۔"

"پہلی بات تو یہ کہ اب سے تقریباً ڈھائی ماہ قبل ایک ایسا واقعہ ہوا ہے جو حیران کن ہے لیکن ناممکن نہیں۔ شہر میں ایک جوہری ہے جو یوں سمجھ لو کہ قیمتی زیورات اور ہیروں وغیرہ کا ان علاقوں میں سب سے بڑا سوداگر ہے۔ دنیا کے کئی ملکوں سے اس کا کاروبار چلتا ہے۔ جب بھی کوئی قیمتی چیز اس کے پاس آتی ہے وہ اسے لے کر چنار پور ضرور آتا ہے مجھے دکھاتا ہے میری بیوی اور خصوصاً ثانیہ ہیروں کی بڑی شوقین ہے۔ تھوڑے عرصے پہلے یعنی ثانیہ کے اغوا سے کوئی ایک سال پہلے ایک بہت ہی خوبصورت انگوٹھی جو شاید فرانس کی بنی ہوئی تھی اور اس میں ایک ایسا حسین بے داغ ہیرا جڑا ہوا تھا جو اپنی نوعیت کا منفرد تھا اس جوہری کے پاس آئی اور اس نے انگوٹھی مجھے دکھائی۔ میں نے وہ انگوٹھی اس سے خرید لی اور اسے ثانیہ کی سالگرہ کا تحفہ دے دیا رحمان شاہ کے پاس جاتے ہوئے انگوٹھی ثانیہ کے پاس ہی تھی لیکن ڈھائی ماہ پہلے یہ انگوٹھی پھر اس جوہری کے پاس آئی جس نے اسے میرے ہاتھ فروخت کیا تھا۔"

"اوہ۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"جوہری نے اس انگوٹھی کو پہچان لیا وہ مجھے اچھی طرح جانتا ہے جو شخص اسے بیچنے آیا تھا وہ بھی اس حیثیت کا مالک نہیں تھا کہ اس کے پاس اتنی قیمتی انگوٹھی موجود ہوتی اس کے علاوہ وہ انگوٹھی کی ملکیت کے بارے میں ٹھیک طور سے بتا بھی نہ سکا جوہری نے انگوٹھی رکھ کر اسے تھوڑی سی رقم ایڈوانس کے طور پر دے دی اور اس سے کہا کہ بقیہ رقم دوسرے دن لے جائے پھر اس نے مجھے خبر کر دی اور میں پہنچ گیا یہ شخص ہنگاریہ کے نواح کا ایک باشندہ تھا اور اس نے یہ انگوٹھی ایک پہاڑی باشندے سے خریدی تھی۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"پہاڑی باشندے سے؟"

"ہاں اور بہت سستی قیمت پر۔ پھر وہ یہاں بیچنے آیا تھا۔"

"انگوٹھی سو فیصد وہی تھی۔"

"بالکل۔" رانا اختیار خلجی نے جواب دیا۔

"جو شخص اس انگوٹھی کو بیچنے آیا تھا اس سے اس پہاڑی شخص کے بارے میں کوئی بات معلوم ہو سکی آپ کو؟"

"نہیں' اس نے یہ بتایا تھا کہ وہ وادی ہنگاریہ کا ایک پہاڑی باشندہ تھا جو اس انگوٹھی کو بیچنے کے لئے آبادی میں آیا تھا اور بہت تھوڑی سی قیمت وصول کرنے کے بعد چلا گیا بعد میں اس شخص نے اپنے کسی بزرگ کو یہ انگوٹھی دکھائی تو اس نے کہا کہ انگوٹھی میں تو ایک قیمتی ہیرا جڑا ہوا ہے اور اس انگوٹھی کو فروخت کرنے کے لئے شہر جانا ہی مناسب ہو گا چنانچہ وہ انگوٹھی بیچنے چلا آیا اور پھر اس جوہری کے پاس ہی پہنچا تھا۔"

"کیا آپ نے اس سلسلے میں پولیس سے رابطہ قائم کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"اور رانا اختیار گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر کچھ دیر کے بعد بولا۔ "اصل میں ہم اس مسئلے کو بہت زیادہ آگے بڑھانا نہیں چاہتے تھے تمہیں صورت حال کو سمجھنا چاہئے ویسے ثانیہ کے اغواء کے سلسلے میں پولیس سے وہ قانونی رابطے تو مسلسل رہے تھے جو اصولی طور پر ہونے چاہئے تھے لیکن پھر ہم نے بعد میں اپنی ساکھ سنبھالنے کے لئے مختلف قسم کی کہانیاں گھڑلی تھیں اور لوگوں کو یہ بتادیا تھا کہ ہماری غلط فہمی نے یہ کہانی تراشی' ورنہ ثانیہ خلجی اپنے چچا کے پاس سے کسی اور سہیلی کے ساتھ ملک سے باہر چلی گئی ہے اور کچھ عرصے کے بعد واپس آجائے گی۔"

"لیکن مسئلہ یہ ہے جناب کہ آپ لوگوں نے یہ پراسرار طریقہ کار کیوں اختیار کیا؟ ظاہر ہے آپ کی اکلوتی بیٹی اس طرح سے اغوا ہوگئی ہے اور اصولی طور سے آپ کو اس سلسلے میں اپنے اختیارات سے فائدہ اٹھا کر تمام تر سرکاری مشینری کو حرکت میں لے آنا چاہئے تھا۔"

"اصل میں ایک عجیب بات ہے دل میں جو تمہیں بتانا نہیں چاہتا تھا۔" رانا اختیار خلجی نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا اور میں رانا اختیار خلجی کو عجیب سی نگاہوں سے دیکھنے لگا ساتھ ہی ساتھ میری نظریں حسن فیروز کی جانب اٹھ گئی تھیں میں جانتا تھا کہ میں تو ٹھنڈے دماغ کا آدمی ہوں لیکن حسن فیروز رانا اختیار کے ان الفاظ کو برداشت نہیں کر

پائے گا اور میں نے اس کے چہرے پر ایسے ہی تاثرات محسوس بھی کرلئے لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولے میں نے خود ہی کہا۔

"دیکھئے رانا صاحب آپ نے کرنل ہمایوں پر اعتماد کیا ہے تو پھر آپ یوں سمجھ لیجئے کہ اس سلسلے میں کوئی بات چھپانے کی کوشش نہ صرف ہماری بلکہ کرنل صاحب کی بھی توہین ہوگی اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے ہمیں کم از کم توہین کرنے کے لئے یہاں نہیں بلایا۔"

"اوہو نہیں میرے بچو نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے براہ کرم اگر میری زبان سے کچھ ایسے الفاظ نکل جائیں جو تمہیں ناگوار گزریں تو تم ان کے لئے مجھے معاف کردینا کیونکہ میں آج بھی ذہنی طور پر منتشر ہوں۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے رانا صاحب لیکن کچھ باتیں وضاحت طلب ہوتی ہیں۔"

"میں جانتا ہوں یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں۔"

میں نے محسوس کیا ہے کہ ثانیہ خلجی کے بارے میں تذکرہ کرتے ہوئے آپ کے لہجے اور آواز میں ایک رقت پیدا ہوجاتی ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے آپ ان کی جدائی سے سخت دلبرداشتہ ہوں لیکن اس کے برعکس محترمہ سلمیٰ خلجی زیادہ متاثر نہیں معلوم ہوتیں جب کہ یہ بات ہمارے علم میں آچکی ہے کہ وہ ان کی سگی ماں ہیں۔"

ان الفاظ پر رانا اختیار خلجی کچھ لمحوں کے لئے سوچ میں ڈوب گیا پھر آہستہ سے بولا۔

"میری نسبت سلمیٰ بہت مضبوط اعصاب کی مالک ہے اور بیٹی کے لئے اس کے دل میں ایک غلط فہمی بھی ہے۔"

"غلط فہمی۔"

"ہاں۔"

"کیسی غلط فہمی؟"

میں نے سوال کیا تو رانا اختیار خلجی کی چہرے کی ہچکچاہٹ یہ بتانے لگی کہ وہ آگے کے الفاظ ادا کرنے میں کچھ دقت محسوس کررہا ہے پھر اس نے کہا۔

"اصل میں سلمیٰ کا خیال ہے کہ اس گمشدگی میں ممکن ہے خود ثانیہ کی اپنی مرضی کا بھی کوئی نہ کوئی دخل ہو اور وہ ہم سے دور رہنے کی خواہش مند ہو۔"

"یعنی؟" میں نے حیران لہجے میں کہا۔

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

کچھ دیر کے بعد رانا اختیار خلجی نے کہا۔

"بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں بیٹے جسے بتانا کسی طور ممکن نہیں ہوتا حالانکہ انسان اسے چھپانے کا خواہش مند بھی نہیں ہوتا۔ میں تم سے معافی چاہتا ہوں کہ بعض معاملات میں میری زبان خاموش ہی رہے گی۔"

"لیکن رانا صاحب اس طرح تو ہمیں ہمارے اپنے کام میں بہت دقت پیش آئے گی۔"

"دیکھو ایک کام کرو۔"

"جی۔"

"کیا تم وادی ہنگاریہ جانا پسند کرو گے؟"

"یہ کرنل ہمایوں پر منحصر ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن کرنل نے تو مجھ سے یہ کہا ہے کہ وہ جن افراد کو بھیج رہا ہے انہوں نے انہیں مکمل اختیارات دے دیئے ہیں اور فیصلہ انہی کو کرنا ہے۔"

"ہم فیصلہ تو اسی وقت کرسکتے ہیں نا جناب جب ہمیں تمام تر صورت حال کا علم ہوجائے۔"

"ہاں' بس کچھ ایسے شکوک و شبہات ہیں جن کے بارے میں ہمارے پاس کوئی صحیح نام یا الفاظ نہیں ہیں جہاں تک رحمان شاہ کا تعلق ہے تو تم یہ سمجھ لو کہ رحمان شاہ ہر طرح سے قابل اعتماد ہے اور جس قدر ہم لوگ پریشان ہیں اس سے کہیں زیادہ خود رحمان شاہ پریشان ہے اور اس سلسلے میں اس نے اپنے اختیارات سے فائدہ اٹھا کر جتنا ممکن ہوسکتا ہے' کیا ہے لیکن وہ ابھی تک ناکام رہا ہے حالانکہ کرنل ہمایوں سے رابطہ صرف میرا اپنا رہا ہے رحمان شاہ کو اس بارے میں' میں نے کوئی تفصیل نہیں بتائی اور اس کی وجوہات یہی تھی کہ پہلے میں تم لوگوں سے گفتگو کرلینا چاہتا تھا۔ میں تو پھر بھی ثانیہ کے لئے افسردہ ہوں اور میں نے تھوڑی سی گنجائش رکھی ہے کہ ثانیہ کو مکمل طور پر ہی اس کے لئے مجرم قرار نہ دوں' ہوسکتا ہے یہ صرف ہماری غلط فہمی ہو۔"

"یعنی آپ کا مطلب ہے کہ اٹھارہ ماہ کی اس گمشدگی میں محترمہ ثانیہ کی اپنی مرضی کا دخل بھی ہوسکتا ہے۔"

"کم از کم میں اس بات سے اتفاق نہیں کرتا۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ ثانیہ کو میں شاید اس کی ماں سے بہتر جانتا ہوں وہ بہت ہی نفیس طبیعت کی مالک ہے اس کے اندر حماقت کے جراثیم بالکل نہیں ہیں۔"

"حماقت کے جراثیم؟"

"ہاں مستقبل کے بارے میں سوچ سمجھ کر فیصلے کرنے کی عادی ہے وہ۔"

"تو پھر؟"

"اگر یہ کہا جائے کہ اس نے ذہنی طور پر وہاں کی رہائش کو قبول کیا ہے یا کسی ایسی کیفیت میں مبتلا ہوگئی ہے جسے فی زمانہ تم عشق و محبت کی جہالت کہہ سکتے ہو تو کم از کم میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتا۔"

"کیا اس بات کے امکانات ہیں؟"

"میری نگاہ میں بالکل نہیں۔"

"کوئی شک؟"

"یقین کرو کوئی نہیں۔"

"پھر محترمہ سلمیٰ خلجی کو اس بات کا شبہ کیوں ہے؟"

"بس عورت کی حماقت۔"

"کوئی وجہ تو ہوگی اس کی؟"

"بظاہر کوئی وجہ نہیں ہے وہ کہتی ہے کہ اگر ثانیہ نے ہمیں اپنی مرضی سے چھوڑا ہے تو ہم کیوں اس کے لئے دیوانگی کا شکار ہوں۔"

"معاف کیجئے گا رانا صاحب کہ یہ عجیب بات نہیں ہے کہ ایک ماں اپنی بیٹی کی جانب سے اتنی لاپرواہ ہوجائے؟ دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں یا تو سلمیٰ خلجی کو اس بارے میں کوئی مکمل شبہ ہو کہ ایسی کوئی بات ہے یا پھر..... مگر..... اس کے لئے فیصلہ کن الفاظ وہی ادا کرسکتی ہیں۔"

"تم یقین کرو بعض اوقات میں خود حیران رہ جاتا ہوں اور مجھے یقین نہیں آتا کہ سلمیٰ نے اس طرح اپنی بیٹی کے لئے دل کے دروازے بند کرلئے ہیں بلکہ جب کبھی میں اپنی بیٹی کے لئے افسردہ ہوتا ہوں تو سلمیٰ کا موڈ خراب ہوجاتا ہے۔"

"تب تو پھر رانا صاحب ایک اہم مسئلہ یہیں پیدا ہوجاتا ہے ہمارے لئے۔"

"کیا اہم مسئلہ؟"

"پہلے تو ہمیں یہ معلوم کرنا ہوگا کہ محترمہ سلمیٰ خلجی کا یہ رویہ اپنی بیٹی کے سلسلے میں

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

کیوں ہے؟" رانا اختیار خلجی کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے جھنجلاہٹ کے آثار نظر آئے اور پھر اس نے کہا۔

"بے شک تم لوگ کرنل ہمایوں کے کہنے سے یہاں آئے ہو اور لازمی عمل ہے کہ کرنل ہمایوں نے کسی بے کار انسان کو یہاں نہیں بھیج دیا ہوگا لیکن بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں جن میں بہت زیادہ کرید مناسب نہیں ہوتی۔"

"اور اگر انسان کو اپنی سوچ کے لئے بہتر راستے نہ ملیں تو پھر وہ کام خوش اسلوبی سے نہیں کرسکتا۔ آپ کرنل ہمایوں صاحب سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے ہم لوگوں کو اس قابل نہ سمجھ کر یہاں سے واپس کردیا۔"

"کیا مطلب؟" رانا اختیار نے چونک کر مجھے دیکھا۔

"دیکھئے میں نہیں جانتا کہ کرنل صاحب کے اور آپ کے کیا معاملات ہیں اور آپ نے کرنل صاحب کو اپنے ذاتی معاملات میں مداخلت کا کتنا حق دے رکھا ہے لیکن کم از کم میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتا جب تک کہ مجھے تمام صورت حال کا اندازہ نہیں ہوجائے گا میں اپنے طور پر اس کام کو شروع کرنے کی ذمے داری نہیں لے سکتا۔"

"تو تم چاہتے کیا ہو؟"

"پہلے مجھے محترمہ سلمٰی سے کم از کم یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ اپنی بیٹی کے لئے ان کے دل میں کیا خیالات ہیں؟"

"اور تم یہ بات معلوم کرسکو گے؟" رانا اختیار خلجی نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ جو بات میں اس سے آج تک نہیں معلوم کرسکا تم کیسے معلوم کرسکو گے۔"

"ہاں رانا صاحب یہ بات قابل غور ہے۔" میں نے کہا اور رانا گہری سوچ میں ڈوب گیا کچھ لمحے سوچتا رہا اور پھر میری طرف دیکھ کر مسکرایا اور بولا۔

"اس کے باوجود اگر تم اس سے کچھ معلوم کرسکتے ہو تو میں تمہیں اس کی اجازت دیتا ہوں۔ اپنے طور پر تم کوشش کرسکتے ہو لیکن میں اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکوں گا۔"

"آپ اتنی مدد تو کرسکتے ہیں کہ مجھے اپنے طور پر معلومات حاصل کرنے کی اجازت دے دیں۔"

"ٹھیک ہے۔"

"اس میں کچھ وقت بھی لگ سکتا ہے۔"

"میں جانتا ہوں لیکن ظاہر ہے اٹھارہ ماہ سے صبر کر رہا ہوں۔"

"اس کے باوجود ہم وعدہ کرتے ہیں اس بارے میں کہ جس قدر جلد ممکن ہوسکے گا اپنا کام سرانجام دیں گے۔"

"آہ کاش تم لوگ ہی میری بچی کا کچھ سراغ لگا سکو میں نہیں جانتا کہ سلمٰی کے دل میں کیا ہے؟ لیکن بہرحال کوئی ذریعہ ایسا بھی نہیں ہے جس سے میں اپنے طور پر کچھ معلوم کرسکوں۔" میں نے محسوس کیا کہ رانا اختیار خلجی اپنی بیوی کے سامنے ایک بے بس آدمی ہیں اور بہرحال کچھ حقیقتیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں بحالت مجبوری تسلیم کرنا پڑتا ہے اور رانا اختیار خلجی کسی بھی حیثیت کا مالک ہو لیکن وہ اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہوا نظر آتا تھا کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔

"مجھ سے کچھ اور معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"فی الحال نہیں رانا صاحب آپ کی اجازت سے ہمیں یہاں تھوڑا سا کام کرنا ہوگا۔"

"دیکھو میں چاہتا تھا کہ تم اگر ان تمام معاملات کو معلوم کرنے کے بعد وادی ہنگاریہ روانہ ہوجاؤ تو زیادہ بہتر رہے گا رحمان شاہ میری ہدایت پر تم سے پورا پورا تعاون کرے گا تمہیں تمام حقیقتوں کا علم ہوجائے گا اور اس کے بعد خاصی آسانیاں ہوسکیں گی۔"

"آپ بالکل ٹھیک کہتے ہیں لیکن مجھے امید ہے کہ اگر آپ مخلصانہ طور پر محترمہ ثانیہ کی بازیابی کے لئے ہم لوگوں کا تعاون چاہتے ہیں تو پھر ہماری مرضی کے مطابق ہمیں کام کرنے دیں۔"

"میں تمہیں اس سے نہیں روک رہا بس یونہی میری آرزو تھی کہ تم وہاں روانہ ہوجاتے اور معلومات حاصل کرتے۔"

"یہ بہتر ہوگا کہ ہم اپنے طور پر یہاں سے مطمئن ہوکر آگے قدم بڑھائیں۔"

"ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" رانا اختیار خلجی نے کہا پھر بولا۔ "اس سلسلے میں میری ضرورت ہے؟"

"بالکل نہیں۔"

"اصل میں، میں کچھ ایسے امور کے لئے باہر آتا جاتا رہتا ہوں جو میرے بغیر نہیں

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

نمٹائے جاسکتے ہو سکتا ہے کل پھر مجھے کسی وقت جانا پڑ جائے۔"

"تو اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے رانا صاحب' ہم آپ کی غیر موجودگی میں یہ عمل کر رہے ہیں اور باقی معاملات کے لئے بھی کوئی ایسی پریشانی کی بات نہیں۔ آپ کی واپسی کب تک ہو جائے گی۔"

"زیادہ وقت نہیں لگے گا۔"

"تو ٹھیک ہے اگر ہم نے کچھ معلوم کرلیا تو وہ ہمارے لئے ایک منافع کی حیثیت رکھتا ہے نہ معلوم کر پائے تب بھی کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے ہم آخر کار واپسی ہنگاریہ روانہ ہو جائیں گے۔"

"میری اور کوئی ضرورت؟"

"نہیں!" میں نے کہا اور رانا اختیار خلجی باہر نکل گیا وہ چلا گیا تو حسن فیروز کی آواز سنائی دی۔

"سو فیصدی اس کی پھوکڑی میں بھی کھوڑا ہے۔" مجھے بے اختیار ہنسی آگئی تھی میں نے کہا۔

"یار تمہاری یہ پھوکڑی کسی دن میرا دماغ خراب کردے گی۔"

"سو جاؤ۔"

"کیا ان حالات میں سو سکوں گا۔"

"جاگتے رہو۔" اس نے کہا اور کروٹ تبدیل کرلی بہرحال وہ ایک غیر متوازن آدمی تھا حالانکہ رانا اختیار سے اس وقت جو گفتگو ہوئی تھی اسے برداشت کرکے ہضم کر جانا ایک بے حد مشکل کام تھا۔ لیکن وہ کروٹ بدل کر سو گیا تھا میرے اپنے ذہن میں تو خیالات کی چرخی چل رہی تھی میں نے دل میں سوچا کہ وہ سوتا ہے سو جائے مجھے تو ابھی نیند آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور حقیقت یہ ہے کہ نہ جانے کب تک میں جاگتا رہا تھا اور میرے ذہن میں ان الفاظ کی چرخی چل رہی تھی جو رانا اختیار نے ادا کئے تھے۔ معاملہ بے حد دلچسپ اور پراسرار تھا اور میں سوچ رہا تھا یہ تو واقعی کمال ہو گیا بہت ہی عجیب بات ہے یہ کہ سلمیٰ خلجی اس قدر مضبوط اعصاب کی مالک ہے ویسے اس میں کوئی شک نہیں کہ اس عورت کے اندر مجھے کچھ ایسی باتیں نمایاں نظر آئی تھیں جو باعث غور تھیں اور میں یہ سوچتا رہا تھا کہ وہ کچھ عجیب سی شخصیت کی مالک ہے لیکن بہرحال اس دلچسپ واقعہ سے میں انکار نہیں کرسکتا تھا۔

دوسری صبح ملازمہ ناشتے کے لئے پوچھنے آئی تو میرے بجائے حسن فیروز بول اٹھا۔

"ناشتہ ہم اپنے کمرے میں کریں گے۔"

"بہت بہتر!" میں نے حسن فیروز کی طرف دیکھا تو وہ بولا۔

"یار رات کو اصل میں نیند آرہی تھی اور میں تم سے گفتگو کئے بغیر سو گیا تھا اب اس وقت اگر ہم ناشتے کے کمرے میں چلے جاتے ہیں اور کچھ موضوع چھڑ گیا تو ظاہر ہے اس سلسلے میں پورے اعتماد کے ساتھ گفتگو نہیں کرسکیں گے میں نے اسی لئے ناشتے کو منع کردیا ہے یعنی یہ کہ ہم ناشتہ اپنے کمرے ہی میں کریں گے۔" میں نے مسکراتی نگاہوں سے حسن فیروز کو دیکھا اور بولا۔

"جب کبھی تم سمجھداری کی باتیں کرتے ہو نا حسن فیروز تو یقین کرو مجھے بڑی حیرت ہوتی ہے۔"

"اس غلطی کے لئے میں تم سے معافی چاہتا ہوں۔" حسن فیروز نے نہایت سنجیدگی سے کہا اور میرے حلق سے بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔

"کون سی غلطی کے لئے؟"

"یہی کہ میں کبھی کبھی تم سے سلیقے کی گفتگو کرلیا کرتا ہوں۔"

"لیکن ایک بات کہوں کہ جب تم سلیقے کی گفتگو کرتے ہو تو نہ جانے کیوں مجھے دلی خوشی ہوتی ہے۔" حسن فیروز مجھے گھورتا رہا اور پھر بولا۔

"ناشتہ آجانے دو' ناشتہ آنے سے پہلے میں تم سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔" پھر ہم خاموشی سے ناشتے کا انتظار کرتے رہے تھے اور تھوڑی دیر کے بعد ملازموں نے ناشتہ ہمارے سامنے لگا دیا۔ حسن فیروز خاموشی سے ناشتے میں مصروف ہو گیا اور میں نے بھی اس وقت تک اسے اس سلسلے میں مجبور نہیں کیا جب تک کہ ناشتہ ختم نہ ہو گیا۔ ناشتہ ختم ہوا تو حسن فیروز بولا۔

"میرے لئے چائے کی ایک اور پیالی بناؤ اصل میں چائے کی دوسری پیالی مجھے سوچنے میں مدد دیتی ہے۔" میں نے بڑی سادگی کے ساتھ چائے کا دوسرا کپ بنا کر اس کے سامنے رکھ دیا تھا۔ اس نے حکیمانہ انداز میں کہا۔

"تم کچھ بھی کہہ لو جو کچھ میں نے کہا ہے وہ ایک حقیقت ہے اس کا تجزیہ کرکے دیکھ لو۔"

"جی حکیم صاحب!" میں نے کہا اور چائے کا دوسرا کپ بنا کر اپنے سامنے رکھ لیا

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

حسن فیروز بڑے مدبرانہ انداز میں چائے کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتا رہا اور میں اس کی صورت دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

"تم جانتے ہو کہ میں انچارج ہوں۔"

"جی۔" میں نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اس بات کو ہمیشہ اپنے ذہن میں رکھا کرو کہ میرے فیصلے سے پہلے خود کبھی کوئی فیصلہ کرنے کی کوشش نہ کرنا کیونکہ بہرحال میں انچارج ہوں۔"

"تو جناب میں نے کب انکار کیا ہے۔" میں نے کہا۔

"شکریہ رات کی تمام باتوں پر میں نے غور کیا اور ان سے نتائج اخذ کرنے کی کوشش کرتا رہا۔"

"یقینی طور پر آپ نے کوئی موثر صورت حال دریافت کرلی ہوگی۔"

"ہاں۔"

"کیا؟"

"یہی کہ حنا فاروق کافی خوبصورت ہے اور کم از کم میں اس کے لئے اپنے دل میں ایثار کا بڑا جذبہ پاتا ہوں۔" مجھے بے اختیار ہنسی آگئی۔ میں نے کہا۔

"اس وقت حنا فاروق کا کیا ذکر ہے یہاں۔"

"کمال کرتے ہو یار آخر جذباتی رشتے بھی کوئی چیز ہوتے ہیں' انسانیت بھی کوئی چیز ہوتی ہے تم نے اس کے الفاظ نہیں سنے کیا کہہ رہی تھی وہ۔"

"جی ہاں مجھے یاد ہیں وہ کہہ رہی تھی کہ جب بھی فاروق احمد صاحب موجود نہ ہوا کریں ہم لوگ ان کے پاس پہنچ جایا کریں۔"

"ہم لوگ نہیں صرف میں۔" حسن فیروز بولا۔

"یہ بھی ٹھیک ہے لیکن ہم بات کر رہے تھے انچارج صاحب' محترمہ سلمیٰ خلجی کی جن کے بارے میں رانا خلجی کا کہنا ہے کہ وہ ایک پراسرار خاتون ہیں سخت مزاج اور سخت گیر' انتہائی مضبوط اعصاب کی مالک اور ان خاتون سے کچھ معلوم کرلینا بڑا مشکل کام ہے۔"

"سمجھا کرو سمجھا کرو' معصوم آدمی سمجھا کرو۔" حسن فیروز نے کہا۔

"سوری میرا سر ذرا کمزور ہے چنانچہ جو کچھ مجھے سمجھانا ہوا کرے تفصیل سے سمجھا دیا کریں۔"

"حنا اس سلسلے میں ہماری مددگار ثابت ہوگی ہم اس سے کچھ معلومات حاصل کرسکتے ہیں سلمیٰ خلجی کے بارے میں۔" اس نے کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا میں نے کافی دیر تک حیران نگاہوں سے حسن فیروز کو دیکھا اور پھر کہا۔

"کبھی کبھی تم کام کی باتیں کرنے لگتے ہو۔"

"بس اس سلسلے میں مجھ سے کوئی سوال نہ کرنا ویسے کیا کہتے ہو۔"

"ہوسکتا ہے کہ ہم کامیاب ہوجائیں لیکن کیوں نا ہم دو الگ الگ راستے اختیار کرلیں۔" میرے ان الفاظ پر حسن فیروز چونک پڑا تھا۔

"الگ الگ راستے؟"

"ہاں۔"

"وہ کیسے؟"

"آپ محترمہ حنا فاروق سے رابطہ قائم کرکے اس بارے میں معلومات حاصل کیجئے' میں براہ راست سلمیٰ خلجی تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"ہیں؟" حسن فیروز نے آنکھیں پھاڑ دیں۔

"مسٹر حسن فیروز میں ایک شریف آدمی ہوں۔"

"اور میری شرافت پر تمہیں کوئی شبہ ہے۔" اس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"نہیں شبہ تو اب تک نہیں ہوسکا لیکن آگے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔"

"گویا تم اپنی صلاحیتوں کو الگ طریقے سے آزمانا چاہتے ہو۔"

"سر آپ کی اجازت سے بہرحال آپ انچارج ہیں۔"

"ہاں کوشش کرلینے میں کوئی حرج نہیں ہے اپنی اپنی معلومات ایک دوسرے کو بتائیں گے۔"

"ٹھیک ہے جیسا آپ پسند کریں۔" میں نے کہا اور حسن خاموش ہوگیا پھر ہم لوگ باہر نکل آئے تھے لیکن زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ہم نے رانا اختیار خلجی اور سلمیٰ خلجی کو کار میں بیٹھ کر جاتے ہوئے دیکھا حسن فیروز نے کہا۔

"گئی بھینس پانی میں۔"

"ہاں میرا خیال ہے کہ ہم نے پہلی بار ان دونوں کو ایک ساتھ جاتے ہوئے دیکھا ہے۔"

"ہم نے نہیں دیکھا تو کیا؟ دنیا نے تو دیکھا ہوگا آخر کار وہ میاں بیوی ہیں مگر تمہارا

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

منصوبہ تو ادھورا رہ گیا۔"

"یہ بات سچ ہے۔"

"تو پھر آؤ تم بھی کیا یاد کرو گے ہماری حنا کے پاس چلو۔" حسن فیروز نے کہا۔

"حسن بے شک تم انچارج ہو لیکن کبھی کبھی کچھ معاملات میں' میں بھی انچارج بن سکتا ہوں۔"

"تو یار میں کون سا بری نیت سے جارہا ہوں۔ بلاوجہ آنکھیں نکال لیا کرتے ہو آؤ چلو۔" پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم حنا کی رہائش گاہ کے پاس پہنچ گئے۔ فاروق صاحب کے بارے میں پتا نہیں تھا موجود ہیں کہ نہیں۔ ویسے وہ ایک اچھے انسان تھے ہمارے ساتھ اب تک جتنی ملاقاتیں ان کی ہوئیں تھیں ان میں وہ نہایت اخلاق کے ساتھ پیش آئے تھے حالانکہ حنا فاروق نے کہا تھا کہ جب بھی کبھی مسٹر فاروق گھر پر نہ ہوں اس وقت ہم ان سے دوستانہ ملاقاتیں کرلیا کریں لیکن اس وقت ہمیں نہیں معلوم تھا کہ فاروق صاحب موجود ہیں یا نہیں۔ البتہ شاید حسن فیروز خوش قسمت تھا کیونکہ جس ملازمہ سے ہمارا مسلسل رابطہ قائم رہتا تھا وہ ہمیں دیکھ کر چونک پڑی تھی اور پھر تیزی سے ہماری جانب بڑھی تھی۔

"ہاں ہاں تم شاید ہمیں بلانے آرہی تھیں۔"

"آپ کو کیسے معلوم ہوا سر؟" ملازمہ نے کہا۔

"تو واقعی تم ہمیں بلانے آرہی تھیں۔" حسن فیروز نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"ہاں جی ابھی ابھی بیگم صاحبہ نے کہا تھا کہ آپ دونوں کو تلاش کروں اور اگر مل جائیں تو لے آؤں۔"

"فاروق صاحب کیا کر رہے ہیں؟"

"صاحب جی تو گئے ہوئے ہیں۔" ملازمہ نے جواب دیا اور ہم مسکراتے ہوئے اس کمرے کی جانب چل پڑے جہاں حنا ہماری منتظر تھی اچھی عورت تھی' ہنسنے بولنے والی اس کے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار ہونا خود ہماری نادانی ہو سکتی تھی۔ حیرانی سے ہمیں دیکھا اور کہا۔

"ارے اتنی جلدی' ابھی ابھی تو اسے میں نے بھیجا تھا۔"

"ہم خود آپ کے پاس آرہے تھے۔ محترمہ حنا۔" میں نے کہا۔

"ہوں یہ بات ہے آیئے آیئے پتا نہیں آپ لوگوں سے کیا دلی انسیت ہوگئی ہے ہر

وقت دل چاہتا ہے کہ آپ کا ساتھ اختیار کیا جائے۔"

"میں نے انہیں بتایا تھا۔" حسن فیروز نے میری جانب رخ کرکے کہا۔

"کیا؟"

"یہی کہ آپ کا دل چاہتا ہوگا کہ ہر وقت ہمارے ساتھ رہا جائے۔"

"ہاں بہت اچھے دلچسپ لوگ ہیں آپ۔"

"دونوں؟"

"تو اور کیا آپ میں سے ایک بھی کم ہو تو لطف ادھورا رہ جاتا ہے۔" اس نے کہا اور حسن فیروز ٹیڑھا منہ کرکے چھت کی جانب دیکھنے لگا۔ حنا نے اس بات پر غور نہیں کیا تھا وہ کسی اور سوچ میں ڈوب گئی تھی۔ پھر بولی۔

"ویسے آپ لوگوں نے یہ نہیں بتایا کہ آپ کا قیام یہاں کب تک ہے؟"

"اصل میں آج ہم آپ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔" حسن فیروز نے کہا۔

"مجھ سے؟" حنا بولی۔

"جی۔"

"پوچھیے اب تک جو ہمارے درمیان گفتگو ہوتی رہی ہے اس میں ہم نے ایک دوسرے کے بارے میں جو کچھ پوچھنا چاہا ہے وہ بے تکلفی سے پوچھ لیا ہے۔ کیا کوئی ایسی بات ہے جسے پوچھنے کے لئے آپ اتنی تمہید باندھیں۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے لیکن بعض باتوں میں انسان الجھ جاتا ہے اور اگر آپ یوں سمجھ لیجئے کہ کسی نے دوستی کا اظہار اس انداز میں نہ کیا تو پھر وہ الجھن ذرا غلط ہو جاتی ہے۔"

"بھئی کہئے نا ایسی الجھی ہوئی باتیں آپ لوگ ذرا کم ہی کرتے ہیں اور میں بھی سچ بتاؤں آپ کو کہ الجھی ہوئی باتوں کو سن کر میں خود الجھ جاتی ہوں۔"

"ہم آپ کو زیادہ الجھانا پسند نہیں کریں گے محترمہ حنا بلکہ کچھ ایسے ذاتی سوال آپ سے کرنے ہیں جنہیں بتاتے ہوئے ہو سکتا ہے آپ کو دقت پیش آئے۔"

"بھئی پوچھئے تو سہی پوچھا تو ہے نہیں آپ نے اب تک۔"

"یہ یہاں اس حویلی میں یا کوٹھی میں ایک صاحب رہتے ہیں کیا آپ انہیں جانتی ہیں؟" حسن فیروز نے کہا۔

"کون؟"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"رانا اختیار خلجی کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔" حسن فیروز بولا۔

اور حنا ہنسنے لگی اور بولی۔ "جی ہاں جانتی ہوں۔"

"ایک مسز بھی ہیں ان کی۔"

"جی ہاں' ہیں۔"

"غالباً سلمیٰ خلجی نام ہے ان کا۔"

"جی بالکل۔"

"ذرا یہ بتایئے محترمہ حنا کہ رانا خلجی صاحب کیا سلمیٰ خلجی سے خوفزدہ رہتے ہیں؟" حنا فاروق کا چہرہ ایک لمحے کے لئے سنجیدہ ہوگیا تھا اور وہ ہم دونوں کو دیکھتی رہی اور پھر بولی۔

"یہ تو بڑے ذاتی سے معاملات ہیں اور اس کے لئے آپ نے میرا انتخاب ذرا غلط کیا ہے۔"

"گڈ یہ ہوتا ہے انسانوں کو پرکھنے کا طریقہ آپ صرف اس لئے ہم لوگوں کو گھاس ڈالتی ہیں کہ ہم آپ کے لئے ہنسنے مسکرانے کا ذریعہ بن جاتے ہیں گویا ایک طرح سے آپ ہمیں سرکس کا مسخرہ اور جوکر سمجھتی ہیں۔ یہی بات ہے نا محترمہ حنا۔" حسن فیروز نے کہا اور حنا بدستور سنجیدہ نگاہوں سے حسن فیروز کو دیکھنے لگی اور پھر بولی۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے میں نے تو اپنے آپ کو آپ کا دوست سمجھا ہے اور آپ کو اپنا۔"

"اور اس کے بعد آپ یہ الفاظ کہہ رہی ہیں جن پر اگر خود بھی غور کرلیں تو شاید آپ کو افسوس ہو۔" حسن فیروز نے جس لہجے میں یہ بات کی تھی اس پر مجھے حیرت ہوئی تھی بہرحال آدمی بالکل بے وقوف نہیں تھا۔ حنا گہری سوچ میں ڈوب گئی تھی کچھ دیر وہ غور کرتی رہی پھر بولی۔

"کچھ عجیب سے معاملات ہیں بس میں کیا بتاؤں ان کے بارے میں ویسے ایک بات کا شاید آپ لوگوں نے بھی اندازہ لگایا ہوگا بیگم صاحبہ بے شک ہماری مالکہ ہیں۔ فاروق احمد ان کے ہاں ملازمت کرتے ہیں لیکن انسانیت بھی کوئی چیز ہوتی ہے وہ خصوصی طور پر مجھے نظرانداز کرتی ہیں حالانکہ میں اسی کوٹھی میں رہتی ہوں لیکن تم لوگوں نے کبھی مجھے ان کے پاس جاتے ہوئے نہیں دیکھا ہوگا نہ انہیں مجھ سے کوئی رغبت ہے۔ مغرور ہیں البتہ یہی احساس ہے ان کا کہ وہ صرف فاروق احمد صاحب ہی کو ملازم سمجھتی ہیں۔ مجھے انہوں

نے ملازم سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ خیر یہ بالکل الگ بات ہے بالکل ذاتی معاملات ہیں۔ ان کے واقعات آپ نے سن رکھے ہوں گے ثانیہ خلجی اپنے چچا کے پاس گئی ہوئی تھی وہاں اسے اغوا کرلیا گیا کچھ واقعات پیش آئے اور بات ختم ہوگئی میرا خیال ہے کہ اب تو ایک ڈیڑھ سال گزر چکا ہے اس واقعے کو بظاہر اس کو تلاش کرانے کی کوشش کرائی جاتی رہی ہے لیکن میرا اندازہ کچھ اور ہے۔"

"کیا؟" حسن فیروز نے پوچھا۔

"ثانیہ ویسے تو ایک بہت اچھی لڑکی ہے لیکن اس کی فطرت میں بھی ضد ہے جو فیصلہ کرلیتی ہے اس پر اٹل ہوتی ہے اور ماں باپ اسے اس کے فیصلے سے باز نہیں رکھ سکتے۔ آپ لوگ یقین کریں اس کے بارے میں کوئی ایسی بات میرے علم میں نہیں ہے لیکن جہاں تک میں سمجھتی ہوں میرے خیال میں سلمیٰ خلجی کا یہ اندازہ ہے کہ ثانیہ کسی سے محبت کر بیٹھی ہے اور اپنی مرضی سے روپوش ہوگئی ہے۔ اندر کے معاملات تو ہمیں بالکل نہیں معلوم کہ وہ کون شخصیت ہے یا اس سلسلے میں ثانیہ کے ساتھ کیا واقعات پیش آئے ہیں یہ صرف ایک اندازہ ہے۔"

"کس کا؟" حسن فیروز نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ آپ تو وہاں سے غیر متعلق ہی ہیں۔"

"ہاں لیکن فاروق احمد کی بیوی تو ہوں۔"

"گویا یہ اندازہ فاروق احمد صاحب کا ہے۔"

"نہیں۔"

"تو پھر؟"

"فاروق احمد تو بہت وفادار قسم کے آدمی ہیں لیکن وہاں اندرونی حصے میں آنے جانے والوں کا رابطہ مجھ سے بھی ہے تھوڑی بہت معلومات میرے علم میں بھی آجاتی ہیں۔"

"کون ہے وہ جو آپ کو یہ معلومات فراہم کرتا ہے۔" حسن فیروز نے کہا اور حنا کے چہرے پر کچھ کرختگی آگئی۔

"کیا مجھے اس سوال کا جواب دینا چاہئے؟"

"کیا حرج ہے؟"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"جی نہیں کسی بھی مسئلے کو اس حد تک ذاتی نہیں بنانا چاہئے۔ آپ بھی پلیز خیال رکھیئے گا۔"

"اوہو نہیں میرا مطلب ہے کہ....."

"اور بہتر ہو گا کہ اب اس موضوع پر کوئی بات نہ کریں فاروق احمد اس گھر کا نمک کھاتے ہیں۔ میں ان کی بیوی ہوں اور اگر آپ صرف اسی موضوع پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں تو میں آپ سے معذرت طلب کرتی ہوں۔"

"نہیں' اصل میں حنا صاحبہ آپ کو معلوم نہیں ہم ابھی....." حسن فیروز نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ میں بول پڑا۔

"ہاں' ہم خود بھی ان لوگوں کے ہمدرد ہیں بس اس لئے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ شاید ہم ان کی کوئی مدد کر سکیں۔"

"نہیں' میں اس موضوع پر آئندہ بھی آپ سے کوئی گفتگو نہیں کروں گی آپ لوگ براہ کرم برا نہ منائیے گا۔" پھر اس کے بعد حسن فیروز کی ہمت بھی کچھ پوچھنے کے لئے نہیں پڑی تھی البتہ وہ کچھ خجالت محسوس کر رہا تھا جب ہم وہاں سے واپس آئے تو اس نے کہا۔

"دیکھو ایسا تو ہوتا ہی ہے میں نے کوشش کی تھی معلومات حاصل کرنے کی' نہیں ہو سکی اس سلسلے میں میرا خیال ہے حنا فاروق کا سوچنا بھی بالکل درست ہے۔ ظاہر ہے وہ کچھ اجنبی لوگوں کو اندر کے معاملات بتا کر کیوں اپنی گردن پھنسانے کی کوشش کرے گی۔"

"بالکل۔"

"تو پھر اب کیا خیال ہے؟"

"تھوڑا سا اور کوشش کرتے ہیں پھر اس کے بعد جہاں تک میرا اندازہ ہے وادی ہنگاریہ چلنا ہو گا۔"

"ٹھیک ہے چلتے ہیں۔ ویسے بھی جناب رانا صاحب ہمیں اس کے لئے معقول اخراجات دینے کے لئے تیار ہیں اور تم اسسٹنٹ میری بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہو۔"

"جو بات تم کہہ رہے ہو وہ بات تو میں زندگی بھر نہیں مانوں گا۔ جانے دو ان باتوں کو اوہو دیکھو ان خاتون کو دیکھو ہم انہیں کیوں بھول جاتے ہیں۔" میں نے سامنے اشارہ

کیا سامنے ہی ہمیں رافیہ نظر آ رہی تھی یہ لڑکی بھی الگ ایک پراسرار کردار رکھتی تھی خوبصورت' شوخ و شنگ اور ابھی تک عجیب سے کردار کی مالک ہاتھ اٹھا کر ہمیں اشارہ کیا تھا جواب میں حسن فیروز نے بھی ہاتھ اٹھا دیا تھا۔ پھر وہ جلدی سے بولا۔

"آؤ۔"

"کہاں؟"

"بلا رہی ہے یار۔"

"دماغ خراب ہوا ہے کیا۔"

"کیوں؟"

"اس نے تو بس شناسائی کے اظہار میں ہاتھ اٹھایا ہے۔"

"اور تم وہ محاورہ بھول گئے۔"

"کون سا محاورہ؟"

"وہی کہ کوئی انگلی پکڑے میرا مطلب ہے کہ پہلے کسی کی انگلی پکڑو تو پھر کلائی بھی پکڑ لو۔"

"میں ایسا نہیں کرتا۔"

"اسسٹنٹ!"

"جی۔"

"آجاؤ۔" اس نے سخت لہجے میں کہا اور میں نے رافیہ کی جانب دیکھا لیکن پھر میں نے محسوس کیا کہ وہ اشارہ ہمیں بلانے کے لئے ہی ہے۔ جب وہ بلا رہی تھی تو مجھے جانے میں کوئی اعتراض نہیں تھا ہم لوگ اس کے پاس پہنچ گئے تو وہ کہنے لگی۔

"بھئی آپ دونوں کو دیکھ کر عجیب عجیب سے الفاظ ذہن میں گونجتے ہیں ادا اس لئے نہیں کرتی کہ آپ برا مان جائیں گے۔"

"اگر آپ یہ سمجھتی ہیں کہ آپ کے کہے ہوئے الفاظ ایسے ہیں جن پر برا مانا جا سکتا ہے تو پھر آپ کو وہ الفاظ اپنی زبان سے ادا کرنے کی اجازت بھی نہیں دی جا سکتی۔"

"گڈ حالانکہ آپ کو یہ بات معلوم نہیں ہے جناب کہ میں اپنے معاملات میں کسی سے اجازت نہیں لیتی۔"

"آپ کے سر میں کتنی جگہ ٹانکے لگے ہوئے ہیں؟"

حسن فیروز ہی یہ سوال کر سکتا تھا اور رافیہ چونک کر اس کی جانب دیکھنے لگی۔

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"کیا مطلب میں سمجھی نہیں۔"

"اوہو تو یہ مسئلہ ہے بات دیر سے آپ کی سمجھ میں آتی ہے میرا مطلب ہے کہ بعض اوقات بلکہ بزرگوں کا یہ کہنا ہے کہ زبان بڑی نابکار چیز ہے کچھ نہ کچھ کہہ کر حلق میں جا چھپتی ہے اور شامت سر کی آتی ہے۔"

"آپ دھمکیاں دے رہے ہیں مجھے۔" رافیہ نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"کیا میں نے انہیں کوئی دھمکی دی ہے؟" حسن فیروز میری طرف مڑ کر رازدارانہ انداز میں بولا اور میں بات کو سنبھالنے کے لئے ہنس پڑا اور میں نے کہا۔

"مس رافیہ آپ نے اشارے سے ہمیں اپنے پاس بلایا تھا۔"

"ہاں لیکن ایسی گفتگو کے لئے نہیں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے اجازت دیجئے۔" میں نے کہا اور حسن پیشانی پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"آؤ۔"

"سنئے سنئے یہ صاحب آخر اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہیں۔"

"آپ کو اصل صورت کا علم نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب بھی ابھی نہیں بتا سکتا۔"

"اوہو کیا۔" رافیہ نے اپنے کان کے پاس انگلی گھمائی مطلب یہ تھا کہ وہ یہ معلوم کرنا چاہ رہی تھی کہ حسن فیروز غیر متوازن ذہن کا مالک ہے وہ خود ہی بول اٹھا۔

"ان لوگوں کا خیال ہے کہ میں برین ٹیومر کا شکار ہوں۔"

"ارے نہیں۔" رافیہ کا لہجہ ایک دم بدل گیا۔

"جی ہاں۔"

"پھر تو سوری' سوری' سوری آپ لوگ آیئے نا باجی بھی گئی ہوئی ہیں میں تنہا بور ہو رہی ہوں یہاں تو بہت ہی احمق قسم کے لوگ رہتے ہیں ویسے آپ لوگوں سے مکمل تعارف حاصل ہونے کی خواہش پہلے بھی میرے دل میں تھی۔"

"یہ تو اچھی بات ہے آپ اس خواہش کو پورا کر لیجئے۔"

"آیئے پھر اندر چل کر بیٹھیں گے۔"

"جیسا آپ پسند کریں۔" حسن فیروز تیار ہو گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک اندرونی حصے میں جا کر بیٹھ گئے تھے میں نے کہا۔

"ویسے رانا صاحب کہاں گئے ہیں؟"

"کسی دوست کا کوئی معاملہ ہے باجی کو بھی ان کے ساتھ جانا پڑ گیا کوئی فیملی پرابلم ہے۔"

"اچھا اچھا ویسے مس رافیہ آپ کہاں رہتی ہیں؟"

"میں ایک دوسرے شہر میں رہتی ہوں۔"

"والدین وغیرہ ہوں گے آپ کے؟"

"نہیں والدین تو نہیں ہیں بڑے بھائی ہیں ماموں وغیرہ ہیں ہمارا اپنا ایک الگ مکان ہے ہم ساتھ رہتے ہیں۔"

"اچھا اچھا ٹھیک' آپ کے مشاغل کیا ہیں؟"

"تعلیم ختم کر چکی ہوں بس بی اے کرنے کے بعد آگے پڑھنے کو دل نہیں چاہا۔"

"تو اب شادی کا انتظار کر رہی ہوں گی۔" حسن فیروز نے کہا۔

"جی!"

"میرا مطلب ہے کہ آپ کی شادی تو نہیں ہوئی نا ابھی۔"

"جی نہیں۔" رافیہ نے کہا۔

"تو ظاہر ہے لڑکیاں تعلیم مکمل کرنے کے بعد یا تو کوئی راستہ اختیار کر لیتی ہیں یا پھر شادی کر لیتی ہیں۔ ویسے آپ نے کہیں کسی ملازمت وغیرہ کے بارے میں نہیں سوچا۔"

"ملازمت اور میں۔" رافیہ ہنس پڑی۔

"ارے کیوں؟ کیا آپ ملازمت کو بہت بری چیز سمجھتی ہیں؟"

"جناب عالی میرے بھائیوں کی تین فرمیں ہیں' فیکٹریاں ہیں' ملیں ہیں' تقریباً دس ہزار آدمی ہماری ملوں اور فیکٹریوں میں کام کرتے ہیں اور ان تمام چیزوں کی آمدنی میں میرا پانچ فیصد ہے جو ماہانہ لاکھوں روپے بنتا ہے۔"

"توبہ توبہ پھر تو ہمیں کان پکڑنے چاہئیں۔" حسن فیروز نے کہا اور میرے کانوں کی جانب ہاتھ بڑھا دیئے میں نے اس کی دونوں کلائیاں پکڑ لی تھیں اور رافیہ ہنس پڑی۔

"اندازہ تو مجھے تھا آپ لوگوں کے بارے میں کہ آپ بہت دلچسپ ہیں' ویسے آپ بڑے عجیب لگتے ہیں۔"

"اچھا۔" حسن فیروز دانت نکال کر بولا۔

"بالکل سچ کہہ رہی ہوں میں مجھے آپ کے بارے میں سب کچھ پتا چل گیا ہے۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"اوہو یہ تو بہت برا ہوا کس نے بتایا آپ کو ہمارے بارے میں؟"

"باجی نے۔"

"کیا بتایا؟"

"یہی کہ بدقسمتی سے آپ جاسوس ہیں۔"

"آپ کی بدقسمتی سے؟"

"میری بدقسمتی کیوں ہوتی۔"

"نہیں تو آپ کس کی بدقسمتی کا تذکرہ کر رہی ہیں؟"

"بھلا یہ بھی کوئی کام ہے۔ بلاوجہ دوسروں کی کھوج میں پڑے رہنا۔"

"چلئے ٹھیک کہتی ہیں آپ لیکن کیا آپ کو اس بات سے بھی دلچسپی نہیں ہے کہ آپ کی بھانجی دستیاب ہو جائے۔"

"نہیں' خیر ایسی بات تو نہیں ہے اور پھر سچی بات تو یہ ہے کہ میری اور ثانیہ کی عمر میں بہت کم فرق ہے۔ ہم دونوں بہت گہری دوست تھیں۔"

"اب آپ اپنی اہمیت ظاہر کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔" حسن فیروز بولا اور رافیہ کی تیوریاں ایک بار پھر چڑھ گئیں۔

"آپ ضرورت سے زیادہ بے تکلف نہیں معلوم ہوتے۔"

"نہیں ضرورت کے مطابق ہی ہوں۔"

"جو الفاظ آپ ادا کر رہے ہیں ان کا مطلب تو بتا سکتے ہیں۔"

"میں کوئی ایسا لفظ نہیں کہتا جس کا مطلب مجھے نہ آتا ہو۔"

حسن فیروز نے کہا اور میں مطمئن نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور کچھ تھا یا نہیں لیکن کم از کم یہ شخص بکواس کرنے کا عادی تھا اور اس کی بکواس میرے کام آجاتی تھی اس نے رافیہ کو کسی حد تک چڑھا دیا تھا۔ وہ کہنے لگی۔

"آپ مجھے اپنے الفاظ کا مطلب سمجھائیے۔"

"پتا نہیں کیا الفاظ کہے تھے میں نے' مجھے یاد ہی نہیں رہے' لیکن بہرحال مطلب یہ ہے کہ بے چاری ثانیہ پتا نہیں کس مشکل میں گرفتار ہوگی ہاں اگر آپ اس سے دوستی کا دعویٰ کرتی ہیں اور اس کی عمر سے تھوڑی سی ہی بڑی ہیں تو چاہے معاملہ خالہ بھانجی کا ہی ہو لیکن ایک انڈر اسٹینڈنگ تو ہوتی ہے نا کیا آپ یہ نہیں بتا سکتیں کہ مس ثانیہ کہاں روپوش ہوگئی ہیں یہ بات گوطے ہے کہ انہیں اغوا نہیں کیا گیا بلکہ وہ خود کہیں روپوش

ہوئی ہیں۔"

"تمہیں کیسے معلوم یہ بات؟" اچانک ہی رافیہ کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔

"آپ خود ہی کہہ چکی ہیں کہ بدقسمتی سے ہم جاسوس ہیں۔"

"نہیں میرا مطلب یہ نہیں ہے مجھے یہ بتاؤ کیا یہ حقیقت ہے۔"

"خود آپ کا اپنا کیا خیال ہے؟"

"بھئی اس بارے میں' میں کوئی ذاتی رائے نہیں رکھتی باجی کہتی ہیں کہ ثانیہ ان کی اولاد ہے ان سے زیادہ اسے کون جان سکتا ہے اگر کوئی اس سلسلے میں ان سے زیادہ جان کاری کا مظاہرہ کرے تو وہ احمق ہے۔"

"بات بالکل ٹھیک ہے محترمہ سلمیٰ کی۔"

"لیکن بھائی صاحب قبلہ وہ اسے فرشتہ سمجھتے ہیں۔"

"ثانیہ کو؟"

"جی۔"

"آپ کا کیا خیال ہے کیا وہ فرشتہ ہے؟"

"خیر لڑکی بری نہیں ہے اچھے مزاج اچھی فطرت کی مالک ہے لیکن انسان تو ہے۔"

"انسان ہے؟" حسن فیروز نے چونک کر پوچھا۔

"کیا مطلب؟"

"نہیں میرا مطلب ہے واقعی انسان تو ہے اور انسان کسی بھی لمحے بھٹک سکتا ہے۔"

"کیوں نہیں بھٹک سکتا۔"

"مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر رحمان شاہ صاحب کی بھی کچھ ذمے داریاں تھیں۔"

"یہ آپ نے خدا لگتی بات کہی۔"

"کہی نا۔" حسن فیروز خوش ہو کر بولا۔

"بالکل آپ دیکھئے نا ایک شخص ذمے داری کے ساتھ کسی کو بلاتا ہے۔ انہوں نے مجھے آج تک نہیں بلایا۔"

"رحمان شاہ صاحب نے؟"

"جی۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"بالکل کتنی افسوس اور شرم کی بات ہے کہ انہوں نے آج تک آپ کو نہیں بلایا۔"

"حالانکہ مجھے جنگلات اور خاص طور پر وادی ہنگاریہ دیکھنے کا کتنا شوق ہے میں آپ کو کیا بتاؤں۔"

"آپ چاہتی تو خود بھی وہاں جاسکتی تھیں۔"

"جی نہیں میں بن بلائی مہمان بن کر کہیں بھی نہیں جاتی بہت خود دار ہوں میں۔"

"یہ تو آپ کے چہرے سے ہی پتا چلتا ہے۔" حسن فیروز اسے چڑھانے لگا۔

"رحمان شاہ صاحب کی ذمہ داری تھی کہ جب انہوں نے ثانیہ کو اپنے پاس بلایا تھا تو ہر طرح سے اس کی حفاظت کرتے ارے میں تو یہ کہتی ہوں کہ اغواء کی بھی ایک کہانی ہے جس میں انہوں نے اپنے خاندان کو بھی شامل کردیا ہے سب کو کہیں بھیج دیا ہوگا اور اس کے بعد اس کے بعد ثانیہ کو رہنے دیا۔"

"اوہو کیا رحمان شاہ صاحب ایسا کرسکتے ہیں؟"

"کون کیا نہیں کرسکتا ہر شخص میں کوئی نہ کوئی مارجن ہوتا ہے۔ چلو میں مان لیتی ہوں کہ ایسا نہیں تو کیا یہ ان کی ذمے داری نہیں ہے کہ ثانیہ کو برآمد کریں۔ اب معاملہ بھائی صاحب کا آجاتا ہے یعنی رانا اختیار صاحب کا تو وہ اپنے بھائی پر پورا پورا اعتبار کرتے ہیں۔ حالانکہ ایک دو دفعہ باجی سے جھڑپیں بھی ہوچکی ہیں باجی کا کہنا یہ ہے کہ ہوسکتا ہے رحمان شاہ صاحب کوئی اور ہی گیم کھیل رہے ہوں جب کہ بھائی جان یعنی رانا اختیار خلجی اس مسئلے میں باجی کی بات سے اتفاق نہیں کرتے۔"

"بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی رافیہ صاحبہ۔"

"بھئی آپ کیا جانتے ہیں رانا اختیار صاحب جو ہیں نا یہ پہلے ہمارے ہاں منیجر تھے۔"

"آپ کے ہاں؟"

"جی میرے والد صاحب کے ہاں۔"

"منیجر تھے۔" حسن فیروز نے چونک کر پوچھا۔

"جی ہاں منیجر۔"

"مم..... مگر پھر؟"

"ب..... بس پھر کیا باجی صاحبہ ان سے متاثر ہوگئیں اور اس طرح سے ضد کی کہ والد صاحب اختیار صاحب سے باجی کی شادی کرنے پر مجبور ہوگئے اور اس کے بعد

اختیار صاحب کے تمام مقاصد پورے ہوگئے۔ زمینیں' جائیدادیں یہ سب کچھ جو آپ کو نظر آرہا ہے نا یہ سب باجی کی ملکیت ہے ہماری' ہم نے دیا ہے یہ سب کچھ باجی کو جہیز میں ورنہ رانا صاحب کے پاس کیا تھا وہ خود ہمارے ہاں نوکری کرتے تھے اور ان کے بھائی فاریسٹ آفیسر ہیں خاندان کے دوسرے لوگ بھی معمولی درجے کے لوگ ہیں بس یوں گزر رہی ہے زندگی پہلے صرف اختیار علی خان تھے ہمارے خاندان میں شامل ہوجانے کے بعد رانا اختیار علی خان خلجی بنے۔"

"یعنی رانا اور خلجی کے نام بھی آپ لوگوں نے اپنی باجی کو جہیز میں دیئے ہیں۔" حسن فیروز نے کہا اور رافیہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"نہیں' میرا مطلب ہے کہ کمال ہے بھئی' اوہو تو ایسی حالت میں تو رانا صاحب کو آپ کی باجی کا ہمیشہ شکر گزار ہونا چاہئے۔"

"نہیں ہوں گے تو کیا کریں گے' مجال ہے جو باجی کی کسی بات سے انحراف کرسکیں۔ ویسے ایک بات بتاؤں آپ کو' کیا نام ہے آپ کا۔"

"حسن' حسن' حسن۔"

"حسن صاحب' مرد کے اندر اگر مردانگی نہ ہو تو وہ کیا لگتا ہے۔"

"گل مراد۔" حسن نے میری طرف اشارہ کرکے کہا اور میں چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا۔"

"نہیں' ان کا نام گل مراد ہے۔ میں آپ سے ان کا تعارف کروا رہا تھا۔"

"کمال کرتے ہیں آپ' اس وقت تعارف کی کیا تک تھی۔"

"نہیں' بس یونہی منہ سے نکل گیا تھا۔" حسن نے کہا اور میں اسے گھورنے لگا تھا۔

"میں آپ سے کہہ رہی تھی کہ اگر مرد کے اندر مردانگی نہ ہو تو وہ کیا لگے گا۔"

"عجیب وغریب لگے گا۔"

"کیا آپ کو رانا صاحب عجیب وغریب لگتے ہیں۔"

"غور ہی نہیں کیا اور پھر غریب تو نہیں ہیں وہ عجیب بے شک ہوسکتے ہیں۔"

"ہاں' اب وہ بھلا کیا غریب ہوں گے لیکن باجی کے سامنے روح کانپتی ہے ان کی۔ مجھے ایسے مرد پسند نہیں ہیں۔"

"میں ایسا مرد نہیں ہوں۔" حسن نے گردن کو خم دے کر کہا۔

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"ہونا بھی نہیں چاہئے۔" رافیہ اس بات کو نہ سمجھتے ہوئے بولی لیکن میرے لئے ہنسی روکنا مشکل ہو رہا تھا اور رافیہ بولی۔

"دیکھئے ایک بات بتائیں آپ مجھے۔"

"جی پوچھئے۔"

"آپ لوگ جاسوس ہیں نا۔"

"جاسوس اعظم' وہ جو شرلاک ہومز تھا نا' بس سمجھ لیں ہم اسی پائے کے لوگ ہیں۔"

"آپ اس کا سراغ لگانے کے لئے وادی ہنگاریہ جائیں گے۔"

'ثانیہ کا؟"

"جی۔"

"ہاں امکانات تو ہیں اس بات کے۔"

"مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلئے گا۔"

"ارے کیوں۔"

"وادی ہنگاریہ دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"آپ نے کبھی اپنی باجی سے نہیں کہا کہ آپ وہاں جانا چاہتی ہیں۔"

"باجی کبھی اجازت نہیں دیں گی۔"

"کیوں؟"

"بس نہیں دیں گی۔ رحمان شاہ صاحب کو پسند نہیں کرتیں۔"

"رحمان شاہ شادی شدہ ہیں نا۔"

"ہاں' کیوں نہیں' اچھی خاصی عمر ہے ان کی۔"

"تو پھر باجی کیوں نہیں پسند کرتیں۔"

"بس' اختلافات ہیں' نہیں بنتی ان کی ان سے۔"

"مگر ثانیہ کو تو انہوں نے بھیج دیا تھا۔"

"ثانیہ خود ضد کر کے جاتی رہتی تھی ان کے پاس' چاچو' چاچو کہہ کر اس کی زبان نہیں سوکھتی تھی۔"

"ہوں' تو یہ مسئلہ ہے لیکن آپ کو ساتھ جانے کی اجازت کیسے مل جائے گی۔"

"وہ میرے اوپر چھوڑ دو۔"

"مشکل ہے۔"

"بھئی آپ لے چلنے کا وعدہ کریں تو میں کوشش کرتی ہوں۔"

"ذرا سا مشورہ کر لیں ہم لوگ آپس میں؟"

"کیوں' اس میں مشورہ کرنے کی کیا بات ہے' اخراجات میرے ذمے ہوں گے جناب' بالکل آپ چاہیں تو آپ کے اخراجات بھی میں اٹھا لوں گی۔"

"اخراجات کا مسئلہ نہیں ہے۔"

"تو پھر کیا مسئلہ ہے۔"

"دیکھئے نا' آپ کو تو پتا ہی ہے کہ ہم رانا صاحب کے بلانے پر یہاں آئے ہیں۔"

"ایک بات کہوں' تم لوگ اگر امریکہ بھی چلے جاؤ نا تو اس کا پتا نہیں لگا سکتے۔ گھوم پھر آؤ علاقہ بہت اچھا ہے۔ اخراجات رانا خلجی کے سپرد ہوں گے۔ اپنی ٹرپ میں خود لگا لوں گی۔ بس تم ہاں کر دو۔"

"میں اپنے ڈیڈی سے وعدہ کر چکا ہوں کہ ان کی مرضی کے بغیر ہاں نہیں کروں گا۔" حسن فیروز نے کہا۔

"ڈیڈی سے۔"

"ہاں' میرا مطلب ہے کہ والدین کی مرضی سے ہی شادی کرنا چاہئے۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو۔"

"آہ' کیا بتاؤں آپ کو محترمہ' میری پھوکڑی میں کھوڑا ہے۔"

"کیا۔"

"کھوپڑی میں پھوڑا۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"بس سوچ لینا اور سنو اگر تم لوگ مجھے ساتھ نہ لے گئے تو پھر یہ سمجھ لینا کہ میں خود تمہارا پیچھا کروں گی اور اس طرح کروں گی کہ تمہارے فرشتوں کو بھی پتا نہیں چلے گا۔"

"منظور ہے۔" حسن فیروز نے کہا اور میں نے اس کا شانہ دباتے ہوئے کہا۔

"باہر کسی گاڑی کے رکنے کی آواز سنائی دی ہے۔ میرا خیال ہے کہ رانا صاحب اور بیگم صاحبہ آ گئے ہیں۔ ہمیں ان کی غیر موجودگی میں یہاں نہیں ہونا چاہئے۔"

"چلو۔" حسن فیروز نے کہا اور میں اس کو لے کر باہر کی جانب چل پڑا جبکہ ایسی کوئی آواز مجھے باہر سے نہیں آئی تھی۔ باہر نکل کر حسن فیروز نے چاروں طرف دیکھا اور

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

پھر بولا۔

"وہ گاڑی تو نظر نہیں آ رہی۔"

"ہاں چیف' لیکن ہمارا وہاں سے چلے آنا ضروری ہو گیا تھا۔"

"فراؤ' چیٹنگ۔"

"آپ جو کچھ بھی سمجھ لیں' آیئے۔" میں نے کہا اور حسن فیروز میرے ساتھ آگے بڑھا پھر ہم اپنے کمرے میں داخل ہو گئے۔

"یہ کیا حرکت تھی۔"

"ضروری تھی۔" میں نے جواب دیا حسن فیروز کچھ دیر سوچتا رہا اور پھر بولا۔

"یار ایک بات بتاؤ سنجیدگی سے' مذاق اپنی جگہ۔"

"جی۔"

"جانا ہے وادی ہنگاریہ۔"

"اندازہ تو یہی ہو رہا ہے کہ جانا ہو گا۔"

"تو پھر بیچاری کو ساتھ لے لیتے ہیں نا' کیا حرج ہے۔"

"انتہائی احمقانہ باتیں کر رہے ہیں چیف آپ۔"

"ارے' ارے' ارے احترام شرط ہے۔"

"جی نہیں' بالکل نہیں۔"

"کیا حرج ہو گا اسے ساتھ لے جانے میں۔"

"کوئی عقل کی بات ہے ہم وہاں حالات کا تجزیہ کرنے جا رہے ہیں۔ معلومات حاصل کرنے جا رہے ہیں یا پکنک منانے۔"

"اصل میں وہی مسئلہ ہو جاتا ہے نا کہ زندگی کو اگر تفریحی انداز میں جاری رکھا جائے تو زندگی زیادہ پرلطف ہو جاتی ہے اب کم از کم اور کچھ نہیں تو ایک خوبصورت لڑکی کا ساتھ رہے گا۔"

"پہلی بات تو یہ کہ رانا اختیار اجازت نہیں دیں گے۔ دوسری بات یہ کہ ان کی اجازت کے بغیر ہم نے رافیہ کی بات مان لی تو کرنل صاحب کیا کہیں گے اس بارے میں۔"

"کرنل صاحب کہاں آگھسے بیچ میں یار۔"

"یہ بات نہ کہو حسن فیروز' جتنا میں جاننے لگا ہوں کرنل صاحب کو شاید تم بھی اس کا دعویٰ نہ کر سکو۔"

"ہوں' کرنل جیبی' خیر اب میں کیا کہوں۔" حسن خاموش ہو گیا اور پھر نہ جانے کس وقت اختیار خلجی اور بیگم صاحبہ واپس آ گئے تھے۔ رانا اختیار خلجی نے رات کے کھانے پر مجھے طلب کر لیا اور ہم دونوں ڈنر روم میں داخل ہو گئے۔ رانا اور بیگم صاحبہ موجود تھے۔ کھانا مخصوص انداز میں خاموشی سے ہی کھا گیا اور اس کے بعد رانا اختیار نے کہا۔

"آپ لوگ آیئے' ہم لوگ آپ سے آخری گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔" جس کمرے میں وہ لوگ ہمیں لے گئے وہ ایک بالکل نیا کمرہ تھا بہت خوبصورتی سے سجا ہوا تھا ہم پہلی بار یہاں آئے تھے۔ رانا نے اندر داخل ہو کر کہا۔

"یہ ثانیہ کا کمرا ہے۔ اس کی خواب گاہ ہے یہ' جس وقت سے وہ گئی ہے یہ اسی طرح خالی پڑی ہوئی ہے ہم لوگ بہت کم اس طرف آتے ہیں یہاں آ کر اصل میں ہم پر جذباتی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔"

"جی۔"

"اور اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم جس قدر جلد ممکن ہو سکے اپنے کام کا آغاز کرو۔ بات اصل میں یہ ہے کہ میں اس سلسلے میں تمہیں ایک بہتر انسان سمجھتا ہوں۔ اب کیونکہ آخری فیصلہ ہو چکا ہے تو اس لئے اب تم مجھے بتاؤ کہ تم کب تک روانہ ہو رہے ہو۔"

"جلد سے جلد اور جبکہ آپ یہاں تشریف لے آئے ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ تھوڑی سی اس کمرے کی تلاشی بھی لے لوں۔" میرے ان الفاظ پر حسن فیروز نے چونک کر مجھے دیکھا تھا لیکن کوئی مداخلت نہیں کی تھی۔

"یہاں کی تلاشی ہم لے چکے ہیں۔ ایک ایک چیز دیکھ چکے ہیں اس خیال کے تحت کہ ہو سکتا ہے کسی چیز سے ثانیہ کے بارے میں کوئی علم ہو سکے۔ اس کی ڈائری تک الماری میں موجود ہے۔ ویسے تم لوگ چاہو تو تلاشی لے سکتے ہو۔" ہم نے اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ اس دوران مسز خلجی نے ایک لفظ بھی اپنی زبان سے ادا نہیں کیا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات میں وہی پتھریلا پن تھا۔ جو اس عورت کی فطرت کا حصہ معلوم ہوتا تھا۔ اس دوران رانا اختیار خلجی اپنی بیٹی کے بارے میں بتاتا چلا جا رہا تھا۔ ایک پورا البم ثانیہ کی تصویروں سے بھرا پڑا تھا۔ اس کی چھوٹی سی عمر سے لے کر اس وقت تک کی تصویریں البم میں موجود تھیں جب وہ گم ہوئی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انتہائی حسین لڑکی تھی۔ ایک نگاہ دیکھ کر ہی احساس ہوتا تھا کہ کوئی بھی اس کے لئے ہوش و حواس کھو سکتا ہے۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک ہم ہر چیز کا جائزہ لیتے رہے اور میں نے وہ ڈائری بھی

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

پڑھی۔ البتہ ڈائری سے کچھ چند چیزیں نئی معلوم ہوئیں اور جب ان کے بارے میں رانا سے سوالات کیے گئے تو اس نے کہا۔

"ہاں' وہ بہت ہی نرم خو' خوش مزاج اور لوگوں میں مقبول لڑکی تھی۔ مجھ سے یا سلمٰی سے اس نے کبھی نافرمانی نہیں کی لیکن کبھی کبھی اس پر عجیب سی کیفیت طاری ہوجاتی تھی اور وہ کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتی تھی۔ اس وقت وہ انتہائی سخت گیر ہوجاتی تھی۔"

"ان میں سے کچھ تصویریں میں رکھ سکتا ہوں۔"

"ہاں' کیوں نہیں۔"

"یہ چند تصاویر آپ مجھے دیجئے۔" میں نے کہا اور رانا نے البم ہی میرے حوالے کردیا۔ پھر میں نے ڈائری میں سے کچھ صفحات پڑھے اور ایک صفحے پر خاص طور پر میری نگاہیں ٹک گئیں۔ جس میں ایک خوبصورت تحریر میں لکھا ہوا تھا۔

"شہری زندگی پتھر اور سیمنٹ کی دیواروں کے درمیان ایک ایسی قید ہوتی ہے جسے اگر محسوس کیا جائے تو انسان اپنی کیفیت پنجرے میں بند اس ننھی سی حسین چڑیا سے زیادہ مختلف نہیں محسوس کرتا' جسے پالنے والے اپنے طور پر ہر طرح کی آسائش فراہم کرتے ہیں لیکن اس کے اردگرد باریک تیلیوں کی دیواریں ہوتی ہیں جن سے وہ باہر نہیں جاسکتی۔ کیا انسان کے دل میں ان ننھے پرندوں کو دیکھ کر یہ خواہش نہ ابھرتی ہوگی کہ آسمان کی وسعتیں اس کے لئے بھی اتنی ہی آسان ہوں' بلندیوں سے گرتے ہوئے جھرنے' ان کے دامن میں بکھرے ہوئے جنگل' سرسبز وشاداب گھاس کے اتنے بڑے بڑے وسیع میدان' جن میں اگر دوڑا جائے تو جسم کی ساری قوتیں ختم ہوجائیں اور پھر جب انسان تھک جائے تو اس نرم گھاس پر لیٹ جائے۔ اس کا ٹھنڈا ٹھنڈا لمس رخساروں کو چومے تو زندگی کی قیمت وصول ہوجائے۔ آہ' کاش' کاش میں بھی کسی پنجرے میں بند ایک چڑیا نہ ہوتی۔"

میں نے یہ تحریر حسن فیروز کی جانب بڑھادی اور وہ بھی اسے پڑھنے لگا پھر اس نے کہا۔

"کیا آپ کی اجازت سے ہم یہ ڈائری رکھ سکتے ہیں۔"

"نہیں۔" اس بار رانا اختیار خلجی کی بجائے محترمہ سلمٰی خلجی نے لب کشائی کی تھی اور پھر ڈائری لینے کے لئے ہاتھ آگے بڑھادیا تھا۔ رانا اختیار خلجی کے چہرے پر بے بسی نظر آئی اور حسن فیروز نے ڈائری سلمٰی خلجی کو واپس کردی تھی۔ بعد میں ہم اپنے کمرے میں واپس آگئے تھے تو حسن فیروز نے کہا۔

"ویسے تو میں اچھی سے اچھی شخصیت کو خاطر میں نہیں لاتا لیکن کبھی کبھی ایسی پابندیاں عائد ہوجاتی ہیں کہ انسان معمولی معمولی شخصیتوں سے مرعوب ہونے لگتا ہے۔"

"تمہیں سلمٰی خلجی کی بات چبھی ہے۔"

"ایسی ویسی' میں اس عورت کو سبق دینا چاہتا ہوں۔"

"بے وقوفی کی بات مت کرو' میں سمجھتا ہوں جتنا کچھ ہمیں معلوم ہوچکا ہے اس کے بعد ہمیں اپنے کام کا آغاز کردینا چاہئے بجائے اس کے کہ ہم فضول باتوں میں اپنا وقت ضائع کریں۔"

"ارے' ارے' ارے' تم ہر دوسرے منٹ میں یہ بات کیوں بھول جاتے ہو کہ انچارج میں ہوں۔"

"انچارج صاحب۔ جو میں کہہ رہا ہوں وہ اب ذرا ذہن نشین کرلیجئے ہمیں جلد از جلد یہاں سے روانہ ہونا ہے۔" میں نے کہا اور حسن فیروز مسکرانے لگا اور پھر بولا۔

"ٹھیک ہے بھائی' ہم کب انکار کر رہے ہیں۔" پھر ہم انہی سوچوں میں گم تھے کہ دروازے پر ہلکی سی آہٹ ہوئی اور اس سے پہلے کہ ہم آنے والے کے بارے میں پوچھتے یا کوئی ہمیں اپنے بارے میں بتاتا' محترمہ سلمٰی خلجی اندر داخل ہوگئی تھیں اور ہم دونوں ہی سنبھل گئے تھے۔ اس وقت ان کے چہرے پر کچھ نرمی کے آثار نظر آرہے تھے۔ کہنے لگیں۔

"بیٹھ جاؤ اور سنو۔ میری یہاں آمد کا تذکرہ رانا اختیار سے کبھی نہ کرنا۔ میں نے انہیں نہیں بتایا ہے کہ میں تمہارے پاس جارہی ہوں۔"

"جی' آپ براہ کرم تشریف رکھئے۔" میں نے کہا۔ اس وقت کوئی احمقانہ عمل نہ میرے لئے مناسب تھا اور نہ ہی حسن فیروز کے لئے۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ایک صوفے پر جا بیٹھی۔ بہرحال ہم لوگوں نے اس کی فطرت کے پیش نگاہ مؤدب ہونے کا اظہار کیا تھا۔ وہ خاموشی سے ہم دونوں کو دیکھتی رہی پھر اس نے میری طرف رخ کرکے کہا۔

"جہاں تک مجھے تمہارے بارے میں علم ہے مجھے یہی بتایا گیا ہے کہ تم ملٹری انٹیلی جنس کے بڑے عہدے دار کے تربیت یافتہ ہو اور ایک ذہین آدمی تصور کئے جاتے ہو۔ ذہانت اپنی جگہ ایک بہترین بات ہوتی ہے اور قدرتی صلاحیتیں انسان کو بہت کچھ دیتی ہیں لیکن ایک اور مسئلہ ہے جو ذرا قابل غور ہے۔ بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں جن کے

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

لئے انسان صحیح فیصلے نہیں کر پاتا۔"

"آپ براہ کرم اپنے الفاظ کی وضاحت کرتی جایئے۔" میں نے بے خوفی سے کہا۔

"مطلب یہ ہے کہ تمہیں اپنی زندگی سے کس حد تک دلچسپی ہے۔"

"آپ کا یہ سوال بھی عجیب ہے محترمہ' اور جب تک آپ کا کوئی سوال میری سمجھ میں نہیں آئے گا شاید میں آپ کو کوئی جواب نہیں دے سکوں گا۔" میں نے کہا اور حسن فیروز کے چہرے کی جانب دیکھا۔ وہ مطمئن نظر آ رہا تھا بلکہ میرے اس طرح بے باکی سے گفتگو کرنے پر کچھ خوش بھی تھا لیکن شاید میرے انداز اور الفاظ سے سلمیٰ خلجی خوش نہیں ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔

"جس مقصد کے لئے تمہیں رانا خلجی وادیٔ ہنگاریہ بھیجنا چاہتے ہیں' اس کے نتیجے میں پیش آنے والے واقعات کا کچھ اندازہ ہے تمہیں؟"

"کس طرح کے واقعات؟"

"وہاں تمہیں خاک و خون میں بھی نہلایا جا سکتا ہے۔"

"ہم صرف غسل خانے میں نہاتے ہیں لیکن اگر کسی مقصد کے لئے خاک و خون میں بھی نہانا پڑا تو ہمارے لئے یہ تجربہ دلچسپ ہوگا۔" حسن فیروز اب تک نجانے کس طرح اپنی زبان روکے ہوئے تھا بہرحال ہتھے سے اکھڑ گیا اور سلمیٰ خلجی کے الفاظ پر اپنی زبان بند نہ رکھ سکا لیکن سلمیٰ خلجی کے چہرے پر طنزیہ تاثرات بکھر گئے تھے۔ اس نے کہا۔

"شہروں میں رہ کر چھوٹے موٹے جرائم کا سراغ لگا لینا ایک بالکل الگ بات ہے۔ یہ قبیلوں کا معاملہ ہے اور قبیلوں میں جو کچھ ہوتا ہے تم لوگ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"مثلاً؟"

"مثلاً یہ کہ وہاں پہلا تعارف گولیوں کی زبان سے ہوتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے ایسا ہو۔"

"گویا تمہیں قتل و غارت گری کا بازار بھی گرم کرنا پڑے تو اعتراض نہیں ہوگا۔"

"شاید ایسا نہ ہو۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ سب کچھ تم دولت کے لئے کر رہے ہو؟"

"جی نہیں۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"تو پھر کیا یہ سب اللہ واسطے کر رہے ہو یا رانا اختیار خلجی سے تمہارے خاندانی

تعلقات ہیں؟"

"ان ساری باتوں کا جواب آپ کو نہیں دیا جا سکتا محترمہ سلمیٰ خلجی صاحبہ۔"

"کیوں نہیں دیا جا سکتا؟"

"اس لئے کہ ہمیں رانا اختیار خلجی کا نام لے کر یہاں بھیجا گیا ہے۔"

"رانا اختیار خلجی صرف وہ کرتے ہیں جس کی اجازت میں انہیں دوں۔"

"بہت اچھی بات ہے۔ بہت اچھے شوہر ہیں وہ آپ کے' لیکن بہرحال ہمیں انہی کے بارے میں بتایا گیا ہے' آپ کے بارے میں نہیں۔"

"تم یہ سمجھ لو کہ جو کچھ تم کر رہے ہو وہ صرف دولت کے لئے کر رہے ہو۔ ویسے اگر تم مجھے یہ بتا دیتے کہ اس کام کا معاوضہ تمہیں یا کرنل ہمایوں کو کتنا ملے گا تو شاید میں تمہاری کوئی مدد کر سکتی۔"

"کرنل صاحب کا نام لینے سے پہلے آپ اپنا لہجہ تبدیل کیجئے' مسز خلجی۔"

"دیکھو' ابھی تمہاری زندگی گزری ہی کتنی ہے۔ نوجوانی کی عمر میں ہو چہرے کے نقوش سے معصومیت ٹپکتی ہے۔ زندگی کو تم نے شاید بہت دور سے دیکھا ہے' میں نہیں سمجھتی کہ کسی شخص نے تمہیں اس نوخیزیت کے عالم میں ان خطرناک کاموں میں مصروف کر دیا ہے۔ ابھی تو تمہیں نوجوانی کی عمر میں زندگی کی ان لطافتوں سے لطف اندوز ہونا چاہئے تھا جو اس عمر کا حصہ ہوتی ہیں۔ کس مشکل میں پڑ گئے' جو کام تم کرنے جا رہے ہو' اس میں لمحہ لمحہ زندگی کے لئے خطرہ ہے۔ تم صرف تھوڑی سی دولت کی لالچ میں اپنی زندگی کو موت کے حوالے کر رہے ہو۔"

"فرض کیجئے اگر ایسا ہے' تو آپ کیا کہتی ہیں اس بارے میں۔ کیا ہر وہ شخص جو اپنی زندگی گزارنے کے لئے میدان عمل میں آتا ہے' خطرات مول نہیں لیتا۔ بلند و بالا عمارتوں پر رنگ کرنے والے' کھڑکیاں صاف کرنے والے یا زندگی کے اور ہزاروں شعبوں سے متعلق افراد کیا زندگی کو خطرات میں ڈال کر اپنے لئے زندگی گزارنے کا انتظام نہیں کرتے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہمیں ہمارے کام کا معاوضہ دیا جائے گا لیکن بہرحال ہمیں یہ کام تو کرنا ہے۔"

"اور اگر میں تمہیں ایک بڑی رقم دے دوں تو کیا تم اپنا یہ خیال ترک کر دو گے؟"

"جی نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم ایسا نہیں کر سکیں گے۔" میں نے جواب دیا اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے اپنے لباس سے ایک براؤن

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

رنگ کا لفافہ نکالا اور اسے میری جانب بڑھاتی ہوئی بولی۔

"اس میں اتنی بڑی رقم ہے کہ شاید اس سے زیادہ معاوضہ تمہیں رانا اختیار خلجی نہ دے سکیں' اسے قبول کرو اور مجھ سے اس کے بعد گفتگو کرو۔" لفافہ میری جانب بڑھا دیا گیا تھا۔ ایک لمحے کے اندر میں نے محسوس کیا کہ حسن فیروز کی آنکھوں میں لالچ کے سے تاثرات پیدا ہوئے ہیں لیکن میں نے جس خونخوار انداز میں اسے گھورا تھا اس نے اس کے حوصلے پست کر دیئے اور اس نے بڑے مسخرے پن کے ساتھ لفافے کی جانب سے اپنا رخ تبدیل کر لیا۔ غالباً سلمٰی خلجی اس بات کو محسوس کر رہی تھی' اس کے ہونٹوں پر ایک خفیف سی مسکراہٹ پیدا ہوئی' پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"یہ لفافہ رکھ لو' رکھ لو' یہ میں کہہ رہی ہوں تم سے۔" اس نے دوبارہ لفافہ میری جانب بڑھایا لیکن میرے چہرے پر تلخیاں پھیل گئی تھیں۔ میں نے سلمٰی خلجی کو دیکھا اور کہا۔

"میں یہ لفافہ بخوشی قبول کر لوں گا میڈم لیکن لفافے قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ میرے اور آپ کے درمیان ایک رابطہ قائم ہو جائے۔ میں یہ رابطہ آپ سے قائم کرنا چاہتا ہوں۔" میرے ان الفاظ پر اس نے چونک کر مجھے دیکھا تھا اور میں نے حسن فیروز کے چہرے پر بھی حیرت کے آثار محسوس کئے تھے۔ غالباً میرے الفاظ ان دونوں میں سے کسی کی سمجھ میں نہیں آئے تھے۔ سلمٰی نے کہا۔

"میں سمجھی نہیں' رابطے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟"

"وہ رابطہ جو ایک دوسرے پر اعتماد کرنے کے بعد پیدا ہوتا ہے۔"

"یعنی؟"

"یعنی یہ کہ رقم تو میں قبول کر لوں گا اور فرض کیا کہ اپنا فیصلہ بھی ترک کر دیتا ہوں اور اختیار خلجی کے بجائے آپ سے تعاون کرتا ہوں لیکن ہر مسئلے کی کوئی وجوہ ہوتی ہیں' ہر چیز کا کوئی عمل ہوتا ہے۔ کیا آپ اس سلسلے میں مجھ سے تعاون کریں گی؟"

"صاف صاف بات کرو۔"

"کیا آپ مجھے یہ بتانا پسند کریں گی کہ آپ مجھے اس مہم سے کیوں روکنا چاہتی ہیں؟"

وہ خاموش ہو گئی' چند لمحے سوچتی رہی پھر بولی۔ "یہاں تم جس مقصد کے لئے آئے ہو' وہ مقصد میں پورا کر رہی ہوں تمہارا۔ میں جانتی ہوں کہ نہ تو تمہیں میری بیٹی سے کوئی

دلچسپی ہے' نہ ہی تمہارا رانا اختیار سے کوئی رشتہ ہے' تم جو کچھ کر رہے ہو' اس کے پس پردہ صرف معاوضے کا حصول ہے اور یہ معاوضہ میں تمہیں رانا سے زیادہ دے رہی ہوں۔ اس کے بعد تمہیں اور کیا چاہئے' اپنا الو سیدھا کرو اور یہاں سے رفو چکر ہو جاؤ۔"

"یہی تو آپ کی غلط فہمی ہے میڈم۔ آپ نے الو سیدھا کرنے کی جو بات کہی ہے نا' بس وہیں آپ غلطی کر رہی ہیں۔ نہ کوئی میرا الو ٹیڑھا ہے اور نہ میں اسے سیدھا کرنا چاہتا ہوں۔ آپ سیدھا سیدھا یہ بتائیے کہ آپ اپنی بیٹی کا حصول کیوں نہیں چاہتیں؟"

"تمہارا کیا خیال ہے اس سلسلے میں؟" وہ دانت پیس کر بولی۔

"صرف ایک۔"

"کیا؟"

"یہی کہ آپ جانتی ہیں کہ ثانیہ خلجی جہاں بھی ہے' وہاں اپنی مرضی سے رہ رہی ہے اور آپ نہیں چاہتیں کہ کوئی اسے تلاش کر کے واپس یہاں لے کر آئے' ایک سیدھی سیدھی سی بات ہے کہ اس کے وہاں رہنے میں آپ کی مرضی بھی شامل ہے۔"

"حد سے زیادہ بھونکنے والے کتے کو آخر کار یا تو زہر دے دیا جاتا ہے یا گولی مار دی جاتی ہے۔" اس کا لہجہ بگڑ گیا اور حسن فیروز ایک دم اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

"سنو' تمہیں ان الفاظ کا مطلب بتانا پڑے گا۔" حسن فیروز کی زبان بھی بدل گئی تھی اور لہجہ بھی۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"حد سے زیادہ بھونکنے والا کتا کون ہے۔" حسن فیروز بولا اور یہ حقیقت ہے کہ حسن فیروز کے چہرے پر پھیلے ہوئے خوفناک تاثرات سے وہ یک دم خوفزدہ ہو گئی' اس نے کہا۔

"آخر تم میری بات سمجھتے کیوں نہیں ہو۔ میں جو کچھ کہہ رہی ہوں۔"

"باقی بکواس کرنے سے پہلے' مجھے یہ بتاؤ کہ بھونکنے والا کتا کون ہے اور کسے گولی مارنے کی بات ہو رہی ہے؟"

"تم..... تم..... تم حد سے آگے نہیں بڑھ رہے۔"

"ابھی نہیں بڑھا لیکن اس کے بعد بڑھنے والا ہوں بھونکنے والا کتا کون ہے۔"

"بھئی میں نے تم لوگوں سے نہیں کہا' تم سمجھتے کیوں نہیں ہو میں نے تم سے نہیں کہی یہ بات' کیا کچھ نہیں ہو سکا ہے اس سلسلے میں' کیا کچھ نہیں ہو سکا' میں نہیں جانتی'

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

لیکن یہ بات میرے ذہن میں ہے' صرف میرا خیال ہے کہ ہوسکتا ہے وہ اپنی مرضی سے اس گھر سے دور ہو' بس میں تمہیں کیا بتاؤں اور کیوں بتاؤں؟ تم سمجھتے کیوں نہیں ہو؟ کوئی معمولی سا اسکینڈل بھی ہماری خاندانی عزت کو خاک میں ملا سکتا ہے اگر وہ زندہ ہے اور اس نے اپنے لئے کسی منزل کا تعین کرلیا ہے تو ہمیں بھی ایسا راستہ اختیار کرنا چاہئے جو ہم سب کے لئے محفوظ ہو اور..... اور تم یہ سمجھ لو' تم یہ سمجھ لو..... کہ..... کہ میں اپنی خاندانی عزت اور اپنا وقار قائم رکھنا چاہتی ہوں' بہت سے حالات کا تمہیں علم نہیں ہے رانا اختیار خلجی اس سطح کا انسان نہیں ہے جس سطح پر میرا اپنا خاندان ہے' اب جب تم بدتمیزی پر اتر ہی آئے ہو تو مجبوراً تمہیں مطمئن کرنے کے لئے میں اپنی زبان کھول رہی ہوں۔

اس انداز میں کھڑے ہوئے ہو تم جیسے میرے الفاظ مجھے مارو گے' جیسے..... جیسے۔" اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور وہ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد بولی۔

"ہاں' میرے خاندان میں ابھی تک کسی کو ان حقیقتوں کا علم نہیں ہے' نہ جانے کس کس طرح ہم نے اپنی عزت چھپا کر رکھی ہوئی ہے۔ میں..... اگر تم میرے اوپر یہ الزام لگانا چاہتے ہو کہ میں نے جان بوجھ کر ایسا کوئی عمل کیا ہے' تو لگا لو یہ الزام تمہاری زبان کون روک سکتا ہے' کیونکہ تم رانا اختیار خلجی کے بلائے ہوئے ہو' رانا بہرحال میرے شوہر ہیں' میں ان سے منحرف نہیں ہوسکتی' لیکن رانا وہ بات نہیں سوچ رہے جو میں سوچ رہی ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رانا کا اپنا خاندان اس حیثیت سے منظرعام پر نہیں ہے جبکہ میرے لئے اپنے اس گھر کی عزت اور وقار کو قائم رکھنا ضروری ہے اور اپنے میکے والوں کو بھی مطمئن رکھنا ضروری ہے' ہم نے ساری باتوں کو ابھی تک انتہائی طور پر خفیہ رکھا ہے اور اگر یہ بات زبان سے باہر آگئی تو تم جانتے ہو کہ ہر جگہ پھیل جائے گی' میں اس معاملے کو مکمل طور پر خفیہ رکھنا چاہتی ہوں' سمجھ رہے ہو نا یہ بات اور اب بھی اگر سمجھ میں نہیں آئی تو میری طرف سے جہنم میں جاؤ اور تم..... تم انتہائی وحشی اور جانور قسم کے آدمی ہو' تم مجھے..... تم مجھے انسان معلوم ہی نہیں ہوتے' میں تم سے عمر میں بڑی بھی ہوں' کس طرح کھڑے ہوگئے ہو میرے سامنے' بولو..... بولو' جواب دو جو کچھ میں کہہ رہی ہوں' وہ تمہاری سمجھ میں آرہا ہے یا نہیں؟"

"آپ کو معلوم نہیں ہے خاتون' میں بیمار آدمی ہوں' میری دماغی کیفیت بالکل درست نہیں ہے میری پھوکڑی میں کھوڑا ہے' کیسے بتاؤں آپ کو؟" کمبخت حسن فیروز

نے اس انداز میں کہا کہ عجیب و غریب کیفیت ہونے کے باوجود اسے ہنسی آگئی اس نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"میں اس بات کو کبھی نہیں بھول سکوں گی کہ تم نے مجھ سے اس طرح بدتمیزی کی ہے۔"

"بابا ایک بیمار آدمی کو تو ہر شخص ہی معاف کردیا کرتا ہے' ویسے محترمہ اب اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں رہا ہے کہ آپ کے ذہن میں یہ خیال موجود ہے کہ ممکن ہے آپ کی بیٹی اپنی مرضی سے کہیں رہ رہی ہے۔"

"یہ الفاظ کہتے ہوئے تم اس لئے نہیں جھجک رہے کہ ابھی تم عمر کی اس منزل میں نہیں ہو' جہاں رشتوں کی نزاکتیں شروع ہوجاتی ہیں' سنو یہ لفافہ اپنے پاس رکھ لو' پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ کیا تم واقعی وادی ہنگاریہ جانے کے لئے تیار ہو؟"

"ہاں..... ہمیں جانا ہے۔"

"میں تمہیں بتاؤں دراصل وہ ایک بھٹکی ہوئی لڑکی تھی اس نے جس ماحول میں آنکھ کھولی اس میں اسے چاروں طرف سے پذیرائی ملی' خدمت گزار اس کے قدموں میں لوٹنے والے اس کی ہر جنبش پر ایک لمحے کے لئے سب کچھ کرنے کے لئے آمادہ ہونے والے' لیکن نہ جانے کیوں وہ ذہنی طور پر بھٹک گئی اس نے زندگی کے دوسرے رخ کو زیادہ پسند کیا اسے امیری اور دولت سے نفرت تھی' وہ اپنی زندگی میں تبدیلی چاہتی تھی اور اکثر کہتی تھی کہ "زندگی ان آزاد پنچھیوں کی مانند ہونی چاہئے جو اپنی مرضی سے فضاؤں میں پرواز کرتے ہیں۔ وہ ننھے ننھے پرندوں کو کھلی فضا میں لیٹی ہوئی دیکھتی رہتی تھی اور اس کی آنکھوں میں رشک کے آثار ہوتے تھے۔ وہ ان پرندوں کی تقدیر پر ناز کرتی تھی' ہم اسے بتاتے تھے کہ ان کی زندگی میں کتنی' تیز بارش میں ان کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ہوتی۔ تند ہوائیں ان کی زندگیاں ختم کردیتی ہیں تو وہ ہنس کر کہتی کہ "زندگی تو یہی ہے کیا موت اس نرم مخمل کے بستر پر نہیں آسکتی' کیا یہ مضبوط دیواریں موت کے راستے روک سکتی ہیں' اگر نہیں تو فضاؤں میں آزادی کا ایک دن لاکھوں برس کی زندگی سے کہیں زیادہ قیمتی کیوں نہیں ہوسکتا۔" وہ بس اسی قسم کی باتیں کیا کرتی تھی۔ دیوانی نہیں تھی وہ' بڑی ہوش مند تھی' لیکن اس کا انداز فکر بہت مختلف تھا اور ہم اس کے انداز فکر کو نہیں بدل سکتے تھے یہی وجہ تھی کہ اکثر وہ رحمان شاہ کے پاس چلی جاتی تھی' بلکہ وہ اپنے چچا کے پاس جانے کے لئے بے چین ہوا کرتی تھی۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"ایک بات اور بتایئے خاتون.....؟"

"ہاں پوچھو۔"

"رحمان شاہ صاحب کس قسم کے آدمی ہیں؟"

"میں اس سلسلے میں اپنا تبصرہ محفوظ رکھتی ہوں۔"

"کیوں؟"

"بس۔"

"نہیں' یہ بھی بتا دیجئے پلیز.....؟"

"مطلب کیا ہے تمہارا.....؟"

"کیا کسی بھی شکل میں ثانیہ خلجی کی اس گمشدگی میں رحمان شاہ کا ہاتھ ہو سکتا ہے؟"

"ایک لفظ نہیں کہوں گی اپنے منہ سے چاہے تم کچھ بھی کہتے رہو۔"

"اس کا مطلب ہے کہ ہو سکتا ہے۔"

"ٹھیک' تو پھر فرض کیجئے اگر وہ مجھے حاصل ہو جائے تو میں کیا کروں۔"

"ہاں اس کے لئے بھی میرے پاس ایک حل موجود ہے۔" وہ بولی۔

"کیا؟"

اس نے اپنے اندرونی لباس سے ایک اور چھوٹا سا لفافہ نکالا اور میری طرف بڑھاتی ہوئی بولی۔

"معاوضے کے طور پر اگر تم یہ لفافہ قبول کرلو' جس میں رقم موجود ہے تو میں یہ چھوٹا سا لفافہ تمہیں دینے کے لئے تیار ہوں۔"

"اس چھوٹے سے لفافے میں کیا ہے؟"

ایک ایسی چیز کہ اگر وہ تمہیں مل جائے تو اس لفافے کو اس کے حوالے کر دینا' میں پورے اعتماد سے کہہ سکتی ہوں کہ اس کے بعد تمہارے بہت سے مسئلے آسان ہو جائیں گے۔"

اور آپ یہ بتانے پر تیار نہیں کہ اس لفافے میں کیا ہے؟"

"ارے تم کیسے انسان ہو' کمال کی بات کرتے ہو' میں سب کچھ بھاڑ میں جھونک سکتی ہوں' تم مجھے غصہ دلا رہے ہو' یہ سب کچھ جو میں برداشت کر رہی ہوں اس میں میری اپنی غرض بھی پوشیدہ ہے ورنہ تم کیا سمجھتے ہو' میرے پاس ایسے ذرائع موجود ہیں کہ ابھی ایک لمحے کے اندر اندر تمہاری گردنیں اڑا دی جائیں کیا سمجھتے ہو تم مجھے۔"

"ایک منٹ..... ایک منٹ' ذرا نوٹوں والا لفافہ مجھے دیجئے۔" حسن فیروز نے کہا اور اس نے وہ لفافہ حسن کی طرف بڑھا دیا حسن نے لفافہ لے کر اپنے لباس میں رکھ لیا' پھر بولا۔

"یہ دوسرا لفافہ انہیں دے دیجئے۔ انچارج میں ہوں یہ نہیں۔" میں نے حیرت سے حسن فیروز کو دیکھا تو وہ پھر بولا۔

"تعمیل ہو۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے لفافہ لیتے ہوئے کہا۔

"آپ نے کہا ہے کہ اگر وہ مجھے مل جائیں' میرا مطلب ہے ثانیہ خلجی تو میں یہ لفافہ انہیں دے دوں۔"

"ہاں۔"

"اور اس کے بعد سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا؟"

"ہاں' اس کے امکانات ہیں۔"

"لیکن اس کے امکانات کیسے ہو سکتے ہیں کہ تجسس سے مجبور ہو کر میں یہ لفافہ نہیں کھول لوں گا!" میں نے معنی خیز لہجے میں اس سے کہا۔

"اس سلسلے میں تمہیں صرف ایک بات بتا سکتی ہوں میں کہ جب تک تم یہ لفافہ نہیں کھولو گے' تمہارا فائدہ ہو گا۔"

"وہ کیسے؟"

"ساری باتیں ایک دم بتانے کے لئے نہیں ہو سکتیں۔"

"لفافہ لے لو اسسٹنٹ۔ اور وعدہ کرلو کہ اگر ثانیہ خلجی ہمیں دستیاب ہو گئیں تو ہم یہ ان کے ہی حوالے کریں گے اور اسے درمیان میں نہیں کھولیں گے۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر لفافہ اس کے ہاتھوں سے لے لیا تھا۔

"اس سلسلے میں اور کوئی خاص بات؟"

"بس اور کچھ نہیں' ہو سکتا ہے تمہاری روانگی سے پہلے یہ ملاقات ایک آدھ بار اور ہو جائے' لیکن فی الحال میں تمہیں خدا حافظ کہوں گی' ہو سکتا ہے میری تم سے دوسری ملاقات مشکل ہو جائے' لیکن اس بات کا خیال رکھنا کہ وقت سے پہلے لفافہ کھولنا تمہارے لئے بے حد مضر ہو سکتا ہے۔"

"آپ کہہ رہی ہیں تو یقیناً ایسا ہی ہو گا۔"

"ہم آپ کی ہدایت پر حرف بہ حرف عمل کریں گے آپ ہماری طرف سے بالکل

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

مطمئن رہیں۔" حسن فیروز نے کہا تو وہ بولی۔

"ٹھیک ہے۔" پھر اس کے بعد وہ ہمارے کمرے سے چلی گئی تھی۔

صورت حال اب کچھ کچھ سمجھ میں آرہی تھی حالانکہ اب تک یہ حیرت ہوتی رہی تھی کہ اگر سلمیٰ خلجی ثانیہ کی سگی ماں ہے تو اپنی بیٹی سے یہ انحراف کیسا' حسن فیروز نے تو اس سلسلے میں ایک پوری کہانی ترتیب دے دی تھی' تنہائی میں اس نے کہا۔

"اب تو بات تمہاری سمجھ میں آگئی ہوگی اور اگر نہیں سمجھ میں آئی تو اپنے انچارج سے سوالات کرو۔"

"جی انچارج صاحب' کیا فرماتے ہیں آپ اس سلسلے میں۔"

"سیدھی سی بات ہے کہانی کی ترتیب اس طرح ہوتی ہے کہ جناب رانا اختیار خلجی بذات خود خلجی ہی خلجی ہیں اور ان کا پورا خاندان خلجان میں مبتلا رہا ہے یعنی جیب میں پھوٹی کوڑی نہیں رہی اور وہ جو رانا صاحب ہے نا' اور انہیں جو اختیارات حاصل ہوئے بس یوں سمجھو کہ تقدیر سے لاٹری نکل آئی اور لاٹری میں نکلی محترمہ سلمیٰ' جنہیں بحالت مجبوری خلجی بننا پڑا اور رانا صاحب کے خلجان کا شکار ہوگئیں۔ اب رانا صاحب نے رانا بننے کے بعد نہ جانے کیا کیا گل کھلائے ہوں گے یہ تو دادا جان ہی جانیں' جن کا رانا صاحب کے ساتھ گہرا تعلق رہا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ جس سرکشی کا اظہار محترمہ سلمیٰ خلجی نے کیا ہے اس سے ان کی فطرت ظاہر ہوتی ہے اور پھر ثانیہ بھی ان کی بیٹی ہے۔ ماں نے لازمی بات ہے کہ بیٹی کو باپ کی اوقات بتائی ہوگی۔ اب میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ بیٹی باپ سے کسی طور منحرف ہوگی' لیکن ماں کی طرف سے فطرت میں جو ضد ملی ہے اس نے یقینی طور پر ثانیہ خلجی کو بھی کسی مشکل میں گرفتار کرا دیا' میں عشق و محبت کو مشکل ہی کہتا ہوں جب برا وقت انسان کو آواز دیتا ہے تو وہ عشق وغیرہ کے جنجال میں پھنس جاتا ہے اور پھر ایک ایسی نظر نہ آنے والی پھانسی کے پھندے میں لٹک جاتا ہے جس سے اس کا دم بھی نہیں نکلتا' لیکن وہ بے دم ہی رہتا ہے۔ خیر اسسٹنٹ یہ تو رہی ذرا ادبی گفتگو یعنی وہ ادبی گفتگو جسے سوکھے سڑے شاعر اور ادیب ادب کہتے ہیں۔ حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ ان الفاظ میں جس قدر بے ادبی ہے کسی اور چیز میں نہیں' بات ہو رہی تھی محترمہ سلمیٰ خلجی کی۔ تھوڑا بہت علم ہوگا بیٹی کے بارے میں کہ وہ کس قسم کی ہے' ہوسکتا ہے یہاں بھی محبت کا کوئی جال بکھرا پڑا ہو اور محترمہ ثانیہ کے پنجے اس جال میں پھنسے ہوئے ہوں اور وہ اس میں الٹی لٹک رہی ہوں۔ رحمان شاہ صاحب چچا ہیں' ہوسکتا ہے چاچو کو محبت آگئی ہو

اور بھتیجی کی کچھ مدد کر ڈالی ہو۔ ویسے یار کیا واقعی ہم یہ لفافہ نہیں کھولیں گے۔"

"سنو' مائی ڈیئر مسٹر انچارج کرنل صاحب نے جو اختیارات مجھے سونپے ہیں ان میں یہ گنجائش ہے کہ کبھی کبھی میں انچارج صاحب کی ناک میں نکیل ڈال دیا کروں۔

"نکیل نہیں یار ناک میں سوراخ ہوجائے گا۔ اس کا کیا ہوگا؟" حسن فیروز نے برا مانے بغیر کہا۔

"رقم کا لفافہ لے کر تم نے غلطی کی ہے۔"

"دیکھو' اس دنیا میں سب سے بڑا تنازعہ دولت کا ہے۔ باقی ساری باتیں مان لوں گا میں تمہاری' لیکن یہ رقم۔"

"خیر' تم اسے رکھ لو' میرا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے اور جب کرنل صاحب اس بارے میں مجھ سے رپورٹ طلب کریں گے تو ظاہر ہے میں اس رقم کے بارے میں ان سے تذکرہ ضرور کروں گا۔"

"اور یقیناً تمہیں اس سے دلی خوشی حاصل ہوگی۔" حسن فیروز نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"حسن ساری باتیں مانوں گا تمہاری' کوئی ایسا غیر اخلاقی عمل مت کرنا جس سے مجھے تم سے منحرف ہونا پڑے۔" حسن خاموش ہوگیا تھا پھر دوسرے دن کی گفتگو انتہائی سنجیدہ رہی' وہ تقریباً بارہ بجے کا وقت تھا جب رانا اختیار خلجی میرے پاس پہنچ گئے ان کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا کہنے لگے۔

"تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔"

"کہاں۔"

"میں تمہیں ایک ایسی شخصیت سے ملوانا چاہتا ہوں جس سے مل کر تمہیں یقینی طور پر خوشی ہوگی۔"

"ایسی کون سی شخصیت ہے؟"

"یہ اس سے ملاقات کے بعد ہی معلوم ہوجائے گا تمہیں۔"

"ٹھیک ہے!" حالانکہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی' یہاں چنار پور میں میری کو ئی شناسا شخصیت ہوسکتی ہے جس سے مل کر مجھے خوشی ہو' پھر لنچ کے بعد ہم رانا صاحب کی کار میں بیٹھ کر چل پڑے۔ وہ شخص جو ان کے ساتھ آیا تھا کار ڈرائیو کر رہا تھا اور شاندار قیمتی کار میں ہم دونوں بیٹھے ہوئے تھے۔ رانا صاحب بھی ہمارے ساتھ تھے کار ایک

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk
رنگین کہکشاں ☆ حصہ اول

ایسی عمارت کے سامنے جاکر رکی جو سرخ پتھروں سے بنی ہوئی تھی۔ چھوٹی سی لیکن خوشنما عمارت کے صدر گیٹ سے داخل ہونے کے بعد کار پورچ میں رک گئی۔ وہ شخص جو کار ڈرائیو کر رہا تھا ہمارے ساتھ ہی تھا اور عام شخصیت نہیں معلوم ہوتی تھی۔ ہاں' پورے پورے تجسس کے ساتھ جب ہم اس بڑے کمرے میں داخل ہوئے جو خوبصورت فرنیچر سے آراستہ تھا۔ ایک صوفے پر اس شخصیت کو بیٹھے دیکھ کر ہمارا دم خشک ہوگیا' جو میرے لئے محترم بھی تھی اور معظم بھی بلکہ سب کچھ ہی تھی۔ کرنل ہمایوں تھے جو خاموشی سے بیٹھے ہمیں دیکھ رہے تھے۔ حسن فیروز جس تیزی سے کمرے میں داخل ہوا تھا اتنی تیزی سے واپس پلٹا تھا۔ دروازے پر پہنچا تھا تو دروازہ کھول کر باہر نکلنے کی کوشش کی تھی یہ الگ بات ہے کہ دروازہ اس طرح بند ہوا تھا کہ حسن فیروز کی کافی کوشش کے بعد بھی نہیں کھل سکا' جب کہ ہم تینوں کرنل ہمایوں کے پاس پہنچ گئے تھے۔ حسن فیروز نے دروازہ کھولنے میں ناکام ہوکر ہماری جانب دیکھا اور پھر دانت نکال کر آگے بڑھ آیا اور کرنل ہمایوں نے اس کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ رانا اختیار خلجی بیٹھ گیا تھا۔ تب کرنل نے کہا۔

"گل مراد رانا صاحب سے میری ملاقات ہوچکی ہے اور انہوں نے مجھے تمام تفصیلات بتا دی ہیں۔ یقینی طور پر یہاں آنے کے بعد تم دونوں نے وہ سب کچھ سن لیا ہوگا جس کے لئے میں نے تمہیں یہاں بھیجا ہے اور اب میں چاہتا ہوں کہ تم روانہ ہوجاؤ' میں اس سے تمہارا تعارف کرا دوں۔ یہ شخص بڑے کام کی چیز ہے اس کا نام علی دانش ہے۔ علی دانش یوں سمجھ لو ان پہاڑیوں کا کیڑا ہے جہاں تمہیں روانہ ہونا ہے۔ اس کے وسائل بھی ہیں اور ہنگاریہ کے قرب و جوار میں جو قبائل آباد ہیں ان قبائل کے سربراہوں سے اس کے تعلقات بھی ہیں' کچھ عرصہ قبل یہ ایک سرکاری افسر تھا اور ان علاقوں میں تعینات رہ چکا ہے۔ اس وقت یہ تمہاری مدد کے لئے موجود ہے اور مجھے خوشی ہے کہ تم اس کے ذریعے بہت سے مشکل مسائل حل کرلو گے' پروگرام میں کچھ تبدیلی کرنا چاہتا ہوں میں اور اس کے لئے میں نے پہلے ہی رانا اختیار خلجی سے کچھ معذرت کرلی ہے۔ تبدیلی یہ ہے' جسے تم غور سے سن لو رحمان شاہ خلجی' رانا اختیار حسین کا بھائی۔ ہرچند کے وہ سگا بھائی نہیں ہے لیکن پھر بھی ان لوگوں کے درمیان بے حد محبت اور ایک دوسرے سے ایثار و ہمدردی ہے۔ البتہ میرا انداز فکر ذرا مختلف ہے' میں تمام رشتوں کو مانتا ہوں لیکن اس کے ساتھ ساتھ میری زندگی کے تجربات میں ایک بہت بڑا تجربہ یہ ہے کہ ایک بدبخت چیز جسے ہم دولت کہتے ہیں ہمیشہ رشتوں کے درمیان زہر قاتل ثابت ہوئی ہے اور اس دولت کے ہاتھوں ہمیشہ میں نے رشتوں کو مفلوج ہوتے دیکھا ہے۔ چنانچہ ہم اعتبار کی ہر منزل میں قدم رکھتے ہوئے ڈرتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ کہیں دولت راستے میں مزاحم تو نہیں ہے چنانچہ میرا نظریہ ہے کہ ہر رشتے کو پہلے پرکھ لیا جائے آنکھیں بند کرکے خودکشی کرلینا موت کو گلے لگالینے کے لئے تو بہتر چیز ہے لیکن انسان اگر مرنا نہ چاہے تو ہمیشہ اپنے اطراف سے باخبر رہے۔ میں نے ایک خانہ رحمان شاہ کا بھی رکھا ہے۔ خیال تو یہ تھا کہ یہاں سے تم سیدھے رحمان شاہ کے پاس جاؤ گے اور اس سے معلومات حاصل کرو گے' لیکن بہتر ہے کہ پہلے رحمان شاہ کا بھی جائزہ لے لو اور یہ اندازہ لگالو کہ وہ اس معاملے میں کس حد تک مخلص ہے۔ جب تمہیں اس حقیقت کا علم ہوجائے کہ رحمان شاہ ہر طرح سے اپنے بھائی کا وفادار اور اپنی بھتیجی کے سلسلے میں مخلص ہے تو پھر تم بے شک اس کی ہر مدد قبول کرلو' لیکن یوں نہ ہو کہ تم اپنے ہاتھوں سے اپنی ہی گردن کاٹ لو' اور ان لائنوں پر کام شروع کردو جن پر کوئی تم سے کام کرانا چاہتا ہے۔ رانا اختیار خلجی' میری بات کا برا نہ ماننا' میں بھی اپنے دو بچوں کی زندگی داؤ پر لگا رہا ہوں ہر وہ کام نہیں کروں گا جس کے تم خواہش مند ہو۔"

"نہیں' کرنل' کیا آپ نے میری کسی بات سے یا میرے چہرے کے تاثرات سے یہ سب کچھ محسوس کیا۔"

"نہیں۔"

"ٹھیک' تو پھر آپ مجھ پر کوئی شک نہ کریں کرنل۔"

"ہاں' مسٹر گل مراد اور جناب انچارج صاحب اس سلسلے میں کوئی سوال۔"

"جی ہاں' میں ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور سب چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔ میں نے علی دانش کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"مسٹر علی دانش اس معاملے کے مکمل رازدار ہیں یا کچھ باتیں ان سے پوشیدہ رکھنی ہوں گی۔"

"علی دانش کو رانا اختیار خلجی نے ہم سے متعارف کروایا ہے۔ رانا علی دانش کے بارے میں تم تفصیل بتاؤ۔"

"بچپن سے ہم دونوں نے ایک ساتھ پرورش پائی ہے۔ علی دانش ہمارے خاندان کے ایک ایسے مخلص شخص کے صاحبزادے ہیں جس نے پوری زندگی ہمارے دادا کے ساتھ گزاری اور ان کے دوستوں میں رہے' نتیجہ یہ ہوا کہ علی دانش سے میرے بچپن

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

کے تعلقات چلتے رہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کبھی کسی کی مدد قبول نہیں کی' علی دانش نے اپنے طور پر ملازمت کی۔ البتہ ریٹائرڈ ہونے کے بعد میں نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا اور یہ میرا گہرا دوست جو کافی عرصے سے ممالک غیر میں زندگی بسر کررہا تھا' واپس آگیا اور اس کے بعد میں نے ایک مجبوری کیفیت میں اسے اپنے ساتھ منسلک کرلیا۔ میرے اور اس کے درمیان کوئی غیریت کا رشتہ نہیں ہے۔ اسے تمام تفصیلات معلوم ہیں لیکن ریٹائرڈ ہونے کے بعد یہ وقت گزارنے کے لئے ملک سے باہر چلا گیا تھا کیونکہ اس کی بیوی کا انتقال ہوچکا ہے اور یہ لاولد ہے۔ بس یوں سمجھ لو کہ میرا انتہائی مخلص ساتھی ہے۔"

"ٹھیک ہے' یہ اچھی بات ہے۔"

"مجھے تھوڑا سا وقت درکار ہے۔ کیا میں اجازت طلب کرسکتا ہوں۔" علی دانش نے کہا۔

"ہاں' ضرور!" اور علی دانش وہاں سے چلا گیا تو رانا اختیار خلجی نے کہا۔

"وہ خود اتنا مخلص انسان ہے کہ ہم پر مسلط رہنا نہیں چاہتا اور اسی غرض سے وہ یہاں سے اٹھ گیا ہے لیکن میرے خیال میں ایسی کوئی پرائیویٹ بات نہیں ہے جو ہمارے درمیان ہو۔"

"پرائیویٹ بات ہے۔" میں نے کہا اور حسن فیروز چونک کر مجھے دیکھنے لگا' اس کی آنکھوں میں غصے کے تاثرات نظر آئے اور اس نے جلدی سے وہ لفافہ جس میں نوٹ رکھے ہوئے تھے نکال کر سامنے رکھ دیا اور بولا۔

"محترمہ سلمیٰ خلجی نے رقم کا یہ لفافہ ہمیں دیا ہے۔"

"وہ اس بات کی خواہش مند ہیں کہ ہم پوری محنت اور دیانت کے ساتھ ان کی بیٹی کو تلاش کریں اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ جب ان کی بیٹی حاصل ہوجائے گی تو یہ رقم دوگنی کردی جائے گی۔" میں نے جلدی سے بات برابر کرنے کی کوشش کی۔ صورت حال ذرا سی غلط ہوگئی تھی ایک اور لفافہ بھی تھا جو بہرطور مجھے پوشیدہ رکھنا تھا۔ حسن فیروز نے اس وقت واقعی حماقت کا ثبوت دیا تھا۔ وہ یہ سمجھا کہ میں ان لوگوں کو سلمیٰ خلجی کی کہی ہوئی باتوں کی تفصیل بتانے جارہا ہوں۔ چنانچہ اس نے اپنی پوزیشن صاف کرلی اور رانا اختیار کہنے لگا۔

"سلمیٰ ایک پراسرار معمہ ہے۔ بس بے چاری کو یہ احساس کھائے جاتا ہے کہ کہیں یہ بات منظر عام پر نہ آجائے۔ ہم نے بڑی مشکلوں سے اپنی عزت بچائے رکھی ہے کرنل صاحب' کیا بتائیں آپ کو کس ذہنی مشکل کا شکار ہیں ہم' اٹھارہ مہینے ہوگئے' پورے اٹھارہ مہینے' ہم سولی پر لٹکے ہوئے ہیں۔"

"خیر مگر تم لوگوں نے یہ لفافہ کیوں قبول کیا؟"

"آپ یہ سمجھ لیجئے کہ یہ زبردستی ہم تک پہنچا دیا گیا ہے اور ہم نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ اسے محفوظ رکھیں گے اور بعد میں رانا اختیار صاحب کو واپس کردیں گے کیونکہ بیگم صاحبہ نے قسم دلائی تھی کہ اس بارے میں کسی کو کچھ نہ بتایا جائے یہ ان کی طرف سے ہمارے لئے ایک پیشگی انعام ہے۔ بہرحال حسن نے کہا تھا کہ ہم یہ لفافہ اپنے پاس نہیں رکھیں گے بلکہ کرنل صاحب کے ذریعے اسے واپس کرا دیں گے حسن ذرا جلدی بازی کر گئے ہیں لیکن بہرحال اس نے آپ تک پہنچانا ہی تھا۔"

"اسے میرے پاس رہنے دو' بعد میں اس کا فیصلہ ہوجائے گا۔ اب تم یہ بتاؤ کہ روانگی کے لئے تیار ہو۔"

"ہاں۔"

"اور تم کیا کہنا چاہتے ہو رانا اختیار خلجی۔"

"صرف یہ کہ جو طریقہ کار آپ نے متعین کیا ہے کرنل' اس کے لئے علی دانش بہترین انسان ثابت ہوگا۔ یہ لوگ چونکہ وادی ہنگاریہ سے مکمل طور پر واقف نہیں ہیں اس لئے علی دانش ان کا بہترین مددگار ثابت ہوگا اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ان کے حق میں بھی بہت اچھا رہے گا۔"

"چنانچہ اب جب کہ تم روانگی کے لئے تیار ہو تو طے یہ کیا گیا ہے کہ ہمیں سے تمہارے سفر کا آغاز ہوگا اور علی دانش بے شک تم سے الگ رہے گا لیکن ہر جگہ تمہارے ساتھ موجود ہوگا اور اپنے وسائل کے ساتھ تم پر نگاہ رکھے گا کوئی اور سوال؟"

"نہیں۔"

"بس ٹھیک ہے تو پھر مجھے اجازت رانا اختیار!"

"کرنل اگر مجھے میری بیٹی واپس مل گئی تو یہ اس خاندان پر تمہارا احسان ہوگا۔" کرنل نے ہم دونوں کو گھورا اور پھر آہستہ سے کہا۔

"مزید کوئی ہدایت نہیں کروں گا میں تمہیں اوکے۔"

پھر کرنل کمرے سے باہر نکل گئے تھے۔ رانا اختیار خلجی بھی ان کے پیچھے پیچھے چلا گیا

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

تھا۔ اور ہم دونوں بے وقوف ایک دوسرے کی صورت دیکھتے رہ گئے تھے۔ حسن فیروز زمین پر بیٹھ گیا اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ حالانکہ یہ رونا مصنوعی تھا لیکن اسے کون روک سکتا تھا میں نے بوکھلائی ہوئی نگاہوں سے دروازے کی جانب دیکھا اور پھر دوڑ کر دروازے کی جانب گیا اور اسے اندر سے بند کردیا حسن فیروز دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پیٹ رہا تھا۔

"میرے پھوڑے میں درد ہو رہا ہے۔"

"کیوں؟"

"غلطی میری ہے' ہاں غلطی میری ہے میں سمجھا تم اس لفافے کا ذکر کرنے جا رہے ہو۔ ہائے' میں نے ہاتھ آئی ہوئی دولت ہاتھ سے نکال دی۔ ارے خدا مجھے' مجھے' مجھے۔"

"یار بکواس مت کر' بس کھڑا ہو جا' غیر جگہ ہے وہ لوگ آنے والے ہیں۔"

"ارے تم نقصان کا اندازہ کرو' ذرا سوچو تو سہی' ہم کتنے بڑے خسارے سے دوچار ہو گئے ہیں۔ اف ایک دو تیر ہوں تو سینہ برداشت کر جائے' یہاں تو تیروں کی بارش ہو گئی ہے۔"

"میرا دل چاہتا ہے دیواروں سے سر ٹکراؤں۔"

"خیر اب ایسا بھی نہیں ہے' جتنی رقم تم دادا جان سے مانگو گے وہ تمہیں دے دیں گے' زیادہ ڈرامہ مت کیا کرو۔" بڑی مشکل سے میں نے حسن کو اس کی جگہ سے اٹھا کر صوفے پر بٹھایا تھا اور حسن ہائے ہائے کرتا رہا۔ میں نے دروازہ کھول دیا لیکن نہ تو علی دانش اور نہ ہی رانا اختیار ادھر آئے تھے۔ حسن بین کرتا ہوا کہہ رہا تھا۔

ہائے' حنا سے مل کر بھی نہ آئے' ارے کیسے جئے گی وہ ہمارے بغیر اور پھر رافیہ' میرے خدا میں ان حسین عورتوں کو کیسے دل سے نکال دوں۔ یہاں تک کہ رقم بھی اپنے ہاتھوں سے گنوا دی۔ ارے بس کیا کروں؟ ہائے ہائے ہائے۔" وہ سینہ پیٹنے لگا اور اسی وقت رانا اختیار خلجی اندر داخل ہوا۔ میں نے بوکھلا کر حسن کی طرف دیکھا تو حسن نے سینے پر ہاتھ مار کر ایک چٹکی سامنے کی اور بولا۔

"شاید یہاں مچھر ہیں۔"

"مچھر؟" رانا اختیار خلجی حیرانی سے بولا۔ حسن نے چٹکی دیکھی اور آہستہ سے کہنے لگا۔

"نہیں مجھے غلط فہمی ہوئی تھی۔ مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے ایک مچھر نے مجھے

کوٹ میں کاٹ لیا ہے۔"

"کوٹ میں کاٹ لیا ہے۔"

"نہیں میرا مطلب ہے کہ کوٹ کے کالر میں اپنا ڈنک داخل کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن ایسا نہیں ہے اصل میں کوٹ میں نے لانڈری میں دیا تھا اور لانڈری والے پیکنگ کرتے ہوئے کوٹ میں آل پن لگا دیا کرتے ہیں وہ آل پن چبھ رہا تھا میرے سینے میں۔"

"او!" اختیار خلجی نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور پھر سامنے آ کر بیٹھ گیا' پھر بولا۔

"اب تمہارے تمام رابطے علی دانش سے رہیں گے۔ علی دانش بہت اچھا انسان ثابت ہو گا۔ تمہارا سامان بھی میں یہاں تھوڑی دیر تک پہنچوا دیتا ہوں۔ اصل میں' میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہارے مشن کے بارے میں کسی کو تفصیلات معلوم ہوں۔ میرے لائق اور کوئی خدمت ہو تو بتاؤ' ابھی تھوڑی دیر کے بعد علی دانش یہاں پہنچ جائے گا۔ اب میں چلتا ہوں' مجھ سے کوئی کام تو نہیں ہے۔"

"نہیں' شکریہ رانا صاحب۔" میں نے کہا۔ رانا جب دو قدم آگے بڑھے تو حسن فیروز جلدی سے بولا۔

"اگر ممکن ہو سکے تو چار گلاس ٹھنڈا پانی بھجوا دیجئے گا' سرد ہوا چاہئے' یخ جو سینے میں جلنے والی آگ کو بجھا دے۔" رانا اختیار خلجی نے چونک کر حیرت سے حسن فیروز کو دیکھا تھا۔ پھر آہستہ سے باہر نکل گیا تھا۔ حسن فیروز نے صوفے کی پشت سے گردن ٹکائی اور میں اسے گھورتا ہوا اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ اب میں کیا کہتا اس شخص کو جس کے دل میں کسی کے لئے احترام تھا ہی نہیں۔ بہرحال کچھ دیر کے بعد ایک ملازم پانی کا جگ اور گلاس لے کر اندر آ گیا تھا اور حقیقتاً اس پاگل شخص نے چار گلاس ٹھنڈا پانی حلق سے نیچے اتار لیا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔ "اس میں کوئی شک نہیں ہے حسن کہ تم ابنارمل ہو۔"

"یہ بات تمہیں اب معلوم ہوئی ہے اور سنو میں ایسی باتوں سے ناراض ہو جاتا ہوں کیونکہ میرے ابنارمل ہونے کی وجہ اب تمہاری نگاہوں سے پوشیدہ نہیں ہے' سمجھ رہے ہو نا تم!" میں گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا' بات وہ تقریباً ٹھیک ہی کہہ رہا تھا' بہرحال اس کے بعد ہم لوگ اپنے مخصوص انداز میں باتیں کرتے رہے۔ حسن فیروز اس بات سے بہت خوش نظر آ رہا تھا کہ انہیں سیر و سیاحت کا موقع مل رہا ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ ایک ایسے علاقے میں جو اپنی روایات کے لحاظ سے منفرد ہے۔

علی دانش کے بارے میں حسن نے کہا تھا۔

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"یہ حضرت بہتر ہے کہ ہم پر مسلط نہ رہیں۔ بلکہ دور دور سے ہی اپنا کام سرانجام دیتے رہیں۔"

"یہ بات تو پہلے سے ہی بتا دی گئی ہے۔"

"جن لوگوں نے بھی یہ فیصلہ کیا ہے۔ میرے خیال سے دانش مندی سے کیا ہے چونکہ ہم دونوں کے درمیان مستقل طور پر کسی تیسرے کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ آہ میں اس بے چاری حنا اور رافیہ کے لئے افسردہ ہوں' پتا نہیں انہوں نے ہم سے کیا کیا امیدیں وابستہ کر رکھی ہوں گی۔ ہم نے ان کی آرزوؤں پر پانی پھیر دیا۔"

"جی ہاں۔ وہ تو سب آپ سے عشق کرنے کے لئے تیار ہوں گی۔"

"کیا بات کرتے ہو یار' تیار ہوں گی سے تمہاری کیا مراد ہے کیا تم نے ان کے انداز سے محسوس نہیں کیا۔"

"اچھا میرے بھائی اچھا ٹھیک ہے جو کچھ بھی تم سوچ لو وہی درست ہے۔ اب فضول باتوں سے گریز کرو۔"

"یار اگر اجازت دو تو ایک کام کرلوں۔"

"کیا۔" میں نے چونک کر کہا۔

"بس انہیں بتا آؤں کہ پھر ملاقات ہوگی۔ دیکھو نا کیسی غیر اخلاقی حرکت ہے۔ کیا وہ نہیں سوچیں گی کہ ہم ان سے ملے بغیر روپوش ہوگئے۔"

"انچارج صاحب ہوش و حواس قائم رکھیں زیادہ بے ہوشی نقصان دہ ہوتی ہے۔" میں نے کہا اور وہ خاموش ہوگیا۔ علی دانش سے رات کو تفصیلی ملاقات ہوئی وہ کہنے لگا۔

"میں نے یہ بات معلوم کرلی ہے کہ آپ لوگوں نے اس سے پہلے کبھی وادی ہنگاریہ یا اس کے نواحی علاقوں کا رخ نہیں کیا۔ چنانچہ میں نے بڑی تفصیل سے یہ نقشے تیار کئے ہیں اور ان کے مطابق ہم لوگ سفر کریں گے یا پھر ساری صورت حال آپ کے گوش گزار کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ آپ لوگ کس انداز میں کام کا آغاز کرتے ہیں۔"

"پیارے بھائی علی دانش ویسے تو تم شکل و صورت سے خاصے دانشمند نظر آتے ہو اور یہ بھی بتا دیا گیا ہے ہمیں کہ ہمیں ہر وقت تمہارا احترام کرنا ہے لیکن اگر کوئی ایسی چیز جو ہمارے حلق میں اٹک جائے تو اس کے بارے میں اگر تم سے کوئی درخواست کی جائے تو مان لو گے۔" علی دانش خفیف انداز سے حسن فیروز کو دیکھنے لگا اور پھر بولا۔

"جی فرمایئے کیا بات ہے؟"

"وہ اصل میں لفظوں کا استعمال کرتے ہوئے ذرا احتیاط رکھا کرو بہت عرصے سے مجھے قبض کی شکایت ہے حکیم صاحب قبلہ نے خاص طور پر ہدایت کی ہے کہ ثقیل غذا بے شک کھا لو لیکن ثقیل الفاظ سے پرہیز کرنا یعنی انہیں سمجھنے سے بھی اور زبان سے ادا کرنے سے بھی چنانچہ آپ کی بڑی عنایت ہوگی کہ اگر آپ ہم سے سادہ زبان میں گفتگو کریں۔"

"اوہ معافی چاہتا ہوں مگر کیا میں نے کوئی ایسی بات کہہ دی ہے۔"

"نہیں اب تک تو نہیں لیکن آئندہ ذرا احتیاط رکھئے گا۔"

"بہت بہتر۔" علی دانش نے خندہ پیشانی سے کہا لیکن بہرحال مجھے یہ بات پسند نہیں آئی تھی۔ علی دانش نے ایک بڑا کاغذ میز پر پھیلا دیا اور کہنے لگا۔

"احتیاط کے تقاضوں کے پیش نگاہ ہمیں پہلے یہاں سے بانگی جانا ہوگا۔ بانگی تک کا سفر بذریعہ ٹرین کیا جائے گا وہی مناسب ہے۔"

"یہ بانگی کیا ہے؟"

"آپ یوں سمجھ لیجئے کہ یہ وادی ہنگاریہ کا دروازہ ہے۔ ایک پہاڑی مقام جسے آپ خوبصورت کہہ سکتے ہیں۔ وہاں سے ہمیں وادی ہنگاریہ کی جانب سفر کرنا ہوگا اصل میں اس علاقے کے بارے میں مختصر تفصیل یہ ہے کہ یہاں جرگہ سسٹم ہے۔ یہاں کے بارے میں تمام تر فیصلے کرنے کے حقوق یہاں کے سرداروں کو حاصل ہیں اور یہ سردار پروقار شخصیتوں کے مالک ہوتے ہیں۔ یہاں کوئی غیر اخلاقی عمل برداشت نہیں کیا جاسکتا اور ویسے بھی یہ علاقے بڑے صاف ستھرے اور کم از کم ان کثافتوں سے پاک ہیں جنہیں اخلاقی کثافت کہا جاسکتا ہے۔"

"بولتے رہو' پیارے بھائی بولتے رہو پیٹ خراب ہونے کی تمام تر ذمے داری تم پر ہوگی۔"

"میں تو اپنی دانست میں جناب کوشش کر رہا ہوں کہ زیادہ سے زیادہ آسان زبان استعمال کروں۔"

"ہاں' ہاں ٹھیک ہے' ٹھیک ہے' جاری رہو۔"

"ان علاقوں میں کچھ قبائل ایسے ہیں جو ذرا سرکش فطرت کے حامل ہیں۔ یہ لوگ پوست کی کاشت کرتے ہیں اور مختلف راستوں سے پوست غیر ممالک بھیجتے ہیں یہ تجارت بظاہر غیر قانونی ہے لیکن ہمارے لئے وہاں اس قسم کے عوامل ہیں کہ اس تجارت کو غیر

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

قانونی نہیں سمجھا جاتا بلکہ اس کے پس منظر میں کچھ ایسے تصورات بھی ہیں جن پر اگر غور کیا جائے تو مناسب ہی محسوس ہوتے ہیں۔"

"ہم کوئی بین الاقوامی سیاسی بحث نہیں کریں گے کیونکہ ہمارا نقطہ نظر مختلف ہے۔"

"جی بالکل بالکل اس لئے میں اس سے گریز کر رہا ہوں پوسٹ کے یہ سوداگر ذرا سخت مزاج ہوتے ہیں اور انہی میں ایسے لوگ بھی شامل ہیں جو تاوان کی وصول یابی کے لئے ہر طرح کا عمل کر ڈالتے ہیں ہمیں اس سے بھی محفوظ رہنا ہوگا۔ اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آپ لوگ براہ راست رحمان شاہ صاحب کے ٹھکانے پر تشریف لے جائیں گے یا کوئی اور راستہ اختیار کریں گے۔"

"کوئی اور راستہ اختیار کرنے سے تمہاری کیا مراد ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ہمارے پاس ایک ایسا راستہ بھی ہے جسے ہم خفیہ بھی کہہ سکتے ہیں اصل میں پوسٹ کی خریداری کے لئے سوداگر آتے جاتے رہتے ہیں ان میں ہر جگہ ہر رنگ و نسل کے لوگ ہوتے ہیں۔ ہمارے پاس رقم ہونی چاہئے بس باقی سارے معاملات خود بخود حل ہو جاتے ہیں۔"

"کیا یہ رقم لوٹ لی نہیں جاتی؟"

"کچھ اصول ہر جگہ ہوتے ہیں اور بے مثال ہوتے ہیں۔ پوسٹ کی سوداگری ہوتی ہے۔ تاوان کے لئے اغوا کیا جاتا ہے لیکن اگر یہ ظاہر کر دیا جائے کہ آنے والا نیک نیتی سے خود وہاں پہنچا ہے اور کسی نہ کسی کا مہمان ہے مہمان نہ سہی سوداگر ہے تو پھر آپ یہ سمجھ لیجئے کہ اس کی حفاظت کے لئے ہر شخص بندوق سنبھال لیتا ہے اور مجال نہیں کہ اسے کوئی نقصان پہنچ جائے۔"

"ویری گڈ' ویری گڈ کمال کی جگہ ہے بھئی جلدی چلو۔"

"آپ ان نقشوں کو ذہن نشین کر لیجئے۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ ہمیں براہ راست فارسٹ آفیسر رحمان شاہ صاحب کے پاس جانا ہے یا پہلے اپنے طور پر ان کا جائزہ لینا ہے۔"

میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا حسن فیروز نے فوراً ہی اس بات کا جواب نہیں دیا تھا اور میں جانتا تھا کہ وہ اس سلسلے میں میرے بولنے کا انتظار کر رہا ہے۔ چنانچہ کچھ لمحے سوچنے کے بعد میں نے کہا۔

"بہتر ہے کہ ہم پوسٹ کے سوداگروں کی حیثیت سے پہلے سفر کا آغاز کریں اور اس کے بعد جب ماحول سے تھوڑی بہت واقفیت حاصل کر لیں تو پھر رحمان شاہ سے ملاقات

کر کے یہ دیکھیں کہ رحمان شاہ صاحب اپنے طور پر ہماری کیا مدد کر سکتے ہیں۔"

"بہت بہتر تو سب سے پہلے بانگی تک کا سفر ہوگا۔ آپ دونوں تنہا یہ سفر کریں گے لیکن میں اس ٹرین میں موجود ہوں گا۔ آپ مطمئن رہئے۔ اگر کہیں کوئی مشکل مرحلہ درپیش ہوا تو میں اسے سنبھالنے کی ذمہ داری دل و جان سے قبول کرتا ہوں۔"

"ہم نے بھی قبول کیا۔" حسن فیروز سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ پھر تھوڑی سی رسمی گفتگو کے بعد میں نے اس سے کہا۔

"مسٹر علی دانش جس علاقے میں ہم جا رہے ہیں وہاں کے بارے میں آپ نے جو مختصر تفصیلات بتائی ہیں ان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہاں ہمیں خصوصی طور پر محتاط رہنا پڑے گا۔ کیا اسلحے وغیرہ کا بندوبست ہو سکتا ہے؟" علی دانش نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"جیسا کہ آپ کو میرے معزز دوست رانا اختیار نے بتایا کہ ان علاقوں میں ایک طویل وقت گزار چکا ہوں میں اور وہاں کے پولیٹیکل ایجنٹ کا پرسنل اسسٹنٹ بھی رہ چکا ہوں۔ چنانچہ مجھے بہت سی باتوں کی معلومات حاصل ہیں اگر آپ اسلحے کی بات کرتے ہیں تو آپ یوں سمجھ لیجئے کہ میں آپ کو بہترین اسلحہ فراہم کر سکتا ہوں۔" جب علی دانش وہاں سے چلا گیا تو حسن فیروز نے حیرت ناک طریقے سے سنجیدگی سے مجھ سے سوال کیا۔

"ایک بات بتاؤ اصولی طور پر ہمیں پہلے رحمان شاہ کے پاس جا کر اس سے صورت حال معلوم کرنی چاہئے کیونکہ اس کے بعد یہ فیصلہ کرنے میں ہمیں آسانی ہوگی کہ ثانیہ کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا۔ بجائے اس کے ہم رحمان شاہ صاحب تک پہنچیں۔ ہم اِدھر اُدھر کیوں بھٹکنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔"

"شاید تم پہلے ہونے والی گفتگو بھول گئے ہو مائی ڈیئر حسن ہم نے اپنے طور پر یہ بھی سوچا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس سلسلے میں کوئی مشکوک کردار رحمان شاہ صاحب کا بھی ہو کم از کم ہمیں قرب وجوار میں اپنے لئے اتنے راستے بنا لینے چاہئیں کہ اگر کوئی ایسی صورت حال پیش آجائے تو ہم رحمان شاہ کے رحم وکرم پر نہ رہیں۔ بلکہ اپنے طور پر بھی ان علاقوں سے واقفیت رکھتے ہیں۔ ضروری تو نہیں ہے کہ ہم ساری مشکلات کا حل علی دانش کو ہی سمجھ لیں بلکہ ابتدائی طور پر اگر ہمیں علی دانش کے ذریعے کچھ معلومات حاصل ہو جاتی ہیں اور ہم ان علاقوں کے قرب وجوار سے واقفیت حاصل کر لیتے ہیں تو یہ ہماری اضافی حیثیت ہوگی اور ہم اس سے کبھی اور کسی بھی لمحے فائدہ اٹھا سکتے ہیں جب کہ دوسری شکل میں ہمیں صرف رحمان شاہ کے رحم وکرم پر ہی رہنا ہوگا۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"یار تم کیوں اتنی طویل کہانی سنا رہے ہو مجھے' کیا میں نہیں جانتا کہ بات ایسی ہی ہے۔" حسن نے اپنے مخصوص مسخرے پن سے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

"میں جانتا ہوں چیف' آپ نہایت اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک ہیں۔"

"ارے بس وہ میں کیا اور میری اوقات کیا۔" حسن فیروز نے جواب دیا۔ دوسرے دن علی دانش نے تمام انتظامات مکمل کرلئے اور اس کے بعد ہم ایک ٹرین میں سوار ہو کر ایک نامعلوم منزل کی جانب چل پڑے۔ ذہن میں بہت سے خیالات تھے جو عجیب وغریب کیفیات کے حامل تھے۔ ٹرین کے سفر میں نہ جانے کیوں حسن فیروز پر بھی خاموشی کا دورہ پڑ گیا تھا۔ مجھے بھی سوچنے کے لئے وقت مل گیا تھا۔ مختلف سوچوں کے بعد میں نے اس لڑکی کے بارے میں سوچا جس کی تلاش میں ہم جارہے تھے۔ تصویروں میں' میں دیکھ چکا تھا کہ ایک حسین لڑکی تھی اور بلاشبہ اس حیثیت کی حامل کہ اسے چاہا جاسکے۔ اس کے بارے میں سوچ کر ہنسی آگئی تھی کہ آخرکار اس کی ملاقات حسن فیروز سے ہوگی اور حسن فیروز جیسا دل پھینک آدمی بھلا اپنی حرکتوں سے کہاں باز آسکے گا لیکن بہرحال اب مجھے حسن فیروز کو ہینڈل کرنا آگیا تھا وہ طبیعت کا برا انسان نہیں تھا یہ الگ بات ہے کہ ہر حسین عورت کو دیکھ کر پھسل جانا اس کی فطرت میں شامل تھا۔ حسن فیروز میرے سامنے بیٹھا ہوا پلکیں جھپکا رہا تھا۔ بلکہ یوں محسوس ہورہا تھا جیسے اسے نیند آرہی ہو تو میں نے اس سے کہا۔

"ٹرین کے سفر میں عموماً نیند آنے لگتی ہے۔ تم اگر چاہو تو آرام سے برتھ پر جاکر سوسکتے ہو۔"

"یار اب تم ضرورت سے زیادہ آگے بڑھتے جارہے ہو۔" اس نے کہا۔

"اوہو کوئی غلطی ہوگئی؟"

"غلطی نہیں میں یہ سوچ رہا ہوں کہ تمہیں آخر میرے دل کی باتیں کیسے معلوم ہوجاتی ہیں میں واقعی سونا چاہتا ہوں۔" میں ہنسنے لگا۔ حسن فیروز جاکر برتھ پر سوگیا تھا علی دانش کا کہیں پتا نہیں تھا اور میں سوچوں کی دنیا میں گم تھا۔ نہ جانے کیا کیا خیالات میرے ذہن کے پردوں پر ابھر رہے تھے اور آخر کار مجھے بھی نیند آگئی۔ ساری رات کا سفر نہ جانے کس طرح کٹا مجھے کچھ اندازہ نہیں تھا۔ غالباً جس جگہ ہمیں جانا تھا وہ کافی فاصلے پر تھی ورنہ علی دانش نے یہ کہا تھا کہ بانگی پہنچنے کے بعد وہ خود ہمیں اطلاع دے گا اور پھر وہاں کے بارے میں ہدایت کرے گا۔ اس جگہ کے بارے میں مجھے بھی کچھ معلوم نہ تھا کہ

کس حیثیت کی حامل ہے یقینی طور پر اگر کوئی پہاڑی مقام ہے تو پس ماندہ ہوگا لیکن جب ٹرین بانگی کے ریلوے اسٹیشن پر رکی تو میں جاگ رہا تھا اور اس ریلوے اسٹیشن کو دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ اچھے خاصے جدید شہر کا ریلوے اسٹیشن معلوم ہورہا تھا جہاں زندگی پورے طور پر رواں دواں تھی۔ شاید حسن فیروز بھی جاگ رہا تھا کیونکہ چند لمحوں کے بعد وہ بھی برتھ سے نیچے اتر آیا تھا۔ ٹرین رکی تو ہم نے علی دانش کو دیکھا جو ہمارے کمپارٹمنٹ کے سامنے آیا تھا اور ہم دونوں کو جاگتے دیکھ کر اشارہ کرکے آگے بڑھ گیا تھا۔ ہم اپنا مختصر سا سامان اٹھائے ہوئے ریلوے اسٹیشن پر اتر آئے۔ حسن فیروز میری جانب دیکھ کر بولا۔

"یار کیا میرے منہ پر پھٹکار برس رہی ہے۔" میں نے چونک کر اسے دیکھا اور پوچھا۔

"کیوں؟"

"وہ لڑکی ایک نگاہ ڈالنے کے بعد اس انداز سے آگے بڑھ گئی ہے جیسے اسے میرے چہرے میں کوئی دلکشی نظر نہ آئی ہو۔"

"رخ بدل کر دوسری جانب چلو اس کے اثرات تمہارے ذہن سے کم ہوجائیں گے۔"

"نہیں مجھ سے ذرا سی غلطی ہوگئی اصولی طور پر مجھے چاہئے تھا کہ پہلے کمپارٹمنٹ کے واش روم میں جاکر اپنا چہرہ وغیرہ دھو لیتا لیکن خیر اب جو کچھ ہونا تھا وہ ہوگیا آہا دیکھو ادھر دیکھو اس کی چال کتنی دلکش ہے۔"

"حسن یہ پہاڑی مقام ہے اور جس کی چال کی دلکشی کے بارے میں تم بات کر رہے ہو ذرا اس کے عقب میں بھی دیکھ لو۔"

"کب..... کہاں۔" حسن نے کہا۔ ایک لمبا چوڑا آدمی لڑکی کے ساتھ چلا آرہا تھا۔ جس نے اس لڑکی کا سامان اٹھایا ہوا تھا۔ حسن جلدی سے بولا۔

"لاحول ولا قوۃ میں کوئی غلط آدمی ہوں چلو یار آگے بڑھو ویسے یہ علی دانش....."

"ٹھیک ہے چلتے رہو یقینی طور پر ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہ بہتر ہی ہے۔"

"ویسے یہ جگہ نام سے تو یوں محسوس ہوتی تھی کہ جیسے چھوٹا سا ہل اسٹیشن ہو لیکن دیکھ رہے ہو سامنے کی عمارتوں کو اچھی خاصی بلند وبالا عمارتیں نظر آرہی ہیں۔"

"ہاں آؤ دیکھو ان عمارتوں میں ہمارے لئے کیا ہے۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

میں نے کہا اور کچھ لمحوں کے بعد ہم ریلوے اسٹیشن سے باہر نکل آئے۔ ٹیکسیاں کھڑی تھیں' تانگے بھی موجود تھے' آٹو رکشا بھی تھے' زندگی بھرپور طریقے سے رواں دواں تھی اور چھوٹی بڑی عمارتیں بکھری ہوئی نظر آرہی تھیں۔ غالباً یہ کوئی ہل اسٹیشن ہی نہیں تھا بلکہ یقینی طور پر اس کی رونق کی وجوہات کچھ اور بھی تھیں جن کے بارے میں نہ تو علی دانش نے ہمیں بتایا تھا اور نہ ہی سچی بات یہ ہے کہ پوچھنے کی ضرورت پیش آئی تھی بہرحال طے یہ کیا گیا کہ فی الحال کسی ہوٹل میں قیام کریں اور اس کا انتخاب ہمیں خود ہی کرنا تھا۔ ہم تھوڑا سا آگے بڑھے لیکن اس کے بعد میں نے ایک ایسا منظر دیکھا جس نے میری رگوں میں لہو منجمد کردیا ایک ایسی شخصیت میری نگاہوں کے سامنے آئی تھی جسے میں اچھی طرح پہچانتا تھا اور جو مجھے بھی اچھی طرح جانتا تھا اس کی آنکھوں میں مجھے دیکھ کر ایک لمحے کے لئے سرخی نمودار ہوگئی تھی اس کے عقب میں ایک اور دیوہیکل شخص موجود تھا جسے دیکھ کر ہی یہ احساس ہوتا تھا کہ وہ الہ دین کے چراغ کا جن ہے جو انسانوں کو ہاتھوں سے پکڑ کر مسل دیتا ہوگا۔ ایک لمحے کے لئے میرے قدم ٹھٹک گئے تھے جو تربیت مجھے مہارت خان نے دی تھی اور جس کو کرنل ہمایوں نے جلا بخشی تھی۔ وہ ایک لمحے کے لئے نہ جانے کہاں ختم ہوگئی تھی جب کہ حسن فیروز میری کیفیت سے بے خبر پراطمینان انداز سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ اچانک میری طرف متوجہ ہوا اور مجھے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ غالباً اسے میرے چہرے پر ایسی بات نظر آئی ہوگی کہ اس نے محسوس کیا اور جلدی سے بولا۔

"ارے تمہیں کیا ہوا۔"

"حسن وہ دیکھو ادھر دیکھو!" میں نے سہمے ہوئے انداز میں انگلی سے اشارہ کیا اور حسن چونک کر ادھر دیکھنے لگا میری نگاہوں کا مرکز حاجی سراج تھا۔ آہ وہی حاجی سراج جو اب میرا دشمن تھا اور میری ماں نے مجھے اطلاع دی تھی کہ حاجی سراج کو یہ پتا چلا ہے کہ میرے دادا نے اس کے دادا کو قتل کیا تھا اور حاجی سراج پر بھی یہ لازم ہوچکا ہے کہ وہ اپنے دادا کے قاتل کے پوتے سے اپنے دادا کے قتل کا انتقام لے۔ حاجی سراج کے ساتھ جو الہ دین کا جن تھا اس کا نام بادل خان تھا۔ بادل خان کو بچپن سے حاجی سراج نے پرورش کیا تھا اور بادل خان ہر اس بات پر آنکھیں بند کرکے عمل کرتا تھا جو حاجی سراج کی زبان سے نکلے۔ ان دونوں کا یہاں نظر آجانا بڑی ہی خطرناک بات تھی۔ میرے اشارے پر حسن فیروز نے ان دونوں کو دیکھا اور بولا۔

"کیا تم ان دونوں کی جانب اشارہ کر رہے ہو۔"

"ہاں۔"

"مگر کیوں۔ اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟"

"ہے یار۔"

"کیوں۔ کیا بات ہے۔"

"جانتے ہو وہ کون ہے؟"

"کون ہے؟ بھلا میں کیسے جان سکتا ہوں اسے۔"

"یہ حاجی سراج ہے۔"

"اللہ اسے حج مبارک کرے اگر وہ حاجی ہے تو یہ تو اچھی بات ہے۔"

او بھائی تم سمجھتے کیوں نہیں ہو۔ یہ میرا وہی دشمن ہے جس کے بارے میں اس دن میری ماں مجھے بتا رہی تھی اور اس نے مجھے اس سے دور رہنے کی تلقین کی تھی۔"

"ارے باپ رے اچانک ہی حسن فیروز نے میرے پاس سے چھلانگ لگادی اور مجھ سے ہٹ کر کافی دور جاکھڑا ہوا میں نے تعجب بھری نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر مجھے غصہ آگیا۔ میں اسے گھورتا رہا پھر آہستہ قدموں سے چلتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔

"گڈ' ویری گڈ مجھے تم سے یہی امید تھی حسن فیروز۔"

"اور مجھے تم سے یہ امید بالکل نہیں تھی۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ دو بے وقوف آدمیوں سے تم ڈر رہے ہو۔ ارے احمق وہ تمہاری تلاش میں بانگی تو نہیں آئے ہوں گے کسی کام سے آئے ہوں گے اور تمہیں یہاں نظر آگئے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ آخر وہ کون سی مارٹرگنوں سے مسلح ہیں جو تمہیں دیکھتے ہی فوراً گولہ باری کرکے قتل کردیں گے۔ آخر اس میں پریشانی کی کیا بات ہے یہ دو معمولی سے لوگ ہیں جنہیں ہمیں چٹکیوں میں مسل سکتے ہیں۔" میں ایک لمحے تک سوچتا رہا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"یار تمہیں ایک بات بتاؤں میں۔"

"ہاں بولو بتاؤ۔"

"بات اصل میں یہ ہے کہ ہم لوگ بچپن سے اپنی دوستی اور دشمنی کا دھیان رکھتے ہیں۔ تم مجھے پچاس آدمیوں میں ڈنڈا دے کر کھڑا کردو کم از کم پچیس کو زخمی کردوں گا

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

لیکن یہ خاندانی دشمنی توبہ توبہ..... بس اس سے جان نکلتی ہے اور یہ بادل خان' یہ بادل خان نہیں ہاتھی خان ہے ہاتھی خان۔"

"اب مجھے تمہارا دماغ خراب معلوم ہو رہا ہے۔ ارے تم شیر ہو شیر' دادا جان نے تمہیں نہ جانے کیا کیا کچھ سکھایا ہے اور تم تو مہارت خان کا نام لیتے ہو جس نے تمہیں بڑی مہارت سے مارشل آرٹ کا ماہر بنایا ہے۔"

"وہ سب اپنی جگہ ٹھیک ہے پیارے بھائی مم..... مگر او..... او..... اوہو دیکھو' دیکھو دیکھ لیا' آہ دیکھ لیا' آخر دیکھ لیا مجھے۔ اوہو اسی طرف آ رہا ہے' وہ اسی طرف آ رہا ہے۔"

نہ جانے کیوں اس وقت مجھ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ ایسی کیفیت جس پر میں خود جس قدر ہنستا کم تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو گیا ہے۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ بس یہی کہا جا سکتا تھا کہ ابتداء میں جو کچھ ذہن میں ٹھونس دیا جائے وہ بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے اور پھر اس سے پیچھا چھڑانا مشکل ہوتا ہے۔ حاجی سراج میرے قریب پہنچ گیا۔ اس کی نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں اور وہ گہری نظروں سے میرا جائزہ لے رہا تھا۔ میرا بس دم نکلا جا رہا تھا اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں حاجی سراج سے کس طرح آنکھیں ملاؤں۔ ایسے وقت میں حسن فیروز آگے بڑھا اور اس نے حاجی سراج کو سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔" حاجی سراج نے سلام کا جواب حسن فیروز کو دیا تھا اور گھور مجھے رہا تھا۔ پھر اس نے حسن فیروز ہی سے پوچھا۔ "تم کون ہو اس کے؟"

A friend in need is a friend indeed.

"کیا؟" حاجی سراج نے منہ پھاڑ کر اپنے ساتھی بادل خان کی طرف دیکھا پھر بولا۔ "تم کو معلوم ہے میرے دادا کو اس کے دادا نے قتل کیا؟"

No Way. Did he meet a premature death?

"او بھائی تو کیا بک بک کر رہا ہے' میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔ اب مجھے اس سے بات کرنے دے۔" حاجی سراج بولا اور میری طرف رخ کر کے کہنے لگا۔ "کیا نام ہے تیرا؟"

"مسٹر' مسٹر' جسٹ اے منٹ۔" حسن فیروز نے کہا پھر میری طرف رخ کر کے بولا۔ "In this trouble nobody except God can help you."

حاجی سراج سر کھجانے لگا پھر بادل خان کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ "کوئی غلطی ہو گئی ہے۔ وہ جو کہتے ہیں نا کہ اللہ میاں نے ایک ایک شکل کے دس دس بنائے ہیں۔ یہ سڑکیں کھودنے والا بستی دو آبہ کا رہنے والا نہیں ہو سکتا۔" بادل خان نے مجھے نیچے سے اوپر تک گھورا پھر بولا۔

"اگر یہ وہ نہیں ہو سکتا خاناں تو پھر چلو ادھر کیوں وقت برباد کرتا ہو۔" اور پھر وہ دونوں وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ میری جان میں جان آئی۔ حسن فیروز حقارت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

"ہوں' بوقت ضرورت کون کام آتا ہے۔ عقل' صرف عقل۔ یار تم اتنے بزدل آدمی ہو مجھے تمہارے بارے میں یہ اندازہ نہیں تھا۔ چلو خیر اس وقت تمہاری حاجی سراج والی مصیبت ٹل گئی لیکن مجھے صرف ایک بات بتا دو۔ عام حالات میں تم سچ مچ ایک دلیر آدمی ہو۔"

"دیکھو یہ کچھ خاندانی باتیں ہیں۔ انہیں اسی طرح رہنے دو۔" میں نے کہا۔

"اگر تم نے سنجیدگی سے یہ سب کچھ کیا ہے تو پھر مجھے تمہاری نفسیات پر غور کرنا پڑے گا۔"

"میری نفسیات پر غور کرنے کے بجائے اب یہ دیکھو کہ علی دانش کہاں مر گیا۔ ہم لوگوں کو بانگی کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ ہمیں کسی کی انگلی پکڑ کر نہیں چلنا چاہئے بلکہ اپنے طور پر ہمت کر کے آگے قدم بڑھانے چاہئیں بعد میں جو کچھ ہو دیکھا جائے گا۔" یہ کہہ کر حسن فیروز نے آگے قدم بڑھا دیئے۔ بہرحال میں نے بھی اس کا ساتھ دیا تھا۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ حاجی سراج کم بخت یہاں کیا کر رہا تھا۔ حالانکہ میرے علاقے کا ایک بزرگ تھا لیکن وہ کافی خطرناک محسوس ہوا تھا مجھے اور یہ میری فطرت تھی کہ اتنا کچھ سیکھنے کے باوجود جو کچھ ذہن میں بیٹھا تھا' اسے نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔ قبیلوں کی دشمنی کا انجام ابھی تک براہ راست میری نگاہوں کے سامنے نہیں آیا تھا لیکن جو کہانیاں ان کے بارے میں سنی تھیں وہ انتہائی خوفناک ہوا کرتی تھیں اور ان سے میں خوفزدہ رہا کرتا تھا یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اکبری خانم نے کچھ زیادہ ہی خوف میرے دل میں بٹھا دیا ہو۔ تمام باتوں کو نظرانداز کرنے کے بعد بانگی کا جائزہ لیا اور یہ سوچ کر حیرت ہوئی کہ اس خوبصورت شہر کا نام اتنا بے تکا کیوں رکھ دیا گیا ہے۔ یہ بات تو بہت بعد میں معلوم ہوئی

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

تھی کہ بانگی پہلے بہت چھوٹا سا گاؤں تھا لیکن اس کے نواحات میں صنعتی ترقی ہونے کی وجہ سے وہ پھیلتا چلا گیا اور آج وہ چھوٹا سا گاؤں صفحہ ہستی سے نیست و نابود ہو چکا تھا اور اس کی جگہ بانگی وجود میں آ گیا تھا لیکن اس کا نام تبدیل کرنے کی جرأت کسی نے نہیں کی تھی اور وہ آج بھی بانگی تھا۔ ایک خوبصورت ہوٹل کی چوتھی منزل پر ہمیں دو کمرے حاصل ہو گئے۔ دو کمرے خاص طور پر حاصل کئے گئے تھے حالانکہ حسن فیروز نے اس بات پر سخت اعتراض کیا تھا لیکن میں نے اس کے اعتراض کو مسترد کر دیا تھا اور کہا تھا کہ میں الگ کمرے ہی میں رہنا پسند کروں گا۔ وہ بھی کچھ ناراض سا ہو گیا تھا لیکن بہرحال مجھے اس کی ناراضگی کی پروا نہیں تھی البتہ دو تین گھنٹے تک ہوٹل کے اس کمرے میں آرام کرنے کے بعد جب شام ہوئی اور میں نے سوچا کہ حسن فیروز کا جائزہ لے لیا جائے لہٰذا میں اپنے کمرے سے باہر نکلا تو عین اس وقت سامنے والے کمرے سے ایک شخص باہر نکلا اور یہ حاجی سراج تھا جسے دیکھ کر ایک بار پھر میرے اوسان خطا ہو گئے۔ سراج بھی رک گیا تھا۔ مجھے گھورتا رہا پھر اس نے اندر دروازے پر دستک دی۔ میں بھی اس طرح کھڑا ہو گیا تھا جیسے چوہا بلی کو اپنے سامنے دیکھ کر اپنی اعصابی قوتوں کو سمیٹتا ہے۔ دستک دینے سے اندر سے بادل خان باہر نکل آیا تھا۔ حاجی سراج کی اور میری پوزیشن بڑی عجیب تھی۔ ہمارے درمیان میں صرف کوئی دس فٹ چوڑی راہداری تھی۔ اس کم بخت کو بھی عین سامنے والے کمرے ہی میں رہنا تھا۔ حاجی سراج خان نے بادل سے کہا۔ "وہی ہے۔"

"نہیں ہے۔"

"میں کہتا ہوں' وہی ہے۔ میں نے اسے بہت بار دیکھا ہے۔"

"آپ سوچ لو حاجی صاحب۔"

"مگر یہ گٹ پٹ گٹ پٹ کیسے کرتا ہے؟"

"آپ کو معلوم ہے اس نے تعلیم حاصل کیا ہے۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس کا یہ' یہ روپ کس طرح بدل گیا؟"

"ابھی نہیں جانتا حاجی صاحب۔"

"اس سے پوچھو۔" حاجی سراج نے کہا اور بادل خان آگے بڑھ آیا۔ میں خاموش کھڑا تھا۔ بادل خان نے مجھ سے پوچھا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" میں نے کوئی جواب نہیں دیا تو بادل خان نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "بولتا کیوں نہیں' کیا نام ہے تمہارا؟"

عین اسی وقت برابر کے کمرے سے حسن فیروز باہر نکل آیا۔ اس نے یہ کیفیت دیکھی تو آگے بڑھ آیا اور بادل خان کو گھورتے ہوئے بولا۔ "کیا بات ہے مسٹر الیکٹرک پول' کیوں اس کے سامنے کھڑے ہوئے ہو؟"

بادل خان نے حسن فیروز کو گھورتے ہوئے کہا۔ "تم نے مجھے گالی دی ہے۔"

"الیکٹرک پول گالی ہوتی ہے؟"

"کیا ہوتا ہے' میرے کو نہیں معلوم۔"

"پھر اس کا راستہ روک کر کیوں کھڑے ہوئے ہو؟"

"میں اس سے اس کا نام پوچھتا ہوں۔"

"یہ اپنا نام نہیں بتا سکتا۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ یہ گونگا ہے۔"

"کیا؟" بادل خان چونک پڑا پھر حاجی سراج کی طرف مڑ کر بولا۔ "حاجی صاحب یہ بے چارا تو گونگا ہے' جبکہ فضل خان کا بیٹا گونگا نہیں تھا۔"

"او پھر اس سے معافی مانگو ہمیں واقعی غلط فہمی ہوئی تھی۔" حاجی سراج نے کہا اور واپسی کے لئے پلٹ پڑا۔ بادل خان اپنے کمرے میں جا گھسا تھا۔ میں نے حسن فیروز کو دیکھا اور کچھ بولنے ہی والا تھا کہ اچانک ہی حاجی سراج پلٹ پڑا۔ "لیکن اس وقت تو یہ بولا تھا جب تم لوگ مجھے ریلوے اسٹیشن پر ملا تھا۔"

حسن فیروز نے حاجی سراج کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے تمہاری پھوکڑی میں کھوڑا معلوم ہوتا ہے۔"

"کیا؟"

"تم یہ بتاؤ کیا بولا تھا یہ؟"

"کیا بولا تھا' کیا بولا تھا۔ یارا یہ ہماری زبان میں کب بولا تھا؟"

"تو تمہاری زبان ہی میں تو گونگا ہے یہ' بلاوجہ بے چارے کو پریشان کر رہے ہو۔"

"معافی مانگتا ہے' معافی مانگتا ہے۔" حاجی سراج نے کہا اور وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ حسن فیروز خاموشی سے اسے گھورتا رہا تھا لیکن اس کے بعد حاجی سراج وہاں نہیں رکا تھا۔

"یہ یہاں کہاں سے آ مرے؟" حسن فیروز نے پوچھا۔

"یار نکل چلو یہاں سے یہ تو بڑی گڑبڑ ہو گئی۔ پتا نہیں کیا چکر ہے۔ کس کی تلاش

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

میں آئے ہیں یہ لوگ؟"

"تم سے تو بعد میں نپٹوں گا۔ یہ آخر ان کو دیکھ کر تمہیں ہو کیا جاتا ہے؟"

"یار یہ ہماری خاندانی روایات ہیں۔ دشمنی دو ہی صورتوں میں نبھائی جاسکتی ہے یا تو دشمن کے سامنے ہتھیار تان کر کھڑے ہو جاؤ یا پھر اس کے سائے سے بھی بچو۔"

"اچھا فضول باتوں سے گریز کرو میرا خیال ہے کہ علی دانش ضرور کسی حادثے کا شکار ہو گیا ہے۔ اب اس کے بارے میں سوچنا بے کار ہے ہمیں آگے کے لئے فیصلہ کرنا ہے۔"

"آگے کے لئے فیصلہ ہم کر چکے ہیں۔"

"یہاں راہداری میں کھڑے ہو کر۔"

"نہیں۔"

"تو پھر۔"

"آؤ نیچے ہال میں چلتے ہیں پھر ہم ہال میں آبیٹھے تھے ہوٹل کا یہ ریفریشمنٹ ہال بھی بے حد خوبصورت تھا اور اسے دیکھ کر یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ یہ کسی جدید ترین شہر کے ہوٹل کا ریفریشمنٹ نہیں ہے۔ ہر طرح کی آسائشیں یہاں حاصل تھیں۔ مدھم موسیقی فضا میں ابھر رہی تھی ویٹر خاموشی سے اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے ایک میز پر بیٹھنے کے بعد ہم نے اپنے لئے مشروب طلب کر لیا تو حسن فیروز نے کہا۔

"کچھ بوریت ہو رہی ہے طریقہ کار خیر مجھے تو پہلے ہی پسند نہیں تھا لیکن اب اور ناپسندیدہ ہو گیا ہے میرے لئے۔ صورت حال یہ ہے کہ ہمیں فارسٹ آفیسر رحمان شاہ کے پاس جا کر معلومات حاصل کرنا تھی لیکن طے یہ پایا تھا کہ ہم فارسٹ آفیسر کے پاس جانے کی بجائے پہلے اندرونی علاقے میں چل کر ان جگہوں کو دیکھیں جن کے بارے میں ہمیں علم ہو چکا ہے۔"

"ہاں لیکن ایک بڑا عجیب مسئلہ ہے۔"

"کیا۔"

"معلومات کا ذریعہ علی دانش ہی کو بنایا گیا تھا اور علی دانش اچانک ہی غائب ہو گیا ہے۔"

"اب تو میں یہی سوچتا ہوں کہ کہیں وہ واقعی کسی حادثے کا شکار نہ ہو گیا ہو۔"

"اوہو' ادھر دیکھو ادھر۔" اچانک ہی حسن فیروز نے کہا اور میری نگاہیں سامنے

والے دروازے کی جانب اٹھ گئیں۔ دروازے سے اندر داخل ہونے والا علی دانش ہی تھا غالباً اوپر کے کمروں سے ہو کر آیا تھا اور ہمارے کمرے بند دیکھ کر یہاں پہنچا تھا کیونکہ اس کے ہال میں نگاہیں دوڑانے کے انداز سے یہی پتا چلتا تھا کہ اسے کسی کی تلاش ہے پھر اس نے ہمیں دیکھ لیا اور تیر کی طرح ہماری طرف آیا بڑے پُرسکون انداز میں اس نے ایک کرسی گھسیٹی اور بیٹھتا ہوا بولا۔

"پہلے میں آپ لوگوں کے کمروں کی جانب ہی گیا تھا۔"

"تمہیں ہمارے کمروں کے بارے میں کیسے معلوم ہوا علی دانش۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تمہیں کیسے پتا چلا کہ ہم نے اسے ہوٹل میں قیام کیا ہے۔"

"جناب میں نے آپ لوگوں کا یہاں تک تعاقب کیا تھا۔ آپ کو ہوٹل میں کمرا حاصل کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ آپ کے کمرے دیکھنے کے بعد یہاں سے گیا تھا۔"

"تو حاجی سراج کو بھی دیکھا ہو گا۔" میں نے بے اختیار پوچھا۔

"کون حاجی سراج؟"

"چھوڑو یار ان باتوں کو اب یہ بتاؤ مسٹر علی دانش کہ تم غائب کہاں تھے۔"

"اصل میں سب سے پہلے تو مجھے اس بات کا جائزہ لینا تھا کہ آپ کا تعاقب کرنے والا تو کوئی نہیں ہے' کسی کو آپ کے یہاں آنے پر کوئی شبہ تو نہیں ہو سکا ہے۔ اس لئے میں آپ سے ذرا الگ الگ رہ کر صورت حال کا جائزہ لیتا رہا۔"

"ہوں تب تو خیر ٹھیک ہے۔ کوئی ایسی صورت حال سامنے آئی تو نہیں۔"

"نہیں' بالکل نہیں۔"

"ویری گڈ چلو اب بتاؤ کیا کرنا ہے۔"

"آپ لوگوں نے یہ طے کیا تھا کہ رحمان شاہ صاحب کے پاس براہ راست جانے کی بجائے پہلے ان علاقوں کا جائزہ لیں گے جہاں قبیلے کے لوگ رہتے ہیں۔"

"ہاں۔"

"اصل میں' میں سمجھتا ہوں اس سلسلے میں ایک بہت ہی مخصوص علاقہ ہے اس کا نام "راشک" ہے۔ راشک ایک دلچسپ جگہ ہے۔ آپ یوں سمجھ لیجئے کہ پوست کی کاشت کے سوداگر یہاں آتے ہیں تو وہاں قیام کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے راشک ایک عمدہ جگہ بن چکی ہے۔ پہلے وہاں پوست کے سوداگروں کی حیثیت سے تھوڑا سا قیام کر لیں تو کیا

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

زیادہ مناسب نہیں رہے گا۔"

"علی دانش کیا تم اس بات کو بہتر سمجھتے ہو۔"

"نہیں جناب یہ بات اگر آپ کو پسند ہو تو ٹھیک ہے۔"

"تم یہ بتاؤ کہ تمہارا قیام کہاں ہے؟"

"آپ دونوں کے بعد والا کمرہ میرا ہے۔" علی دانش نے کہا اور ہم دونوں واقعی حیرت سے اچھل پڑے۔

"کیا۔"

"جی ہاں۔"

"جھوٹ بولتے ہو۔"

"نہیں جناب بھلا یہ کیسے ممکن ہے۔" علی دانش نے حسن فیروز کو دیکھتے ہوئے کہا جو ہر بات بڑی آسانی سے کہہ دیا کرتا تھا۔ میں نے حسن فیروز کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"کیوں تم یہ بات کیسے کہہ سکتے ہو علی دانش کی مرضی ہے اس نے جہاں بھی کمرہ حاصل کیا ہو۔"

"ٹھیک ہے' ٹھیک ہے' اصل میں یہ شخص ہمارے سامنے بہت زیادہ پراسرار بننے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"نہیں جناب حقیقت یہ ہے کہ اتنی برق رفتاری سے کام کر رہا ہوں کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔"

"ٹھیک ہے' ٹھیک ہے۔ تم برق رفتاری سے کام کرتے رہو اب تو ہمیں پتا چل ہی چکا ہے کہ تم ہمارے برابر والے کمرے میں ہو۔"

"آپ کیا پینا پسند کریں گے مسٹر علی دانش۔"

"جو آپ پی رہے ہیں وہی پلا دیجئے۔" ہم نے مشروب طلب کر لیا اور علی دانش ہمارے سامنے بیٹھا مشروب کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔

"حقیقت یہ ہے کہ مجھے بہت سے انتظامات کرنے ہیں بعد میں آپ جو کچھ بھی سوچیں اور جو کچھ بھی کریں وہ بعد کی بات ہے۔ ویسے میں سمجھتا ہوں کہ ایک نگاہ راشک کا جائزہ لے لینا اچھا ہی رہے گا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو بعد میں وہیں آنا پڑے۔"

"راشک میں قیام کرنے کے لئے کوئی خاص شرائط تو نہیں ہوتیں۔"

"نہیں بس اصل کام وہاں پہنچنا ہے کیونکہ وہاں ایسے لوگ نہیں پہنچ پاتے جن کے اندر ہمت نہ ہو۔ جو ہتھیاروں کا استعمال نہ جانتے ہوں اور جو..... جو....."

"تو کیا وہاں جانا اتنا ہی ضروری ہے میں کہتا ہوں کہ ایسی فضول جگہوں پر قدم رکھنا ایک غیر انسانی عمل ہے۔ انسانیت کا تقاضا ہے کہ انسان ہر ایسی بری جگہ جانے سے بچے جہاں اس کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہو۔ انتہائی فضول بات ہے۔ رحمان شاہ صاحب سے بات کرتے ہیں ان سے معلومات حاصل کرتے ہیں آخر کار کچھ پتا چل ہی جائے گا اور بالآخر ہم اتنے کمزور فطرت کے مالک بھی نہیں ہیں کہ اتنی سی بات کا اندازہ نہ لگا سکیں کہ..... کہ۔"

"فضول باتوں سے گریز کرو مسٹر انچارج ہمیں ہر قیمت پر راشک جانا ہے۔"

"لعنت ہو تم پر۔" حسن فیروز نے کہا اور خاموش ہو گیا۔ علی دانش بہت دیر تک ہم سے باتیں کرتا رہا تھا پھر مشروب ختم کرنے کے بعد وہ بولا۔

"اب میں چلتا ہوں۔ جو انتظامات راشک تک پہنچنے کے لئے ہمیں کرنے ہیں میں ان کے لئے اجازت چاہتا ہوں۔"

"پھر وہ اٹھ کر چلا گیا تھا اور حسن فیروز نے مردہ لہجے میں مجھ سے کہا تھا۔

"کیا تم مجھے اٹھا کر میرے کمرے تک پہنچا سکتے ہو' اصل میں میرے اعصاب جواب دے گئے ہیں۔"

"بعض اوقات اگر انسان اعصابی طور پر مضمحل ہو جاتا ہے تو اسے بالوں سے پکڑ کر اٹھانا زیادہ مناسب رہتا ہے کیونکہ اس کے اعضاء چھونے کے قابل نہیں ہوتے۔ چنانچہ اٹھو۔" میں نے اس کے بالوں کی جانب ہاتھ بڑھایا تو وہ جلدی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"مذاق بھی نہیں سمجھتے یار چلو۔" اس نے کہا اور ہم دونوں اوپر آ گئے پھر حسن فیروز میرے ہی کمرے میں آ گھسا تھا۔ اس نے کہا۔ "تم کبھی کبھی حد سے تجاوز کر جاتے ہو اسسٹنٹ' کیا تمہیں اس بات کا اندازہ نہیں ہے کہ میں تم سے صرف مذاق کر رہا ہوں۔ تمہیں کم از کم اتنی عقل ہونی چاہئے کہ حقیقت اور مذاق کا فرق محسوس کر سکو۔"

"یہ مذاق آپ کس سلسلے میں فرما رہے تھے جناب؟"

"مذاق فرمانے کا کوئی سلسلہ بھی ہوتا ہے کیا' اپنے ماتحتوں سے ہنستے بولتے رہنا چاہئے ورنہ انسان مغرور کہلاتا ہے۔"

"جی' جی یہ تو آپ نے صحیح فرمایا انچارج صاحب۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"چنانچہ اب تم مجھے وہ رپورٹ پیش کرو جو مکمل طور پر تمہارے ذہن میں ہے۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم نے اس سلسلے میں کیا سوچا ہے' کیا غور کیا ہے۔ مجھے معلومات حاصل ہونی چاہئیں۔"

تب میں نے کہا۔ "علی دانش ایک کام کا آدمی ہے۔ جس طرح سے رانا اختیار خلجی نے کہا ہے کہ علی دانش ہمارے لئے بہت سی سہولتیں فراہم کردے گا تو میری رائے تو یہ ہے کہ پہلے ہم ذرا اس جگہ کے بارے میں معلومات حاصل کرلیں۔ یہ دیکھ لیں کہ وہاں پر کیا ہوتا ہے۔ وہاں کے راستے کیسے ہیں۔ جنگل کے ماحول سے بھی تھوڑی واقفیت حاصل ہو جائے گی۔ یہ اندازہ ہو جائے گا کہ پوست کے سوداگر کس طرح سے اپنا وقت گزارتے ہیں۔"

"دیکھو' صورت حال مجھے خاصی مشکوک نظر آتی ہے۔ جو تھوڑی بہت باتیں ہمارے علم میں آئی ہیں' ان سے کچھ عجیب سے اندازے ہوتے ہیں۔"

"مثلاً؟" میں نے سوال کیا۔

"پہلی بات تو یہ کہ رانا اختیار خلجی ایک بے اختیار آدمی ہے۔ یہ بات کھل کر سامنے آچکی ہے کہ جو شان و شوکت ان لوگوں کی نظر آتی ہے وہ درحقیقت رانا اختیار خلجی کی ملکیت نہیں بلکہ بیگم صاحبہ کی طرف سے مہیا ہوئی ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے مان لیا پھر۔"

"اور یقینی طور پر کچھ ایسے معاملات بھی ہوں گے جن میں بیگم صاحبہ اور رانا صاحب کے خاندان میں اختلاف ہوں گے اور یہ بات آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ رحمان شاہ ثانیہ خلجی کا چچا ہے۔"

"جی انچارج صاحب یار سیدھے سیدھے رحمان شاہ کے پاس چلیں تو کیا حرج ہے؟"

"اور اگر تھوڑی سی معلومات ان علاقوں کے بارے میں بھی ہو جائیں تو کیا حرج ہے؟" میں نے کہا اور وہ پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا پھر بولا۔

"اچھا باس وہ ہے جو معمولی سے معمولی انسان کی بات پر بھی غور کرے۔ چنانچہ ٹھیک ہے' اگر تم اس بات کے خواہش مند ہو تو تمہاری اس خواہش کا خیال رکھا جائے گا۔"

میں ہنسنے لگا تھا۔ بہرحال اس کے بعد ہم بانگی کی تفریحات سے لطف اندوز ہونے

لگے۔ علی دانش کیونکہ غائب ہو گیا تھا اور اس کے کمرے میں مسلسل تالا لگا ہوا تھا۔

پھر علی دانش واپس آگیا اور اس نے کہا۔ "میں نے تمام انتظامات کرلئے ہیں جناب اور سب سے پہلی چیز جو میں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں وہ اس وقت میرے کمرے میں ہے۔ کیا آپ میرے کمرے میں تشریف لانا پسند کریں گے؟"

"کوئی حرج نہیں ہے۔" حسن فیروز نے شان سے کہا اور ہم علی دانش کے کمرے میں داخل ہو گئے۔ علی دانش نے جو انتظامات کئے تھے' وہ واقعی دلچسپ تھے اور انہیں دیکھنے کے بعد مجھے خاصا سنجیدہ ہونا پڑا تھا۔ یہ ایک بہت ہی جدید ساخت کا سفری بیگ تھا۔ اس بیگ میں جو کچھ موجود تھا وہ دیکھنے کے قابل تھا۔ سب سے پہلے اس نے ایک چھوٹا سا لیمپ نکالا جو زیادہ سے زیادہ چار انچ چوڑا اور اتنا ہی لمبا تھا۔ سامنے کے حصے میں شیشہ لگا ہوا تھا اور اس کے نیچے ایک بٹن لیکن جب اس نے لیمپ روشن کیا تو یوں محسوس ہوا جیسے کمرے میں سورج اتر آیا ہو۔ اتنی تیز روشنی اتنے چھوٹے سے لیمپ سے منتشر ہو رہی تھی کہ حیرانی ہوتی تھی۔ علی دانش نے کہا۔ "اور یہ مدہم سے مدہم تک ہو سکتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی روشنی ایک چراغ جیسی بھی ہو سکتی ہے۔" اس نے بٹن کو آہستہ آہستہ دبایا اور لیمپ کی روشنی مدہم ہوتی چلی گئی۔

"بہترین چیز ہے۔" حسن فیروز نے پسندیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا پھر علی دانش نے اس لیمپ کو الٹا کرکے رکھ دیا اور اس کے اوپر والے حصے کو تھوڑا سا مختلف طریقوں سے کھسکا کر سیدھا کردیا اب اندر اس میں ایک چھوٹا سا شیشہ لگا نظر آنے لگا تھا اور ایک سفید بٹن نمودار ہو گیا تھا۔

"یہ کیمرہ ہے اور ہے مووی بنا سکتا ہے' اس میں ایک بہت ننھی سی ڈسک لگی ہوئی ہے جو تقریباً ڈیڑھ دن کی ریکارڈنگ کرسکتی ہے اور ریکارڈنگ کے لئے یہ سائیڈ والا بٹن دبائے رکھنا ضروری ہے۔ روشنی کا کوئی مسئلہ نہیں ہے چونکہ یہ ایکسٹرا الٹراوائلٹ ریزر (شعاعیں) رکھتا ہے جو اندر ہی اندر روشنی کے بغیر کام کرتی رہتی ہیں۔"

"کیا تم جادوگر ہو؟" حسن فیروز نے پوچھا۔

"نہیں یہ جادوگری میری نہیں ہے۔ یہ جرمن ساخت کا کیمرہ ہے اور اسے بڑی جدید ٹیکنیک پر بنایا گیا ہے اور آپ کو تعجب ہوگا کہ یہ کیمرہ ہمیں خاص طور پر بھجوایا گیا ہے۔"

"کس نے بھجوایا ہے۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"کرنل ہمایوں نے۔" علی دانش کے الفاظ پر ہم بری طرح چونک پڑے تھے۔

"ہوں دادا جان یہ چیزیں ہمارے حوالے بھی کرسکتے تھے خیر اور تمہاری اس عمرو عیار کی زنبیل میں کیا ہے۔"

"یہ دیکھئے!" علی دانش نے بیگ کے پچھلے حصے کی زپ کھول دی اس میں دو چھوٹے سائز کے پستول نظر آرہے تھے وہ ان کے بارے میں تفصیلات بتانے لگا اور بولا۔

"یہ ننھا سا ایک انچ کا ٹکڑا جو اس پر لگا ہوا ہے یہ ایک نفیس سائیلنسر ہے۔ سب سے بڑی خوبی اس کی یہ ہے کہ اسے آسانی سے لباس میں چھپایا جاسکتا ہے اور جہاں تک اس کے میگزین کا سوال ہے تو آپ کو یہ دیکھ کر بھی لطف آئے گا کہ اس کا میگزین بھی ننھے ننھے چپس پر مشتمل ہے۔ اس کی ٹیکنیک بڑی عجیب ہے میں اسے یہاں استعمال کرکے نہیں دکھاسکتا۔ آپ یوں سمجھ لیجئے کہ یہ بڑے شاندار طریقے سے آپ کے دشمن کا خاتمہ کرسکتا ہے۔"

"گڈ اب آپ یہ بتایئے مسٹر علی دانش ہماری روانگی کب تک ہے۔"

"میں نے یہ کوشش کی ہے بلکہ میں نے کیا کرنل صاحب نے ہمیں جو آسائشیں فراہم کی ہیں وہ یہ ہیں کہ ہم مختصر ترین سامان کے ساتھ اپنی منزل کی جانب روانہ ہوجائیں ایسے چند افراد کا انتخاب میں نے کیا ہے جو اس سلسلے میں ہمارے مددگار ثابت ہوسکتے ہیں اور ان کی مدد سے ہم بہت سے کام کرسکتے ہیں اگر آپ لوگ ذہنی طور پر تیار ہوں تو ہم آج رات کو بارہ بجے اپنے سفر کا آغاز کردیں۔"

"گڈ' یہ وقت کا تعین کسی خاص وجہ سے کیا گیا ہے۔"

"ہاں۔ ہم نہیں چاہتے کہ عام لوگوں کی طرح ہم ان علاقوں میں داخل ہوں جہاں داخل ہونے والوں پر گہری نگاہ رکھی جاتی ہے چیک پوسٹ بنی ہوئی ہیں۔ اصل میں بڑے دلچسپ معاملات ہیں دن کی روشنی میں اگر کوئی گاڑی گزر جائے تو یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ ان میں سیاح ہوں گے اور سیاحوں کو بہرحال ان علاقوں میں جاتے ہوئے پریشان کیا جاتا ہے۔ آپ سمجھ رہے ہیں نا میری بات' شام کے دھندلکوں میں یا رات کی سیاہی میں سفر کرنے والوں کے بارے میں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ پوست کے اسمگلر ہیں اور اس کی خرید و فروخت کا معاملہ کرتے ہیں۔ چنانچہ ایسے لوگوں کے لئے راستے کی آمدورفت کو محتاط رکھا جاتا ہے۔"

"اوہائی گاڈ' اس کا مطلب ہے کہ بڑے اعلیٰ پیمانے پر یہ سارے کام ہوتے ہیں۔"

میں نے کہا۔

"تو آپ کیا سمجھتے ہیں ایسے کام سادگی اور آسانی سے ہوجاتے ہیں؟"

"ٹھیک ہے' ٹھیک ہے اور راستے کے سفر کے لئے کیا تیاریاں کی جارہی ہیں مسٹر علی دانش۔"

"دیکھئے اس وقت تک جب تک میں اپنے اختیارات استعمال کرسکتا ہوں میں آپ کو آسائشیں فراہم کرتا رہوں گا لیکن جب بھی ذرا مشکلات کا لمحہ آئے گا آپ کو اپنے طور پر مستعد ہونا ہوگا۔"

"اس کی تم فکر نہ کرو۔"

"ایک لینڈ کروزر حاصل کرلی گئی ہے جسے ہر طرح سے لیس کرنے کے بعد ہم لوگ آگے روانہ ہوں گے۔"

"ایک بات اور بتاؤ۔"

"جی۔"

"اگر سیاحوں کا کوئی قافلہ شام کے دھندلکوں میں سفر کرے تو اس کے ساتھ بھی وہی رعایت برتی جاتی ہے۔"

"جی بالکل۔"

"ایسی شکل میں کیا ایسے لوگ ان علاقوں میں نہیں داخل ہوئے جو وہاں کوئی کارروائی کرنا چاہتے ہوں۔"

"کیوں نہیں داخل ہوئے لیکن وہ کبھی واپس نہیں آئے۔"

"کک..... کک..... کیا مطلب؟" حسن فیروز نے چونک کر پوچھا۔

"جب ان کی کارروائیوں کا علم ہوجاتا ہے تو پھر ان کی واپسی بڑی مشکل ہوجاتی ہے۔ اب وہ کہاں جاتے ہیں اتنی تفصیل تو میرے علم میں نہیں آسکی۔" علی دانش نے کہا اور حسن فیروز کان دبا کر خاموش ہوگیا لیکن میں ایک عجیب سنسنی محسوس کررہا تھا۔ علاقے بالکل اپنے اپنے لگتے تھے لیکن کم از کم بستی دوآبہ میں ایسا نہیں ہوتا تھا وہ معصوم اور سادہ لوح لوگوں کی بستی تھی یہ الگ بات ہے کہ کہیں دور دراز علاقے میں پوست کے سوداگر اپنی کارروائیوں کو اسی طرح پراسرار رکھتے ہوں جن کے بارے میں مجھے علم نہیں تھا۔ ویسے حقیقت یہ ہے کہ علی دانش بھی مجھے بہت پراسرار شخص نظر آیا تھا اب تک اس نے جو کارروائیاں یہاں آنے کے بعد کی تھیں وہ ناقابل یقین تھیں پتا نہیں بانگی میں

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

اس کے ان چیزوں کو وصول کرنے کے ذرائع کیا تھے لیکن معمولی نہیں معلوم ہوتے تھے اور پھر رات کے اس حصے میں جس کا تعین کرلیا گیا تھا ہم علی دانش کی رہنمائی میں ایک لمبا راستہ طے کرنے کے بعد اس جگہ پہنچ گئے جہاں سے ہمیں اندرونی علاقوں میں سفر کرنا تھا۔

ایک چھوٹا سا پیٹرول پمپ بنا ہوا تھا جس کے عقب میں ریسٹورنٹ بھی بنایا گیا تھا۔ یہاں علی دانش نے کچھ لمحات آرام کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کے بعد وہ ہمیں پیٹرول پمپ کے عقبی حصے میں بنے ہوئے کینٹین یا ریسٹورنٹ میں لے گیا اور یہاں ایک میز پر جس شخصیت کو میں نے دیکھا اسے دیکھ کر میں ایک بار پھر دنگ رہ گیا یقیناً میرے فرشتوں کو بھی گمان نہیں تھا کہ بانگی میں میری ملاقات کرنل ہمایوں سے ہوجائے گی۔ کرنل ہمایوں بالکل بدلی ہوئی شکل میں نظر آرہا تھا۔ ایک موٹا سگار اس کے دانتوں میں دبا ہوا تھا جس کے سلگتے ہوئے سرے سے دھوئیں کی لکیر فضا میں بلند ہورہی تھی۔ وہ گرے کلر پر ریڈ لائنوں والا خوبصورت سوٹ پہنے ہوئے تھا جو اس کی شاندار شخصیت سے بڑا ہم آہنگ تھا۔ اس کے وجود میں کسی قسم کی کوئی کمی نظر نہیں آرہی تھی کسی زمانے میں یہ شخص ملٹری انٹیلی جنس میں ایک بڑا عہدے دار رہ چکا تھا۔ حالانکہ اس کوٹھی کے گھریلو ماحول میں اس کی شخصیت مجھے بڑی عجیب لگی تھی میرے لئے تو وہ خیر ایک رہنما اور ایک مشفق شخصیت کا مالک تھا لیکن اس کے بہت سے پراسرار روپ دیکھ کر میں ہمیشہ دنگ رہ جاتا تھا اس وقت بھی اسے یہاں دیکھ کر میں ششدر رہ گیا تھا اس نے بڑی سرد مہری سے ہمارا استقبال کیا حسن فیروز نے کچھ کہنا چاہا تو وہ انگلی اٹھا کر بولا۔

"جب تک بولنے کی اجازت نہ دی جائے ایک لفظ زبان سے نہیں نکلنا چاہئے سنو گل مراد اب تک تم میری تربیت کے مطابق جس طرح اپنے عمل کرتے رہے رہو میں اس سے مطمئن ہوں اور اس بات کا خواہش مند ہوں کہ آئندہ بھی تم انتہائی ذہانت کے ساتھ اپنے کام سرانجام دیتے رہو گے بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کچھ کاموں میں ذرا الٹ پھیر اختیار کی جاتی ہے۔ مثلاً اب تک تمہارے ذہن میں خیال تک نہ آیا ہوگا کہ کچھ عرصے کے بعد تم تنہا ایک کارنامہ سرانجام دو گے اتنے تنہا کہ حسن فیروز بھی تمہارے ساتھ نہیں ہوگا۔"

"کک..... کک..... کک..... کیا؟"

"میں نے تم سے کہا تھا نا حسن فیروز جب تک تمہیں بولنے کی اجازت نہ دی جائے

تم ایک لفظ اپنی زبان سے ادا نہیں کرو گے۔"

"مم مگر دادا جان....."

"شٹ اپ۔" کرنل ہمایوں کا لہجہ اتنا خونخوار تھا کہ حسن فیروز کی زبان بند ہوگئی لیکن اب اس کے چہرے پر مظلومیت کے آثار نظر آنے لگے تھے اور میں اپنے طور پر یہ سوچ رہا تھا کہ یہ کیا قصہ ہے یہ تو بالکل انوکھی بات ہوگئی۔ اس سے پہلے تو میرے علم میں ایسا نہیں تھا۔ کرنل ہمایوں نے کہا۔

"اور اس ریسٹورنٹ میں تم جو بھی کھاؤ پیو گے وہ میرے یہاں سے جانے کے بعد کیوں اس وقت تمہارے لئے کوئی چیز منگوانا ڈسپلن کے خلاف ہوگا۔ میں تمہیں صرف ہدایت دینا چاہتا ہوں اور یہ ہدایات اس وقت صرف تمہارے لئے ہیں گل مراد۔

"یس سر۔" میں نے مستعدی سے کہا۔

"بارہ بجے کے بعد تمہارے سفر کا آغاز ہوگا اور تقریباً ایک بجے ایک گھنٹے کے سفر کے بعد تم ایک ایسی جگہ پہنچ جاؤ گے جہاں پکی سڑک ختم ہوجاتی ہے اور وہاں سے علاقہ غیر شروع ہوجاتا ہے۔ یہاں تمہیں ایک چھوٹا سا کیبن ملے گا اس کیبن میں تمہاری ملاقات ایک شخص سے ہوگی جو غلام حیدر کے نام سے اپنا تعارف تم سے کرائے گا یا پھر ہوسکتا ہے کہ خود غلام حیدر اس وقت وہاں موجود نہ ہو اور تم سے کوئی اور ملاقات کرے لیکن جو کوئی بھی ہوگا اگر اس کیبن سے باہر آئے گا تو یوں سمجھ لو کہ غلط آدمی نہیں ہوگا۔ سامان کا یہ بیگ جو علی دانش نے تمہیں دیا ہے تمہارے پاس رہے گا اور اس وقت تم ایک مہم جو کی حیثیت سے اس شخص سے تعاون کرو گے اور جس طرح وہ کہے گا اس طرح سے عمل کرو گے۔ وہ جو الفاظ تم سے ادا کرے گا ان کا مناسب جواب دینا اب تمہاری ذمے داری ہوگی کیونکہ مکمل طور پر تم اس شخص پر بھی بھروسا نہیں کرسکتے۔ سمجھ رہے ہو نا میری بات۔"

"جی سر۔" میں نے جواب دیا۔ ایک لمحے کے لئے دل کو افسوس بھی ہوا تھا کہ حسن فیروز جیسا دلچسپ آدمی مجھ سے جدا ہوجائے گا لیکن یہ کرنل ہمایوں بڑی عجیب وغریب شخصیت کا مالک تھا لمحے لمحے اپنے منصوبوں کو تبدیل کرنے والا البتہ اب تک اس کے بارے میں جو اندازہ میں نے لگایا تھا وہ یہی تھا کہ وہ ضرورت کے مطابق سوچتا ہے پتا نہیں اس بات میں کیا مصلحت تھی۔

"اور کوئی سوال؟"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"نہیں جناب میں سمجھتا ہوں اور کوئی سوال نہیں ہے۔"

"اس سے آگے کے معاملات کو تم زیادہ بہتر سمجھتے ہو۔"

"کیا میں اس شخص سے پورا پورا تعاون کرسکتا ہوں جو وہاں مجھے کیبن سے برآمد ہوکر ملے گا۔"

"ہاں لیکن میں تمہیں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ بعض معاملات میں تمہیں فیصلے اپنے طور پر کرنا ہوں گے اور شاید اس کی ضرورت دیر سے ہی پیش آئے وہ شخص تمہیں کیا سمجھتا ہے تمہارے لئے کیا کرتا ہے یہ اس کی باتوں سے ظاہر ہوجائے گا تم بالکل محتاط رہنا۔"

"جی۔" کرنل ہمایوں ایک دم اٹھ کھڑا ہوا اس کا انداز مشینی تھا اور پھر اسی مشینی انداز سے وہ وہاں سے باہر چلا گیا۔ علی دانش خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ حسن فیروز نے اسے غصیلی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور تمہیں یہ بات معلوم تھی کہ یہاں اس پیٹرول پمپ تک آنے کے بعد ہمارے ساتھ یہ سلوک ہوگا۔" علی دانش بے اختیار مسکرا اٹھا اور پھر بولا۔

"نہیں جناب آپ یقین کیجئے کرنل صاحب کے معاملات کسی کو نہیں معلوم ہوتے۔"

"یار کمال ہے۔ یہ کرنل صاحب ہیں کیا چیز' مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے یہ کریلے کی کسی بیل میں کریلے کی طرح اگ آئے ہوں کڑوے کسیلے اور تم تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے جاسوس اور مہم جو بننے کے لئے پیدا ہوئے تھے۔ ابے زبان سے کچھ پھوٹ نہیں سکتے تھے یہاں تک لانے کے بعد اکیلا چھوڑ دیا آخر میرا ہوگا کیا؟ او بھائی علی دانش دیکھ یار میں الٹے دماغ کا آدمی ہوں تیری حیثیت کچھ بھی ہو برا مانے تو مان جانا لیکن مجھے بتا دے یار کہ اسے تو تم لوگ ان جنگلوں و پہاڑوں میں جھونک دو گے میرا کیا اچار بنے گا۔

یہ کرنل ہمایوں اور جہانگیر بس میں کیا کہوں مغلوں کی بادشاہت کا خاتمہ ہی اسی وجہ سے ہوا تھا۔ دوسروں کو بے وقوف سمجھتے رہے۔ یہاں تک کہ ہندوستان انگریزوں کے حوالے کردیا۔ یار کمال ہے بس کیا کہوں کیا نہ کہوں۔"

حسن فیروز بڑبڑاتا رہا۔ علی دانش نے آرڈر بھی نہیں لیکن دیا تھا بہت عمدہ قسم کی کافی سینڈوچز کے ساتھ آکے میز پر رکھی گئی تو حسن فیروز نے چونک کر ویٹر سے پوچھا۔

"کیا تمہاری منگنی ہوئی ہے؟"

"جی سر!" ویٹر تعجب سے بولا۔

"میں پوچھ رہا ہوں کیا تمہاری منگنی ہوئی ہے؟"

"صاحب میرے تین بچے ہیں۔"

"تو یہ پھر کس خوشی میں لائے ہو۔"

"وہ صاحب آرڈر دے کر گئے تھے اور بل کی آپ فکر نہ کیجئے گا وہ بل ادا کرکے گئے ہیں۔"

"کون صاحب؟"

"وہی جو تھوڑی دیر پہلے آپ کی میز پر بیٹھے ہوئے تھے۔"

"چلو شروع ہوجاؤ دادا جان کا مال ہے۔ دشمن کا مال سمجھ کر ٹوٹ پڑو۔" حسن فیروز نے کہا اور سینڈوچز پر ٹوٹ پڑا میں بھی مصروف ہوگیا تھا پر میرا ذہن اس نئی مشکل میں الجھ گیا تھا کیا واقعی میں تنہا رہ کر کوئی ایسا کام سرانجام دے سکوں گا۔ کرنل ہمایوں کی کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی پہلے تو یہ کہ وہ رانا اختیار خلجی کے معاملے میں اس قدر ملوث ہوگیا تھا کہ براہ راست دو بار مجھ سے ایسی جگہوں پر ملاقات کرچکا تھا جہاں مجھے اس کی موجودگی کی کوئی توقع نہیں ہوسکتی تھی پھر یہ کہ جو پراسرار طریقہ کار انہوں نے اختیار کیا تھا اس میں بھی ایک ذرا سی الجھن تھی الجھن یہ تھی کہ اگر صورت حال مجھے بتا دی گئی تھی تو اصولی طور پر مجھ پر بھروسہ کیا جانا چاہئے تھا اور مجھے میرے اقدامات میں تنہا چھوڑ دینا چاہئے تھا لیکن کرنل جگہ جگہ آموجود ہوتا تھا اور نئی ہدایات دی جاتی تھیں لیکن اگر غور کیا جاتا تو اس میں بھی میرے لئے آسانیاں تھیں۔ شاید کرنل کے ذہن میں یہ تصور ہوگا کہ میں پہلی بار ایسی کوئی مہم سرانجام دے رہا ہوں لہٰذا کسی جگہ دھوکا بھی کھا سکتا ہوں لیکن ساری باتیں اپنی جگہ' حسن فیروز سے علیحدگی اب عجیب سی لگتی تھی پھر تمام معاملات سے فارغ ہونے کے بعد جب ہم لینڈ کروزر میں بیٹھ کر اپنی منزل کی جانب چلے تو حسن فیروز واقعی نروس نظر آرہا تھا جب کہ علی دانش ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور ہم لوگ پیچھے بیٹھے تھے۔ اچانک حسن فیروز نے کہا۔

"جیسا باپ ویسا بیٹا۔"

"کیا مطلب۔"

"کچھ الٹ بول گیا ہوں۔"

"پھر وہی سوال کروں گا کیا مطلب۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"مطلب یہ جیسا بیٹا ویسا باپ۔"

"یار کس کے بارے میں کہہ رہے ہو۔"

"ان دونوں فوجیوں کے بارے میں جن میں سے ایک کرنل جہانگیر اور دوسرے ہمایوں۔" مجھے ہنسی آگئی تو حسن فیروز کہنے لگا۔

"اب دیکھو نا' اچانک بیٹھے بٹھائے یہ چکر چلادیا خیر کیا یاد کریں گے کرنل صاحب میں ایسے ناکوں چنے چبواؤں گا کہ زندگی بھر یاد رکھیں گے۔ خوشامد نہ کریں اگر مجھے تم تک پہنچانے کے لئے تو میرا نام بھی حسن فیروز نہیں ہے۔ وہ جو کہتے ہیں نا کیا کہتے ہیں یا چھوڑو جو کچھ بھی کہتے ہوں گے وہ دیکھو شاید وہ چیک پوسٹ نظر آرہی ہے۔" اور پھر گاڑی رک گئی علی دانش ہی سارے معاملات سے نمٹتا تھا۔ چنانچہ چند ہی لمحوں کے بعد لینڈ کروزر آگے بڑھ گئی اور اس کے بعد یہ سفر خاموشی سے جاری رہا۔ پھر تقریباً کوئی بیس منٹ تک ہمیں مزید سفر کرنا پڑا تھا اور اس کے بعد لینڈ کروزر رک گئی تھی اور علی دانش نیچے اتر آیا' اس نے ہم سے بھی نیچے اترنے کے لئے کہا۔

"آہ۔ اس جنگل بیابان میں اب کیا ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ میں تمہارے لئے یہیں بیٹھ کر فاتحہ خوانی کرلیتا ہوں۔" حسن فیروز نے کہا اور آلتی پالتی مار کر زمین پر بیٹھ گیا اور علی دانش ہنستے ہوئے بولا۔

"نہیں جناب اس جنگل میں کم از کم درندے نہیں ہیں۔"

"یار یہ بات مجھ سے مت کہا کرو بس ان الفاظ سے مجھے چڑ ہوتی ہے۔"

"آپ براہ کرم اٹھیئے۔ ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے جاؤ تمہیں سپرد خدا کیا۔ زندہ بچ جاؤ تو واپس آجانا ورنہ فکر نہ کرنا تمہاری ایک جعلی قبر بنا کر میں اس پر مجاور بن کر بیٹھ جاؤں گا۔ جھنڈے کا رنگ بتاتے جاؤ کون سے رنگ کا جھنڈا اس قبر پر لگاؤں۔ ویسے جھنڈے اور دھندے میں فرق نہیں ہوتا ایک آدھ لفظ کے الٹ پھیر سے جھنڈا دھندا بن جاتا ہے۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ دھندا وہ بھی اچھا ہے اور اگر ذرا سا بھی غور کرو تو خوبصورت لڑکیاں منتیں مرادیں مانگنے آتیں ہیں اب یہ الگ بات ہے کہ ان میں سے زیادہ تر اپنی شادی کی دعائیں مانگتی ہیں۔"

"مسٹر پلیز ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے واپس چلنا ہے اور آپ گل مراد آپ آگے بڑھ جایئے وہ ایک مدہم سی روشنی نظر آرہی ہے آپ کو یہ وہ کیبن ہے جہاں آپ کو مطلوبہ شخص مل جائے گا۔"

"او کے حسن' دیکھیں گے کیا معاملات طے ہوتے ہیں۔" میں نے کہا اور حسن فیروز نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اپنی جگہ سے اٹھا اور لینڈ کروزر میں جا بیٹھا پھر میں نے گاڑی کو اسٹارٹ ہو کر واپس مڑتے ہوئے دیکھا تھا اور اس کے بعد ایک جھرجھری سی لے کر چونک پڑا تھا۔ یہاں سے میری اصل شخصیت کا آغاز ہونا تھا چنانچہ جب لینڈ کروزر کی سرخ روشنیاں نگاہوں سے اوجھل ہوگئیں تو میں نے اس کیبن کی جانب نظریں دوڑائیں اور پھر ادھر چل پڑا۔ سڑک جہاں آکر ختم ہوگئی تھی وہاں سے نیچے تھوڑی سی گہرائی تھی مجھے اس گہرائی میں اترنا پڑا اور پھر راستے کی خطرناک کیفیت سے بے نیاز ہو کر میں اس کیبن کی جانب چل پڑا کینوس کا بیگ میرے شانوں پر مضبوطی سے کس کر بندھا ہوا تھا۔ اس میں ضرورت کی بہت سی اشیاء موجود تھیں لیکن میں ایک نئے گل مراد کو جنم دینا چاہتا تھا' زندگی کی اس پہلی مہم میں مضبوط پیمانے سے میرے سینے میں ایک چٹان ابھر آئی اس چٹان میں خوف یا پریشانی کا کوئی عنصر نہیں تھا بلکہ ایک دلیری کا احساس ہوتا تھا میں نے اپنے ذہن سے سارے خیالات مٹا دیئے تھے اور یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ اب جو کچھ بھی کرنا ہے اپنے طور پر کرنا ہے کسی کی کوئی ضرورت نہیں ہے حسن فیروز اگر ساتھ ہوتا تو تھوڑی سی دلچسپیاں بے شک رہتیں لیکن کام میں دقتیں پیش آسکتی تھیں۔ اب مجھے اپنی ساری توجہ اپنے کام کی جانب مبذول کرنا تھی اور اس کے بارے میں سوچنا تھا کیونکہ سب سے پہلی اس مہم میں' میں کرنل کے معیار پر پورا اترنا چاہتا تھا چنانچہ میرے قدم تیزی سے اس کیبن کی جانب بڑھ رہے تھے جس میں مدہم سی روشنی نظر آرہی تھی اور اسی روشنی میں مجھے آگے کے بارے میں سارے فیصلے کرنے تھے۔ میں لکڑی کے اس کیبن کے پاس پہنچ گیا۔ مجھے ایک دم احساس ہوگیا تھا کہ اندر کوئی موجود ہے۔ میرا سفری بیگ میرے ساتھ موجود تھا اور اس میں جو کچھ تھا وہ میرے لئے باعث تقویت بھی تھا انداز اس طرح کا رکھا تھا میں نے کہ اگر چاہتا تو ایک لمحے کے اندر اندر ہر طرح کی صورت حال سے نپٹنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کرسکتا تھا۔ بہرحال میرا اندازہ درست نکلا جیسے ہی میں کیبن کے قریب پہنچا کوئی کیبن سے باہر نکل آیا اور میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو وہ کوئی سکھ تھا اس نے سکھوں جیسی پگڑی پہن رکھی تھی اور اس کے بدن پر فوجی انداز کا لباس تھا۔ یہ دونوں چیزیں میرے لئے باعث حیرت اور ناقابل یقین تھیں۔ کسی سکھ کی یہاں موجودگی کا بھلا کیا تصور کیا جاسکتا ہے۔ وہ ایک لمبے چوڑے بدن کا آدمی تھا۔ چہرے پر وہی مخصوص انداز کی داڑھی' مجھ سے کہنے لگا۔

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"آیئے جی آپ ہمیں دیکھ کر حیران تو ہوئے ہوں گے لیکن کبھی کبھی انسان کو بڑی حیرانی ہوتی ہے۔"

"کیا تم نے سکھ کا میک اپ کیا ہوا۔" میں نے سوال کیا۔

"نہیں جی ہمارا نام ہی بلرام سنگھ ہے بلرام سنگھ' پیار سے ماں باپ بلو کہہ دیا کرتے تھے۔"

"کیا کر رہے ہو یہاں۔"

"آپ کا انتظار۔"

"کیوں؟"

"آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہے۔"

"کہاں؟"

"زیادہ فاصلہ نہیں ہے آگے چل کر گہرائی میں بستی آباد ہے۔ آپ کو راشک ہی جانا ہے نا۔"

"ہاں' جانا تو راشک ہی ہے لیکن۔"

"نہیں جی اگر آپ غلام حیدر صاحب کی بات کرتے ہو تو آپ یوں سمجھ لو کہ انہوں نے ہی ہمیں یہاں بھیجا ہے اور کہا ہے کہ آپ کو ان کے پاس لے آیا جائے۔"

"ہوں' کیا تم فوجی ہو۔" میں نے سوال کیا اور وہ ہنسنے لگا۔

"نہیں جی فوجی بالکل نہیں میں' مگر فوج میں تربیت حاصل کی ہے۔ آپ آجاؤ جی ہمارے ساتھ ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے تھوڑا سا فاصلہ طے کرنا پڑے گا۔ یہ سامان آپ ہمیں دے دو۔" میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا علی دانش یا کرنل ہمایوں نے اس بارے میں ذرا برابر کوئی بات مجھے نہیں بتائی تھی اور یہ سب کچھ بڑی عجیب سی کیفیت کا حامل تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میرے لئے یہ بات بڑی پریشان کن تھی کہ مجھے غلام حیدر کی جگہ ایک بالکل ہی مختلف شخص ملے لیکن بہرحال اس تمام حیرت اور الجھن کے باوجود مجھے کوئی نہ کوئی فیصلہ کرنا تھا۔ اصولی طور پر اس شخص کی بجائے مجھے غلام حیدر سے ملنا چاہئے تھا لیکن بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی فیصلہ کرنے میں دیر نہیں کرنی تھی اگر میں زیادہ ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کرتا تو اس کے حوصلے بڑھ سکتے تھے لیکن استادوں کے قول بھی باکمال ہوتے ہیں اور کبھی کبھی ایسے موقعہ پر کام آتے ہیں کہ انسان اس وقت ان کے بارے میں سوچ بھی نہ سکے۔ ایک بار مہارت خان نے مجھ سے یہ بات کہی تھی کہ "اگر

کوئی ایسی ہی غیر متوقع صورت حال پیش آجائے جو ذہن کو معطل کردے تو انسان صرف ایک کام کرے کہ وہ اپنے وجود کو آتش بنالے اور اس کے بعد اس اندھے کنوئیں میں کود جائے اس کا آتشی وجود اس کا تحفظ کرے گا۔" چنانچہ میں خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑا بلرام سنگھ یا بلو سنگھ مجھ سے ایک قدم آگے چل رہا تھا۔ اس نے وہاں سے چلتے ہوئے کیبن کی روشنی بجھا دی تھی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ مسلح ہے یا نہیں لیکن اس بات کی مجھے پوری پوری توقع تھی کہ اس جگہ کسی کا غیر مسلح ہونا ناممکن ہے وہ یقینی طور پر اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے مسلح ہوگا اور اسے ہونا بھی چاہئے تھا لیکن ایک ایسے شخص کو اگر کسی مرحلے پر قابو میں کرنا پڑے تو اس کے لئے کیا طریقہ کار اور کیا پچویشن ہوگی' اس کے لئے مجھے پہلے سے تیار ہونا ہوگا۔ چند قدم آگے بڑھنے کے بعد مجھ سے بولا۔

"راستہ ذرا ناہموار ہے صاحب' احتیاط سے چلئے' جھاڑیوں کے درمیان کبھی کبھی سرخ رنگ کے بچھو بھی نکل آتے ہیں رات کی تاریکی میں ذرا احتیاط کرنا ہوگی۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور اس کے ساتھ آگے بڑھتا رہا مجھے خاموش پاکر وہ پھر بولا۔

"بات اصل میں یہ ہے جی کہ غلام حیدر صاحب کو آپ کے آنے کی خبر تھی اور آگے جو کام ہوگا نا وہ اسی میں مصروف ہوگئے تھے میرا نام بلو سنگھ یعنی بلرام سنگھ ہے بڑے عرصے سے ان کی خدمت کر رہا ہوں جی انہوں نے مجھے بھیج دیا۔ اصل میں آپ کو یہ تو پتا ہوگا کہ راشک میں ٹھیکیدار جمع ہوتے ہیں۔ میرا مطلب ہے وہ لوگ جو پوست کے سوداگر ہوتے ہیں اور ایسا وقت زیادہ دور نہیں ہے آپ کو راشک کے اس حصے میں پہنچا دیا جائے گا جہاں وہ لوگ ہوا کرتے ہیں۔ بس پھر جی ہماری یہ کوشش ہوگی کہ آپ کو آپ کے اپنے کام میں دشواری پیش نہ آئے۔" میں نے اس کے ان الفاظ پر غور کیا اور ایک لمحے کے اندر اندر محسوس کیا کہ شاید کرنل ہمایوں نے کوئی ایسی صورت حال پیدا کی ہے جس سے یہ احساس ہو کہ میں بھی پوست کے خریداروں میں سے کوئی ہوں۔ حالانکہ یہ ایک خطرناک بات تھی غفلت کا ایک لمحہ بھی میرے لئے موت کا لمحہ بن سکتا ہے۔ چنانچہ مجھے ضرورت سے زیادہ ہی ہوشیار ہونا پڑا۔ میں بلرام سنگھ کے ساتھ چلتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد بلرام نے مجھ سے پھر کہا۔

"اصل میں غلام حیدر صاحب بڑے زبردست آدمی ہیں ایسے آدمی دنیا میں کم ہی ہوتے ہیں جی کیا آپ پہلے ان سے مل چکے ہیں؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"ویسے آپ یہ بتایئے کہ پہلی بار آپ راشک کا سفر کر رہے ہیں۔"

"بلرام سنگھ! اصولی طور پر ہمیں بہت زیادہ باتیں نہیں کرنی چاہئیں میں یہاں غلام حیدر کا انتظار کر رہا تھا اس کی جگہ تم ملے ہو کیا تمہیں میری اصل حیثیت کا اندازہ ہے۔"

"بات وہی آگئی جی' لوگ اصل حیثیت کا تعین کرنے لگتے ہیں فوراً' ارے بھائی انسان کو انسان سمجھتے رہو باقی ساری حیثیت بعد کی بات ہوتی ہے چلو خیر آپ اگر ہمیں کچھ نہیں بتانا چاہئیں تو نہ بتائیں ویسے ایک بات آپ سے پوچھیں اتنا تو کم از کم بتا دو گے۔"

"پوچھو۔" میں نے مختصراً کہا۔

"ہوشیار ہو کر آئے ہونا۔ میرا مطلب ہے کہ اسلحہ وغیرہ تو ہے نا آپ کے پاس۔ بات یہ ہے کہ یہ پوست کے سوداگر کبھی کبھی آپس میں لڑ بھی پڑتے ہیں اور اس وقت افیون کی منڈی موت کی منڈی بن جاتی ہے۔ بڑے بڑے گھپلے ہو جاتے ہیں جی بڑے بڑے جھگڑے ہو جاتے ہیں۔"

"میں آتشی اسلحہ استعمال نہیں کرتا میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ سب سے بڑا اسلحہ انسان کی عقل ہوتی ہے اور عقل سے کام لیا جائے تو مشکل سے مشکل وقت کٹ جاتا ہے۔" بلرام سنگھ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے آگے بڑھتا رہا اور پھر جھاڑیوں والی پگڈنڈیوں سے نکل کر وہ ایک ایسی جگہ پہنچا جسے سڑک تو نہیں کہا جاسکتا تھا کیونکہ سڑک تو اسی جگہ جاکر ختم ہو جاتی تھی جہاں تک ہم لوگ آئے تھے لیکن اس علاقے کو سڑک بنانے کی کوشش کی گئی تھی اور خاصا ہموار کرلیا گیا تھا۔ چنانچہ اس پر چلنے سے کوئی خاص دقت نہیں ہوتی تھی آگے چل کر کچھ مدہم مدہم روشنیاں نظر آرہی تھیں میں نے ان پر نگاہیں جمائیں اور ان کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا۔ باقاعدہ بستی ہی آباد تھی چھوٹے چھوٹے لکڑی کے مکانات تھے۔ بلرام سنگھ نے فوراً ہی میری اس سوچ کو محسوس کرلیا اس شخص میں کچھ اور تھا یا نہیں لیکن کم از کم اس بات سے میں اچھی طرح واقف ہو چکا تھا کہ وہ موقع شناس ہے اور انسان کی سوچوں سے واقف' اس نے کہا۔

"آپ سوچ رہے ہوں گے جی کہ یہ سب کچھ جو نظر آرہا ہے یہ کیا ہے اصل میں یہ تاجروں کے رہنے کے لئے چھوٹے چھوٹے ہٹ بنے ہوئے ہیں انہیں کرائے پر حاصل کیا جاتا ہے۔ ویسے ایک بات سمجھ میں نہیں آئی صاحب جی۔"

"کیا۔" میں نے سوال کیا۔

"آپ رقم تو بہت بڑی لائے ہوں گے بات یہ ہے کہ راشک بہت اچھی جگہ ہے

تاجروں کے لئے یہاں سارے اہتمام کردیئے گئے ہیں وہ اگر چاہیں تو خوبصورت لڑکیوں کے درمیان میں ٹھکانہ بنا سکتے ہیں اور اگر چاہیں تو خشک زندگی بھی گزار سکتے ہیں۔ بات یہ ہے جی کہ جہاں دولت کی ریل پیل ہوتی ہے وہاں ہر وہ شخص جو وہاں تک رسائی حاصل کرسکتا ہے اپنے لئے انتظام کرلیتا ہے۔ دولت کمانے کا شوقین کون نہیں ہوتا اور پھر پوست کی خریداری یہاں بڑے اعلیٰ پیمانے پر ہوتی ہے۔"

"میں یہ سب کچھ نہیں سوچ رہا بلرام سنگھ۔"

"ایں نہیں سوچ رہا مگر میں نے تو سنا ہے کہ خاموشی میں انسان کچھ نہ کچھ سوچتا ہی ہے۔"

"ہاں' میں صرف یہ سوچ رہا ہوں کہ غلام حیدر نے خود یہاں آنے کی بجائے تمہیں کیوں بھیج دیا ہے۔"

"بس جی یہ تو اب آپ انہی سے پوچھئے ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔" آگے چل کر ڈھلان شروع ہوگئی اور ان ڈھلانوں سے راشک کی آبادی صاف نظر آنے لگی۔ خاصی روشنیاں بکھری ہوئی تھیں جب کہ آس پاس کے مناظر تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے ویسے صرف چھوٹے چھوٹے لکڑی کے ہٹ ہی نہیں نظر آرہے تھے بلکہ پکی عمارتیں بھی تھیں جن میں لکڑی بے شک استعمال کی گئی تھی لیکن پہاڑی پتھروں اور بعض جگہ اینٹوں سے بھی کام چلایا گیا تھا۔ تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد بازار بھی نظر آنے لگے گویا راشک جو پوست کی منڈی تھی ایک اچھے خاصے شہر کی حیثیت رکھتی تھی ویسے رات کی وجہ سے یہاں رونق نہ ہونے کے برابر تھی۔ موسم خاصا خشک اور ٹھنڈا تھا بلکہ ایک طرح سے اسے ناگوار کہا جاسکتا تھا کہیں سے موسیقی کی مدہم آوازیں ابھر رہی تھیں اس دوران میں نے خاموشی اختیار کئے رکھی تھی اس نے خود ہی کہا۔

"یہ آواز سن رہے ہو صاحب جی۔"

"یار مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے تم مجھے راشک سے بھی باہر کہیں دور لے جانا چاہتے ہو۔"

"نہیں صاحب جی' یہ بات نہیں ہے آپ نے یہ نہیں دیکھا کہ سڑک جہاں جاکر ختم ہو جاتی ہے وہاں سے راشک کی زندگی شروع ہوتی ہے۔ اصل میں وہی بات ہے کہ آنے والے زیادہ تر دریائی راستوں سے آتے ہیں۔ یہ راستے تو بالکل غیر محفوظ ہیں کبھی کبھی سرکاری دستے یہاں نکل آتے ہیں اور اس وقت پوست کے سوداگروں کو بڑی مشکل کا

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

سامنا کرنا پڑتا ہے خاص طور پر ایسی حالت میں جب انہوں نے کسی کی مہمانیت قبول نہ کی ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"ادھر کے رہنے والے جی اپنے مہمانوں کی بڑی حفاظت کرتے ہیں۔ آپ کسی سے سودا کرلیجئے وہ آپ سے پوچھے گا کہ آپ آسانی سے مال لے کر باہر نکل سکتے ہو یا اس کے لئے بھی اس کی ضرورت پیش آئے گی اگر آپ نے تھوڑی سی رقم اور خرچ کرنے کا فیصلہ کرلیا تو آپ یوں سمجھ لیجئے کہ بہت سی مشکلوں سے بچ گئے آپ۔ سودا ہونے کے بعد یہاں کے لوگ اپنے گاہکوں کو دھوکا نہیں دیتے کیونکہ انہیں آئندہ بھی یہ کام کرنا ہوتا ہے ایسی حالت میں صاحب وہ ہر طرح کی حفاظت کرتے ہیں۔"

"ہوں۔" میں نے صرف اتنا کہنا ہی مناسب سمجھا۔

"ویسے یہاں اور بھی بہت سی تجارتیں ہوتی ہیں۔ اب ساری باتوں کی بتانے کی ذمے داری میرے پاس تو نہیں ہے آگے چل کر آپ کو اور بھی بہت سی باتیں معلوم ہوجائیں گی۔"

"تو میں تم سے پوچھ کب رہا ہوں۔" میں نے کہا اور اس کے بعد ہم اس آبادی میں داخل ہوگئے۔ چھوٹی چھوٹی آبادیاں تھوڑے تھوڑے فاصلوں سے بکھری ہوئی تھیں عمارتیں خاموشی میں ڈوبی ہوئی تھیں حیرت کی بات یہ تھی کہ یہاں باقاعدہ پختہ سڑکیں بھی بنی ہوئی تھیں پھر وہ بکواس کرنے والا شخص ایک عمارت کے سامنے رک گیا۔ ایک منزلہ لیکن کافی وسیع عمارت تھی اور بالکل سنسان نظر آرہی تھی آس پاس کی عمارتوں پر بھی سناٹا طاری تھا اور ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اس وقت کوئی ذی روح جاگ نہ رہا ہو سارے کے سارے لوگ مکانات میں گھسے ہوئے تھے۔ بلرام سنگھ نے دروازے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"بس جی آپ یہاں سے اندر داخل ہوجاؤ نیچے کی سمت جانے کی کوشش نہ کرنا سیڑھیوں پر چڑھتے چلے جاؤ جو آپ کو دروازے کی دوسری جانب نظر آئیں گی اور اس کے بعد اوپر پہنچ جاؤ آپ کو غلام حیدر نظر آجائے گا۔"

"اور تم کہاں جارہے ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"بس جی ہماری ڈیوٹی یہیں تک تھی آپ اندر جاؤ۔" اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا اور ایک طرح سے مجھے اندر دھکیلنے کی کوشش کی۔ دروازے کی دوسری جانب

کا حصہ تاریک تھا البتہ سامنے زینے نظر آرہے تھے اور زینے کی اوپری منزل پر مدھم سی روشنی لیکن وہ روشنی کافی فاصلے پر تھی جب کہ سیڑھیاں تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھیں میں آگے قدم بڑھانے لگا نہ جانے کیوں میرے بدن میں ایک تناؤ سا پیدا ہوگیا۔ مجھے یوں لگا جیسے میں کسی خطرے سے دوچار ہونے جارہا ہوں۔ میں نے یہ جاننے کی کوشش کی کہ بلرام سنگھ خود بھی اندر داخل ہوا ہے یا نہیں حالانکہ اس کے الفاظ تو عجیب تھے اس نے کہا تھا کہ میری ڈیوٹی یہیں تک ہے لیکن اس کی کوئی بھی بات عقل سے منسلک نظر نہیں آتی تھی میں اس کے قدموں کی ہلکی چاپ سن رہا تھا وہ میرے پیچھے ہی آرہا تھا۔ اس نے خود بخود مجھے آگے دھکیل کر آگے جانے کا موقع دیا تھا۔ بہرحال میں تھوڑا سا آگے بڑھا اور ایک لمحے کے لئے رکا مطلب یہ تھا کہ تاریکی میں بلرام سنگھ کچھ سیڑھیاں عبور کرکے میرے سے آگے آجائے لیکن وہ بھی رک گیا اور بولا۔

"کیا بات ہے بھائی جی' چلتے رہو سیڑھیاں تو بہت چھوٹی چھوٹی ہیں اور یہاں پر کوئی خطرہ نہیں ہے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا البتہ رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر میں نے بیگ کے اس حصے کو کھول لیا جہاں پستول موجود تھا اور بلرام سنگھ کے فرشتوں کو بھی یہ بات پتا نہ چلی ہوگی کہ آٹو میٹک کاربائن اس وقت میرے ہاتھ میں ہے اور ایک لمحے کی جنبش کسی کا خاتمہ کرنے کے لئے کافی ہے جب ہم بلندی کے آخری سرے تک پہنچ گئے تو وہاں مجھے دو دروازے نظر آئے بلرام نے ایک دروازے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"غلام حیدر صاحب اس طرف موجود ہیں۔" میں نے ایک لمحے کے لئے رک کر اندازہ لگایا اور پھر بلرام سے کہا۔

"چلو' غلام حیدر کو آواز دو۔"

"جی؟" بلرام سنگھ میرے اس مطالبے پر ایک لمحے کے لئے حیران سا رہ گیا میں نے اسے بازو سے پکڑ کر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"اے آواز دو۔"

"جی صاحب۔" وہ آگے بڑھا اور زور سے دستک دیتے ہوئے کہا۔

"آپ کے مہمان آگئے ہیں' غلام حیدر صاحب دروازہ کھولئے۔" اندر سے کوئی جواب نہیں ملا تھا لیکن پھر بلرام سنگھ نے خود ہی مجھے آگے بڑھاتے ہوئے ہینڈل دبا کر دروازہ کھولا کمرا' تاریک تھا اور اس میں جب بلرام سنگھ مجھے لے کر دروازے کے اندر

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

بڑھ رہا تھا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ مجھے دھکا دینے کی کوشش کر رہا ہو میں نے ایک لمحے کے لئے اپنی تمام تر قوتوں کو مجتمع کرلیا اور آگے بڑھ کر اس طرح زمین پر بیٹھ گیا جیسے ٹھوکر لگی ہو لیکن اس کے فوراً ہی بعد مجھے یوں محسوس ہوا جیسے مجھ پر کسی نے چھلانگ لگائی ہو رات کی تاریکی میں مجھے یہ اندازہ تو نہیں ہوسکا تھا کہ چھلانگ لگانے والا خود بلرام سنگھ تھا یا کمرے میں کوئی اور بھی موجود تھا لیکن بہرحال میں نے چھلانگ لگانے والے کو اپنے اوپر نہ آنے دیا بلکہ پلٹ کر ایک مخصوص انداز میں جوتے کی ایک ٹھوکر اس کے پیٹ پر رسید کی یہ امید نہیں تھی کہ ٹھوکر اس کے پیٹ پر لگے گی۔ آپ نے بریک ڈانسر تو دیکھا ہوگا زمین پر کمر کے بل لیٹ کر ہاتھ پیروں کو نچاتے ہیں بس اس وقت میرا اسٹائل اسی جیسا تھا میری ٹھوکر اس شخص کے پیٹ پر پڑی تھی جو میرے اوپر آیا تھا اور اس کے حلق سے ایک کراہ سنائی دی تھی وہ بری طرح زمین پر گرا تھا بہرحال اس کے فوراً بعد ہی میں نے محسوس کیا کہ کسی نے میری گردن میں رسی کا کوئی پھندا ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ یہاں بھی میں نے عقل سے کام لیا تھا محسوس ہوتے ہی میں نے پھندے میں ہاتھ پھنسایا اور پوری قوت سے اپنی گردن سے دور کرکے اپنا سر اس پھندے سے باہر نکال لیا اور ساتھ ہی اس رسی کو پکڑ کر ایک زوردار جھٹکا لگایا کوئی لڑھکتا ہوا آگے آیا تھا اور میرے اوپر سے گزرتا چلا گیا تھا اصل مسئلہ یہ تھا یہاں تاریکی تھی حالانکہ میرے ہاتھ میں اب پستول تھا لیکن میں چاہتا تھا کہ ابھی پستول استعمال نہ کیا جائے کم از کم اپنے اوپر حملہ کرنے والوں کی صورت تو دیکھ لوں ہوسکتا ہے کسی غلط فہمی کی بنیاد پر ہی یہ کھیل ہو رہا ہو لیکن کمرے کی تاریکی کوئی کام نہیں کرنے دے رہی تھی بہرحال اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ پستول استعمال کیا جائے کیونکہ یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ یہاں موجود شخص ایک نہیں دو ہیں اور یقینی طور پر بلرام سنگھ مجھے یہاں دھوکے سے لایا ہے اور یہاں میری زندگی کے لئے خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ چنانچہ اپنے اوپر آنے والے ہیولے کو دیکھ کر میں نے وقت ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا اور آخر کار پہلا خون اپنے ہاتھوں سے کر ڈالا۔ گولی اس شخص کے سینے میں لگی جو میری جانب بڑھ رہا تھا چونکہ سائیلنسر لگے ہوئے پستول سے فائر کیا گیا تھا اور سائیلنسر بھی ایسا نفیس کہ بس یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے بوتل کا کارک کھولا ہو البتہ آنے والا لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے ہٹا اور میرے دوسرے فائر نے اسے جہنم رسید کردیا اب مجھے یہ اندازہ نہیں ہوسکا تھا کہ وہ بلرام سنگھ تھا یا کوئی اور لیکن پھر ایک لمحے کے اندر میں نے رات کی تاریکی میں عادی ہوجانے والی آنکھوں سے دیکھا کہ پگڑی والا میرے

سامنے ہی موجود تھا اور غالباً وہ شخص جو میری گولی کا شکار ہوا تھا اس کے اوپر ہی گرا تھا اس نے اسے فوراً ہی سنبھال لیا اور ایک جانب دھکا دے کر اپنی پوزیشن تبدیل کرلی غالباً اس کے ساتھ ساتھ وہ جنگ و جدل کا ماہر بھی تھا زمین پر لیٹ کر اس نے میرے پیروں کو سوئپ لگانے کی کوشش کی لیکن اب صورت حال ذرا مختلف ہوگئی تھی میں نے اپنے جوتے کی ٹھوکر اس کی پنڈلی پر ماری اور اس کے حلق سے ایک تیز آواز نکل گئی لیکن کوئی خطرہ مول نہیں لیا جاسکتا تھا یا پھر یہ کہا جاسکتا ہے کہ پہلا خون کرنے کے بعد انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ فوراً ہی دوسرا عمل کرے چنانچہ میں نے بلرام سنگھ کے سر کا نشانہ لے کر پھر ایک فائر کردیا اور گولی اس کی پگڑی کو جلاتی ہوئی اس کی کھوپڑی میں داخل ہوگئی۔ گولی نے اس کا بھیجہ بالکل ہی اڑا دیا تھا اور وہ زمین پر اس طرح سکڑنے لگا جیسے کوئی چیز مختصر ہونے لگتی ہے اس کی کمر پیچھے سے اونچی ہوگئی تھی دونوں گھٹنے زمین پر ٹک گئے تھے ہاتھ دونوں طرف پھیل کر زمین پر جا ٹکے تھے پھر صرف چند لمحے لگے اور اس کے بعد وہ ساکت ہوگیا۔ فضا پر گہرا سناٹا طاری ہوگیا تھا میں دو انسانوں کو زندگی سے محروم کرنے کے بعد پستول ہاتھ میں لئے کھڑا چاروں طرف دیکھ رہا تھا کہ شاید کوئی اور آہٹ سنائی دے۔ اس وقت میرے ذہن میں خوف کا کوئی عنصر موجود نہیں تھا۔ دو انسانوں کا قتل میرے اندر ایک اور حوصلہ جگانے کا باعث بن گیا تھا میں کافی دیر تک کسی بھی قسم کی آواز سننے کی کوشش کرتا رہا لیکن ہر طرف خاموشی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ اب اس عمارت میں کوئی اور موجود نہیں ہے۔ چند لمحے انتظار کرنے کے بعد اچانک ہی میرے بدن میں برقی رو دوڑ گئی اور اس کے بعد میں نے فوراً ہی یہاں بجلی کے سوئچ کی تلاش شروع کردی اور چند لمحوں کے بعد دیواریں ٹٹولتے ہوئے میرا ہاتھ بجلی کے سوئچ سے ٹکرایا اور سوئچ دبتے ہی کمرے میں روشنی ہوگئی۔ کمرا زیادہ وسیع نہیں تھا بہت مختصر سا فرنیچر یہاں پڑا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ایک موٹا ایرانی قالین بچھا ہوا تھا لیکن اب وہ دو انسانوں کے خون سے اس قدر خراب ہوگیا تھا کہ اسے دیکھ کر وحشت ہوتی تھی میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں اور پھر میری نگاہ ایک طرف پڑے ہوئے بستر پر پڑی۔ بستر پر کوئی لیٹا ہوا تھا لیکن جس انداز میں لیٹا ہوا تھا اسے دیکھ کر مجھے یہ فوراً ہی احساس ہوگیا کہ صورت حال خاصی گڑبڑ ہے اس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور منہ تکیے میں دھنسا ہوا تھا۔ میرے لئے اس کے علاوہ کوئی اور چارہ کار نہیں رہا تھا کہ پھرتی سے آگے بڑھوں اور اس شخص کے ہاتھ کھولنے کی کوشش کروں میں نے پستول ہاتھ میں لئے لئے

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

آگے قدم بڑھائے میں اس شخص کے قریب پہنچ گیا اور پھر میں نے اس کے ہاتھوں میں بندھی رسی کو دیکھا اور اس کے بعد گھما کر اس کا چہرہ دیکھا لیکن دوسرے لمحے میرے دل میں ایک عجیب سی کیفیت بیدار ہوگئی جو شخص میرے سامنے پڑا ہوا تھا وہ زندہ نہیں تھا اور اس کی آنکھیں بہت خوفناک انداز میں پھٹی ہوئی تھیں ہونٹ کٹے ہوئے تھے بالکل اس طرح جیسے انہیں تیز دھار والے چاقو سے کاٹ دیا گیا ہو۔ ناک کے دونوں نتھنے اوپر تک ادھیڑے ہوئے تھے جیسے اس کے ناک کے دونوں سوراخوں میں انگلیاں ڈال کر انہیں پوری قوت سے چیر دیا گیا ہو غرض یہ کہ اس کی موت انتہائی درندگی اور اذیت رسانی کے ذریعے ہوئی تھی لیکن یہ ہے کون میں نے پہلے اس کے ہاتھوں کی رسیاں کھولیں پھر اس کے بے جان جسم کو سیدھا کر دیا میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہیں تھیں اس کے جسم پر شب خوابی کا لباس تھا میں نے اس کے لباس کی جیبوں کی تلاشی لی لیکن کچھ نہ ملا ہاں تکیے کے نیچے ایک پرس موجود تھا جس میں تھوڑی سی مقامی کرنسی تھی اس کے علاوہ کچھ کاغذات۔ میں ایک لمحے تک سوچتا رہا پھر میں نے صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے ان کاغذات کا جائزہ لیا مجھے ایک شناختی کارڈ نظر آیا شناختی کارڈ پر ایک تصویر بھی لگی ہوئی تھی جو اسی شخص کی تھی اور شناختی کارڈ کے ذریعے مجھے اس کے نام کا اندازہ ہوگیا یہی غلام حیدر تھا لیکن جو شخص مجھے یہاں تک لایا تھا پھر وہ کون تھا؟ شناختی کارڈ ایک ایسی کمپنی کا تھا جس کے بارے میں کوئی صحیح اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا لیکن بہرحال میں نے اس کارڈ کو اپنے لباس میں رکھ لیا اور اس کے بعد میں پرس میں دوسری چیزیں تلاش کرنے لگا چھوٹے ٹکڑوں پر کئی ایڈریس موجود تھے ایک ایڈریس مجھے خاص محسوس ہوا یہ کسی مسٹر ڈائن کا تھا۔ مسٹر ڈائن اوبے اسکوائر کے فلیٹ نمبر بائیس میں رہتے تھے نہ جانے کیوں ذہن میں یہ احساس ابھرا کہ مسٹر ڈائن میرے لئے کسی حد تک کارآمد آدمی ثابت ہوسکتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں لباس میں رکھنے کے بعد میں نے یہ سوچا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے سارا کھیل بگڑ گیا تھا علی دانش اور حسن فیروز اب میرے ساتھ موجود نہیں تھے پتا نہیں یہ کیا چکر چلا تھا فوری طور پر کسی ایسے شخص کی ضرورت تھی جو میرے کام آسکے اب اس عمارت سے باہر نکل جانا ہی مناسب تھا کیونکہ بہرحال یہ اجنبی جگہ تھی اور میں نہیں جانتا تھا کہ راشک جیسے خطرناک علاقے میں میرے ساتھ کیا سلوک ہو؟ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس شخص کے پاس مجھے بھیجا گیا تھا اسے تو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا اب میرا کیا ہوگا اور مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا چاہئے۔ چنانچہ کچھ لمحوں کے بعد میں وہاں سے باہر نکل

آیا اس چھوٹی سی آبادی میں اوبے اسکوائر کی تلاش ایک مشکل کام تھا لیکن باہر نکلنے کے بعد میں نے ذہن پر زور ڈالا اور تھوڑی دیر کے بعد میں وہاں سے کسی ایسی پررونق جگہ کی تلاش میں چل پڑا جہاں سے میں اوبے اسکوائر کے بارے میں معلومات حاصل کرسکوں۔ انسان اگر کوشش کرے تو بہت سے کام اس کے لئے آسان ہوجاتے ہیں وہ ایک چھوٹا سا بار تھا۔ بار کے باہر ہی کھڑے ہوئے چوکیدار سے میں نے اوبے اسکوائر کے بارے میں پوچھا تو وہ چونک کر بولا۔

"کیا آپ کہیں باہر سے آئے ہیں جناب۔"

"جی سوداگروں میں سے ہوں۔"

"مسٹر ڈائن آپ کو سامنے والی عمارت میں مل جائیں گے اب سے ایک گھنٹے پہلے ہی تو وہ یہاں سے اٹھے ہیں۔"

"کیا سامنے والی عمارت اوبے اسکوائر ہے۔"

"وہ اس کے نیو سائن نہیں دیکھے آپ نے۔" چوکیدار نے بتایا اور میں بہرحال خاموشی سے آگے بڑھ گیا۔ اب مسٹر ڈائن کون ہیں اور کیا ہیں ان کے بارے میں تفصیل تو مجھے بعد ہی میں معلوم ہوسکتی تھی لیکن بہرحال جب میں فلیٹ نمبر بائیس کے سامنے پہنچا اور میں نے بیل کا بٹن دبایا تو دروازہ کھولنے والی شخصیت بھاری بھرکم جسامت کے انسان کی تھی اس نے مجھے دیکھا اور بری طرح چونک پڑا۔

"او میرے خدا آپ آئیے اندر آجائیے۔" اس نے کہا اب میرے حیران ہونے کی باری تھی یا تو اس شخص کو میرے بارے میں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے جو اس نے مجھے فوراً ہی اندر آنے کی دعوت دے دی ہے یا پھر لیکن اس یا' پھر کے آگے اندھیرا ہی اندھیرا تھا میں اندر داخل ہوگیا' اندر داخل ہوکر میں نے سب سے پہلے اسے کہا۔

"مجھے مسٹر ڈائن سے ملنا ہے۔"

"میں ہی ڈائن ہوں آپ آئیے پریشان نہ ہوں مجھے تو صرف اس بات پر حیرت ہے کہ اس قدر برق رفتاری سے آپ مجھ تک پہنچ گئے حالانکہ اصولی طور پر غلام حیدر کو مجھے آپ کے بارے میں بتانا چاہئے تھا اور ہمارے درمیان طے بھی یہ ہوا تھا کہ پہلے غلام حیدر ساری صورت حال سے آپ کو آگاہ کرے گا پھر اس کے بعد ہم لوگ آگے بڑھیں گے۔"

"لیکن جناب میرا آپ تک آنا بالکل اتفاقیہ امر ہے۔" میں نے کہا۔

"وہ کیسے؟" اس نے مجھے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"اس طرح کہ بے چارہ غلام حیدر مجھے آپ کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں بتا سکا اور نہ ہی غلام حیدر سے اس کی زندگی میں اس سے میری ملاقات ہو سکی۔"

"کک کیا مطلب اس کی زندگی سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"وہ مر چکا ہے اور اسے انتہائی بدترین طریقے سے قتل کر دیا گیا ہے۔" میرے ان الفاظ پر مسٹر ڈائسن اس طرح اچھلے تھے کہ اچھل پڑنے کا محاورہ غلط ہو گیا تھا وہ سچ مچ ہی اچھل کر سیدھے کھڑے ہو گئے تھے اور پھر انہوں نے آہستہ سے کہا تھا۔

"او میرے خدا کیا واقعی' کیا واقعی آپ سچ کہہ رہے ہیں؟"

"پہلے آپ بتائیے کہ آپ میرے بارے میں کیا جانتے ہیں۔"

"اتنی جلدی تو میرا خیال ہے کچھ بتانا ممکن نہیں ہو گا لیکن آپ کیا سچ کہہ رہے ہیں غلام حیدر تو میرا بہترین دوست تھا اور اسے' اسے کس نے قتل کیا؟"

"جس شخص نے بھی اسے قتل کیا وہ خود وہاں موجود ہے اور میرے ہاتھوں قتل ہو چکا ہے۔"

"کیا؟" ڈائس ایک بار پھر اچھلا۔

"ہاں۔"

"کیا آپ مجھے وہاں لے جانا پسند کریں گے۔"

"ابھی اور اسی وقت؟"

"ضروری ہے آپ نہیں سمجھتے غلام حیدر کی موت سے ہمیں کیسے کیسے نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا اور پھر ذرا میں دیکھ بھی لوں حالانکہ آپ کی باتیں مجھے بڑی عجیب لگ رہی ہیں لیکن کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ آپ مجھے راستے میں تمام تفصیلات بتا دیں۔"

"مسٹر ڈائسن! غلام حیدر کے پرس سے مجھے یہ شناختی کارڈ' کچھ دوسرے کاغذات پر لکھے ایڈریس حاصل ہوئے تھے جس میں آپ کا یہ پتا درج تھا اور میں اس پتے پر یہاں پہنچ گیا اور اس میں بھی مجھے خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے لیکن بہرحال راستے میں ہی سہی تعارف ہی ہو جائے تو زیادہ اچھا ہے۔"

"بس یوں سمجھ لیجئے کہ آپ جس مشن پر یہاں آئے ہیں میرا مطلب ہے اشارے کے طور پر صرف آپ سے اتنا عرض کروں گا یعنی ایک نام اور یہ نام ہے رانا اختیار خلجی تو اس لئے ہم جتنے افراد کام کر رہے ہیں ان میں میری بھی کچھ ذمے داریاں ہیں اگر آپ اس بات سے مطمئن ہو گئے ہوں تو آیئے بقیہ باتیں راستے ہی میں ہوں گی۔" اور بہرحال

میں اس بات سے مطمئن ہو گیا تھا راستے میں' میں نے مسٹر ڈائسن کو تفصیلات بتائیں کہ کس طرح ہم لوگ یہاں پہنچے تھے اور کس طرح اس کیبن میں مجھے وہ شخص ملا اور بعد میں وہ مجھے لئے ہوئے اس عمارت تک آیا ہم اس عمارت تک پہنچ گئے جہاں یہ پُراسرار واقعات پیش آئے تھے۔ مسٹر ڈائسن مجھے وہیں لائے تھے انہوں نے کہا۔

"یہی عمارت ہے نا۔"

"ہاں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ واقعی غلام حیدر کے ساتھ اگر ایسا ہوا ہے تو یہ ایک بدترین اطلاع ہے میرے لئے۔" کوئی تبدیلی نہیں پیدا ہوئی تھی اس کمرے میں جہاں وہ اور میں گئے تھے۔ دونوں لاشیں وہیں پڑی ہوئی تھیں کمرے کی بند فضا میں عجیب سی گھٹن کا احساس ہو رہا تھا۔ ڈائسن نے اس شخص کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ یہ ایک خطرناک آدمی ہے اور ہم اسے ایک بدترین انسان کی حیثیت دیتے ہیں۔ اصل میں اگر آپ کو اس بارے میں کچھ معلومات حاصل ہیں تو آپ یہ سمجھ لیجئے کہ یہاں راشک میں جب منشیات کے سوداگر آتے ہیں تو ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو لٹیروں کو لوٹتے ہیں اور اس آدمی کا نام ان لوگوں میں شامل ہے آپ یوں سمجھ لیجئے کہ اس کی موت معمولی بات نہیں ہے بہت سے لوگ یہاں اس کے دشمن ہیں اور یہ دوسرا جو آپ کے ہاتھوں ہلاک ہوا ہے یہ بھی اس کا بدترین ساتھی ہے لیکن میرا دوست غلام حیدر' آہ کاش ایسا نہ ہوتا نہ جانے یہ لوگ کیوں اس کے پیچھے لگ گئے۔ بہرحال اب ان لاشوں کو یہاں سے اٹھوا دینا زیادہ ضروری ہو گا۔ میں اس سلسلے میں غلام حیدر کا ٹیلی فون استعمال کرنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور۔" پھر مسٹر ڈائسن نہ جانے کسے کسے فون کرتے رہے تھے اور اس کے بعد انہوں نے فون بند کر دیا تھا۔ وہ اب ایک اچھی شخصیت کا مالک نظر آنے لگا تھا۔ میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا۔

"بس یوں سمجھ لیجئے کہ سرکاری طور پر میں یہاں کچھ ذمے داریاں کچھ فرائض سرانجام دیتا ہوں لیکن ایک ایسی جگہ جہاں باقاعدگی سے ڈرگز کے اسمگلرز کو تحفظ دیا جاتا ہو وہاں کسی سرکاری آدمی کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے اس کا آپ کو بھی اندازہ ہے۔"

"لیکن یہاں تو سرکاری طور پر کچھ ہوتا ہی نہیں ہے۔"

"یہ ایک طویل بحث ہے اصل میں بات تو مقامی حکومت ہی کی ہے نا یہاں مقامی

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

حکومت کے نمائندے بھی موجود ہیں لیکن اس کے کوئی اثرات نہیں ہیں بس یوں سمجھ لیجئے کہ معمولی پیمانے پر ہم لوگوں کا ایک گروہ ہے جو کام کرتا ہے باقی سب کچھ مقامی لوگوں کی ذمے داری کے ساتھ چلتا ہے۔"

پھر چند افراد آگئے پھر اس کے بعد یہاں مختلف کارروائیاں ہونے لگیں۔ میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا تھا کہ مسٹر ڈائس کی اصل حیثیت کیا ہے۔ مسٹر ڈائس نے آخر کار مجھ سے کہا۔

"یہ سارا کام تو خیر ہوتا رہے گا اب چونکہ آپ غلام حیدر سے نہیں مل سکے اور وہ اپنے کام میں کامیاب نہیں ہوسکا تو اس لئے آپ براہِ کرم میرے ساتھ ہی آجایئے میں آپ کے لئے بندوبست کر دیتا ہوں۔"

اوبے اسکوائر واپس آجانے کے بعد ہم دونوں اس فلیٹ کے اوپر والے فلیٹ میں پہنچ گئے جہاں میری ملاقات مسٹر ڈائس سے ہوئی تھی اس فلیٹ کا نمبر تینتیس تھا اور شاید یہ مسٹر ڈائس ہی کی ملکیت تھا کیونکہ انہوں نے پہلے بائیس نمبر کے فلیٹ سے اس کے دروازے کی چابی لی تھی اور پھر اوپر والے فلیٹ میں پہنچ گئے تھے بہرحال اچھا فلیٹ تھا جس میں کم از کم تھوڑا سا وقت گزارا جاسکتا تھا۔ انہوں نے مجھے ایک کمرے کا دروازہ کھول کر اندر سے دکھاتے ہوئے کہا۔

"آپ کو یہاں آرام کرنا ہوگا اور میری اور آپ کی ملاقات دن کی روشنی میں ہوگی۔ اس سے پہلے میں ذرا کچھ ضروری کاموں میں مصروف ہوں گا۔ غلام حیدر کی موت بہرحال میرے لئے الگ ہی اہمیت کی حامل ہے ویسے آپ بے فکر رہیں عارضی طور پر آپ کو اپنے معمولات معطل کرنا پڑیں گے لیکن اس کے بعد ہم جو بھی مدد آپ کو فراہم کرسکتے ہیں ضرور کریں گے مجھے امید ہے کہ آپ آرام کریں گے۔" اور اس کے بعد وہ باہر نکل گیا اس کے جانے کے بعد میں نے نہ صرف اس کمرے کا بلکہ وہاں سے نکل کر اس فلیٹ کا جائزہ لیا بس فلیٹ کیا تھا ایک عجیب وغریب جگہ تھی ویسے بھی راشک کی آبادی کے بارے میں ابھی حتمی طور پر کوئی بات نہیں کہی جاسکتی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے زبردستی ایک شہر بسا لیا گیا ہے اور کچھ لوگوں نے اپنی ضرورتوں کو محسوس کرکے یہاں پر سارے انتظامات کرلئے ہیں۔ اب تک جو کچھ بھی دیکھا تھا وہ سب بس ایسا ہی لگتا تھا جیسے سب کا سب مصنوعی ہو اور ایک رات میں تعمیر ہوگیا ہو میں کچھ عجیب سی کیفیت محسوس کرنے لگا اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ مجھے جس خاص مقصد کے تحت بھیجا گیا تھا اس

مقصد میں موت کے ان سوداگروں کے خلاف کوئی کارروائی عمل میں نہیں لانی تھی جو یہاں پوست فروخت کرتے تھے نہ اس منڈی کے بارے میں مجھے کچھ معلومات حاصل کرنا تھی کیونکہ اس کے سلسلے میں کرنل ہمایوں نے مجھ سے کوئی خاص بات نہیں کہی تھی۔ مجھے تو یہاں رانا اختیار خلجی کی بیٹی ثانیہ خلجی کو تلاش کرنا تھا لیکن واقعات اتنے الٹے کردیئے گئے تھے کہ میری کھوپڑی ہی الٹ گئی تھی اس وقت مجھے شدت کے ساتھ حسن فیروز کی کمی محسوس ہورہی تھی جس کی پھوکڑی میں کھوڑا تھا اور جو بہت سی مشکلات کا حل بن جایا کرتا تھا۔ آخر کیا ہوگا یہاں فرض کرو اگر میں یہاں کے بارے میں معلومات حاصل کرلیتا ہوں اور مجھے تفصیلات معلوم ہوجاتیں ہیں تو اس سے اس لڑکی کے حصول کا کیا تعلق ہے۔ منشیات کی اس منڈی میں ظاہر ہے آنے والے اچھے لوگ تو نہیں ہوتے ہوں گے۔ ان خطرناک لوگوں کے درمیان میں کس طرح جگہ بنا سکتا ہوں اور یہ مسٹر ڈائس یقینی طور پر نام کی مناسبت سے یہ شخص عیسائی ہی ہوسکتا ہے کیونکہ انگریز تو معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اس دیسی عیسائی کی یہاں کیا حیثیت ہے کہتا تو یہ ہے کہ حکومت کا نمائندہ ہے اور بہرحال لگتا بھی ہے کیونکہ وہ لوگ جو لاشوں کو اٹھانے کے لئے آئے تھے اس سے خاصے متاثر نظر آرہے تھے۔ میرے بارے میں بھی یہی شخص جانتا تھا اور بقول اس شخص کے غلام حیدر مجھے اس کے پاس لے کر آنے والا تھا اب یہ الگ بات ہے کہ بے چارہ غلام حیدر ہی اس دنیا میں نہ رہا پتا نہیں کس قسم کا آدمی تھا اور اسے کیوں قتل کردیا گیا تھا ویسے جس انداز سے اسے قتل کیا گیا تھا اس سے پتا چلتا تھا کہ کوئی اس پر تشدد کرکے اس سے کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ بڑے پُراسرار واقعات اور حالات تھے جو مجھ جیسے آدمی کے لئے بڑی سنسنی خیز نوعیت کے حامل تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر انسان ایڈونچر پسند ہو تو زندگی میں ایسے شاندار ایڈونچر سے کم ہی واسطہ پڑتا ہے لیکن بہرحال اصولی طور پر بات سمجھ میں آنی چاہئے اور بات سمجھ میں آجائے تو ٹھیک ہے ورنہ بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے نہ جانے کب تک میں اسی طرح اس بستر پر لیٹا حالات کا تجزیہ کرتا رہا۔ بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ کرنا کیا چاہئے بہرحال وقت گزرتا رہا اور پھر میں سو ہی گیا لیکن دوسری صبح بڑی عجیب وغریب تھی۔ ایک خاص اہمیت کی حامل' میرے نتھنوں میں گوشت بھوننے کی خوشبو آئی تھی اور پتا نہیں اس خوشبو سے جاگا تھا یا پھر کچھ اور آہٹیں جو مجھے سنائی دی تھیں بعد میں اندازہ ہوا کہ روشنی کی اس تیز کرن نے اصل میں میری آنکھوں میں چبھ کر مجھے جگایا ہے جو دروازہ کھلنے سے پیدا ہوئی تھی اور دروازہ کھول کر جو

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

شخصیت اندر داخل ہوئی تھی اسے دیکھ کر تو آنکھیں خود بخود کھل جانی چاہئیں تھیں اگر حسن فیروز یہاں موجود ہوتا تو بستر پر ہی سر کے بل کھڑا ہو جاتا لڑکی ایسی ہی شخصیت کی مالک تھی۔ سانولے سلونے رنگ پر جو حسین نقوش کنداں تھے وہ ایک بار دیکھنے کے لئے نہیں تھے بلکہ اگر ان پر سے نگاہیں ہٹالی جائیں تو انسان بدذوق کہلاتا۔ اس کی عمر زیادہ سے زیادہ سترہ اٹھارہ سال رہی ہوگی قدوقامت انتہائی خوبصورت' آبنوسی رنگت' چہرے کے نقوش دلفریب' موٹی موٹی سیاہ آنکھیں اور لمبے جھولتے ہوئے سیاہ بال' آنکھوں میں نیند جیسے خمار کی سی کیفیت تھی اور اس خمار نے ان آنکھوں میں ایک عجیب سی کشش پیدا کر دی تھی۔ پیروں میں پازیب سے ملتی جلتی چھوٹی چھوٹی گھنگروؤں جیسی پائلیں تھیں اور ان سے ہلکی ہلکی موسیقی فضا میں بکھر رہی تھی ہونٹوں پر جیسے قدرتی مسکراہٹ چپکی ہوئی تھی آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور مجھے دیکھا اور پھر وہاں سے بھی آگے بڑھی ایک الماری میں رکھی ہوئی کچھ چیزیں اٹھائیں اور اس کے بعد خاموشی سے باہر نکل گئی دروازے کے قریب پہنچ کر وہ ایک بار پھر مڑی تھی اور مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا یہ مسکراہٹ اس کے ہونٹوں اور آنکھوں کا ایک حصہ معلوم ہوتی تھی۔ میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتا رہ گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان بڑی عجیب وغریب فطرت کا مالک ہوتا ہے کوئی پسند آجائے اور خصوصاً تعلق صنف نازک سے ہو تو خواہ مخواہ ذہن میں بے شمار شبہات ابھرنے لگتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ جوانی کی عمر ایسی ہی کیفیت کی حامل ہوتی ہے بہرحال اب تک کے تجربات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کم از کم ایسا تو بے شک ہوا تھا کہ میں نے جوانی کی اس عمر کو ہی اولیت نہیں دی تھی لیکن اس وقت اگر غور کرتا تو اس کمرے میں ایک خوشبو سی بکھری ہوئی محسوس ہوتی تھی اور یہ بات بھی دعوے سے کہہ سکتا تھا کہ یہ اس کے بدن کی ہی خوشبو تھی اس میں کسی پرفیوم کا کوئی دخل نہیں تھا اپنی جگہ سے اٹھ کر بیٹھ گیا اور یہ سوچنے لگا کہ اپنے چہرے کی نحوست کس طرح دور کروں کہ اتنی دیر میں دروازے پر ہلکی سی آہٹ ہوئی اور آنکھیں پھر اس حسین جاں فزا کو دیکھنے کی طلب گار ہوگئیں لیکن آنے والی شخصیت مسٹر ڈائن کی تھی جو سلیپنگ سوٹ میں انتہائی بھدے اور بے تکے نظر آرہے تھے۔ اپنے جمالیاتی ذوق کا یہ حشر دیکھ کر دل چاہا کہ کوئی وزنی چیز اٹھا کر مسٹر ڈائن کے سر پر دے ماروں بھلا اس کے بعد ان کی کیا گنجائش تھی لیکن مسٹر ڈائن نے کہا۔

"باہر نکلیں گے تو بائیں طرف ایک چھوٹی سی راہداری نظر آئے گی جس کے اختتام

پر غسل خانہ موجود ہے اصل میں آپ کو ایک بات بتاؤں مسٹر گل مراد کہ راشک باقاعدہ آباد شہر نہیں ہے یہاں تو آپ سمجھ لیجئے کہ انتہائی وحشت صفت لوگوں نے اپنے لئے کچھ عمارتیں تعمیر کرلی ہیں جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا کہ سرکاری طور پر اسمگلرز کے آباد اس شہر میں بھی کچھ مداخلت کی گئی لیکن یہاں سرکاری مداخلت کو بالکل بے ضرر پاکر اسمگلروں نے بھی اس کی اجازت دے دی۔ اب یہاں جو کچھ ہے بس یوں سمجھ لیں کہ نہ جانے کس کس کے رحم وکرم پر ہے۔ مسٹر گل مراد اگر آپ حکومت کی جانب سے منشیات کے سوداگروں کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کے لئے تشریف لاتے تو آپ یقین کیجئے کہ بڑا مسئلہ بن جاتا اور ہم آپ سے میلوں دور رہنا پسند کرتے' ہوسکتا ہے کہ بے چارے غلام حیدر کی موت کسی غلط فہمی کی بنا پر ہوئی ہو وہ غلط فہمی یہ بھی ہوسکتی ہے کہ کچھ اسمگلروں کو اس بات کا شبہ ہوا ہو کہ آپ ان کے بارے میں اعداد وشمار جمع کرنے کے لئے یہاں آئے ہیں اور شاید ان کے خلاف کوئی کارروائی عمل میں لانے کا ارادہ رکھتے ہیں اور غلام حیدر اس کا ذریعہ بننے والا ہے۔ یہ میں ایسے ہی مفروضے کے طور پر کہہ رہا ہوں آپ مکمل طور پر اسے حقیقت نہ سمجھ لیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ میرا خیال غلط ہو۔ غلام حیدر کیوں قتل کیا گیا ہے اور وہ دو افراد آپ کو دھوکے سے وہاں کیوں لائے تھے جہاں غلام حیدر کی موت واقع ہوئی تھی۔ اب یہ تو بعد ہی میں پتا چل سکے گا کہ اصل صورت حال کیا تھی۔ ہاں تو میں آپ سے کہہ رہا تھا کہ اس راہداری کے اختتام پر غسل خانہ موجود ہے آپ وہاں جائیے' منہ ہاتھ دھو لیجئے' شیو بنا لیجئے اور لباس تبدیل کر لیجئے پھر آپ کے لئے ناشتہ آنے والا ہے۔ ابھی آپ نے اپنے کمرے میں ایک لڑکی کو دیکھا ہوگا۔ اس کا نام شیری ہے اور شیری بہترین ناشتہ تیار کرتی ہے کم از کم اور کچھ نہیں تو آپ کو اس کا ناشتہ بے حد پسند آئے گا بعد میں اس کے بارے میں بھی تفصیلات بتا دوں گا جائیے میرا خیال ہے کہ میں زیادہ گفتگو کرچکا ہوں۔"

میں خاموشی سے اٹھا بغیر کوئی جواب دیئے دروازے سے باہر نکل کر راہداری کے اس آخری حصے تک پہنچ گیا جہاں ایک چھوٹا سا دروازہ نظر آرہا تھا۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہوا اور اس کے بعد اپنے کمرے میں آیا تو ایک انتہائی نفیس خوشبو نے میرا استقبال کیا۔ سینٹر ٹیبل پر ناشتے کی قابیں ڈھکی ہوئی رکھی تھیں اور ان کے نیچے گرم گرم ناشتہ موجود تھا۔ ویسے میں نے رات کو بھی ڈھنگ سے کھانا نہیں کھایا تھا اس لئے اس وقت بڑی شدت سے بھوک محسوس ہو رہی تھی ناشتے کے نام پر جو چیزیں سامنے لائی گئی تھیں وہ

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

کمال کی چیزیں تھیں۔ چاول ایک مخصوص انداز میں پکے ہوئے اور گوشت کے بھنے ہوئے ٹکڑے پھر اس کے ساتھ ایک خاص قسم کا قہوہ' حالانکہ اس وقت کھانے میں میرے ساتھ کوئی بھی شریک نہیں تھا اور نہ ہی میں نے کسی کو تلاش کرنے کی کوشش کی تھی۔ کم از کم انسان کے اندر زمانہ قدیم کی اتنی وحشت تو ہونی چاہئے کہ بھوکے انسان کے سامنے جب خوراک آئے تو وہ منتظر نہ رہے کہ کوئی آکر اسے کھانے کی دعوت دے اور میرے دوست مسٹر ڈائسن نے اس وقت میرے ساتھ رحمدلی کا سلوک کیا تھا البتہ جب میں قہوے کی دوسری پیالی پی رہا تھا تو مسٹر ڈائسن اپنی خالی پیالی لے کر میرے پاس پہنچ گئے اور بولے۔

"شیری نے مجھے بتادیا تھا کہ قہوہ کافی مقدار میں موجود ہے بس دوسرا کپ اس نے یہاں نہیں رکھا ہے اس لئے میں اپنا خالی کپ کے لے کر آگیا ہوں لیکن اگر اس کے باوجود تم قہوے کا پورا برتن خالی کرچکے ہو تو مزید طلب کیا جاسکتا ہے۔"

"معافی چاہتا ہوں مسٹر ڈائسن۔ اصل میں۔"

"نہیں' نہیں بالکل نہیں اگر مجھے تمہارے ساتھ ناشتے میں شریک ہونا ہوتا تو میں پہلے سے یہاں موجود ہوتا لیکن بہت عرصہ ہوا میں صبح کا ناشتہ نہیں کرتا خیر چھوڑو ان باتوں کو۔" وہ میرے سامنے بیٹھ گیا اور اس نے اپنی پیالی میں قہوہ انڈیلا اور اس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتا ہوا بولا۔

"اب تمہیں راشک کے بارے میں مزید کچھ معلومات درکار ہوں تو مجھے بتا دو راشک کا ایک بھرپور جائزہ لے لو اور اس کے بعد صرف یہ بتا دینا کہ تمہیں یہاں کسی چیز کی حاجت ہے یا نہیں اس سے زیادہ شاید میں کوئی سرگرمی نہ دکھا سکوں ویسے یہ جگہ اس وقت تک تمہارے پاس موجود ہے جب تک کہ تم اپنے طور پر یہاں کوئی مناسب فیصلہ نہ کرسکو۔" اس نے قہوے کا آخری گھونٹ لیا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھتا ہوا بولا۔

"راشک کے بارے میں چند الفاظ تمہیں بتائے دیتا ہوں یہاں کسی اجنبی کو بلاوجہ شک کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا جب تک کہ تم ایسی حرکت نہ کرڈالو کہ دوسروں کے لئے باعث تکلیف یا شک کا باعث ہو۔ اصل میں یہاں شکوک و شبہات کی گنجائش بہت کم ہے کیونکہ یہاں کے رہنے والے اپنے طور پر اپنے آپ سے بہت مطمئن ہیں اور اپنے ماحول سے بھی ہاں جب پوسٹ کے سوداگر آتے ہیں تو ذرا جوڑتوڑ ہوجاتے ہیں باقی سب ٹھیک ٹھاک ہے۔ یہاں اگر کسی نے تم سے شناخت طلب کی تو تم منہ سے کوئی جواب نہیں دو گے بس دونوں ہاتھ سینے تک اٹھا کر ان کی انگلیاں آپس میں پیوست کرلو گے یہ ایک طرح سے یوں سمجھ لو کہ یہاں کا کوڈ ہے اور لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ تم پوسٹ کے سوداگروں میں سے ہو دلال' پوسٹ بیچنے والے' کاشت کرنے والے یا پھر خریدار سب کی شناخت ایک ہی ہے اس کے بعد کوئی تمہیں کچھ نہیں کہے گا ویسے ایک اور خاص بات بتا دوں یہ اس لئے بتا رہا ہوں کہ تمہیں کوئی پریشانی نہ ہو جس جگہ پوسٹ کی منڈی لگتی ہے وہ پوسٹ منڈی کہلاتا ہے لیکن اس وقت جب منڈی نہ لگی ہو تب بھی چھوٹے چھوٹے ریستوران کھلے ہوتے ہیں وہاں جہاں سے تم ضرورتیں حاصل کرسکتے ہو اگر تمہارے پاس کرنسی موجود ہے اور کچھ معلوم کرنا چاہو تو ضرور معلوم کرلو میں اس کے لئے حاضر ہوں۔"

"میں شکریہ ادا کروں گا مسٹر ڈائسن واقعی آپ نے مجھے بڑی عمدہ معلومات فراہم کی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ آسانیاں بھی جن کی مجھے ضرورت تھی۔" اس کے بعد مسٹر ڈائسن باہر نکل گئے تھے۔ میں خاموشی سے بیٹھا قہوے کے گھونٹ لیتا رہا اور پھر میں نے فیصلہ کیا کہ باہر نکل کر دیکھا جائے معاملات واقعی بڑے دلچسپ ہیں اور اب اپنی اوقات کو بھول کر کام کرنا بہت زیادہ مناسب رہے گا۔ حالانکہ بات بہت عجیب وغریب تھی میں ایک لڑکی کی تلاش میں یہاں آیا تھا لیکن چونکہ راستوں کا تھوڑا سا انتخاب کرنل ہمایوں نے بھی کیا تھا یعنی یہ کہ کرنل ہمایوں مجھے رحمان شاہ تک بھیج کر یہ معلوم کرانا چاہتے کہ ثانیہ اس طرف آئی ہے تو صورت حال بالکل مختلف ہوگئی تھی ہوسکتا ہے کہ پوسٹ کے ان سوداگروں کے بارے میں بھی کرنل ہمایوں کو کچھ معلومات درکار ہوں بہرحال اب یہ آنے والے وقت پر منحصر تھا۔

میں ناشتے وغیرہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد مختصراً تیار ہوا اور باہر نکل آیا۔

باہر زندگی رواں دواں تھی دکانیں کھل رہی تھیں اور دکاندار اپنا اپنا سامان سجانے میں مصروف تھے جیسا کہ میں نے راشک کے ماحول کے بارے میں بتایا کہ یہاں زندگی کو ضرورتوں سے آراستہ کیا گیا تھا آبادیاں بھی تھیں یہ سارے کے سارے لوگ اپنے طور پر یہاں آکر آباد ہوتے تھے اور ان کچی پکی آبادیوں کے بارے میں کوئی بات حتمی طور پر نہیں کہی جاسکتی تھی۔

کھیتوں سے آنے والی سبزیاں اور پھلوں سے لدی ہوئی گاڑیاں اِدھر اُدھر آجارہی تھیں کچی سڑک پر دھول کے بادل اڑ رہے تھے اور سبزیوں سے بھری ان گاڑیوں میں سے

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

کبھی کبھی کچھ سبزیاں نیچے بھی لڑھک جاتیں تھیں جنہیں چھوٹے چھوٹے بچے لوٹ لیا کرتے تھے بلکہ بچوں کے گروہ کے گروہ اِدھر اُدھر چھپے ہوئے ان سبزیوں کی گاڑیوں سے گرنے والی چیزوں کا پیچھا کرکے ان سے لٹکتے ہوئے پھل بھی کھینچ لیا کرتے تھے میں دلچسپی سے یہ مناظر دیکھتا ہوا آگے بڑھتا رہا بڑا لطف آرہا تھا۔ جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ یہ بستی بڑے بے تکے طریقے سے آباد تھی دریا بھی تھوڑے فاصلے پر موجود تھا اور اس دریا کو دیکھ کر ایک عجیب سا احساس ہوتا تھا اس کا پاٹ بے پناہ چوڑا تھا اور اس کی روانی بھی خاصی تیز تھی دریا پر چھوٹی چھوٹی کشتیاں سفر کر رہی تھیں جو اِدھر سے اُدھر آجا رہی تھیں اس کا مطلب تھا کہ دریا کے دوسری طرف بھی باقاعدہ آبادی تھی حالانکہ دریا کے اس کنارے سے اس طرف کی جگہ واضح نظر نہیں آئی تھی۔

میں اپنے طور پر چلتا رہا اور کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد مجھے وہ عظیم الشان دروازہ نظر آیا جس پر کسی طرح کے کواڑ نہیں لگے ہوئے تھے لیکن اس کی بلندی ساٹھ یا ستر فٹ سے زیادہ ہی ہوگی۔ سرخ پتھروں سے زمانہ قدیم کے رومن طرز کے ستون بنائے گئے تھے اور راستہ انہی ستونوں کے درمیان میں سے گزرتا تھا اس کے بعد اینٹوں کی دیواریں تھیں جو اتنی قدیم وسعتوں میں چلی گئی تھیں کہ بس دیکھنے سے تعلق رکھتی تھیں۔ یہ جگہ مجھے بہت پسند آئی میں اس بڑے دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ دروازے کو عبور کرنے کے لئے چند سیڑھیاں تھیں جنہیں طے کرکے میں آگے بڑھا تو مجھے وہاں اور بھی لوگ نظر آئے۔ بے شمار افراد تھے اور یہاں بھی باقاعدہ ریسٹورنٹ بنے ہوئے تھے زیادہ تر ریسٹورنٹ اس وقت بند تھے لیکن چند پر کام ہو رہا تھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر مجھے ایک اسٹیج جیسی جگہ نظر آئی جہاں میزیں اور کرسیاں بے ترتیبی سے پڑی ہوئی تھیں۔ بہرحال بڑی پُراسرار جگہ تھی اس وقت یہاں کیونکہ لوگ موجود نہیں تھے لیکن ہوسکتا ہے کہ شام کو لوگ سیروسیاحت کے لئے یہاں آنکلتے ہوں یا پھر پوست کی سوداگری سے تعلق رکھنے والے وہ لوگ جو باہر سے آتے ہوں۔ غرض یہ کہ میں نے اسٹیڈیم کا بہت بڑا حصہ دیکھ ڈالا اور مجھے اس بات پر حیرت ہوئی کہ منشیات کی اس سوداگری کو روکنے کے لئے بڑے بڑے ممالک اقدامات کر رہے ہیں اگر ان کے کرتا دھرتا یہاں آکر ان لوگوں کے طریقہ کار کو دیکھ لیں تو دانتوں میں انگلیاں دبا کر رہ جائیں اور یہ سوچیں کہ اب تک وہ جو کرتے رہے ہیں وہ ایک بے مقصد عمل ہے۔ پوست کی سوداگری اپنے طور پر مکمل طریقے سے ہو رہی ہے۔ میں بہت دیر تک اس اسٹیڈیم میں رہا اور اس کے بعد واپس اپنی آرام گاہ میں آگیا۔

عارضی طور پر میرا یہاں کچھ قیام مناسب تھا پھر اس کے بعد صحیح صورت حال کا جائزہ لے کر یہاں سے واپس پلٹنا تھا۔ اپنے اوپر ایک طرح سے مکمل اعتماد تھا خاص طور سے حسن فیروز کے چلے جانے کے بعد سب کچھ اپنے طور پر ہی دیکھنا اور سوچنا چاہتا تھا اس سے آگے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ جب اپنی آرام گاہ میں پہنچا تو وہاں مسٹر ڈائن مجھے موجود نہ ملے تھے میں نے تھوڑا سا اِدھر اُدھر گھوم پھر کر اس لڑکی کو تلاش کرنے کی کوشش کی جس کا نام شیری تھا لیکن جب وہ بھی مجھے نظر نہ آئی تو آخر کار میں اپنے کمرے میں داخل ہوگیا۔ میں اسے کمرہ ہی کہوں گا کیونکہ جہاں آرام کرنے کے لئے بستر موجود ہو اور ضرورت کی چند چیزیں تو پھر اسے کمرہ ہی کہا جاسکتا ہے۔ میرے اس کمرے میں بھی ایک پلنگ کے علاوہ دو کرسیاں تھیں۔ ایک طرف پانی سے بھرا ہوا مٹی کا برتن رکھا ہوا تھا ایک طرف دیوار میں الماری بنائی گئی تھی اور بس اس کے علاوہ یہاں اور کچھ نہیں تھا میں بستر پر لیٹ گیا لیکن اس کے ساتھ میں نے بھرا ہوا پستول اپنے ساتھ رکھا تھا نہ جانے کب تک میں اسی طرح آنکھیں بند کئے لیٹا رہا پھر نیند آنکھوں میں گھس آئی نہ جانے کتنا سویا تھا۔ کیا وقت ہوا تھا لیکن اچانک ہی ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی میری اس رہائش گاہ میں داخل ہوا ہو آہٹ سن کر میری آنکھ کھل گئی تھی مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی دبے قدموں سے میرے کمرے میں چل رہا ہو میں نے اٹھنے کی بجائے آواز کی سمت دیکھا تو دوسرے لمحے چونک پڑا وہ ایک نوجوان لڑکی تھی لیکن اتنے ہوش و حواس ضرور تھے مجھے کہ میں اسے پہچان لوں کم از کم یہ شیری نہیں تھی لڑکی شیری سے ملتی جلتی بے شک تھی لیکن اس کا قد شیری سے کچھ بڑھا ہوا تھا اور بال بھی اس سے مختلف تھے وہ میز پر رکھے پیالے نما برتن میں تازہ پانی بھر رہی تھی اپنے کام سے فارغ ہو کر وہ میرے قریب پہنچی میں نے اس طرح آنکھیں بند کرلیں جیسے گہری نیند سو رہا ہوں لڑکی بالکل میرے قریب پہنچ گئی تھی اچانک ہی مجھے کچھ سوجھا اور میں نے ایکدم آنکھیں کھول دیں لڑکی جو آہستہ آہستہ میری طرف جھک رہی تھی ایکدم سیدھی ہوگئی ایک لمحے کے لئے اس کے انداز میں خوف اور جھجک پیدا ہوا تھا لیکن دوسرے لمحے وہ سنبھل گئی۔

"کون ہو تم اور یہاں کیوں آئی ہو؟" اچانک ہی لڑکی نے اپنے آپ کو سنبھال لیا مسکرائی اور بولی۔

"یہیں رہتی ہوں یہیں کام کرتی ہوں مسٹر ڈائن نے شاید تمہیں میرے بارے میں کچھ نہ بتایا ہو۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"تو تم اپنے بارے میں مجھے کیا بتاتی ہو۔"

"یہ کہ میرا نام سیکا ہے اور میں یہیں کام کرتی ہوں۔"

"اور وہ لڑکی شیزی؟"

"شیری اس وقت ڈیوٹی پر نہیں ہے۔"

"تو تم ہو اس وقت ڈیوٹی پر۔"

"ہاں!" اس نے کہا اور پھر مزید کچھ کہے بغیر دروازے سے باہر نکل گئی میں جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھ گیا تھا پھر دیر تک میں سوچوں میں گم رہا اور نہ جانے کیا کیا سوچتا رہا کچھ وقت گزرا تو وہ لڑکی کمرے میں داخل ہوگئی شاید میرے لئے کھانا لے کر آئی تھی اس نے ٹرے میز پر رکھی اور عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر بولی۔

"تمہیں کسی اور چیز کی ضرورت ہے۔"

"ہاں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بولو کیا چاہئے۔"

"تم۔" میرے منہ سے نکل گیا اور میں نے اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی ہلکی سی لکیر دیکھی لیکن ایک لمحے کے اندر اس نے خود کو سنبھال لیا تھا۔

"مطلب؟" وہ بولی۔

"صرف اتنا کہ تم میرے پاس بیٹھو اگر تمہیں کوئی ضروری کام نہ ہو۔"

"نہیں مجھے کوئی ضروری کام نہیں ہے۔"

"تو پھر بیٹھو۔" میں نے کہا اور لڑکی خاموشی سے مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گئی میں نے اسے کہا۔

"کیا تم میرے ساتھ یہ کھانا کھانا پسند کرو گی۔"

"یہ حد سے آگے کی بات ہوجائے گی۔"

"گویا تمہاری کوئی حد مقرر ہے۔"

"ہاں۔"

"چلو ٹھیک ہے تم سے بات تو کر سکتا ہوں میں۔"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"پوسٹ منڈی کے بارے میں کیا جانتی ہو۔" میں نے سوال کیا اور لڑکی کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے شکنیں ابھر آئیں ان میں خوف کا عنصر بھی شامل تھا میں نے ایک لمحے کے لئے یہی سوچا کہ لڑکی مجھے بھی پوسٹ کا سوداگر سمجھ رہی ہوگی چنانچہ میں نے فوراً ہی اس کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے کہا۔

"سیکا ہے نا تمہارا نام۔"

"ہاں۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"ویسے سیکا ایک سوال کروں تم سے۔"

"ہاں ضرور۔"

"کیا مسٹر ڈائن کی ملازمت میں تمہیں پوسٹ کی خرید و فروخت کا کام بھی کرنا پڑتا ہے۔"

"مسٹر ڈائن۔"

"ہاں۔"

"لیکن وہ پوسٹ کے سوداگر تو نہیں ہیں۔"

"درپردہ۔"

"نہیں ایسی بات نہ کرو جیسی تم کر رہے ہو اس میں میری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ ویسے تمہیں یہ بات میں بالکل سچائی کے ساتھ بتا رہی ہوں کہ مسٹر ڈائن حکومت کے نمائندے ہیں اور میں بھی ان کے ساتھ ہی آئی تھی یہ الگ بات ہے کہ یہاں قیام کے دوران وہ بھی صرف اپنی ڈیوٹی کے اوقات پورے کر رہے ہیں اور کوئی ایسا عمل نہیں کر رہے جس سے دونوں فریقین کو کوئی شکایت ہو۔"

"دونوں فریقین؟"

"ہاں۔"

"مثلاً؟"

"مثلاً حکومت۔"

"اور۔"

"اور وہ جو یہاں پوسٹ کا کاروبار کرتے ہیں۔"

"گڈ ویسے سیکا کافی عرصے سے ہوگی تم یہاں۔"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"کیا تمہاری ذمے داریاں اتنی ہی ہیں کہ تم یہاں مسٹر ڈائن کے آنے والے مہمانوں کی خاطر داری کرو۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"نہیں۔"

"پھر؟"

"اس کے بارے میں تمہیں کچھ بتانا پسند نہیں کروں گی۔" اس نے سنگین لہجے میں کہا۔

"چلو ٹھیک ہے میں بھی تم سے وہ سب کچھ نہیں معلوم کرنا چاہتا جو تم نہ بتانا چاہو۔ میرا مطلب ہے یہاں تمہاری ڈیوٹی کے اوقات کیا ہیں۔"

"کوئی تعین نہیں ہے شیری آجائے گی تو میں چلی جاؤں گی۔"

"شیری کہاں گئی ہے۔"

"نہ میں جانتی ہوں اس کے بارے میں اور نہ جاننا چاہتی ہوں اور یہی اس کی بھی کیفیت ہے۔"

"ٹھیک ہے اچھا ایک بات اور بتاؤ سیکا' کیا یہاں راشک میں تمہاری ملاقات کسی ایسی لڑکی سے ہوئی جس کا تعلق یہاں کی شہری آبادی سے نہ ہو اور جسے اس کی مرضی کے خلاف یہاں رکھا جاچکا ہو۔" سیکا کچھ دیر سوچتی رہی پھر اس کے بعد اس نے کہا۔

"نہیں ویسے تو یہاں بے شمار لڑکیاں ایسی ہوتی ہیں جو پوست کے سوداگر اپنے ساتھ لاتے ہیں ان کا مصرف کیا ہوتا۔ اس کے بارے میں براہ کرم نہ تم مجھ سے کچھ پوچھنے کی کوشش کرنا نہ میں تمہیں کچھ بتانا چاہوں گی لیکن یہ سمجھ لو کہ پوست کی سوداگری یہاں کافی حد تک ہوتی ہے اور آرام سے یہ کاروبار جاری ہے۔ ہاں یہاں اس کے خلاف اگر کوئی شخص کارروائی کرنے کی کوشش کرے تو پھر اسے ختم کر دیا جاتا ہے۔ بے شمار واقعات اس طرح کے ہوچکے ہیں یہ میرے سامنے کی بات ہے کہ ایک بار جاسوسوں کے ایک گروہ نے جن کا تعلق کسی مغربی ملک سے تھا پوست کے سوداگروں کی حیثیت سے یہاں کا سفر کیا تھا لیکن بہرحال ان کے بارے میں پتا چل گیا تھا چنانچہ ان میں سے نو افراد قتل کر دیئے گئے اور دو اس عالم میں ملے کہ وہ پاگل ہوچکے تھے اور ان کا یہ پاگل پن تشدد کی بناء پر تھا انہیں تشدد کرکے دیوانہ بنا دیا گیا تھا۔"

"ہوں ویسے منڈی میں پوست کی سوداگری کے لئے کیا انتظامات ہوتے ہیں۔"

"کوئی خاص نہیں بس یہ سمجھ لو کہ پوست کے بہت سے سوداگر جب یہاں جمع ہوجاتے ہیں تو پھر انہیں سب لوگ اپنے اپنے ذخیرے دکھاتے ہیں اور یہاں ایک طرح سے ان کا نیلام ہوتا ہے۔ یہ ساری چیزیں ہیں۔"

"گڈ بہرحال تم بہت اچھی لڑکی ہو سیکا میں اس سے زیادہ تم سے اور کچھ نہیں چاہتا کہ اگر تم میرے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار ہو تو براہ کرم اس غلط فہمی کو دل سے نکال دینا ایک انسان کی حیثیت سے میں تمہاری مدد کرتا ہوں اور ایک دوست کی حیثیت سے تم نے جو میری مدد کی ہے اور جو الفاظ مجھے یہاں کے بارے میں بتائے ہیں ان کے لئے میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ ویسے ایک بات اور بتاؤ یہاں جو دکانیں کھلی ہوئی ہیں وہاں خریداری بھی ہوتی ہے۔"

"ہاں کیوں نہیں یہاں کے رہنے والے لوگ زندگی کی ضروریات یہیں سے حاصل کرتے ہیں۔"

"اور یہ دکاندار یہ ضروریات کہاں سے پوری کرتے ہیں۔"

"مختلف ذرائع ہیں ویسے عام طور سے ایک بہت ہی اہم بات تمہیں بتاؤں دریائی راستے سے یہاں بہت سا مال آتا ہے اور ایک بار اس کے بارے میں' میں نے سنا تھا کہ یہ سب کچھ بڑے بڑے سمندری جہازوں سے آتا ہے یعنی سوداگر ان جہازوں سے یہ مال لے کر آتے ہیں اور پھر راستے ہی میں یہ مال بڑی لانچوں سے اتر کر دریائی راستوں سے ہوتا ہوا یہاں پہنچ جاتا ہے۔ یہ بات مجھے یہاں ایسے شخص نے بتائی تھی جو خود بھی سوداگر تھا اور یوں سمجھ لو کہ وہ میرا شناسا تھا۔"

"ہوں یعنی مسٹر ڈائن سے اس کا کوئی تعلق تھا۔"

"نہیں ڈائن سے اس کا تعلق نہیں تھا بلکہ مسٹر ڈائن سے پہلے بھی میری ایک زندگی تھی مگر چھوڑو اس کے بارے میں' میں تمہیں بتانا پسند نہیں کرتی پھر کبھی سہی۔"

"بہرحال جو کام تم نہیں کرنا چاہتی اس کے لئے میں تمہیں کبھی مجبور نہیں کروں گا اوکے ٹھیک ہے۔"

"ایک بات تمہیں اور بتاؤں ابھی کچھ دیر پہلے میں نے دو افراد کو دیکھا تھا یہ دونوں مشکوک انداز میں یہاں آئے تھے اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ یہاں کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتے ہوں کیونکہ مسٹر ڈائن جاچکے ہیں اور مجھے وہ یہ ہدایت کرگئے تھے کہ تمہارے لئے ہر چیز کا خیال رکھوں۔"

"کیا تم ان لوگوں کو پہچانتی ہو۔"

"نہیں میں نے انہیں پہلی بار دیکھا ہے لیکن ان کا انداز ایسا تھا جیسے وہ اپنا چہرہ چھپانا چاہتے ہوں۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"کوئی ایسی پہچان۔"

"ہاں دونوں کے چہرے پر گھنی مونچھیں تھیں اور ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے جڑواں ہوں یعنی بہت زیادہ ایک دوسرے کے ہم شکل تھے وہ۔"

"شکریہ' ویسے میں دیکھ لوں گا کہ وہ کون ہیں۔" پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ وہاں سے چلی گئی اور میں اس کے بارے میں سوچتا رہا کافی دیر تک میں عجیب وغریب کیفیت کا شکار رہا تھا پھر اس کے بعد میں تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ راشک ایک عجیب وغریب جگہ تھی اور یہاں آنے کے بعد سے لے کر اب تک کوئی ایسا عمل نہیں ہو سکا تھا جسے میں اپنے لئے کار آمد سمجھتا۔ اصل میں بات ہی بگڑ گئی تھی۔ حسن فیروز کو کرنل ہمایوں نے شروع سے تو مکمل طور پر اجازت دے دی تھی لیکن بعد میں نہ جانے کیوں یہ پروگرام کچھ تبدیل کر دیا گیا تھا بہرحال میں اپنے طور پر غیر مطمئن نہیں ہونا چاہتا تھا چنانچہ میں باہر نکل آیا پھر اس کے بعد میں نے بیشتر وقت راشک کے بازاروں اور گلیوں میں گھوم کر گزارا یہاں موجود لوگوں سے گفتگو کی کھانے پینے کی چیزیں بھی میں نے باہر ہی سے خریدیں تھیں اور اس کے بعد ایک کار آمد بات بھی ہوئی تھی یعنی بڑی مونچھوں والے وہ ہم شکل میری نگاہوں کے سامنے آگئے تھے۔ میں نے انہیں کئی جگہ اپنے آس پاس منڈلاتے ہوئے دیکھا تھا اور پھر مختلف جگہوں سے گزرتا ہوا میں دریا کے کنارے پہنچ گیا۔

سورج دریا کے نیلے پانی پر اپنی روشنی ڈال رہا تھا۔ موسم خاصا گرم تھا جس علاقے میں' میں اس وقت موجود تھا وہ دریا کے جنوبی حصے میں تھا اور یہاں لوگ مختلف خریداریاں کر رہے تھے لیکن میں نے یہاں ایک شخص کو دیکھا جو چہرے سے ایک عجیب وغریب شخصیت کا مالک لگتا تھا اس کا رنگ سیاہی مائل گندمی' آنکھیں چھوٹی' ناک لمبی تھی وہ نہ جانے کیا شخصیت رکھتا تھا کہ میں اس کے قریب پہنچ گیا اور اس کا جائزہ لینے لگا نہ جانے کیوں اس شخص کے اندر مجھے جانی پہچانی شخصیت محسوس ہو رہی تھی اور پھر مجھے اچانک ہی یاد آگیا کہ یہ اس سکھ کی شکل و صورت کا مالک ہے جس نے وہاں مجھ سے کیبن میں ملاقات کی تھی اور پھر مجھے ساتھ لیتے ہوئے غلام حیدر کی طرف آیا تھا حالانکہ یہ وہ سکھ نہیں تھا لیکن اس جیسا ضرور تھا۔ میں نے گردن گھما کر ان دونوں کو دیکھنے کی کوشش کی جو اب تک میرے پیچھے لگے ہوئے تھے اور جن کے بارے میں مجھے سیکا نے بتا دیا تھا۔ لیکن اس وقت وہ بھی موجود نہیں تھے چند لمحوں کے بعد سکھوں جیسی پگڑی والا شخص دکان سے باہر نکل گیا دن بھر کی آوارہ گردی کے بعد شام کو میں پوست منڈی پہنچ گیا

اور اب مجھے اندازہ ہوا کہ یہاں شام کے وقت کافی رش ہوتا ہے۔ بے شمار افراد وہاں موجود تھے دن کی روشنی میں' میں نے وہاں جو چھوٹے چھوٹے ریسٹورنٹ دیکھے تھے اب ان کی تعداد بڑھ گئی تھی گویا شام کو یہاں اچھے خاصے ہجوم کے لئے تفریح کا بندوبست ہو جاتا تھا۔ میدانی ہوٹلوں میں بے شمار لوگ نظر آرہے تھے اور ان میں مرد وعورتیں سبھی تھے۔ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا ہر جگہ کا جائزہ لینے لگا پھر کسی نے اچانک ہی عقب سے میرے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور میں نے بجلی کی طرح گھوم کر دیکھا۔ سیکا کو دیکھ کر ایک لمحے کے لئے مجھ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی تھی وہ بے انتہا خوبصورت نظر آرہی تھی ایک عجیب سا لباس اس نے پہنا ہوا تھا اور اتنا خوبصورت لباس تھا وہ کہ بس یہ کہا جاسکتا تھا کہ اس وقت سیکا اس ماحول کی سب سے حسین لڑکی لگ رہی تھی۔ یہ بھی ایک عجیب بات تھی اور غالباً سیکا ہی کی وجہ سے میں بھی بہت سی نگاہوں کا مرکز بن گیا تھا۔ ہم ایک دوسرے کو نگاہوں ہی نگاہوں میں دیکھنے لگے اور میں نے آنکھوں سے سیکا کی تعریف کر ڈالی وہ کہنے لگی۔

"میں نے اپنی اوقات سے بڑھنے کی کوشش تو نہیں کی ہے۔"

"سب سے پہلے تو تم اپنی اوقات کا تعین کرو۔"

"تمہاری خدمت گار۔"

"نہیں یہ مسٹر ڈائن کی کوشش تھی میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔"

"بیٹھ سکتی ہوں تمہارے ساتھ۔"

"جگہ تلاش کرو۔" میں نے کہا اور وہ بے تکلفی سے میرا ہاتھ پکڑ کر ایک جانب بڑھ گئی۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس میز پر پہنچ گیا جہاں سیکا مجھے لے گئی تھی میں نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے سیکا کا جائزہ لیا اور کہا۔

"بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔"

"شکریہ۔" تقریباً دس منٹ تک ہم دونوں خاموشی سے قرب و جوار کا جائزہ لیتے رہے پھر اچانک ہی میری نگاہیں ایک جانب اٹھ گئیں۔ بڑی مونچھوں والے دونوں آدمی ایک میز پر موجود تھے اور ان کے سامنے مشروبات رکھے ہوئے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ خاص طور سے گردن جھکا کر بیٹھے ہوں اور کسی کو اپنے بارے میں کچھ نہ بتانا چاہتے ہوں دفعتاً ہی میں نے سیکا کو مخاطب کیا۔

"سیکا۔" وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی پھر ہنس کر بولی۔

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"شکر ہے تمہارے منہ سے آواز تو نکلی میں تو یہ سمجھی تھی کہ جس وقت تک تم یہاں بیٹھو گے خاموش ہی بیٹھے رہو گے اور یقین کرو اب مجھے یہ احساس ہونے لگا تھا کہ کہیں میری یہ بے تکلفی اور آمد تمہیں ناگوار تو نہیں گزری ہے۔"

"اس کے جواب میں مجھے کیا کہنا چاہئے۔"

"نہیں میرے اور تمہارے درمیان حیثیت کا اتنا فرق ہے کہ کسی بات کا اگر تم جواب نہ دینا چاہو تو میں تم سے وہ جواب طلب کرنے کی ہمت نہیں رکھتی۔"

"سیکا' بچوں جیسی باتیں نہ کرو میں تمہیں اپنی ایک اچھی دوست اور اچھی ساتھی کہہ چکا ہوں ہو سکتا ہے کچھ وجوہات کی بناء پر میں تمہیں وہ پذیرائی نہ دے سکا ہوں جو تمہارے ذہن میں ہو۔ لیکن دوستوں میں پذیرائی کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ سامنے بیٹھی شخصیت کو صرف ایک خوبصورت لڑکی ہی تصور کرلیا جائے۔" سیکا نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"اور یقین کرو میں بھی اس کی قائل نہیں ہوں۔"

"تو پھر باتیں کرو۔"

"بس اب میرے ذہن سے وہ تصور دور ہو چکا ہے۔"

"کیا واقعی۔"

"ہاں۔"

"تو پھر میں تمہیں ایک دلچسپ چیز دکھاؤں جو یقیناً تم نے دیکھی ہوگی البتہ اسے دیکھ کر تمہیں حیرت ضرور ہوگی۔"

"کیا؟" وہ تعجب سے بولی۔

"بائیں سمت ذرا تھوڑی سی گردن ٹیڑھی کرکے دیکھو' کیا یہ وہی دونوں ہیں جن کے بارے میں تم مجھے ہوشیار کرچکی ہو۔" سیکا کا چہرہ ایکدم سنجیدہ ہوگیا اس نے میری ہدایت کے مطابق گردن گھما کر اس طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔

"او خدایا واقعی' واقعی یہ تو وہی ہیں۔"

"میں تصدیق چاہتا تھا۔"

"ہوں ایک منٹ میں ذرا ان کا اچھی طرح جائزہ لے لوں۔"

"کیا مطلب؟"

"تھوڑی دیر کی اجازت چاہتی ہوں۔"

"نہیں سیکا تم کوئی خطرہ مول نہیں لوگی۔"

"تم فکر مت کرو میں ذرا دس منٹ کی اجازت چاہتی ہوں تم سے۔" اس سے پہلے کہ میں اسے کوئی جواب دیتا وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ میں اسے دیکھتا رہا آگے جاکر وہ ایک دروازے میں گم ہوگئی تھی حالانکہ میں اس وقت کسی قسم کی جدوجہد کے موڈ میں نہیں تھا دونوں کو دیکھ کر مجھے یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ کوئی گڑبڑ ہے اور یقینی طور پر یہ لوگ بلاوجہ میرے تعاقب میں نہیں ہیں۔ پگڑی والا سکھ بھی مجھے یاد تھا جو بلرام سنگھ کا ہم شکل تھا اب پتا نہیں کیا صورت حال ہو دیکھنا تھا کہ آگے کیا ہوتا ہے۔ لیکن سیکا کا اس طرح چلے جانا میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا اس سے پہلے جو لڑکی مجھے ملی تھی وہ بھی دلکش تھی لیکن یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ڈائن نے شیری کی بجائے سیکا کو میرے لئے زیادہ مناسب سمجھا ہو بہرحال میں خاموشی سے اپنی جگہ بیٹھا رہا اور جب خاصی دیر گزر گئی تو اچانک میں نے ان دونوں کو ان کی جگہ سے اٹھتے ہوئے دیکھا وہ شاید یہاں سے کہیں جانا چاہتے تھے چند لمحوں کے بعد وہ دو قدم پیچھے گئے پھر آہستہ آہستہ اچانک ہی گھومے اور رخ تبدیل کرکے میری جانب بڑھنے لگے۔ میں کچھ سمجھ نہیں پایا تھا وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے میری جانب آرہے تھے اور اس وقت میرے چہرے پر عجیب سے تاثرات پیدا ہوگئے تھے میں نہیں سمجھ پارہا تھا کہ انہوں نے یہ بے احتیاطی کیوں کی ہے۔ بہرحال میرے قریب سے گزرتے ہوئے ان میں سے ایک شخص رکا اور اس نے ایک سفید رنگ کا ایک چھوٹا سا کارڈ میرے سامنے میز پر رکھ دیا یہ کام اس نے اتنی برق رفتاری سے کیا تھا کہ میں صورت حال کو سمجھ بھی نہ پایا وہ میرے پاس سے گزر کر آگے بڑھ گئے تھے اور میں اس کارڈ کو دیکھ رہا تھا جس پر لکھا ہوا تھا۔

"اب سے ایک گھنٹے کے بعد کلب کے باہر پتھر کی دیوار کے پیچھے ہم تمہارا انتظار کریں گے ہمیں تم سے بہت ضروری کام ہے۔" بڑا عجیب وغریب پیغام تھا یہ سنسنی خیز اہمیت کا حامل اور میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ کیا کہانی شروع ہوگئی ہے ویسے اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ کہانی بے حد پُراسرار تھی اور اگر واقعات کی کڑیاں ملائی جاتیں تو ایک ناقابل یقین اور پُراسرار ماحول نگاہوں کے سامنے آجاتا تھا۔ سامنے رکھے کارڈ پر نظریں جمائے میں یہی سوچ رہا تھا کہ کیا مجھے واقعی ایک گھنٹے کے بعد ان لوگوں سے ملاقات کرنی چاہئے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہاں آنے کا مقصد ہی تبدیل ہوگیا تھا لیکن میرے لئے راستے

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

متعین کئے گئے تھے اور میں انہی راستوں پر چل رہا تھا سیکا نے مجھے ان دونوں کی جانب سے ہوشیار کیا تھا اور اب وہ دونوں میرے سامنے تھے۔ اچانک ہی میرے ذہن میں ایک عجیب سی کیفیت ابھری۔ مجھے ان واقعات اور حالات سے متاثر نہیں ہونا چاہئے اصل میں دو تین جال میں پھنس گیا ہوں پہلے حسن فیروز پھر اس کے بعد اور زیادہ الجھن کا باعث میرے لئے علی دانش بنا تھا۔ علی دانش کے بعد کئی اور ایسے نام جنہیں مجھ پر مسلط کرنے کی کوشش کی گئی تھی جیسے غلام حیدر' اصولی طور پر مجھے جو کچھ کرنا چاہئے تھا اپنے طور کرنا چاہئے تھا اور ابھی تک میں صرف انہی لوگوں کے ہاتھوں میں کھیل رہا تھا اگر اپنے طور پر شروعات کر دوں اور جو اپنے ذہن میں آئے وہ کروں تو شاید زیادہ کار آمد صورت حال نکل سکے اور اچانک ہی میں نے ایک فیصلہ کیا اور میرے اندر ایک نئی ہمت بیدار ہو گئی اس کے بعد مجھے کسی کا انتظار نہ رہا اب جو کچھ بھی کرنا ہے اپنے ہی طور پر کرنا ہے اور اس میں سب سے پہلا کام یہ تھا کہ ان لوگوں کے دیئے ہوئے وقت کے مطابق اس جگہ پہنچوں جہاں انہوں نے مجھے طلب کیا ہے پھر دیکھوں کہ صورت حال کیا ہوتی ہے۔

کچھ دیر کے بعد میں اپنی جگہ سے اٹھا اور پُراطمینان قدموں سے چلتا ہوا عمارت سے باہر نکل آیا۔ اب یہاں آنے کے بعد فوری طور پر کچھ اقدامات کرنا ضروری تھے ورنہ خواہ مخواہ وقت ضائع ہو رہا تھا میں آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا پتھر کی اس دیوار کے عقب میں پہنچ گیا جس کا تذکرہ وہ لوگ مجھ سے کر گئے تھے۔ وہاں پہنچ کر میں نے محسوس کیا کہ وہ دونوں دیوار کے پاس کھڑے میرا انتظار کر رہے ہیں میں ان کے قریب پہنچا تو وہ میری جانب متوجہ ہو گئے۔

"نہ تو ہمیں تمہارا نام پوچھنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی یہ بتانے کی کہ فی الحال ہم تمہیں کہاں لے جا رہے ہیں۔ ہاں' ایک بات بتا دینا بے حد ضروری ہے وہ یہ کہ اگر تم ہم سے تعاون کرو تو تمہاری زندگی کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تم ایک ایسے معاملے میں ملوث ہو گئے ہو جس کے بارے میں کسی کو تم سے کچھ معلومات حاصل کرنا ہیں اور اسی نے تمہیں یہ دعوت دی ہے۔"

"تمہارا مطلب کیا ہے کہ اگر میں اپنی پسند سے تمہارے ساتھ نہ چلنا چاہوں تو کیا اس میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔"

"ہاں' ہمیں حکم دے دیا گیا ہے کہ تمہیں ہر قیمت پر اپنے ساتھ لے کر آئیں' دیوار کی اس جانب تین گھوڑے موجود ہیں جن میں سے دو ہمارے لئے اور ایک تمہارے

لئے ہے لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ ہم تمہیں زخمی کر کے لے جائیں کیونکہ بہرحال ہماری زندگی خود اسی میں ہے کہ ہم تمہیں وہاں تک پہنچا دیں جہاں تمہیں لے جانا ہے۔"

"ٹھیک' گویا تم مجھے اغوا کرنا چاہتے ہو۔"

"اگر تم الفاظ سے کھیلنا پسند کرتے ہو تو یہ تمہاری مرضی ہے۔"

"تمہارے نام کیا ہیں۔"

"جب ہم نے تمہارا نام نہیں پوچھا تو تم بھی ہمارے نام پوچھنے کی کوشش نہ کرو' تعارف جبھی ہوتا ہے جب دوستانہ تعلقات قائم ہو جائیں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ تم لوگ مجھے زخمی کرنے کی کوشش کرو کیونکہ میں خوشی سے تمہارے ساتھ جانا پسند نہیں کرتا۔" میں نے کہا اور سنبھل کر کھڑا ہو گیا۔ میرے ان الفاظ پر وہ دونوں الجھ گئے اور پھر انہوں نے اپنے لباس سے ریوالور نکال کر سیدھے کر لئے اور ان میں سے ایک نے کہا۔

"گولیاں تمہارے پیروں پر ماری جائیں گی اور اس کے بعد تمہیں گھوڑے پر ڈال کر لے جایا جائے گا۔"

"تو ٹھیک ہے' گولیاں چلاؤ میں کب انکار کر رہا ہوں۔" میں نے کہا اور وہ میری بات سے پھر الجھ گئے۔ غالباً وہ مجھے دھمکیاں دے کر اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے' کوئی ہوش مند ان دھمکیوں کے بعد اپنے آپ کو نہ بچانے کی کوشش کس طرح کر سکتا تھا لیکن سوال کسی ہوش مند کا تھا مجھ جیسے کھسکے ہوئے انسان کا نہیں کیونکہ بہرطور اور جو کچھ تھا سو تھا ہی لیکن تعلق میرا بھی ایسی پہاڑی بستی سے تھا جہاں کبھی کبھی عقل سے زیادہ جذبات سے کام لیا جاتا ہے۔ پھر ان میں سے ایک نے عاجزی سے پُرلہجے میں کہا۔

"دیکھو ایک بات کا یقین ضرور کر لو تم' وہ یہ کہ ہم تمہیں جہاں لے جا رہے ہیں وہاں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا' بہت ہی ضروری معاملہ ہے۔ تمہارا جانا تمہارے حق میں بہت اچھا رہے گا۔ تم سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔"

"ارے کیا تم نے مجھے گولی مارنے کا ارادہ ترک کر دیا۔"

"پلیز ہمیں اس کے لئے مجبور نہ کرو۔" ان میں سے ایک نے کہا اور میں حیرت سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔ اس بار اس کا لہجہ پڑھے لکھے لوگوں کا سا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر ٹھیک ہے چلو اگر ایسی بات ہے تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔" وہ میرے اس

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

اچانک فیصلے سے ایک بار پھر حیرت زدہ رہ گئے تھے۔ بہرحال پھر میں ان کے ساتھ آگے بڑھ گیا' سامنے کی جگہ سنسان پڑی ہوئی تھی' تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد کچھ درخت نظر آئے جو ایک جھنڈ کی شکل میں وہاں موجود تھے' درختوں کے ایک حصے میں گھوڑے نظر آرہے تھے چنانچہ چند لمحوں کے بعد ہم تینوں گھوڑوں کے قریب پہنچ گئے اور پھر ہم گھوڑوں پر سوار ہوگئے۔ میں جو یہ فیصلہ کرکے باہر نکلا تھا کہ اب ہر طرح کا رسک لے لوں گا اور کسی بھی سلسلے میں بہت زیادہ الجھنے کی کوشش نہیں کروں گا' پروقار انداز میں ان کے ساتھ چل رہا تھا۔ لیکن مجھے یہ اندازہ تھا کہ وہ لوگ بھی پوری طرح محتاط تھے اور غالباً انہوں نے یہ سوچا تھا کہ کہیں میں کسی چالاکی کے تحت تو ان کی بات ماننے کو تیار نہیں ہوگیا۔ گھوڑوں کی رفتار بہت زیادہ تیز نہیں تھی اور وہ ایک سیدھ میں چل رہے تھے۔ ایک پُراسرار سناٹا اور خاموشی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ قرب وجوار میں گہری تاریکی بھی تھی لیکن آسمان پر چاند آہستہ آہستہ ابھرتا آرہا تھا' پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"سنو' ایک بات اور سن لو۔"

"وہ بھی سناؤ؟"

"اصل میں بات یہ ہے کہ ہم لوگ ابھی تک تمہاری طرف سے مطمئن نہیں ہیں' ہوسکتا ہے تم نے موقع کی نزاکت کے پیش نگاہ ہمارے ساتھ یہ سفر کرنا مناسب سمجھا ہو' لیکن خدا کے لئے اس وقت تک جب تک اپنے لئے کوئی خطرہ محسوس نہ کرو کوئی ایسا عمل کرنے کی کوشش نہ کرنا جس میں تمہیں یا ہمیں کوئی نقصان پہنچے' کبھی کبھی اندھی دوستی بھی کرلی جاتی ہے۔ اس وقت تم ہم سے اندھی دوستی ہی کرلو کیونکہ ہم تمہیں کم از کم نقصان نہیں پہنچانا چاہتے۔" جواب میں میں نے ہنس کر کہا۔

"..... ٹھیک ہے دوستو' جب دوستی کی بات ہے تو کم از کم عارضی طور پر میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ جب تک مجھے اس بات کا خطرہ نہ ہو جائے کہ تم میرے لئے نقصان دہ ہو۔"

"ہمارے راستے میں مداخلت بھی کی جاسکتی ہے اس لئے ذرا ہوشیار رہنا۔"

"ٹھیک ہے' ٹھیک ہے بے فکر رہو۔" پھر اس کے بعد میں واقعی ان کے ساتھ پرسکون انداز میں آگے سفر کرتا رہا' نہ جانے کتنا فاصلہ طے کرلیا گیا تھا' کوئی تیس سے پینتیس منٹ کا سفر کیا گیا تھا اور یہ گفتگو ہونے کے بعد گھوڑوں کی رفتار بھی خاصی تیز ہوگئی تھی۔ اس کے بعد ایک جگہ پہنچ کر انہوں نے اپنے گھوڑوں کی رفتار سست کی اور

مجھ سے کہا۔

"ہمیں بائیں سمت ڈھلوان میں اترنا ہے۔" میں نے بائیں سمت دیکھا' سڑک تھوڑی سی نیچے چلی گئی تھی اور پھر اس کے بعد ایک پگڈنڈی نظر آرہی تھی جو قد آدم گھاس کے ایک حصے کو عبور کرتی ہوئی قرب وجوار میں بکھرے ہوئے ٹیلوں کی جانب چلی گئی تھی۔ البتہ یہ سفر ذرا مشکل رہا لیکن یوں محسوس ہوتا تھا جیسے گھوڑے ان راستوں پر پہلے بھی سفر کرچکے ہیں کیونکہ وہ خاصے پرسکون تھے اور اس نیم تاریک ماحول میں جب کبھی چاند جھانکتا تو قرب وجوار کی چیزیں نظر آنے لگتیں تھیں یہ سفر خاصہ طویل رہا۔ تقریباً ایک گھنٹہ مزید چلنے کے بعد ہم تینوں ایک پہاڑی کے دامن میں پہنچ گئے' یہاں بھی ماحول بہت خوبصورت تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے قرب وجوار میں سبزہ زار پھیلے ہوئے ہوں' پھر آدھی رات کے قریب ہم ایسی چٹانوں کے درمیان پہنچ گئے جہاں راستہ تنگ اور خطرناک تھا لیکن ہمارے گھوڑے یہاں بھی ٹھوکر نہیں کھا رہے تھے بلکہ پرسکون انداز میں آگے کا سفر کررہے تھے البتہ رفتار کچھ سست ہوگئی تھی۔ ان میں ایک ساتھی نے کہا۔

"دوست ذرا ان راستوں پر احتیاط سے سفر کرنا' گھوڑے ان راستوں پر سفر کرنے کے عادی ہیں۔ اس لئے وہ تو غلطی نہیں کریں گے لیکن انہیں کسی طرح سے کسی غلط فہمی کا شکار نہ کرنا ورنہ ذرا سی بے پروائی ہمیں کسی گہرے کھڈ میں پہنچا دے گی۔" میں نے اب بھی کچھ نہیں کہا تھا۔

آخر کار چٹانوں کا یہ سفر ختم ہوا اور ایک بار پھر کچھ دھندلی دھندلی روشنیاں نظر آنے لگیں۔ یہ روشنیاں بجلی کی نہیں تھیں بلکہ شاید وہ خاص قسم کے مٹی کے تیل کے یا سرسوں کے تیل کے چراغ تھے جو جگہ جگہ روشن نظر آرہے تھے۔ غالباً کوئی بستی ہی تھی جو دور دور تک پھیلی ہوئی تھی' بستی کے پس منظر میں پہاڑوں کی بلند چوٹیاں بھی نظر آرہی تھیں۔ میں خاموشی سے آگے بڑھتا رہا' تھوڑے فاصلے پر پہنچنے کے بعد ڈھلان شروع ہوگئے تھے اور ان ڈھلانوں پر اترتے ہوئے خاصا محتاط رہنا پڑ رہا تھا' خاصی دیر گزر گئی پھر اس کے بعد یوں محسوس ہوا جیسے بستی سے گریز کیا گیا ہو اور ان لوگوں نے جس درے سے یہ سفر اختیار کیا تھا وہ شاید بستی کے دوسری جانب سے گزرتا تھا' نہ جانے کتنی دیر تک یہ سفر جاری رہا' مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ لوگ مزید کتنی دیر اور سفر جاری رکھیں گے لیکن بہرحال میں نے ان سے اس بارے میں کوئی سوال بھی نہ کیا تھا۔ یہاں تک کہ

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد دن کی روشنی نمودار ہونے لگی۔ وہ لوگ بستی پیچھے چھوڑ آئے تھے جب اجالا آہستہ آہستہ سر ابھارنے لگا تو میں نے سوالیہ نگاہوں سے ان دنوں کو دیکھا' اس وقت میرے ساتھیوں میں سے ایک نے کہا۔

"گھوڑے رات بھر کے سفر سے تھک گئے ہیں اور ہم جانتے ہیں تم بھی گھوڑے کی پشت پر اکڑ گئے ہو۔ اس لئے اب تھوڑی دیر کے لئے آرام کرلینا مناسب ہے۔"

"کیا وہاں سے چلتے ہوئے تم نے مجھے یہ بتایا تھا کہ یہ سفر رات بھر جاری رہے گا۔" میں نے کرخت لہجے میں سوال کیا۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کی صورت دیکھی' پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ ہم خود بھی یہ بات نہیں جانتے تھے کہ سفر اتنا طویل ہوگا۔"

"اگر تم اپنے آپ کو بہت زیادہ چالاک سمجھنے کی کوشش کر رہے ہو تو میرا مشورہ ہے یہ کوشش ترک کردو۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو کچھ ہم تم سے کہہ رہے ہیں وہ سچ ہے۔ ہمیں تو راستے میں ہدایات ملتی رہی ہیں۔"

"راستے میں۔" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔"

"خوب' اس کا ذریعہ کیا ہے۔" میں نے سوال کیا تو پھر ان دونوں نے ایک دوسرے کی شکل دیکھی' پھر ان میں سے ایک نے اپنے لباس میں ہاتھ ڈال کر ایک چوکور ٹرانسمیٹر نکال لیا اور اسے میرے سامنے کرتا ہوا بولا۔

"یہ ٹرانسمیٹر ہے جس پر ہمیں مسلسل ہدایات مل رہی ہیں۔" مجھے یہ اندازہ تو ایک لمحے کے اندر اندر ہوگیا تھا کہ وہ واقعی ٹرانسمیٹر ہے لیکن یہاں اس پہاڑی علاقے میں اور علاقہ بھی ایسا جسے ایک بالکل غیر مہذب اور خالص سیدھا سادا پہاڑی علاقہ کہا جاسکتا ہے۔ یہ ساری چیزیں بھی موجود ہیں لیکن پھر بہت سے خیالات دل میں آئے' پوست کی سوداگری اب معمولی نوعیت نہیں رکھتی۔ دنیا کے بڑے بڑے ممالک اس سوداگری سے تنگ ہیں۔ اس کے خلاف اربوں روپوں کی سرمایہ کاری کی جارہی ہے اور کوششیں کی جارہی ہیں کہ یہ کاروبار بند ہو جائے لیکن یہ کاروبار کرنے والے بھی اسی معیار پر یہ کام کر رہے ہیں' جس معیار پر ان کے خاتمے کا بندوبست کیا جارہا ہے۔ ظاہر بات ہے پوست

وادی کے بارے میں جو تفصیلات میرے علم میں آئی تھیں وہ یہ تھیں کہ سمندر سے دریائی راستے بھی یہ کاروبار ہوتا ہے اور اس کے لئے جدید ترین ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں' بلکہ کچھ مخصوص علاقے تو ایسے ہیں جو اس سلسلے میں زبردست سرمایہ کاری کرکے بنائے گئے ہیں اور ڈرگ مافیا اعلیٰ پیمانے پر اس سلسلے میں اپنا کام کر رہی ہے اور یہ راستے خصوصی طور پر ان دشوار گزار علاقوں میں تیار کئے گئے ہیں یہاں عام انسانی سفر ممکن نہیں ہے اور انہیں پوشیدہ رکھنے کے لئے نہ جانے کیسے کیسے انتظامات کئے گئے ہیں۔

کرنل ہمایوں ایک بین الاقوامی شخصیت تھی اس کا اندازہ بہرحال مجھے اس عرصے میں ہوگیا تھا اور میں جانتا تھا کہ کرنل ہمایوں نے جو ذمہ داری قبول کی ہے اور جس کا کچھ حصہ مجھے سونپا گیا ہے ممکن ہے کہ وہ صرف رانا اختیار خلجی کی بیٹی کی بازیابی کا معاملہ ہی نہ ہو بلکہ جو نئی ہدایات مجھے موقع پر پہنچ کر دی گئی تو اس کے پس منظر میں یہ تصور بھی ہو کہ میں ان علاقوں میں پوست کی کاشت اور پوست کی سوداگری کے بارے میں معلومات اکٹھی کروں' کچھ تعجب کی بات نہیں تھی کہ ایسا ہی ہو اور بہرحال غیر محسوس طریقے سے سہی میں یہ کام کرتو رہا تھا چنانچہ اس شخص کے پاس ٹرانسمیٹر کا ہونا اس قدر حیرت انگیز بات نہیں تھی یا پھر ان پُراسرار علاقوں میں میری ملاقات ایسے لوگوں سے ہونا جو اپنا ایک الگ معیار رکھتے ہوں ناقابل یقین بات نہیں تھی۔ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"حالانکہ میں تم لوگوں سے مسلسل تعاون کر رہا ہوں تمہارا ایک اشارے پر تمہارے ساتھ چلا آیا ہوں اور جہاں تک تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تم سے خوفزدہ ہوں تو ایسی کوئی بات نہیں ہے' کبھی کبھی اجنبی لوگوں سے بھی گہری دوستی ہوجاتی ہے۔ ٹھیک ہے تم لوگوں نے اپنا نام نہیں بتایا جس کی وجہ سے مجھے خاصی پریشانی ہے لیکن جو سوال میں نے تم سے کیا تھا اس کا جواب تم نے بڑا عجیب دیا ہے۔ گویا کوئی شخصیت تمہیں راستے میں ہدایات بھی دیتی رہی ہے۔"

"ہاں ایسی ہی بات ہے ویسے تم بھی اچھے آدمی معلوم ہوتے ہو۔ دیکھو آخری بار جو الفاظ میں تم سے کہہ رہا ہوں تم ان پر غور کرنا اور اس بات کو اچھی طرح ذہن میں رکھنا کہ ہم کسی سے خوفزدہ نہیں ہوتے' ہم ان پہاڑوں پر پیدا ہوئے یہیں ہم نے زندگی گزاری ہے اور یہیں ہمیں دنیا کے بارے میں معلومات حاصل ہوئی ہیں جو کاروبار ہم کر رہے ہیں وہ ہی ہمارے زندہ رہنے کا ایک وسیلہ ہے چنانچہ بہتر ہوگا کہ ہم سے کوئی فریب کرنے کی کوشش نہ کرنا' تمہیں قتل کرکے ہمیں خوشی نہیں ہوگی۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"ٹھیک ہے۔ میرا نام گل مراد ہے۔" میں نے کہا اور وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگے' پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"میرا نام سمندر خان ہے اور یہ رازق خان ہے۔"

"تم دونوں کے چہرے ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ کیا تمہارے درمیان کوئی گہری رشتے داری ہے۔"

"ہاں' رازق خان میرے تایا کا بیٹا ہے۔"

"گھوڑے واقعی تھک گئے ہیں۔ آرام کرلیا جائے۔"

"اب ہم سے یہ مت پوچھنا کہ تمہارے بارے میں ہمیں ہدایات دینے والا کون ہے ویسے میں تمہیں بتادوں گا کہ ہمیں یہ کہہ دیا گیا ہے کہ اگر تمہارا راستہ روکنے کی کوشش کی جائے تو کوشش کرنے والے کو موت کی نیند سلا دیا جائے۔" میں نے خاموشی سے گردن ہلادی تو سمندر خان بولا۔

"تو اب کھانے پینے کا بندوبست کرنا ہوگا۔ ہمارے پاس کھانے کا سامان موجود ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی اگر تازہ شکار کرکے کھانا چاہو تو اِدھر کمی نہیں ہے۔"

"نہیں' بہتر ہے کہ جنگل کے جانوروں کو معاف ہی کردیا جائے۔ تمہارے پاس کھانے کو کیا ہے۔" انہوں نے اپنے گھوڑوں کی زین سے دو تھیلے اتارے' سامان ان کے پاس واقعی مناسب موجود تھا اور یہ بات ذرا مشکوک ہوگئی تھی جو انہوں نے کہی تھی یعنی یہ کہ ان کو اس سفر کی طوالت کا علم نہیں تھا' ان کے پاس ہلکے گیس کے مخصوص چولہے موجود تھے' برتن بھی تھے اور خشک مچھلی کے ڈبے بھی اس کے علاوہ چائے کا انتظام بھی تھا اور تھوڑی دیر کے بعد جو کچھ انہوں نے تیار کیا وہ ایسا نہیں تھا کہ اس کے بعد انسان صبر کی منزل میں قدم رکھے رہے۔ مچھلی چباتے ہوئے چائے پینا بے شک ایک عجیب مشغلہ تھا لیکن زندگی میں ایسے مشغلے بھی ہوجاتے ہیں۔ وہ لوگ بھی میرے ساتھ ہی شریک تھے اور ابھی ہم لوگ ناشتے سے فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ فضا میں ہمیں ایک عجیب سی آواز سنائی دینے لگی' اطراف میں سناٹا نہیں تھا۔ آسمان پر پرندوں کی ڈاریں پرواز کر رہی تھیں اور مرغابیوں کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں اس وقت مرغابی کا شکار کرلینا ہمارے لئے مشکل کام نہیں تھا چونکہ زمین سے ان پرندوں کی بلندی بھی زیادہ نہیں تھی لیکن جو آواز ہمیں سنائی دی تھی وہ پرندوں کی ڈاروں کی نہیں تھی بلکہ یہ ایک عجیب سی گڑگڑاہٹ تھی۔ سمندر خان اور رازق خان اپنی رائفلیں سنبھال کر کھڑے ہوگئے۔ وہ

کچھ بے چین سے نظر آرہے تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہوا کے دوش پر آنے والی یہ آواز کسی گاڑی کی مشین ہی کی تھی' کبھی یہ واضح ہوجاتی اور کبھی ڈوب جاتی لیکن میں نے بھی کان لگا کر اسے سنا تھا اور مجھے یہ اندازہ ہوتا جارہا تھا کہ آواز یقینی طور پر کسی ٹرک کی ہے اور اس کا رخ اسی جانب ہے۔ اب یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کون ہے اور کیا چاہتے ہیں۔ اچانک ہی سمندر خان نے کہا۔

"اگر تمہیں پستول دے دیا جائے تو کیا تم اسے ہم پر ہی تو نہیں تان لو گے۔" میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا اور بولا۔

"اس کا ایک بہترین حل موجود ہے۔"

"کیا؟"

"یہی کہ مجھے پستول ہی نہ دو۔" میں نے کہا اور رازق مسکرانے لگا' پھر بولا۔

"معاف کرنا یہ زیادہ مناسب رہے گا' پھر وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا اور ایک درخت کی جانب بڑھ کر جوتے اتارے بغیر اس پر چڑھنے لگا۔" کامیابی ذرا مشکل ہی سے ہوئی تھی لیکن وہ ایک اونچی شاخ پر پہنچ گیا اور پھر اتنی ہی پھرتی سے نیچے بھی اتر آیا تھا۔ بہرحال اس نے آتے ہی کہا۔

"ٹرک ہے اور اسی طرف آرہا ہے۔ وہ جو سامنے دو چٹانوں کا راستہ نظر آرہا ہے نا وہ اس کے درمیان سے یہاں تک آئے گا۔ ہمیں گھوڑوں کو محفوظ کرلینا چاہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ ٹرک سے فائرنگ ہو اور ہمارے گھوڑے شکار ہوجائیں۔" رازق خان اور سمندر خان نے جلدی سے گھوڑوں کو ایک بڑی چٹان کے عقب میں کھڑا کردیا جہاں سے وہ نظر نہیں آسکتے تھے اور پھر ہم لوگ بھی ایسی محفوظ جگہ پر پوشیدہ ہوگئے۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایک چھوٹے سائز کا ٹرک آتا ہوا نظر آیا اور ہم خاموشی سے اس کا جائزہ لیتے رہے۔ ان دونوں نے رائفلیں سیدھی کرلی تھیں اور یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ان کا اگلا قدم کیا ہوگا۔ میں بھی سامنے نگاہیں جمائے ہوئے تھا اور ان دونوں کا جائزہ بھی لیتا جارہا تھا جو رائفلوں کے گھوڑوں پر انگلیاں رکھے شاید کچھ کرنے ہی والے تھے' میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ لوگ بجائے اس کے کہ آنے والوں کا قریب پہنچنے تک انتظار کریں انہیں دور ہی سے ختم کردینے کے کیوں خواہش مند ہیں اور پھر وہی ہوا جس کا مجھے خطرہ تھا' دفعتاً رازق خان نے ٹرائیگر دبا دیا اور ایک خوفناک دھماکا ہوا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ٹرک کا اسٹیئرنگ ہچکولے کھانے لگا' میں نے خود اس کے ونڈ اسکرین کے ٹکڑے

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

بکھرتے ہوئے دیکھے تھے' پھر ایک اور دھماکا ہوا اور ٹرک اس چٹان سے ٹکرایا جو اس سے کچھ فاصلے پر موجود تھی۔ ٹرک وہیں رک گیا تھا' ٹائروں کی آواز سے درختوں پر بیٹھے ہوئے پرندے خوفزدہ انداز میں چیختے ہوئے مختلف سمتوں میں اڑنے لگے۔ میں سکتے کے سے عالم میں یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ ٹرک کا اگلا حصہ برباد ہوگیا تھا اور اس میں جو کوئی بھی تھا' دروازہ کھول کر نیچے اترنے کی کوشش کر رہا تھا۔ دروازے کھل چکے تھے' غالباً ایک سے زیادہ افراد تھے' سمندر خان پھرتی سے پیچھے دوڑا اور رازق خان نے بھی اس کا ساتھ دیا تھا اور اب ظاہر ہے مجھے بھی وہی کرنا تھا جو وہ دونوں کر چکے تھے حالانکہ میں نہتا تھا اور میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ میرے تھیلے میں وہ کچھ موجود تھا جس کا یہ لوگ تصور بھی نہیں کرسکتے تھے اور میں نے اپنے آپ کو اتنا غیر محفوظ بھی نہیں رکھا تھا' ننھا سا وہ پستول جو مجھے مہیا کیا گیا تھا اور جو ان کی رائفلوں سے کہیں زیادہ خوفناک تھا۔ اس طرح میری آستین میں چھپا ہوا تھا کہ ایک لمحے کی جنبش پر کھسک کر میرے ہاتھ میں آجائے اور اس کے بعد جو تماشہ میں انہیں دکھاؤں وہ ان لوگوں کے لئے ناقابل یقین ہو۔ رازق خان اور سمندر خان نے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر تیزی سے ٹرک کی جانب رخ کیا' انہوں نے رائفلیں سیدھی کی ہوئی تھیں اور چند ہی لمحوں کے بعد ہم اس ٹرک کے قریب پہنچ گئے' اپنے بارے میں اتنا تو یقینی طور پر کہہ سکتا ہوں کہ بزدلی کا تو خیر تصور ہی نہیں کیا جاسکتا' اپنے طور پر بڑے سے بڑے سنگین اور خوفناک مناظر دیکھنے کی اہلیت رکھتا ہوں لیکن ٹرک کے قریب پہنچ کر جو کچھ میں نے دیکھا تھا اس نے ایک لمحے کے لئے میرے بدن میں لرزشیں پیدا کردی تھیں۔ ڈرائیونگ سیٹ کا سائیڈ سے دروازہ کھولا ہوا تھا اور اس میں سے ایک شخص اوندھا لٹکا ہوا تھا' غالباً اس نے ٹرک سے اترنے کی کوشش کی تھی لیکن کامیاب نہیں ہوسکا تھا۔ البتہ اس کی جو کیفیت تھی۔ وہ بس ناقابل بیان ہے۔ ان لوگوں کی چلائی ہوئی گولیوں نے اس کا آدھا چہرہ اڑا دیا تھا' چہرے کا اوپر والا حصہ کسی پیالے کی طرح اپنی جگہ سے اڑ گیا تھا اور سفید سفید بھیجہ ٹکڑوں کی شکل میں زمین پر گر رہا تھا' جس کے ساتھ خون کی دھاریں بہہ رہی تھیں اس کے دونوں ہاتھ زمین کی طرف جھول رہے تھے اور خون اس طرح بہہ رہا تھا جیسے کسی بکرے کو ذبح کیا جاتا ہے۔ اس میں وہ سفیدی بڑی اذیت ناک تھی' منہ اور آنکھیں بالکل غائب ہوگئی تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی دوسری جانب بھی جو کچھ نظر آیا تھا وہ ایک لمحے کے لئے تو کوئی خاص اہمیت کا حامل ثابت نہ ہوا لیکن دوسرے لمحے میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں'

گولیاں صرف ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص کو نشانہ بنا چکی تھیں' دوسری جانب جو کوئی تھا اس نے بھی نیچے اترنے کی کوشش کی تھی اور اس کے دونوں پاؤں نیچے لٹکے ہوئے تھے البتہ وہ زمین تک نہیں پہنچ پائے تھے۔ میں اس کا چہرہ بخوبی دیکھ سکتا تھا اور جو کچھ میں نے دیکھا تھا اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لئے مجھے شدید حیرت ہوئی تھی۔ میں نے اس لڑکی کو پہچان لیا تھا۔ یہ شیری تھی اس نے کچھ وقت کے لئے میری خدمت کی تھی اور اس کے بعد گم ہوگئی تھی اور پھر مجھے سیکا نظر آئی تھی جس کا اب کوئی پتا نہیں تھا لیکن شیری کو میں نے ایک لمحے کے اندر اندر پہچان لیا تھا۔ اس کی آنکھیں خوف سے پھٹی ہوئی تھیں اور وہ اس طرح تشنجی انداز میں ہاتھ پاؤں مار رہی تھی جیسے اپنے آپ کو خلا میں تیرتا ہوا محسوس کر رہی ہو۔ اس دوران رازق خان اپنے گھوڑے کو ٹرک کے عقب سے گھما کر اس جگہ پہنچ گیا جہاں میں موجود تھا اور شیری کو حیران کن نگاہوں سے دیکھ رہا تھا لیکن مجھے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ بدبخت رازق خان اس کے بعد کیا کرنے والا ہے۔ اچانک ہی دو خوفناک دھماکے ہوئے' پہلا سوراخ شیری کی پیشانی پر ہوا تھا اور دوسرا سینے پر دل کے مقام پر' خون کا فوارہ گولیوں کے دونوں سوراخوں سے بلند ہوا اور میں اچھل کر پیچھے ہٹ گیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میرے جبڑے بھنچ گئے تھے۔ میرے بدن میں بھی پہاڑی خون تھا اور اس کمینے انسان نے اس ننھی لڑکی کے ساتھ جو سلوک کیا تھا وہ ناقابل برداشت تھا۔ میرا ننھا سا پستول پھسل کر میرے ہاتھ کی گرفت میں آگیا لیکن پھر ایک لمحے کے لئے میں نے اپنے آپ کو بمشکل تمام سنبھالا' اگر میں ان دونوں کو اس جگہ ختم کردوں تو نہ تو مجھے یہ معلوم ہوسکے گا کہ یہ لوگ مجھے کہاں لے جارہے تھے جہاں تک معاملہ ان دو افراد کا تھا یعنی شیری اور اس کے ساتھی کا تو اب یہ اس دنیا سے رخصت ہوگئے تھے' لیکن ان دونوں کو کھو کر میں بالکل ہی بے آسرا ہوجاتا۔ ایک لمحے کے اندر اندر یہ تمام خیالات میرے ذہن میں آکر گزر گئے' البتہ اس وقت دل میں' میں نے یہ سوچا تھا کہ کرنل ہمایوں نے یا تو مجھے بے وقوف بنایا ہے یا پھر ضرورت سے زیادہ ہی مجھ پر اعتماد کرلیا ہے کم از کم اور کچھ نہ سہی لیکن علی دانش یا حسن فیروز کو تو میرے ساتھ رہنے ہی دیتا' ایک لمحے کے اندر اندر یہ سارے فیصلے میں نے خود بخود دل میں کرلئے تھے بے چاری شیری کی لاش مڑی تڑی پڑی ہوئی تھی' کمزور لڑکی تڑپ بھی نہیں سکی تھی' دونوں گولیاں اس طرح چلائی گئی تھیں کہ ایک لمحے کے اندر اندر زندگی کا خاتمہ ہوجائے' اس کے علاوہ یہ اندازہ بھی ہوگیا تھا کہ ٹرک میں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے کیونکہ

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

رازق خان اپنا گھوڑا پیچھے کی سمت سے لے کر گیا تھا۔ ایسے موقعوں پر اپنے آپ پر قابو نہ رکھنا انتہائی مشکل کام ہوتا ہے اور یہ مشکل کام جس طرح اس وقت میں نے سرانجام دیا تھا' میرا دل ہی جانتا ہے۔ واقعی کبھی کبھی انسان کو مصلحت کے ہاتھوں جانور بن جانا پڑتا ہے۔ عام حالات ہوتے تو یہ جانے بوجھے بغیر کہ ایک دوسرے کو قتل کردینے والے یہ لوگ کون ہیں۔ میں صرف وہ کرتا جو اس وقت ایک انسان کا دل کہہ سکتا ہے یعنی اس بے رحم قاتل سے اس لڑکی کی موت کا انتقام لیتا جو میرا ساتھی تھا لیکن اس کے بعد اس نے میرے دل میں اپنے لئے نفرت ہی نفرت پیدا کرلی تھی۔ ان دونوں کے انداز سے یہ محسوس ہورہا تھا جیسے ان کو اپنے اس عمل پر ذرہ برابر افسوس نہ ہو میں نے خاموشی سے انہیں دیکھا' وہ دونوں جیسے اب میری جانب سے بالکل مطمئن ہوگئے تھے اور انہیں یہ احساس ہوگیا تھا کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں میں اس میں ان کا ساتھ دوں گا۔ چنانچہ دونوں گھوڑوں سے نیچے اتر آئے' پھر سمندر خان نے مجھ سے کہا۔

"نیچے آجاؤ گل مراد' ٹرک خالی ہے لیکن پھر بھی اس کی تھوڑی سی تلاشی لینا ضروری ہے۔" میں نے گھوڑے کی پشت خالی کردی تھی۔ ٹرک کی تلاشی میں کچھ نہیں ملا۔ وہ دونوں شیری اور اس شخص کے لباس کی تلاشی لے رہے تھے جو بے چارے اب خون کے لوتھڑوں میں تبدیل ہوچکے تھے۔ شاید ان کو ان کے لباس سے بھی کچھ نہیں ملا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اس طرح ہاتھ جھاڑے جیسے ضروری فرض پورا کرنے کے بعد خاموش ہوگئے ہوں۔ پھر ان کے بعد رازق خان نے کہا۔

"کچھ بھی نہیں ہے ان کے پاس لیکن تم جانتے ہو کہ یہ کس کے آدمی ہیں۔" میں نے محسوس کیا کہ سمندر خان نے رازق خان کو کوئی نام لینے سے روکنے کی کوشش کی ہے اور آنکھ سے اشارہ کیا ہے کہ جس کا نام وہ لینا چاہتا ہے وہ نام نہ لے۔ بہرحال مجھ سے تو ان دونوں لاشوں کی اذیت برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ میں چاہتا تھا کہ جلد سے جلد وہ یہاں سے آگے بڑھ جائیں۔ وحشی درندے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی میرے دل میں یہ عزم پختہ ہوگیا تھا کہ اب مجھے وہ کرنا ہے جو ان حالات میں میرے لئے ضروری ہونا چاہئے وہ کرنل ہمایوں کی مرضی کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ کمال کی بات ہے اب تو یہی سوچا جاسکتا ہے کہ چونکہ حسن فیروز اس کا اپنا پوتا تھا اس لئے اس نے اسے اس جہنم میں جھونکنے سے گریز کیا ہے اور بقول شخصے مجھے سولی پر لٹکا دیا ہے۔ اس طرح تو کم از کم میں بھی ہار نہیں مانوں گا' کچھ لمحوں کے بعد میں نے اپنے آپ پر قابو پالیا اور پھر میں نے کہا۔

"تم لوگ تلاشی بھی لے چکے ہو' اب کیا کرنا چاہتے ہو۔"

"کچھ نہیں' ان لوگوں کو مار دینا ضروری تھا اور ہم جانتے ہیں کہ تمہیں ان کی موت کا افسوس ہوا ہوگا لیکن ایسی کسی بات پر دخل اندازی کرنے کی کوشش نہ کرنا جو تمہاری سمجھ سے باہر ہو۔"

"تو پھر یہاں سے چلتے کیوں نہیں ہو' میں زیادہ دیر یہاں نہیں رک سکوں گا۔" میں نے کہا اور ان دونوں نے چونک کر مجھے دیکھا تھا اور ایک لمحے کے لئے میں نے محسوس کیا تھا کہ ان کے چہروں پر بھی کرختگی اور سختی ابھر رہی ہے لیکن پھر میری طرح شاید انہوں نے بھی اپنے آپ پر قابو پالیا تھا اور اس کے بعد ہم لوگ اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوکر آگے بڑھ گئے تھے۔ میرے لئے اپنی ذہنی کیفیت پر قابو پانا مشکل ہورہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اپنے آپ کو کس طرح سنبھالا جائے۔ ویسے ان دونوں افراد نے انتہائی جنگلی پن کا ثبوت دیا تھا' پتا نہیں کہ وہ ہمارے لئے ہی کوئی پیغام لارہے ہوں' ان کے پاس سے کچھ ملا بھی نہیں تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ قصہ کیا ہے' کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے یہیں راستے میں رکنے اور پلٹنے کی ہدایت کی گئی ہو لیکن بہرحال اب جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہوچکا تھا' آگے کا کام آگے ہی جاکر پتا چل سکتا تھا' چنانچہ گھوڑوں کی رفتار کچھ تیز ہوگئی تھی یا پھر اس وقت طبیعت پر کچھ ایسا ہی بوجھ سوار تھا کہ رفتار خاصی تیز لگ رہی تھی۔ بہرحال ہم لوگ آگے بڑھتے رہے اور تھوڑے ہی فاصلے کو طے کرنے کے بعد آگے کا منظر تبدیل ہونے لگا۔ پہاڑی ٹیلوں کی جگہ اب سرسبز و شاداب گھاس نے لی تھی' چھوٹے چھوٹے مخصوص قسم کے درخت اگے ہوئے تھے اور قرب و جوار کی چٹانیں سبزے سے ڈھکی ہوئی تھیں' چاروں طرف ان چٹانوں کا جنگل سا پھیلا ہوا تھا لیکن راستے عام نہیں تھے البتہ جن راستوں پر گھوڑے دوڑائے جارہے تھے وہ جانے پہچانے اور پگڈنڈیوں کی شکل کے تھے۔ ایک بار پھر میرے کانوں سے ایک آواز ٹکرائی۔ یہ کسی دریا کے پرشور انداز میں بہنے کی آواز تھی' پانی کی مسلسل آواز کو پہچانا جاسکتا تھا' اس کے ساتھ ساتھ ہی ہوا کی نمی بھی اس کا اظہار کر رہی تھی کہ کوئی تیز رفتار عظیم الشان دریا قریب ہی موجود ہے۔ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جارہے تھے پانی کی آواز قریب آتی جارہی تھی اور پھر میں نے دور سے وہ دریا دیکھ لیا جو واقعی ایک پہاڑی دریا کہلانے کا مستحق تھا' اچھی خاصی لمبائی چوڑائی تھی اس کی اور پانی کے بہنے کی رفتار خاصی تیز محسوس ہوتی تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی کچھ اور بھی نظر آیا تھا۔ وہ یہ تھا کہ ایک بہت بڑی پہاڑی چٹان کو انسانی ہاتھوں کی تراش

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

نے قدیم زمانے کا ایک محل سا بنا دیا تھا' اگر غور کیا جاتا تو اسے دنیا کا آٹھواں عجوبہ کہنے میں کوئی حرج نہیں تھا' بہت بڑے پہاڑ کو غالباً اندر سے بالکل کھوکھلا کر دیا گیا تھا اور اسے تراش کر عمارت کی شکل دینے کی کوشش کی گئی تھی۔ چٹانوں میں جھروکے بنے ہوئے تھے' اوپری حصوں پر فصیلوں جیسی تراش بنائی گئی تھی اور اس کا ایک حصہ دریا کے پانی میں دور تک چلا گیا تھا۔ کمال کی جگہ تھی' حالانکہ اس کے بارے میں اگر کوئی لکھنے کی کوشش کرتا تو اسے دنیا کی عجیب وغریب جگہ کہہ سکتا تھا لیکن شاید عام انسانوں کی یہاں تک پہنچ ہی نہیں تھی۔ میرے لئے البتہ یہ ایک ناقابل یقین منظر تھا۔ وہ دونوں اس جگہ کو دیکھ کر کچھ زیادہ سُست ہوگئے تھے اور تھوڑی دیر کے بعد وہ مجھے ساتھ لئے اس عظیم الشان دروازے کے اندر داخل ہوگئے جس پر اسٹین گنوں سے مسلح محافظ موجود تھے اور انہوں نے کڑی نگاہوں سے ہم تینوں کا جائزہ لیا تھا' اندر قدم رکھتے ہی مجھے اندازہ ہوگیا کہ یہ عظیم الشان جگہ دنیا کی واقعی سب سے عجیب جگہ ہے' سامنے کے حصے سے اسے دیکھا جاتا تو ایک بلند و بالا پہاڑ اور اس میں بنا ہوا ٹیلہ نظر آتا تھا لیکن اندر سے اسے باقاعدہ ایک سنگی چبوترے کی شکل دی گئی تھی' جس کے اطراف میں چھوٹی بڑی لاتعداد عمارتیں نظر آرہی تھیں۔ یہ عمارتیں بھی پتھروں کو تراش کر بنائی گئی تھیں' اوپر کا حصہ کافی چوڑا تھا اور داخلے کے لئے سنگی دروازے کے علاوہ اس پہاڑی دیوار پر گول گول سوراخ بنے ہوئے تھے اور ان سوراخوں کے پاس ایک ایک شخص تعینات تھا اور ان کے سامنے مشین گنیں نصب تھیں جن کے دہانے ان سوراخوں سے باہر نکلے ہوئے تھے۔ مشین گنوں میں کارتوسوں کے بیلٹ چڑھے ہوئے تھے اور ان کے عقب میں بیٹھے ہوئے لوگ بالکل مستعد نظر آرہے تھے۔ اس کے علاوہ فصیلوں کے اوپری حصے پر بھی مشین گنیں ہی نہیں بلکہ توپیں فٹ نظر آرہی تھیں جنہیں مشینی ذرائع سے گھمایا جاسکتا تھا۔ میں ایک ایک چیز کا جائزہ لے رہا تھا' یہاں موجود لوگ درحقیقت اس قدر محفوظ تھے کہ باہر کی دنیا میں اس کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ پوست کی وادی میں جو کچھ میں نے دیکھا تھا اگر اسے کسی کتاب کی شکل میں تحریر کرتا تو درحقیقت یہ کتاب بھی دنیا کی بہترین کتابوں میں سے ایک ہوتی۔ یہ کام اس قدر اعلیٰ پیمانے پر ہوتا ہوگا اور ان لوگوں نے اپنے لئے اس طرح کا تحفظ کرلیا ہوگا' اس کے بارے میں سوچا بھی نہیں جاسکتا۔ یہاں کوئی پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا' ہر جگہ اس قسم کا بندوبست کیا گیا تھا کہ تصور بھی نہ کیا جاسکے اگر کوئی فضائی راستے سے اس جگہ کو تباہ کرنے کی کوشش کرتا تو خود اپنی حماقت پر افسوس کرتا رہ جاتا کہ

پہاڑوں کو اتنی آسانی سے نہیں اڑایا جاسکتا جبکہ نیچے سے ایسی گنیں بھی اس کا استقبال کرسکتی تھیں جو اینٹی ایئر کرافٹ ہوں۔ اس بڑے سنگی دروازے کے دوسری جانب وسیع چبوترے کے بعد ایک بہت بڑی عمارت نظر آرہی تھی' مرکزی عمارت کے دائیں بائیں کئی چھوٹی چھوٹی عمارتیں بھی تھیں جو اس بڑی عمارت سے ملی ہوئی تھیں' اوپر والے حصے میں بھی چاروں طرف چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں نظر آرہی تھیں اور یہ اندازہ لگانے میں ایک لمحے کی دیر نہیں کی جاسکتی تھی کہ اس میں بھی مشین گنیں فٹ ہوں گی' ان کا رخ دریا کی جانب تھا گویا اگر کوئی دریائی راستے سے اس جگہ تک پہنچنے کی کوشش کرے تو اس کا بھی معقول انتظام کیا جاسکے۔

سنگی چبوترے پر یہ گھوڑے باآسانی چڑھ گئے' بارہا ان چیزوں کا اندازہ مجھے ہوگیا تھا اور کوئی تعجب کی بات نہیں تھی کیونکہ بہرحال یہ دونوں افراد اسی علاقے کے تھے البتہ مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے' یہ ابھی تک میرے علم میں نہیں تھا' میدان کے بائیں جانب واقع ایک چھوٹی سی عمارت کے قریب پہنچ کر سمندر خان اور رازق خان گھوڑوں سے اتر گئے۔ میں بھی نیچے اتر گیا تھا۔ سامنے کے حصے میں اصطبل بنا ہوا تھا جہاں بے شمار بہترین گھوڑے پہلے ہی سے موجود تھے' دو افراد باہر نکل آئے اور انہوں نے ان گھوڑوں کو سنبھال لیا جبکہ سمندر خان اور رازق خان مجھے ساتھ لئے ہوئے اصطبل کے قریب والی ایک چھوٹی سی عمارت میں داخل ہوکر مختلف راہداریوں سے آگے بڑھنے لگے' اس طرف بھی وسیع صحن تھا اور لوگ آتے جاتے نظر آرہے تھے۔ سارے کے سارے افراد مسلح تھے اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ہتھیاروں کے بغیر یہاں زندگی کا تصور ہی نہ ہو' پھر ہم اس عمارت کے عقبی حصے میں پہنچ گئے اس حصے کو بہترین باغ کہا جاسکتا تھا' مخمل جیسی گھاس کے تختے' پھولوں کی کیاریاں اور جگہ جگہ پانی کی پھواریں اڑاتے ہوئے فوارے عجیب منظر پیش کر رہے تھے' مجھے قدیم کہانیوں میں حسن بن صباح کی جنت یاد آگئی جسے اس نے بڑی چاہتوں کے ساتھ ترتیب دیا تھا اور دنیا کو ہی جنت بنانے کی کوشش کی تھی۔ یہاں پہنچنے کے بعد رازق خان نے کہا۔

"میں تمہیں ایک ایسے آدمی کے حوالے کئے دیتا ہوں جو تمہیں ضرورت کی تمام چیزیں فراہم کرے گا' لیکن دوست ایک بات کو ذہن میں رکھنا اس وقت اپنے دماغ کو عقل سے خالی محسوس کرو' یوں سمجھو کہ تم کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں ہو۔ اب تک تم نے جس طرح ہم سے تعاون کیا ہے اور جس طرح ہماری ہر ہدایت پر عمل کرتے رہے

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

ہو اس کے تحت ہم چاہتے ہیں کہ تمہیں یہاں کوئی نقصان نہ پہنچے کیا سمجھے' سمجھدار آدمی کے لئے اشارہ کافی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور رازق خان نے ایک طرف اشارہ کیا۔ وہ تقریباً سترہ' اٹھارہ سال کا ایک لڑکا تھا جو تیزی سے بڑھتا ہوا یہاں پہنچ گیا تھا۔

"یہ جنگوش کے مہمان ہیں سمجھ رہے ہو نا' جنگوش کی ہدایت کے مطابق اگر انہیں یہاں کوئی تکلیف ہوئی تو تمہیں جواب دینا ہو گا۔"

"آپ اطمینان رکھو خان۔" لڑکے نے کہا اور اس کے بعد مجھ سے بولا۔ "آپ میرے ساتھ آجاؤ بابو صاحب۔" اور میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ وہ مجھے ایک پتھر سے بنے کمرے میں لے گیا جسے مختلف پتھروں کو ترتیب دے کر ہی بنایا گیا تھا اور یہاں ضرورت کی تمام چیزیں موجود تھیں یعنی ایسی چیزیں جن پر آرام کیا جاسکے' بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن پھر بھی اس پُراسرار طلسم خانے میں ایک ایک لمحہ میرے لئے حیرت کا باعث تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ خاموشی سے یہاں وقت گزاروں گا چاہے کتنی ہی ذہنی محنت کیوں نہ کرنی پڑے۔ لڑکے نے اپنا نام زمل بتایا تھا۔ زمل خان نے مجھے ایسی جگہ پہنچایا جہاں ایک بہت بڑا ٹب بنایا گیا تھا اور اس میں پانی بھرا ہوا تھا۔ یہ پانی ایک نل جیسے پائپ سے آرہا تھا' اس نے کہا۔

"آپ ادھر آرام سے غسل کرو' آپ دیکھو گے کہ یہ پانی گرم ہے' ٹھنڈا پانی بھی آسکتا ہے' بس تھوڑی سی کوشش کرنا ہوگی۔"

"ٹھیک ہے زمل خان' تم باہر جاؤ۔"

"میں باہر موجود ہوں' ابھی مجھ سے کہا گیا ہے کہ آپ ہمارے معزز مہمان ہیں میں آپ کی ڈیوٹی پر ہوں' جب آپ کا دل چاہے مجھے آواز دے دیں۔ اپنا نام میں آپ کو بتا چکا ہوں۔"

"ٹھیک ہے زمل' تم جاؤ۔" اور پھر درحقیقت اس سفر کے بعد اس انوکھی جگہ غسل کرنے پر جو لطف آیا تھا وہ ناقابل بیان ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ دماغ کے پرخچے اڑ گئے تھے' سوچنے سمجھنے کی قوتیں ساتھ چھوڑ گئی تھیں اور اب دل چاہ رہا تھا کہ اگر موقع ملے تو گہری نیند سو جاؤں۔ بہرحال غسل کرنے کے بعد فراغت حاصل کی اور پھر جب باہر نکلا تو زمل خان موجود تھا۔

"صاحب کھانا تیار ہے۔"

"ایک بات بتاؤ زمل خان کیا یہاں گوشت حلال ہے۔"

"خدا کا فضل ہے صاحب' ہم مسلمان ہے۔ بھیڑ کو اسلامی طریقوں سے ذبح کرکے بنایا جاتا ہے۔" میں نے پتھر کی ایک میز پر بھنے ہوئے گوشت' گرم گرم روٹی اور سرخ سرخ سیب دیکھے۔ اس کے بعد بھلا سوچنے سمجھنے کی قوتوں کو کیسے کنٹرول کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ ان تمام چیزوں کو اپنی ملکیت سمجھنے کے بعد میں ان پر ٹوٹ پڑا۔ زمل خان خاموشی سے باہر نکل گیا تھا۔ میں نے واقعی اس وقت دنیا کا ہر خیال ذہن سے نکال دیا تھا اور زمانہ قدیم کے وحشی کی مانند ان تمام چیزوں سے شکم سیری کر رہا تھا کہ بعد میں نہ جانے کن حالات سے واسطہ پڑے اور کیا کرنا پڑے۔ اب جو ہوگا دیکھا جائے گا' باقی باتیں بعد میں سوچنے کے لئے ہیں۔

کچھ دیر کے بعد زمل خان واپس آیا تو اس کے ہاتھوں میں کچھ اور برتن دبے ہوئے تھے۔ جو اس نے لاکر میرے سامنے رکھ دیئے' ایک تام چینی کی چائے دانی تھی جس کی ٹونٹی سے بھاپ باقاعدہ دھوئیں کی لکیر کی شکل میں نکل رہی تھی اور ایک چھوٹا سا پیالہ تھا جو تام چینی کا بنا ہی معلوم ہوتا تھا۔ یہ بہترین قسم کا قہوہ تھا جس کی خوشبو بھی لاجواب تھی یہاں آنے کے بعد جس طرح میری پذیرائی کی گئی تھی وہ ایک الگ بات تھی۔ ماضی کی بہت سی باتیں ذہن پر کچوکے لگاتی تھیں اور اگر کچھ لمحوں پہلے کے بارے میں بھی سوچتا تھا تو سچی بات تو یہ کہ اس کے بعد کھانا پینا تو خود بخود حرام ہوجاتا ہے۔ اس شخص کی تو شکل بھی پہچانی نہیں جاسکتی تھی جسے کم بخت سمندر خان نے گولیوں سے بھون ڈالا تھا۔ وہ ایک واقعی وحشت ناک عمل تھا جبکہ ان لوگوں کی جانب سے یہ احساس بھی نہیں ہو رہا تھا کہ وہ کوئی خوفناک ارادہ رکھتے ہیں اور ہم لوگوں کو دیکھتے ہی کسی قسم کے ردعمل کا اظہار کرنے کی پوزیشن میں ہیں' ایسی کوئی بات نہیں محسوس ہوئی تھی لیکن ان لوگوں نے انہیں کوئی موقع نہیں دیا تھا۔ کیا اس کی وجہ یہ تو نہیں تھی کہ یہ لوگ کوئی اہم بات میرے کانوں تک پہنچنے سے روکنا چاہتے تھے۔ اتنا تو مجھے معلوم ہے کہ ان لوگوں کے پاس ٹرانسمیٹر موجود تھا' جس پر انہیں ہدایات مل رہی تھیں۔ بہرحال اب جو کچھ بھی ہے سامنے آجائے گا کیا کہا جاسکتا ہے لیکن عقل اس قدر ساتھ نہیں دے پا رہی تھی۔

زندگی اتنی آسانی سے کھونے کے لئے تو نہیں ہوتی۔ اپنی زندگی کے لئے بھی کچھ نہ کچھ کرنا ہے' یہاں جو کچھ دیکھا تھا اسے دیکھ کر ہی اوسان خطا ہوگئے تھے۔ کیا زبردست انتظام کئے گئے تھے میں نے دیکھنا تھا کہ پوست منڈی کیسے لگتی ہے اور اس کا کیا طریقہ کار

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

ہوتا ہے۔ بشرطیکہ مجھے اس کا موقع ملے۔ ابھی تو میں پورے اعتماد سے یہ بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہاں میرے ساتھ سلوک کیا ہوگا۔ بظاہر تو ابھی تک ان لوگوں کا رویہ خطرناک نہیں تھا لیکن ایک نام جو میرے سامنے آیا تھا وہ جنگوش کا تھا۔ جنگوش یقینی طور پر کوئی ایسی ہی شخصیت ہوگی جو یہاں بنیادی حیثیت کی حامل ہوگی۔ بہرحال جو کچھ بھی تھا سامنے آنے والا تھا۔ میرے پاس انتظار کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ وہ لڑکا زمل جو میری خدمت گاری پر مامور تھا ہر طرح سے میرا خیال رکھ رہا تھا۔ دو دن تک کوئی عمل نہیں ہوا میں یہاں قیدی بھی نہیں تھا گھومنے پھرنے کی آزادی حاصل تھی مجھے' البتہ جہاں بھی نکلتا زمل میرے ساتھ ہوتا' میں نے اس بارے میں اس سے سوال بھی کیا تھا' اس نے کہا۔

"صاحب میرے کو ہدایت کیا گیا ہے کہ آپ کو کوئی مشکل نہ ہونے دوں۔ آپ کے ساتھ رہوں۔ ادھر پہاڑوں میں ایسا راستہ ہے کہ انسان اگر ان میں بھٹک جائے تو اس کے لئے مشکل ہوجاتا ہے اگر ایسا کوئی بات ہوا تو میں کم از کم آپ کو راستہ بتا سکوں گا۔"

بہرحال سب سے بڑی بات اس علاقے کی تھی۔ میں نے اسے بغور دیکھا تھا اور عش عش کرتا رہا تھا۔ ایسی جگہیں بھی بنا دی گئی ہیں جہاں انسان کے لئے کیا کیا انوکھی مشکلات پیش آسکتی ہیں' غرض یہ کہ اس طرح سے وقت گزرتا رہا اور پھر تیسرے دن مجھے جنگوش کے سامنے پیش ہونا پڑا اور واقعی جنگوش ایک شخصیت تھی۔ انسانی جسم کو اتنی خوبصورتی سے سجا لینا کوئی آسان کام نہیں ہوتا' لمبے قد وقامت کا ملک یہ شخص اپنی شخصیت میں بہت شاندار نظر آتا تھا' عمر ساٹھ سال سے کم نہ ہوگی لیکن اندازہ یہ ہوتا تھا کہ کسی مضبوط اور ٹھوس چٹان کو کاٹ کر ایک انسانی جسم بنایا گیا ہے اور اس انسانی جسم کو ریچھ کی کھال سے ڈھک دیا گیا ہے۔ جنگوش کی آنکھیں بڑی جاندار تھیں باقی چہرے کی طرح اس کی پوری شخصیت بے مثال تھی۔ اس نے بغور مجھے دیکھا اور آہستہ سے بولا۔

"بیٹھ جاؤ' تم سے کچھ سوال کرنے ہیں۔ چہرے سے پڑھے لکھے آدمی معلوم ہوتے ہو جو کچھ تم سے کہوں اس پر غور کرلینا اور سوچ سمجھ کر جواب دینا۔" کچھ ایسا سرد اور عجیب لہجہ تھا اس کا کہ رونگٹے کھڑے ہوتے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ واقعی وہ ایک شخصیت ہے۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے اپنے قریب کھڑے ہوئے لوگوں کو ہٹادیا تھا اور پھر مجھے سپاٹ نگاہوں سے دیکھتا ہوا بولا تھا۔

"نام بتاؤ۔"

"میرا نام گل مراد ہے۔"

"باپ کا نام؟"

"فضل خان۔"

"کہاں کے رہنے والے ہو؟"

"ایک چھوٹی سی بستی ہے جو دو آبہ کہلاتی ہے۔"

"پہاڑی ہو؟"

"ہاں۔"

"کیا کرتے تھے؟"

"کچھ نہیں' تھوڑی سی تعلیم حاصل کی ایک قصبے میں اور پھر اس کے بعد نوکری کی تلاش شروع کردی۔ دو بہنیں ہیں' ماں ہے۔ باپ کا انتقال ہوچکا ہے۔"

"کہاں نوکری کرتے ہو؟"

"ایک شخص ہے جو ریٹائرڈ کرنل ہے۔ بس اس کے پاس کام کرتا ہوں۔"

"کیا کام کرتے ہو؟"

"اس کی خدمت گاری۔"

"ادھر کیوں آئے ہو۔"

"ایک انوکھا واقعہ ہوا ہے اس کی وجہ سے۔"

"واقعہ بتاؤ۔"

"ہوا یہ ہے کہ کرنل کا ایک دوست ہے رانا اختیار خلجی اور رانا اختیار خلجی کا ایک بھائی ہے جو یہاں جنگلات میں فارسٹ آفیسر بن کر آیا ہے' بات یہاں سے بہت دور کی ہے۔ وہ جنگلات کی نگرانی کرتا ہے اور وہیں اس کا قیام بھی ہے' کافی عرصے پہلے کی بات ہے تقریباً دوسرا سال مکمل ہونے کو ہے کہ وہاں ایک بار سفر کے دوران رحمٰن شاہ کے خاندان کے کچھ افراد کو اغوا کرلیا گیا تھا اور ان کے بدلے تاوان طلب کیا گیا تھا۔ رحمٰن شاہ نے وہ تاوان ادا کرکے اپنے خاندان کے افراد کو رہا کرالیا لیکن ان میں سے ایک لڑکی وہاں رہ گئی اور اس لڑکی کا آج تک پتہ نہیں چل سکا۔ لڑکی کے ماں باپ اس کے لئے آج تک پریشان ہیں اور اسے حاصل کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ میرا تعلق چونکہ پہاڑوں سے رہا ہے اور کرنل ہمایوں کا خیال ہے کہ میں چونکہ ایسے علاقے سے واقفیت رکھتا ہوں اور اپنے طور پر معلومات حاصل کرسکتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے مجھے اس لڑکی کے بارے میں

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

معلومات حاصل کرنے کے لئے ادھر بھیجا تھا۔ مجھے غلام حیدر نامی ایک شخص سے ملنا تھا جو آزاد علاقے میں میرا استقبال کرتا' اس کی جگہ ایک سکھ نے اپنا نام بلرام سنگھ بتایا تھا۔ مجھے ملا اور اس نے کہا کہ وہ مجھے غلام حیدر کے پاس لے جائے گا کیونکہ مجھے وہی جگہ بتائی گئی تھی اور اس نے مجھے غلام حیدر کا حوالہ دیا تھا۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ چل پڑا لیکن وہ جس جگہ مجھے لے کر گیا وہاں غلام حیدر موجود نہیں تھا بلکہ وہاں مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا اور یہ الگ بات ہے کہ میرا قاتل خود میرے ہاتھوں ہلاک ہوگیا اور وہ سکھ بھی زندہ نہیں بچ سکا۔ دو آدمی ہلاک ہوگئے مگر وہیں اس عمارت میں مجھے غلام حیدر کی لاش بھی ملی۔ غلام حیدر کو قتل کردیا گیا تھا اور وہ بھی اذیتیں دے کر' یہ سارا قصہ ہے۔" اس کے بعد جو واقعات مجھے پیش آئے تھے۔ میں نے جنگوش کو ایک ایک لفظ سچ بتا دیا اور جنگوش خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا' سرد آنکھوں والے اس شخص کے چہرے پر آنکھیں جمانا مشکل ہوجاتا تھا۔ بس یوں لگتا تھا جیسے کوئی خوفناک ترین شخصیت نگاہوں کے سامنے ہو۔ اس سے واقعی ایک خوف سا محسوس ہوتا تھا' چند لمحات وہ مجھے دیکھتا رہا' پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"تم جانتے ہو غلام حیدر کو قتل کرنے والے کون ہیں؟"

"نہیں۔ میں نہیں جانتا۔"

"جہاں تمہیں وہ لڑکیاں ملی تھیں اور ایک شخص وہی لوگ اصل میں غلام حیدر کے قاتل تھے' بات ذرا یہاں مختلف انداز میں سوچی گئی تھی۔ وہ یہ سمجھ رہے تھے بلکہ بہت عرصے سے لوگوں نے یہ خبریں پھیلائی تھیں کہ غلام حیدر حکومت کے لئے کام کر رہا ہے اور کسی خفیہ ذریعے سے وہ حکومت کے ساتھ شامل ہوکر کچھ راستے بند کرنا چاہتا ہے۔ وہ دریائی راستے جو سمندر سے جاملتے ہیں اور جہاں سے اس وقت ہمارا کاروبار ہو رہا ہے' بات میری نہیں تھی' غلام حیدر تو میرا اپنا آدمی تھا اور یہ بات میں اچھی طرح جانتا تھا کہ غلام حیدر ایسی کسی سازش میں ملوث نہیں ہے۔ میں نے ان لوگوں کو بتایا تھا کہ ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ وہ غلط فہمی کے شکار ہوگئے ہیں اور انہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ اصل میں کچھ چھوٹے سے واقعات پیش آگئے تھے۔ ہمارے کاروبار کے سلسلے میں کچھ ملکی اور غیر ملکی لوگ ہم سے ملتے رہتے ہیں غلام حیدر نے ایک ایجنٹ کی حیثیت سے کچھ غیر ملکیوں سے ملاقات کی تھی۔ ان میں سے دو آدمی ایسے نکل آئے جن کا تعلق ایک بہت بڑے ملک سے ہے اور وہ بہت بڑا ملک ہمارے کاروبار کو ختم کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہا ہے' بعد میں یہ پتہ چلا کہ اس بڑے ملک نے سازش کے ذریعے یہ کوشش

کی ہے کہ کچھ آبدوزوں کو سمندر کے اس حصے پر پہنچا دے جہاں سے ہماری منشیات کی ترسیل ہوتی ہے اور وہاں ان کشتیوں کو نشانہ بنائے جو اس وقت ہمارے کاروبار کا اہم ذریعہ ہیں۔ چنانچہ کچھ لوگ غلام حیدر کے دشمن ہوگئے تھے خاص طور سے کچھ ایسے افراد جو ہمارے پڑوسی ہیں۔ انہوں نے یہ سوچ کر غلام حیدر کو قتل کردیا کہ غلام حیدر اسی سلسلے میں کام کر رہا ہے اور تم انہی لوگوں کے آدمی ہو جبکہ ایسی بات نہیں تھی۔ بہرحال جن لوگوں نے یہ کام کیا ہے ان سے تو نمٹ لیا جائے گا۔ ابھی تھوڑے عرصے کے اندر اندر ہمارے درمیان ایک بڑی جنگ شروع ہونے والی ہے۔ قبیلوں کی جنگیں آپس میں ہی لڑی جاتی ہیں' غلطی ان لوگوں نے کی ہے اس لئے سارا نقصان انہیں ہی برداشت کرنا پڑے گا۔ ہمارے آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد دو ہی صورتیں ہیں یا تو وہ اپنے آٹھ آدمی ہمارے حوالے کریں' ہماری پسند کے مطابق' وہ آٹھوں افراد ہمارے قبیلے کی غلامی کریں گے اور اس قبیلے کے نام پر کریں گے اور اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو پھر ایک جنگ شروع ہوجائے گی اور بہرحال جنگ میں فتح یا شکست کا کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ فیصلے خود وقت کرتا ہے اور وقت جو بھی فیصلہ کرے گا وہ ہمیں منظور ہوگا' لیکن تمہارے بارے میں جو بات سامنے آئی ہے وہ یہ ہے کہ تم ایک بالکل غیر متعلق آدمی ہو' میرے پاس تمہیں اس لئے لایا گیا تھا کہ میں تم سے معلوم کروں کہ کیا تم سرکاری آدمی ہو یا کسی بین الاقوامی کمیٹی کے ممبر ہو لیکن مجھے اندازہ ہوگیا ہے کہ تم سچ بول رہے ہو' جانتے ہو کیسے؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے جنگوش کو دیکھا تو پہلی بار اس کے کرخت اور سپاٹ چہرے پر مدھم سی مسکراہٹ نظر آئی تو اس نے اپنا داہنا ہاتھ سامنے کردیا اس کے چوڑے چکلے ہاتھ کی لمبائی چوڑائی کے بارے میں کیا بتاؤں' مبالغہ آمیزی تصور کریں گے آپ لیکن اتنا چوڑا ہاتھ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس ہاتھ کی انگلی میں چاندی کی ایک انگوٹھی موجود تھی اور اس انگوٹھی میں ایک سفید نگینہ لگا ہوا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ میرے پیر کی دی ہوئی انگوٹھی ہے اور میرے پیر نے مجھے بہت سی باتیں بتائی تھیں جو سب کی سب تمہیں بتا دینا ضروری نہیں ہے۔ اس نے جو اہم بات بتائی تھی وہ یہ ہے کہ جب تم اپنے سامنے کسی آدمی کو بلاؤ گے اور اس سے کوئی سوال کرو گے اور وہ ہمارے سامنے جھوٹ بولے گا تو اس نگینے کا رنگ سرخ ہوجائے گا اور اگر وہ سچ بولے گا یہ سفید ہی رہے گا اور میں نے ہزاروں بار اپنے پیر کے اس تحفے کو آزمایا ہے۔ یہ بالکل پکا ہے اور مجھے ہمیشہ سچائی کی باتیں بتاتا ہے' مطلب یہ ہے کہ تم نے میرے سامنے سچ بولا

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

ہے اور اس سچ کی قدر کرتے ہوئے میں تمہارے ساتھ ہر طرح کا تعاون کروں گا' دوسری صورت میں میرے دوست' اسی وقت تمہاری گردن کاٹ کر پھینک دی جاتی۔ ہم لوگ خطرات مول نہیں لیتے' دو یا تین دن کی زندگی یہ تصور کرکے تمہیں دی گئی تھی کہ ابھی کچھ وقت ہمارے ساتھ رہ لو' ہوسکتا ہے تمہارے قرب وجوار میں جو کوئی ہو وہ بھی سامنے آنے کی کوشش کرے۔ ہمارے آدمی اس سلسلے میں بھی کوشش کرتے رہے ہیں لیکن ایسا کوئی شخص ہمارے سامنے نہیں آیا۔ سمجھ رہے ہو نا بات۔" میں سرد نگاہوں سے جنگوش کو دیکھتا رہا۔ بہرحال انسان کی اپنی اپنی سوچ ہوتی ہے' اپنا اپنا انداز ہوتا ہے لیکن واقعی انگوٹھی کا مسئلہ اگر صحیح ہے تو اس وقت اس کی انگوٹھی میرے بڑے کام آئی تھی ویسے بھی میں نے جھوٹ بولنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ اصل بات جو تھی وہی دوہرا دی تھی اور میں جانتا تھا اس سے بظاہر مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ جنگوش کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا' پھر اس نے کہا۔

"جو بات تم نے کہی ہے میں اس میں تمہاری مدد کرنے کو تیار ہوں۔ میرے پاس ایک ایسا آدمی موجود ہے جو تمہیں اس وقت صحیح حالات بتا دے گا اور یہ بتا دے گا کہ اتنے عرصے پہلے جو رحمٰن شاہ کے آدمیوں کو اغوا کیا گیا تھا اس کی وجہ کیا تھی۔ وہ لڑکی کہاں گئی۔ ساری باتیں وہ تمہیں بتا دے گا۔ میرے اور تمہارے درمیان اصل بات تو یہ تھی کہ تم سچ بولو اور ایک بات میں بھی تمہیں بتاؤں میرے دو آدمی سمندر خان اور رازق خان جو تمہیں ادھر لے کر آئے تھے اور جنہیں اس لئے بھیجا گیا تھا کہ پہلے تم سے حقیقت معلوم کرلی جائے' اس کے بعد تمہارے خلاف کوئی کارروائی ہو ورنہ دوست اندھیرے سے کسی بھی طرف سے نکل کر آنے والی گولی یہ نہیں دیکھتی کہ سامنے گناہ گار ہے یا بے گناہ' لیکن میرا یہ اصول ہے کہ میں بے وجہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا' ابھی جن لوگوں نے غلام حیدر کو قتل کیا ہے ان میں سرفہرست جو نام ہے وہ خضر خان کا ہے اور یہ ایک ایسا نام ہے جس نے اس وقت بہت سے لوگوں کو نقصان پہنچا رکھا ہے۔ اس کا قبیلہ بھی اس سے ناراض رہتا ہے لیکن اس نے ادھر اپنا قبضہ جما رکھا ہے ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ اچانک دو آدمی دوڑتے ہوئے آئے اور جنگوش کے سامنے کھڑے ہوگئے۔ جنگوش گہری نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا پھر بولا۔

"کیا بات ہے' ایسا تم لوگوں نے پہلے نہیں کیا' کیسے اس طرح دوڑے چلے آئے ہو' دیکھتے ہو مہمان سے باتیں کر رہا ہوں۔"

"خاناں' خضر خان بدعہدی پر آمادہ ہے۔ اس نے ہمارے چار آدمیوں کو گولی سے اڑا دیا ہے۔ وہ سرحد کے پاس سے گزر رہے تھے۔"

"کیا؟" جنگوش غصے سے غرا کر بولا۔

"ہاں' یہ کام کیا ہے اس نے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ اس نے اعلان جنگ کردیا' ٹھیک ہے ہم ابھی آتے ہیں اور سنو مہمان کیا نام بتایا تم نے اپنا۔"

"گل مراد۔"

"گل مراد خان ابھی تم اپنی جگہ نہیں جاؤ گے بلکہ ادھر ہی آرام کرو' ذرا تھوڑا سا صورت حال کو دیکھ لیں' اس کے بعد فیصلہ کریں گے کہ کیا ہونا چاہئے۔" اچانک ہی میرے کانوں میں بھی فائرنگ کی ہلکی ہلکی آواز آنے لگی۔ یہ آواز شاید کافی دور سے آرہی تھی۔ جنگوش کا چہرہ آگ کی طرح سرخ ہوگیا۔ درحقیقت وہ ایک دیو معلوم ہوتا تھا' وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔ پھر اس نے ایک آدمی کو اشارہ کیا اور وہ اس کے قریب آگیا۔

"اس مہمان کا دھیان رکھو' کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہئے۔"

"ٹھیک ہے۔" اور اس کے بعد مجھے وہیں اسی جگہ ایک پہاڑی سوراخ سے اندر داخل کردیا گیا' پہاڑوں کے رہنے والے بہترین زندگی گزارتے تھے اور یہاں جو کچھ نظر آرہا تھا اسے دیکھ کر انسان حیران ہونے کے سوا کچھ نہیں کرسکتا خیر میں نے تو ابھی دنیا میں دیکھا ہی کیا تھا' لیکن کچھ نہ دیکھنے کے باوجود جو کچھ معلوم ہوچکا تھا وہ بھی بڑی حیثیت کا حامل تھا اور اس وقت میں ان پہاڑوں پر جو انوکھی زندگی دیکھ رہا تھا وہ ناقابل یقین تھی' بہرحال میں اپنی اس رہائش گاہ میں بھی ناخوش تھا کیونکہ یہ پہلی رہائش گاہ سے بھی کچھ بہتر حالت میں تھی اور پھر دلچسپ بات یہ تھی کہ زمل کو میرے پاس بھیج دیا گیا تھا۔ یہ لڑکا میرے مزاج سے آشنا ہوچکا تھا۔ میں نے زمل سے پوچھا۔

"زمل یہ جنگ کیا حیثیت رکھتی ہے۔"

"صاحب بس کوئی حیثیت نہیں رکھتی' آپس میں دشمنیاں چلتی ہیں اور پھر بعد میں عرصے تک لوگ روتے رہتے ہیں اور قسمیں کھاتے ہیں کہ جس نے جس کو مارا ہے اس کے اہل خاندان سے انتقام لیں گے۔" میں ان واقعات پر غور کرتا رہا تھا بہرحال اس غار میں اور تو کچھ معلوم نہ ہوسکا لیکن اس کے بعد ہنگامہ خیزی بڑھتی چلی گئی' لوگوں کے بھاگنے دوڑنے کی آوازیں آنے لگیں اور پھر جوں جوں وقت گزرتا گیا مجھے محسوس ہوا کہ

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

صورت حال خراب سے خراب تر ہوتی جارہی ہے۔ میں زمل کے ساتھ باہر نکل آیا تھا اور فائرنگ کی آوازیں مسلسل آرہی تھیں' پھر فائرنگ باقاعدہ شروع ہوگئی' آہستہ آہستہ شام ہوتی چلی گئی تھی اور مجھے یوں محسوس ہورہا تھا جیسے فائرنگ مشین گن سے کی جارہی ہو' مگر یہ دور کی آواز تھی۔ شاید اس طرف سے فائرنگ باقاعدہ طور پر شروع نہیں ہوئی تھی۔ میں مسلسل باہر کی صورت حال پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ میں نے دیکھا کہ لوگ اسلحہ لئے ادھر سے ادھر آجارہے ہیں۔ خود جنگوش کو میں نے اپنے کاندھے پر ایک بھاری مارٹر گن رکھ کر ایک جانب جاتے ہوئے دیکھا اور پھر جیسے ہی سورج چھپا' اچانک ہی اس طرف سے بھی ہولناک فائرنگ شروع ہوگئی غالباً اس دوران زبردست طریقے سے مورچہ بندی کرلی گئی تھی اور اسی لئے اس طرف سے خاموشی اختیار کئے رکھی گئی تھی کہ مورچہ بند ہوجائیں جبکہ دوسری طرف سے ان کا جو بھی دشمن تھا وہ پوری طرح تیار ہوکر حملہ کررہا تھا۔ مشین گنوں کی آوازیں ابھرنے لگیں اور کبھی کبھی ہوا کے دوش پر انسانی چیخوں کی آوازیں بھی سنائی دے جاتی تھیں لیکن اس طرف سے اب مشین گنیں رکے بغیر فائرنگ کررہی تھیں اور ان عظیم الشان پہاڑوں پر ان کی بازگشت بے حد بھیانک لگ رہی تھی' ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے باقاعدہ دو فوجیں جنگ کررہی ہوں' چٹانیں ادھڑ رہی تھیں کبھی کبھی چیخیں بھی سنائی دے جاتی تھیں' پھر اچانک سیٹی کی تیز آواز ابھری اور اس کے بعد ایک خوفناک دھماکہ سنائی دیا۔ میں یہ اندازہ لگانے میں کامیاب ہوگیا کہ یہ راکٹ فائر کیا گیا ہے اور یقینی طور پر اب یہ سلسلہ بھی شروع ہوجائے گا۔ میرا اندازہ بالکل درست نکلا' راکٹ کے جواب میں دوسری جانب سے بھی راکٹ فائر کیا گیا تھا۔ میرے اعضاء سن ہونے لگے' دماغ شل ہورہا تھا۔ فائرنگ مسلسل جاری تھی اور سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ جنگ کیسے بند ہوگی۔ نیند بھلا کیا آتی' ادھر سے بھی بھرپور کارروائی ہو رہی تھی اور اُدھر سے بھی جنگوش اپنے آدمیوں کے ساتھ زبردست فائرنگ کررہا تھا۔ لیکن حملہ آوروں کو کوئی نقصان پہنچا یا نہیں یا اوھر کیا ہوا۔ یہ ساری معلومات ممکن نہیں ہو پا رہی تھیں۔ بیچارہ زمل بھی میرے ساتھ جاگتا رہا تھا البتہ صبح کا نور پھوٹا تو اللہ اکبر کی صدا فضاء میں گونجی اور جیسے ہی یہ آواز ابھری اچانک ہی میں نے محسوس کیا کہ ساری کائنات خاموش ہوگئی ہو۔ ہولناک سناٹا ہوگیا تھا اور پہاڑ اس طرح سہم کر ساکت ہوگئے تھے جیسے اس آواز نے ان کے سینوں میں اتر کر اللہ کی عظمت یاد دلا دی تھی اور بتا دیا تھا کہ اس وقت دنیا کا ہر کام ختم کردینا چاہئے۔ بہرحال اب وہ سب عبادت کے لئے چل پڑے تھے۔ شاید

کسی کو کسی کی طرف سے کوئی خدشہ نہیں تھا۔ سب جانتے تھے کہ اب کوئی بزدلی کا مظاہرہ نہیں کرے گا۔ ایک بھی گولی نہیں چلے گی چاہے دشمنوں کو ایک ہی صف میں کھڑے ہوکر نماز پڑھنی پڑے۔ ایک عجیب وغریب ماحول تھا اتنا تضاد تھا اس ماحول میں کہ یقین نہ آئے۔ میں نے باہر نکل کر دیکھا تو کچھ خواتین سر سے پاؤں تک ڈھیلے سفید لباس پہنے چہرے ڈھکے ہوئے ایک سمت جارہی تھیں لیکن حیرانی کی بات یہ تھی کہ سب کے کاندھوں سے مشین گنیں لٹکی ہوئی تھیں۔ وہ ایک سمت ایک دیوار کے عقب میں جاکر غائب ہوگئیں۔ میں شدید حیرت سے گنگ رہ گیا تھا۔ کمال ہے' میں نے دل ہی دل میں سوچا اور اس کے بعد میں خاموشی سے اپنی جگہ کھڑا انتظار کرتا رہا۔ صبح کا اجالا آہستہ آہستہ چاروں طرف پھیلتا جارہا تھا اور پھر جب نماز کا وقت ختم ہوگیا تو ایک بار پھر گولیوں کی آوازوں سے پورا ماحول گونج اٹھا اور آج کچھ نئے سلسلے شروع ہوئے تھے۔ جنگوش تو مجھے نظر ہی نہیں آیا تھا۔ وہ غالباً اس جنگ کی کمان کررہا تھا لیکن لڑائی میں جو شدت تھی اسے دیکھ کر میں شدت حیرت سے گنگ تھا۔ پہاڑی غاروں سے جنگی سازو سامان نکالا جارہا تھا' یہاں تک کہ میزائل تک نکال لئے گئے اور انہیں نصب کیا جانے لگا۔ یہ سب کچھ ناقابل یقین تھا۔ ان جگہوں پر یہ سارا سازو سامان بھی موجود تھا' اس کے بارے میں خواب میں بھی نہیں سوچا جاسکتا تھا اور پھر جب دن کی روشنی پوری طرح پھیل گئی تو میزائل فائر کرنے شروع کردیئے گئے اور یہ میزائل پہاڑوں کو ادھیڑنے لگے' راکٹ لانچر اور میزائل بڑی تیز رفتاری سے اپنا کام کررہے تھے اور دوسری جانب سے بھی وہی عمل ہورہا تھا گویا مدمقابل بھی کم نہیں تھا' پھر اچانک چار افراد میرے پاس پہنچ گئے' ان میں سے کوئی میرا شناسا نہیں تھا لیکن ایک شخص نے بڑے نرم اور محبت بھرے لہجے میں مجھ سے کہا۔

"گل مراد' جنگوش نے حکم دیا ہے کہ ہم تمہیں یہاں سے لے جائیں' لگتا ہے ہماری یہ جنگ زیادہ طویل اور زیادہ شدت اختیار کرنے والی ہے' تمہیں ایک طویل سفر کرنا پڑے گا جس کے لئے جنگوش نے تم سے معذرت چاہی ہے۔"

"لیکن تم لوگ مجھے کہاں پہنچانا چاہتے ہو۔" میں نے سوال کیا۔

"ابھی جنگوش کا حکم ہے کہ تمہیں فوری طور پر بدر جلال کے پاس پہنچا دیا جائے۔ جنگوش نے ہمیں تفصیل بھی بتائی ہے اس نے کہا ہے کہ بدر جلال وہ آدمی ہے جو تمہیں تمہارے صحیح مقصد سے آگاہ کرسکے گا' ہم میں سے ایک آدمی تمہارے ساتھ ہی جائے گا

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

اور وہ تمہارے بارے میں بدر جلال کو پوری تفصیل بتا دے گا۔"

"لیکن یہ سفر کیسے کیا جائے گا؟"

"آؤ' یہ بندوبست کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔" ان چاروں نے کہا اور اس کے بعد میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں ان کے ساتھ آگے بڑھوں۔ انہوں نے میری رہنمائی کرنا شروع کردی۔ میں نے زمل کو محبت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ظاہر ہے زمل میری تم سے دوبارہ ملاقات نہیں ہوگی لیکن میں تجھے ہمیشہ یاد رکھوں گا تو بہت اچھا لڑکا ہے۔"

زمل خاموشی سے میری صورت دیکھتا رہا تھا اور اس کے بعد میں ان چاروں کے ساتھ چل پڑا' چاروں خطرناک ہتھیاروں سے لیس تھے۔ ہم اونچے نیچے ٹیلوں کو عبور کرتے ہوئے آخر کار ایک پہاڑی کے دامن میں پہنچ گئے جہاں ایک چھوٹا سا سوراخ نظر آرہا تھا۔ یہ سوراخ اتنا بڑا تھا کہ ہم لیٹ کر اس کے اندر داخل ہوگئے لیکن سوراخ کے دوسری طرف پہنچ کر جو میں نے دیکھا تو اسے دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ ایک وسیع وعریض سرنگ تھی جو کافی کشادہ تھی اور غالباً استعمال میں رہتی تھی اس لئے کہ صاف ستھری بھی تھی اور اس میں زیادہ گھٹن بھی نہیں تھی' خاصا طویل فاصلہ طے کرنا پڑا تھا' آگے جاکر البتہ سرنگ میں کچھ گھٹن سی ہوگئی تھی اور ویسے بھی تھوڑا سا فاصلہ طے کرنے کے بعد اس کی ناہمواری کا احساس ہوا تھا لیکن جب یہ سلسلہ ختم ہوا تو دوسری طرف کا ماحول نہایت خوشگوار نظر آیا' ہوا چل رہی تھی' بلندی سے نشیب کی جانب سفر کیا جارہا تھا ویسے فائرنگ کی آواز یہاں بھی سنائی دے رہی تھی لیکن فاصلہ اتنا زیادہ تھا کہ ہم اس سے متاثر نہیں ہوسکتے تھے اور پھر ہمیں دور سے ایک بستی نظر آئی اور آہستہ آہستہ ہم اس بستی کی جانب چل پڑے' وقت تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا' تھوڑی دور جانے کے بعد یہ راستہ بھی ختم ہوگیا اور ان چاروں میں سے تین نے واپسی کی اجازت مانگی اور ایک شخص میرے ساتھ رہ گیا۔ تین افراد واپس چلے گئے تھے جو شخص میرے ساتھ تھا اس نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"میرا نام گلاب خان ہے اور میں بدر جلال سے تمہاری ملاقات کرانے کے بعد اور اسے ساری تفصیلات بتانے کے بعد چلا جاؤں گا کیونکہ میرا جانا بھی ضروری ہے۔ ہم میں سے کوئی بھی اس جنگ سے دور نہیں رہ سکتا۔"

"میں نہیں جانتا کہ مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا ہے جس طرح تم مناسب سمجھو' میں صرف تمہاری ہدایات پر عمل کرنے کے لئے موجود ہوں۔"

پھر اس شخص نے مجھے ایک سرائے نما جگہ پر ٹھہرایا جو ایک چھوٹے سے ہوٹل کی مانند تھی' مقامی لوگ یہاں کافی تعداد میں نظر آرہے تھے۔ میں اجنبی شخص کی حیثیت سے وہاں بیٹھا رہا' لوگ جنگوش سے ہونے والی جنگ کے بارے میں گفتگو کررہے تھے اور اس سلسلے میں کافی تشویش کا شکار نظر آرہے تھے۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد میرا رہبر میرے پاس آیا اور دو افراد اس کے ساتھ تھے دونوں نے بڑے تپاک سے مجھ سے مصافحہ کیا اور اس کے بعد مجھے ساتھ لے کر چل پڑے' جس جگہ مجھے پہنچایا گیا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ چھوٹی سی اس بستی کے کسی بڑے آدمی کی رہائش گاہ ہے۔ پہاڑی پتھروں کے وسیع وعریض احاطے کے اندر دونوں طرف تالاب بنے ہوئے تھے۔ ان تالابوں میں بطخیں تیر رہی تھیں درمیان میں گزرنے کی جگہ تھی' اپنے لحاظ سے انتہائی خوبصورت جگہ بنائی گئی تھی' گھاس اور درختوں کا تو خیر یہاں کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا جدھر نگاہ اٹھتی سرسبز و شاداب جنگل نظر آتے اور جنگلوں کی نہ جانے کون کون سی کہانیاں ہوں گی جن کے بارے میں بھلا ابھی کیسے علم ہوسکتا تھا۔ ہاں جس شخص نے میرا استقبال کیا۔ اس کی پیشانی بہت کشادہ تھی اور آنکھیں اس طرح نیم غنودہ جیسے وہ کھڑے کھڑے سو رہا ہو۔ چہرے سے پروقار شخصیت نظر آتی تھی' آگے بڑھ کر دونوں ہاتھ پھیلائے اور مجھ سے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔

"ان پہاڑوں میں کوئی اگر کسی پر احسان کردیتا ہے تو ہم احسان ماننے والے اسے زندگی کی آخری سانس تک نہیں بھولتے۔ جنگوش نے میرے خاندان کو ایک ایسے وقت میں بہت بڑی مصیبت سے بچایا تھا کہ میرے پاس بچنے کا کوئی سہارا نہیں رہا تھا۔ اس نے اتنا بڑا احسان کیا ہے مجھ پر کہ میرے لئے وہ جو بھی حکم بھیجے گا میں اسے اپنی زندگی سے زیادہ قیمتی سمجھوں گا اور تمہیں کیونکہ جنگوش نے بھیجا ہے اس لئے تم سے زیادہ معزز مہمان میرے لئے کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ بس اب تم لوگ جاؤ اور تم جنگوش سے کہہ دینا کہ ابھی میں نے مہمان سے یہ نہیں پوچھا کہ میری ذمہ داری کیا ہے لیکن وہ جو چاہے گا جنگوش کا غلام وہی کام سرانجام دے گا۔ ان آدمیوں کے چلے جانے کے بعد بدر جلال بولا۔

"ابھی کھانے کا وقت ہے۔ پہلے ہم کھانا کھائیں گے اس کے بعد میں تم سے تمہاری آمد کی وجہ پوچھوں گا اور یہ تو تم سن ہی چکے ہو کہ میں نے جنگوش کے لئے کیا پیغام بھیجا ہے یعنی یہ کہ تم جس کام سے بھی میرے پاس آئے ہو اسے سرانجام دینا میری ذمہ داری

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

ہے' ویسے میرا دل چاہتا ہے کہ میں تم سے اس جنگ کے بارے میں پوچھوں جو شدت سے ہو رہی ہے مگر یہ ساری باتیں کھانے کے بعد ہوں گی۔ تم یہاں آرام کرو میں چلتا ہوں۔" پھر کھانے کا وقت ہوا تو بڑی بڑی کڑاہیوں میں بھنا ہوا گوشت کھول رہا تھا جس سے بھاپ اٹھ رہی تھی' لاکر ہمارے سامنے رکھ دیا گیا اور اس کے ساتھ پیلے رنگ کی موٹی موٹی روٹیاں اور پیاز کی بڑی بڑی گٹھیاں' یہ سادہ سا کھانا بدر جلال نے اپنے مہمان کو پیش کیا تھا لیکن اس کھانے کا مزہ کوئی پہاڑی باشندہ ہی جان سکتا ہے۔ اور بہت دن کے بعد مجھے اس لذت کا کھانا ملا تھا۔ میں نے بھی شکم سیر ہو کر کھایا۔ بدر جلال جس کی عمر پچاس سال سے زیادہ نہیں ہوگی خود بھی میرے ساتھ کھانے میں شریک تھا' اور خوش نظر آرہا تھا' پھر اس نے کہا۔

"تمہارا نام مجھے گل مراد بتایا گیا ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ پہاڑی باشندے ہو۔ مجھے خوشی ہوئی تم سے مل کر اور خاص طور سے یہ دیکھ کر کہ پہاڑی باشندوں کی مانند تم نے بیوقوفی کی کوئی بات کئے بغیر کوئی تکلف نہیں کیا۔ ابھی قہوہ آتا ہے اس کے بعد ہم تفصیلی بات کریں گے۔" پھر قہوے کے دوران میں نے بدر جلال سے کہا۔

"بدر جلال خان میں ایک خاص سلسلے میں آپ کے پاس آیا ہوں۔"

"ویسے میں تمہیں بتاؤں تمہارے لئے یہ خوشخبری ہوگی کہ جنگوش نے جنگ بندی کردی ہے۔ اس کے دشمن نے اس سے ہتھیار ڈالنے کے بعد معافی مانگ لی ہے۔ جنگوش جتنے قدو قامت کا مالک ہے اتنا فراخدل بھی ہے' ہارے ہوئے دشمن پر کبھی وار نہیں کرتا اور ایک طاقتور آدمی کو ایسا ہی ہونا چاہئے۔ مجھے معاف کرنا میں نے بیچ میں مداخلت کردی ہے مگر یہ خبر ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھ تک پہنچی ہے اور میں اپنی اس خوشی کو سینے میں دبا نہیں سکا ہوں۔"

"مجھے بھی خوشی ہے چونکہ جنگوش نے میرے ساتھ جو سلوک کیا ہے وہ بہت قابل احترام ہے۔ اور یہ بات تو تم بھی تسلیم کرچکے ہو بدر جلال کہ میں بھی ایک پہاڑی آدمی ہوں۔"

"ہاں' ٹھیک ہے۔ اب مجھے یہ بتاؤ کہ میں تمہاری کیا خدمت کرسکتا ہوں۔"

"بدر جلال خان' کوئی اٹھارہ مہینے پہلے کی بات ہے۔ ایک قافلہ جس میں کچھ عورتیں تھیں' کچھ مرد تھے سیر و سیاحت کے لئے جنگلوں میں نکلا ہوا تھا۔ یہ شمالی علاقے کی بات ہے جہاں ایک فارسٹ آفیسر کو رہنے کے لئے کوئی بنگلہ دیا گیا ہے۔ فارسٹ آفیسر کا خاندان

سیر و سیاحت کے لئے نکلا تھا اور اسے اغوا کرلیا گیا تھا اور اس کے بدلے تاوان طلب کیا گیا تھا۔" بدر جلال کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے پریشانی کے آثار نظر آئے تھے۔ اس کی نیم غنودہ آنکھوں میں بے چینی پیدا ہوگئی تھی۔ وہ بے چین نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا' پھر آہستہ آہستہ اس کا چہرہ پرسکون ہوگیا اور اس نے کہا۔

"تم آگے کہتے رہو اگر اس فارسٹ آفیسر کا نام رحمان شاہ ہے تو میں اسے جانتا ہوں کیا تم رحمان شاہ ہی کی کہانی سنا رہے ہو۔"

"بالکل اس کی بات کر رہا ہوں۔"

"ہاں' وہ شہر کا رہنے والا خطرناک آدمی جو عقل و دانش کی دولت سے مالا مال ہے مگر آگے کہو' آگے کہو۔"

"ان عورتوں کو تاوان کے لئے اغوا کرلیا گیا تھا۔ کیا یہ سچ ہے بدر جلال خان۔" بدر جلال خان کا چہرہ ایک بار پھر بے چینی سے سکڑ گیا۔ وہ شدید کش مکش کا شکار نظر آرہا تھا اور میں گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے بدر جلال مجھ سے بھی مخلص رہنا چاہتا ہو اور کوئی ایسی بات بھی ہو جسے وہ چھپانے کا خواہش مند ہو۔ وہ خود بخود بڑبڑاتا بھی جارہا تھا اور آخر میں اس نے کہا۔

"زندگی دینا اور لینا خدا کا کام ہوتا ہے۔ اس کے لئے وہ کوئی نہ کوئی ذریعہ بناتا ہے لیکن اس کے بعد زندگی کے معمولات اتنے اہم نہیں ہوتے کیونکہ رزاق بھی خدا ہی ہے' وہی روٹی دیتا ہے۔ خیر چھوڑو' یہ میرے اندر کی بات ہے جنگوش نے تمہیں بھیجا ہے' میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم سے سچ کہوں گا۔ رحمان شاہ بہت چالاک آدمی ہے۔ ہم لوگ شہری علاقوں سے ایسے لوگوں کو بے شک اٹھا لیتے ہیں جن سے ہماری کوئی دشمنی ہوتی ہے اور اس کے بعد انہیں یہاں رکھتے ہیں یا پھر ایسے لوگ جو ہماری رقم کھا جاتے ہیں اور وہاں شہروں میں ہم یا ہمارے ساتھی ان سے اپنی وہ رقم وصول نہیں کرسکتے تو ہم انہیں آزاد علاقے میں بلوا لیتے ہیں اور پھر ان کے لواحقین سے کہتے ہیں کہ ہماری رقم واپس کردی جائے ورنہ وہ لوگ زندہ واپس نہیں جاسکیں گے۔ اس طرح کے اور بھی واقعات ہوتے ہیں' ایسا کرتے ہیں ہم لوگ لیکن اگر تمہیں یہ معلوم ہے نوجوان گل مراد کہ ادھر ہمارا کاروبار زیادہ تر دوسرا ہے۔ ہم ادھر سے پوست روانہ کرتے ہیں اور پوست کی زیر زمین کاشت بھی کرتے ہیں۔ یہ کام ہمارا زیادہ اچھا چل رہا ہے۔ چنانچہ اغوا برائے تاوان کے کیس ختم کردیئے گئے ہیں۔ ہمیں اپنی پیدا کی ہوئی پوست کو جنگل کے راستے ایک جگہ

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

سے دوسری جگہ منتقل کرنا ہوتا ہے اور حکومت اس سلسلے میں اکثر ہمارا راستہ روکتی رہتی ہیں۔ ہم کوشش کرتے ہیں کہ پولیٹیکل ایجنٹ سے تعاون کریں اور ان کا حصہ ان کو پہنچاتے رہیں لیکن کبھی کبھی کوئی غلط آدمی بھی آجاتا ہے۔ رحمان شاہ بھی بہت ذمے دار آدمی بننے کی کوشش کر رہا تھا۔ ہم نے اسے سمجھایا اور کہا دیکھو ہمارے پاس کوئی اور ذریعہ معاش نہیں ہے ہم مجبور ہیں ان چٹانوں میں کھیتی باڑی نہیں ہوسکتی۔ یہ چھوٹی چھوٹی زمینیں ہم لوگ کھیتی باڑی اور سبزی اُگانے کے لئے بناتے ہیں' برف کے موسم میں وہ تباہ ہوجاتی ہیں۔ اس کے علاوہ اگر ہم بھیڑیں پال کر ان کا اون باہر بھیجتے ہیں تو ہمیں اتنی روزی نہیں حاصل ہوتی کہ ہم اس سے اپنا کام پورا کرسکیں۔ چنانچہ ہمارے پاس دو ہی راستے رہ جاتے ہیں۔ ہم ہتھیار بناتے ہیں یا پوست کاشت کرتے ہیں اور اس سے ہم لوگوں کی زندگی گزرتی ہے۔ رحمان شاہ جب یہاں فارسٹ آفیسر بن کر آیا تو اس نے بہت ہنگامہ خیزی کی لیکن اس کے بعد معمول کے مطابق میں نے اس سے ملاقات کی اور اس کو اپنی مشکل بتائی تو رحمان شاہ اس بات کے لئے تیار ہوگیا کہ وہ ہمیں مخصوص وقت سے جنگل میں راستہ دے دیا کرے گا لیکن اس کے لئے مہینے کی ایک تاریخ مقرر کرنا ہوگی' البتہ رحمان شاہ ایک شریف آدمی ہے۔ اس نے ہم سے اس کام کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کیا ہم نے اسے دینے کی کوشش بھی کی تو اس نے کہا کہ ہماری مجبوری کو اس نے تسلیم کرلیا ہے لیکن اس کے بدلے کچھ لینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کام میں شریک ہوگیا ہے جس کے لئے اسے شریک نہیں ہونا چاہئے۔ البتہ وہ بول یوں نہیں رہا کہ وہ کام اس کا نہیں ہے اور یہ ذمہ داری پولیٹیکل ایجنٹ کی ہے کہ وہ ہم سے کام کرے' اور پولیٹیکل ایجنٹ سے ہماری دوستی ہے۔ اس دوستی کا ذریعہ مت پوچھنا' ہم بتائیں گے نہیں کیونکہ ہم اس سے وعدہ کرچکے ہیں۔ باقی رہی اٹھارہ مہینے پہلے کی بات تو ہاں ایسا ہوا تھا۔ رحمان شاہ نے خود ہم سے ملاقات کی تھی اور ہمیں وہ جگہ بتائی جہاں وہ لوگ موجود تھے یعنی وہ جو اپنے طور پر پکنک منانے کے لئے اس جگہ آئے تھے۔ رحمان شاہ نے پورا پروگرام بناتے ہوئے کہا تھا کہ جب وہ لوگ پکنک منانے آئیں گے تو ہم انہیں اغوا کرلیں گے' پھر اغوا اور تاوان کی بات ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہوا تھا کہ ہم ان لوگوں کو جن میں کچھ خواتین بھی تھیں' کچھ مرد بھی تھے اس انداز میں لائے تھے کہ وہ لوگ یہی محسوس کریں کہ انہیں اغوا کیا گیا ہے اور اس کے بعد ہم باقاعدہ ان لوگوں پر یہ ظاہر کیا کہ ہم ان کے بدلے تاوان مانگ رہے ہیں لیکن اصل معاملہ ہمارے درمیان یعنی میرے اور رحمان شاہ

کے درمیان تھا۔ یہ سب کچھ رحمان شاہ کی خواہش پر ہی ہوا تھا۔ میں تمہیں یہ بات کبھی نہ بتاتا اگر تم جنگوش کے آدمی نہ ہوتے' بات ختم ہوگئی۔ اب اس سلسلے میں کیا بات ہے۔"

"جو بات اب میں آپ سے اس سلسلے میں پوچھنا چاہتا ہوں بدر جلال خان صاحب وہ سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔"

"پوچھو' پوچھو' کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا ارادہ بدل جائے اور میرے دل میں یہ بات آجائے کہ میں رحمان شاہ سے کیا ہوا وعدہ توڑ رہا ہوں۔"

"بدر جلال خان صاحب کیا ان میں سے ایک لڑکی کو روک لیا گیا تھا' میرا مطلب ہے سارے لوگ واپس کردیئے گئے۔ کیا ایک لڑکی کسی وجہ سے روک لی گئی تھی۔"

"کیسا بات کرتا ہے۔ ایسا کیسے ممکن ہوسکتا تھا۔ وہ تو رحمان شاہ نے ہم سے ایسی بات کی تھی ورنہ ہم تو ایسی بات کے لئے بھی تیار نہیں تھے کہ عورتوں کو اغوا کرکے لایا جائے۔ اور ہم تم سے یہ بات نہیں کہیں گے کہ ہمارا بات پر یقین کرو۔ تمہیں ہماری ہر بات پر یقین کرنا ہوگا کیونکہ تم جنگوش کے آدمی ہو۔ تم سے جھوٹ بولنے کا مطلب یہ ہے کہ جنگوش سے جھوٹ بولا جارہا ہے۔ بات یہ تھا کہ رحمان شاہ نے بالکل غلط کہا جتنا لوگ وہاں سے لائے تھے ان سب کو عزت و احترام کے ساتھ واپس کردیا گیا تھا اور ہم نے دوستی کے نام پر یہ الزام قبول کرلیا تھا کہ انہیں تاوان لے کر چھوڑا گیا ہے مگر ہم نے یہ کام صرف دوستی کے لئے کیا تھا۔"

"گویا آپ کا مطلب ہے کہ ان میں سے کسی لڑکی کو روکا نہیں گیا تھا۔"

"بالکل نہیں' جتنا لوگ کو یہاں لایا گیا تھا اتنا لوگ کو عزت و احترام کے ساتھ رحمان شاہ کے حوالے کردیا گیا اور بعد میں رحمان شاہ نے اس کا شکریہ بھی ادا کیا تھا' مگر یہ بات ہمارے لئے پریشانی کا باعث ہے تم آخر اس بارے میں کیوں پوچھتے ہو' کیا ایسا ویسا کوئی بات ہوگیا ہے۔"

"ہاں' کچھ ایسی ہی بات ہے۔" میں نے کہا اور بدر جلال میری صورت دیکھنے لگا' پھر کچھ دیر کے بعد اس نے آہستہ سے کہا۔

"اگر مناسب سمجھو تو میرے کو تفصیل بتاؤ' اس وقت میں عجیب کشمکش میں مبتلا ہوں لیکن فیصلہ کرنے میں دقت نہیں ہورہی ہے مجھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک طرف ایک ایسا انسان ہے جس نے نا صرف مجھے بلکہ میرے خاندان کو زندہ بچالیا تھا اور مجھے

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

مصیبت سے بچایا تھا لیکن دوسری طرف رحمان شاہ ہے جو صرف میرا کاروباری دوست ہے اور ہمارے درمیان کاروباری بات چیت ہی ہوئی ہے۔ چنانچہ فیصلہ کرنے میں کوئی مشکل نہیں پیش آرہی مجھے' مجھے تھوڑی سی تفصیل اور بتاؤ تاکہ میں اس سلسلے میں تمہاری مدد کرسکوں۔" میں خاموشی سے بدر جلال کو دیکھنے لگا۔ یہ شخص جو کچھ بھی تھا وہ ایک عجیب و غریب کیفیت تھی' لیکن جو لہجہ میں اس وقت سن رہا تھا۔ وہ سچائی سے بھرپور تھا میں نے کچھ لمحے سوچنے کے بعد مختصر الفاظ میں بدر جلال کو ایک ایسی کہانی سنادی جس سے میرا مفہوم بھی مکمل ہوجاتا تھا اور میری بات کا انداز بھی قائم رہ سکتا تھا۔ بدر جلال کچھ بھی تھا لیکن بہرحال جو تھوڑی بہت انسانیت میں نے اس کے اندر پائی تھی وہ اپنی جگہ ایک الگ حیثیت کی حامل تھی۔ بدر جلال نے مختصر تفصیل سننے کے بعد مجھ سے کہا۔

"تمہارے لئے فیصلہ کرنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی۔ ہم لوگوں کے اپنے معاملات ہوتے ہیں اور بعض اوقات ہم نے یہ فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ اپنے دوستوں میں کسے کیا مقام دے سکتے ہیں جنگوش جیسے آدمی نے تمہیں میرے پاس بھیجا ہے بڑے احسانات ہیں اس کے اور اس کے ساتھ ساتھ رحمان شاہ بھی میرے مطلب کا آدمی ہے۔ اب جہاں تک اندرونی حقیقتوں کا تعلق ہے وہ ایک بالکل الگ نوعیت رکھتی ہیں۔ میرے ذہن میں جو تدبیر آتی ہے وہ بالکل مختلف ہے۔"

"کیا؟" میں نے بدر جلال سے سوال کیا۔

"وہ یہ کہ تم ایک بالکل اجنبی حیثیت سے وہاں جاؤ' میں تمہیں اس کے پاس پہنچانے کا بندوبست کرسکتا ہوں اور اس طرح کہ اسے تم پر کوئی شبہ نہ ہوسکے۔ اصل میں چونکہ تمہارا تعلق بھی ایک پہاڑی آبادی سے ہے اور اگر تم تھوڑا سا حلیہ تبدیل کرلو تو بڑے آرام کے ساتھ اس پہاڑی آبادی کے باشندے نظر آسکتے ہو۔ میں تمہیں رحمان شاہ کے پاس ملازمت کے لئے بھیجے دیتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ رحمان شاہ میرے کہنے سے تمہیں باآسانی ملازم رکھ لے گا اور اس کے بعد تم وہاں جاکر صورت حال معلوم کرسکتے ہو۔"

میں نے دلچسپی سے بدر جلال کو دیکھا' تدبیر تو بہت اچھی تھی اور میرے سارے پروگرام کا احاطہ کرتی تھی یعنی یہ کہ کرنل ہمایوں نے مجھے رانا اختیار خلجی کے پاس بھیجا تھا اور اس پروگرام کے تحت بھیجا تھا کہ میں اس کے کام آؤں' اس کے بعد مجھے اس علاقے میں آنے کا موقع ملا تھا اور یہاں جو کچھ میں نے دیکھا تھا مستقبل میں وہ کرنل ہمایوں کے

لئے بہت کارآمد بھی ہوسکتا تھا جو مناظر میں اپنی آنکھوں کے کیمرے میں محفوظ کرکے لے جارہا تھا وہ کرنل ہمایوں کے لئے بڑی دلچسپی کا باعث ہوسکتے تھے۔ اس کے علاوہ یہ پُراسرار مسئلہ بھی میرے لئے باعث کشش تھا' خاص طور پر یہ معلوم ہونے کے بعد کہ بدر جلال ہی وہ آدمی تھا جس کے ذریعے یہ ڈرامہ کیا گیا تھا لیکن کیوں؟ اب اس کیوں کا سوال مجھے رحمان کے پاس پہنچ کر ہی مل سکتا تھا۔ ویسے کچھ چیزیں بڑی سنسنی خیز نوعیت کی حامل تھیں اور میں نے آخر کار بدر جلال سے اس بات کا اقرار کرلیا کہ وہ مجھے باآسانی وہاں تک پہنچانے میں اگر کامیاب ہوسکتا ہے تو میں خوشی کے ساتھ اس کی ہدایت پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوں' بدر جلال نے کہا۔

"ہم لوگ جس انداز میں یہاں ساتھ مل کر وقت گزار رہے ہیں اس میں کبھی کبھی رحمان شاہ کو میری ضرورت بھی پیش آجاتی ہے۔ اصل میں حکومت کا کوئی آدمی چاہے وہ پولیٹیکل ایجنٹ ہو یا سرکاری طور پر کسی بھی ذمے داری کا حامل ہم لوگوں کی مدد کے بغیر یہاں ان پہاڑوں' ان جنگلوں میں اپنا کام سرانجام نہیں دے سکتا۔ ہم خود بھی جنگلوں کے اجاڑنے کے شوقین نہیں ہیں کیونکہ زمین سرکار کی ضرور ہے لیکن ان درختوں سے ہمیں اپنی اولادوں کی طرح ہی محبت ہے اور یہاں جو کچھ ہے ہم اسے اپنے اجداد کا ورثہ سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ہم خود بھی ایسی کوئی کارروائی نہیں کرتے' البتہ جہاں تک ہمارے کاروبار کا تعلق ہے جیسا کہ تمہیں علم ہوچکا ہے کہ ہمارے پاس اس کے علاوہ کوئی اور ذریعہ معاش نہیں ہے۔ چنانچہ یہ تو ہماری مجبوری ہے۔ ہاں' بڑے بڑے ملکوں کی حکومتیں اگر ہماری پرورش کی ذمہ داریاں سنبھال لیں تو ٹھیک ہے ہم بھی انہیں اس مشکل سے نکال سکتے ہیں لیکن یہ سودا تو صدیوں سے نہیں ہوسکا' بات آج کی نہیں ہے بہت پرانا کھیل ہے یہ تو نہ جانے کب سے کھیلا جارہا ہے۔"

آخر کار یہ طے ہوگیا کہ بدر جلال مجھے ایک ایسی حیثیت سے بھیجے گا جس میں رحمان شاہ مجھے نہیں پہچان سکے گا اور میں بھی بہت زیادہ خوش تھا کہ کم از کم مجھے صحیح صورت حال کا اندازہ ہوجائے گا اور میں اس حیثیت سے زیادہ عمدگی سے اپنا کام سرانجام دے سکوں گا۔ چنانچہ میں خوشی کے ساتھ تیار ہوا اور پھر اس رات بدر جلال کے ہاں قیام کے دوران میں نے بہت سی ایسی باتیں سوچیں جن پر عمل کرکے مجھے آنے والے وقت میں رحمان شاہ کی رہائش گاہ پر معلومات حاصل کرنا تھیں۔ وہ خط بھی مجھے یاد آیا جو سلمٰی خلجی نے مجھے پُراسرار طور پر دیا تھا اور جس کے لئے میں نے پوری دیانتداری کے ساتھ اپنا

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

فرض سرانجام دیا تھا۔ یہ بھی میری فطرت کا ہی ایک حصہ تھا' حالانکہ جہاں تک میرا خیال تھا اس طرح کی رازداری کو حسن فیروز ایک احمقانہ بات تصور کرتا تھا۔ وہ ان تمام چیزوں کا قائل نہیں تھا لیکن بہرحال کچھ بھی کہہ دیا جائے میری فطرت میں یہ بات تھی کہ جس شخص سے جو وعدہ کیا جائے پہلے تو یہ کہ سوچ سمجھ کر کیا جائے اور کر لیا جائے تو پھر اس کے بارے میں سوچنا سمجھنا چھوڑ دیا جائے اور سلمٰی خلجی سے میں یہ وعدہ کر چکا تھا کہ میں اس خط کو کھولے بغیر اس وقت اس کی بیٹی ثانیہ خلجی کو دوں گا جب وہ مجھے مل جائے گی۔ چنانچہ یہ خط میں نے زندگی کی طرح چھپا کر رکھا تھا اور وہ اب بھی میرے پاس بقیہ چیزوں سے کہیں زیادہ بہتر طریقے سے محفوظ تھا۔ کرنل ہمایوں کی معیت میں چہروں کی تبدیلی کے بارے میں بھی خاصی مہارت ہو گئی تھی۔ کرنل ہمایوں نے بستی دوآبہ کے ایک بے وقوف سے نوجوان کو اس طرح تبدیل کر دیا تھا کہ اگر بستی کے لوگ اسے دوسری شکل میں دیکھتے تو کسی قیمت پر یہ تسلیم کرنے پر تیار نہ ہوتے کہ یہ وہی فضل خان کا بیٹا ہے۔ چنانچہ جب دوسرے دن بدر جلال نے مجھے ایک مخصوص قسم کا لباس پہننے کے لئے دیا اور کہا کہ میں صرف ایک پہاڑی دیہاتی کی شکل اختیار کر لوں تو میں نے بدر جلال سے کہا کہ تھوڑی دیر کے بعد وہ میرا تنقیدی جائزہ لے لے اور جب لباس وغیرہ پہن کر اور ٹوپی پہن کر میں تیار ہوا تو بدر جلال مجھے دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ اس نے پرمسرت انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تم ویسے بھی مجھے ایک حیرت انگیز آدمی معلوم ہوئے ہو۔ انسان بعض اوقات بڑی اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک نکل آتا ہے۔ تم جیسے لوگ مجھے پسند ہیں۔ بہرحال میں تمہیں بھیج رہا ہوں تمہارا نام کیا ہے؟ جانتے ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے بدر جلال کو دیکھا اور کہا۔

"نہیں' میں نہیں جانتا۔"

"تمہارا نام خوست خان ہے' کیا سمجھے خوست خان۔"

"اچھا نام ہے۔ مجھے پسند ہے۔"

"بس تو پھر تم روانہ ہو جاؤ اور سنو اپنے بازو پر یہ سرخ رنگ کی پٹی باندھ لو۔ یہ سرخ رنگ کی پٹی اس بات کی شناخت ہو گی کہ تم ایک بے ضرر انسان ہو اور جب تم اس علاقے میں داخل ہو جاؤ گے جہاں تمہیں جانا ہے تو یہ پٹی تمہارے کام آئے گی کیونکہ رحمان شاہ جانتا ہے کہ سرخ پٹی والے بدر جلال کے آدمی ہوتے ہیں اور وہ بدر جلال کی طرف سے کوئی پیغام ہی لے کر آتے ہیں۔ میں تمہیں ایک کاغذ پر لکھ کر دے رہا ہوں یہ

کاغذ تم رحمان شاہ کو دے دینا۔" میں نے گردن ہلا دی اور اس کے بعد میں رحمان شاہ سے ملاقات کے لئے چل پڑا۔ بدر جلال نے درحقیقت میرے ساتھ بہت ہی اچھا دوستانہ سلوک کیا تھا۔ اس نے مجھے وہ راستے بتا دیئے تھے جن سے گزرنے کے بعد میں رحمان شاہ تک پہنچ سکتا تھا۔ بہرحال یہ عجیب و غریب مہم میرے لئے بڑی دلچسپ اور پُراسرار ثابت ہو رہی تھی اگر اس میں کوئی مشکل پیش آ گئی تھی تو بس وہ حسن فیروز کے ساتھ جو وقت گزرتا تھا وہ بہت دلچسپ اور دلکش ہوا کرتا تھا اور میں سوچتا تھا کہ حسن فیروز جیسے لوگ بھی اس دنیا میں کم ہی ہوا کرتے ہیں' مسکراہٹوں کا ایک مینار تھا وہ جس کے ساتھ ایک ایک لمحہ دلچسپ اور دلکش گزرتا تھا اگر کبھی اس قسم کی پوزیشن میں آیا کہ کرنل ہمایوں سے خود کوئی مطالبہ کر سکوں تو اس سے صرف ایک ہی مطالبہ کروں گا کہ مجھے اور حسن فیروز کو ایک دوسرے سے جدا نہ کیا جائے۔ یہ ازحد ضروری ہے۔

بہرحال یہ ساری باتیں اپنی جگہ ایک الگ اور منفرد نوعیت کی حامل تھی' جنگلوں کے درمیان سفر کرنا ایک مشکل کام تھا لیکن چونکہ مجھے پہلی بات تو یہ کہ راستوں سے آگاہ کر دیا گیا تھا' دوسری بات یہ کہ ضرورت کی تمام اشیاء فراہم کر دی گئی تھیں اور یہ بھی بتا دیا گیا تھا کہ ان جنگلوں میں درندے بکثرت پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ مجھے یہ سفر احتیاط سے کرنا ہو گا' پہاڑی باشندے تو خیر اپنے طور پر ان درندوں سے نپٹنے کی صلاحیت رکھتے تھے لیکن بہرحال میں جن آبادیوں کا رہنے والا تھا پہاڑی آبادیاں بے شک تھیں لیکن انتہائی محفوظ اور کسی قدر مہذب بھی تھیں' پگڈنڈیاں میری رہنمائی کرتی رہیں اور خوش قسمتی سے راستے میں کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جو میرے لئے خطرناک ہو البتہ جنگل میں بہت دور سے وہ عمارت دیکھ کر مجھے جو خوشی ہوئی تھی اسے میں بیان نہیں کر سکتا جو فارسٹ آفیسر کی رہائش گاہ تھی۔

ایک چھوٹی سی آبادی بنا لی گئی تھی اور درحقیقت یہ سب کچھ اگر رحمان شاہ نے کیا تھا تو رحمان شاہ بے شک ایک ذہین آدمی تھا۔ یہ رہائش گاہ کسی قدر بلندی پر تھی نیچے تھوڑے فاصلے پر تاحد نظر جنگل بکھرے ہوئے تھے اور جنگل بھی معمولی نہیں تھے البتہ رحمان شاہ نے قرب و جوار میں اس طرح صفائی کا انتظام کر رکھا تھا کہ اگر درندے وغیرہ آ کر چھپ جائیں تو انہیں دور ہی سے دیکھا جائے' اس کے ساتھ ساتھ ہی خاردار تاروں کی باڑ بنائی گئی تھی جو درختوں کے تنوں میں اس طرح باندھ دی گئی تھی کہ کسی بڑے جانور کا اس سے اندر آنا ممکن نہیں تھا' عمارت لکڑی کی بنائی گئی تھی لیکن اس میں جگہ

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

جگہ پہاڑی پتھر بھی استعمال کیے گئے تھے' بلندی پر ایک باقاعدہ سرچ ٹاور تھا اور یہ سارے انتظامات دیکھنے کے بعد مجھے یہ احساس ہوا تھا کہ یہ زندگی کتنی حسین ہوگی اور یہاں رہنے والے یقیناً ایک پرمسرت زندگی گزارتے ہوں گے ویسے بہت زیادہ بلندی پر ایک ٹاور بنا ہوا تھا جس پر ڈش انٹینا لگا ہوا تھا جس کا مطلب تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہوسکا ہے یہاں زندگی کی آسائشوں کا پورا پورا بندوبست کیا گیا ہے۔ مجھے بھی دور ہی سے دیکھ لیا گیا تھا۔ چنانچہ دروازہ کھلا اور دو افراد آگے بڑھتے ہوئے نظر آئے' کچھ لمحوں کے بعد وہ میرے قریب پہنچ گئے' انہوں نے پشتو زبان میں مجھ سے میرے بارے میں پوچھا اور یہاں بھی صرف میں ہی تھا جس نے اس مسئلے کو بھی سنبھال لیا کیونکہ بہرحال میں یہ زبان بخوبی جانتا تھا میں نے انہیں بتایا کہ میں بدر جلال کا آدمی ہوں تو ان لوگوں نے میری بات پر کوئی شک نہیں کیا اور مجھے لے کر رحمٰن شاہ کی جانب چل پڑے۔ میں اس عمارت سے اندر داخل ہوگیا' ایک ایک چیز کو غور سے دیکھتا جارہا تھا' تھوڑی دیر کے بعد ان بلندیوں کو عبور کرکے میں اس عمارت میں داخل ہوگیا چونکہ یہ بات میں نے ان دونوں افراد کو بتا دی تھی کہ میں بدر جلال کا آدمی ہوں اور اسی کے پاس سے آیا ہوں اس لئے یہ مطمئن تھے کچھ اس پٹی نے بھی معاملہ حل کردیا تھا۔ جو میرے بازو پر بندھی ہوئی تھی۔ ایک لمبا مہمان خانہ تھا جس میں چھوٹے چھوٹے دربنے ہوئے تھے اور اتفاق کی بات یہ کہ ہر در کے سامنے کھجور کے ایک ہی انداز کا درخت کھڑا ہوا تھا اور درخت کے تنوں پر چھوٹے چھوٹے نمبر ڈال دیئے گئے تھے' بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن مجھے نمبر تین کے مہمان خانے میں داخل کردیا گیا تھا' ایک کمرا تھا جو بہت اچھا اور صاف ستھرا بنا ہوا تھا۔ ایک بستر پڑا تھا اس کے پیچھے دروازہ تھا اور ادھر ایک اجتماعی غسل خانہ بنا ہوا تھا وہاں تمام تر ضروریات کا بندوبست کیا گیا تھا' ہوسکتا ہے یہاں دوسرے ملازم بھی آتے ہوں یا پھر اس مہمان خانے کے ملازم بھی یہیں رہتے ہوں بہرحال اس سے زیادہ معلومات نہیں ہوسکی تھیں مجھے' لانے والوں میں سے ایک نے کہا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"خوست خان۔"

"خوست خان تم یہاں ٹھہرو' ابھی جب شاہ صاحب کو فرصت ہوگی تو وہ تم سے ملاقات کریں گے اور اس میں زیادہ وقت نہیں لگے گا ویسے تم ایک بات بتاؤ۔"

"جی۔"

"بدر جلال خان نے تمہیں فوری طور پر شاہ صاحب سے ملاقات کے لئے تو نہیں کہا۔"

"مجھے شاہ صاحب سے ملنا ہے لیکن اگر تھوڑا بہت وقت لگ جائے تو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے پھر تم آرام کرو' ابھی تمہیں کھانے پینے کا تمام چیز اور ضرورت کی ہر چیز ادھر پہنچا دی جائے گی' اس کے لئے فکر نہ کرنا۔" میری خاطر مدارت پہاڑی انداز میں کی گئی' پھل' خشک میوے' دودھ کا گلاس اور ایسی ہی دوسری اشیاء جنہیں باخوشی اور باخوبی میں استعمال کرسکتا تھا۔

شام کو تقریباً پانچ بجے ایک ملازم میرے پاس آیا اور اس نے مقامی زبان میں مجھ سے بات کرتے ہوئے کہا کہ رحمان شاہ صاحب نے مجھے طلب کیا ہے میں اس کے ساتھ چل پڑا اس عمارت کے ایک مخصوص حصے میں جہاں خوبصورت پھولوں کے تختے لگے ہوئے تھے اور موسم بے حد خوشگوار تھا اور ایک قد آور شخص ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھا ہوا تھا کوئی اور اس کے ساتھ موجود نہیں تھا کیونکہ اس نے مجھ سے ملاقات کرنی تھی۔ اس نے گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لیا۔ اس وقت میں ایک خاص پہاڑی آدمی نظر آرہا تھا۔ رحمان شاہ نے مجھے دیکھ کر گردن ہلائی اور جو شخص مجھے لے کر وہاں پہنچا تھا اسے واپس جانے کو کہا اور پھر بولا۔

"بیٹھ جاؤ۔"

"شاہ صاحب ہم اتنی بڑی حیثیت کے آدمی نہیں ہیں کہ بیٹھنے کی کوشش کریں۔ آپ ہمیں نیچے گھاس پر بیٹھنے کی اجازت دو۔"

"کرسی پر بیٹھو' ابھی تم میرے مہمان ہو۔ یہ بعد میں پتا چلے گا کہ تم کون ہو' اس کے بعد تم اپنے بارے میں فیصلہ کرلینا' فی الحال جیسا میں کہہ رہا ہوں ویسا ہی کرو مجھے خوشی ہوگی۔" رحمان شاہ کا لہجہ نرم تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ زیادہ برا آدمی نہیں ہے' چہرے پر بھی شرافت کے آثار تھے۔ ہاں' اس بات سے میں انکار نہیں کرتا کہ ایک عجیب سی تمکنت اس کے انداز میں پائی جاتی تھی جو بہرحال اس کی شخصیت کے لئے عمدہ حیثیت رکھتی تھی۔ اس نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا نام ہے تمہارا۔"

"خوست خان۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"ہمارا دوست کیسا ہے؟"

"بدر جلال بالکل ٹھیک ہے۔"

"صحت مند ہے؟"

"ہاں۔"

"ٹھیک' کہو کیا پیغام دے کر بھیجا ہے تمہیں۔" جواب میں' میں نے وہ کاغذ نکال کر رحمان شاہ کو دے دیا جو بدر جلال نے مجھے دیا تھا۔ رحمان شاہ اس کو پڑھنے لگا' ٹوٹی پھوٹی اردو میں جو کچھ بھی لکھا ہوا تھا اس کا مفہوم یہی تھا کہ یہ میرا خاص آدمی ہے' پورے اعتبار کا بندہ ہے اور میں اسے اپنی رہائش گاہ میں کوئی نوکری دے دوں' ایمانداری سے کام کرے گا۔ اچھا آدمی ہے اور میں نے اس سے وعدہ کرلیا ہے۔" رحمان شاہ نے مجھے دیکھ کر گردن ہلائی اور بولا۔

"کیا کام کرسکتے ہو؟"

"شاہ جی جو کام بھی آپ میرے حوالے کرو گے میں خوشی سے کروں گا۔"

"نہیں' میرا مطلب ہے گھر کے کاموں میں دلچسپی رکھتے ہو یا باہر۔"

"گھر پر جب کوئی کام ہو تو گھر کے کاموں میں دلچسپی رکھتا ہوں اور جب باہر کا کوئی کام میرے سپرد کرو گے تو اسے بھی خوشی سے سرانجام دوں گا اس کے لئے بے فکر رہو۔"

"ٹھیک ہے جیسا مناسب سمجھو۔" اس نے کہا اور میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا' پھر بولا۔

"اب تو میں تمہارا ملازم ہوگیا شاہ جی' اب میرے کو نیچے گھاس پر بیٹھنے کا اجازت دو۔"

"نہیں' یہاں اس عمارت میں سب انسان ہوتے ہیں' ٹھہرو میں تمہیں ایک شخص سے ملواتا ہوں۔ وہ تمہارا خیال رکھے گا اور سنو یہ رائفل جمع کرا دینا' ہم یہاں اس عمارت میں کسی کو رائفل لے کر رہنے کی اجازت نہیں دیتے' ہتھیار اور تو کوئی نہیں ہے۔"

"نہیں' بس یہ بیگ ہے۔ آپ اس کی تلاشی لے لو۔ اس میں ہماری ضروریات کی چیزیں ہیں۔" میں نے کہا حالانکہ بیگ میں جو کچھ موجود تھا اور اس کی جو ضرورت تھی' رحمان شاہ کے فرشتوں کو بھی اس کا اندازہ نہیں ہوسکتا تھا کہ اس میں ایک پورا اسلحہ خانہ

موجود ہے رحمان شاہ نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"میں تمہاری کسی ذاتی چیز کا جائزہ نہیں لوں گا' انسان کو ایک دوسرے پر اعتماد کرنا چاہئے۔ بس تم سے پوچھ لیا ہے اتنا ہی کافی ہے۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں' رائفل جمع کرا دینا' یہاں صرف چوکیدار کے پاس ہتھیار ہوا کرتے ہیں۔ ہاں اگر جنگل میں کبھی رائفل کے استعمال کی ضرورت پیش آجاتی ہے تو پھر وہ لوگ میرے لئے بڑے کارآمد ہوتے ہیں جو ہتھیاروں کا استعمال جانتے ہوں۔" پھر اس نے اشارے سے ایک آدمی کو بلایا اور جب وہ قریب پہنچ گیا تو اس سے اس نے کہا۔

"کمال خان یہ ہمارا نیا مہمان ہے۔ ہمارے ساتھ ہی کام کرے گا اسے اپنے ساتھ لے جاؤ مہمان خانے میں اس کو جگہ دو۔ بس سمجھ لو جس طرح یہاں دوسرے لوگ رہتے ہیں یہ بھی اسی طرح رہے گا کام اسے بعد میں بتا دیا جائے گا۔ ابھی جلدی نہیں ہے اور سنو خوست خان تمہاری تنخواہ وغیرہ کا مسئلہ بھی تمہاری مرضی کے مطابق طے ہوجائے گا' اپنی بستی میں جب بھی رقم بھیجنا چاہو گے بھیج سکتے ہو' فوری طور پر اگر کچھ رقم بھیجنا ہے تو تم بھیج سکتے ہو۔"

"صاحب بدر جلال خان نے یہ بات نہیں لکھی کہ بستی میں ہمارا کوئی بھی نہیں ہے۔ ہم اکیلے انسان ہیں۔"

"ہاں یہ بات اس نے نہیں لکھی لیکن اگر ایسی بات ہے تو پھر تم میرے لئے بہت زیادہ کارآمد ثابت ہوسکتے ہو کیونکہ قرب وجوار کی بستیوں میں سے کام کے لئے آنے والے چھٹیوں پر بہت زیادہ جاتے ہیں' میں بھی انہیں روکنے کی کوشش نہیں کرتا لیکن ان کے چلے جانے کی وجہ سے بہت سے ایسے ضروری کام رہ جاتے ہیں جو مجھے انہی سے لینے ہوتے ہیں۔ یہ اچھی بات ہے کہ تم اکیلے ہو یہاں بھی تمہیں آسانیاں حاصل ہوں گی اور کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔"

"جی صاحب' آپ کی بہت مہربانی۔" میں نے کہا اور اس کے بعد کمال خان مجھے لے کر چل پڑا۔ اس نے مجھ سے پوچھا۔

"ابھی جب تم ادھر آئے تھے تو تین نمبر میں ٹھہرے ہوئے تھے نا۔"

"ہاں۔"

"وہ جگہ تمہیں پسند ہے؟"

"اچھی ہے۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"بس تم وہیں قیام کرو۔" مجھے تین نمبر میں ٹھہرا دیا گیا' میرا کام بن گیا تھا اور اب یہاں قدم جمانے کے بعد مجھے جس قدر جلد ممکن ہو سکتا تھا کوشش کر کے ثانیہ خلجی کے بارے میں معلومات حاصل کرنا تھیں۔ حالانکہ میں جانتا تھا کہ یہ مشکل کام ہے اس سے پہلے جن حالات میں مختلف جگہوں پر پہنچا تھا ان میں بڑی آسانیاں تھیں کم از کم ایک مہذب آدمی کی حیثیت سے میں قرب وجوار کی مہذب خواتین سے باآسانی گھل مل سکتا تھا لیکن اب اس وقت جو حلیہ اور جو انداز تھا وہ ایسا تھا کہ اس کے لئے مجھے بڑی مشکلات پیش آسکتی تھیں اور میں یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ کس طرح آگے کی صورت حال کو کنٹرول کیا جاسکے گا لیکن بہرحال فی الحال یہاں کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ رحمان شاہ بذات خود ایک اچھا انسان تھا' دیکھنا یہ تھا کہ یہاں کی خواتین کس طرح زندگی گزارتی ہیں آزادی ہے یا پھر پابندیاں ہیں اور پردے وردے کا مسئلہ ہے ایسی صورت میں تو بہت مشکل پیش آجائے گی لیکن اس مشکل کا حل تھوڑی ہی دیر کے بعد نظر آگیا۔

شام کے سائے ڈھل رہے تھے۔ موسم تو خیر ان سرسبز وشاداب علاقوں کا تھا ہی اتنا حسین کہ انسان اس کے حسن میں گم ہو کر دیوانہ ہو جائے لیکن مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا۔ میں پچھلے دروازے سے باہر نکلا تھا کیونکہ تھوڑے فاصلے پر وہ پکا غسل خانہ بنا ہوا تھا جو اجتماعی طور پر استعمال کیا جاتا تھا' صاف ستھرا' بہت ہی اچھا تھا ٹائیل وغیرہ لگے ہوئے تھے اور غسل خانے کی ایک کھڑکی سے میں نے پیچھے کی جانب دیکھا تھا باغیں باغ میں لانگ ٹینس ہو رہی تھی اور چار خواتین اس میں حصہ لے رہی تھیں' چاروں نوجوان لڑکیاں تھیں اور لباس سے اندازہ ہوتا تھا کہ یہ گھریلو ٹائپ کی خواتین نہیں ہیں بلکہ ماڈرن اور جدید شخصیتوں کی مالک ہیں' باقاعدہ ڈریس پہنا ہوا تھا۔ بہرحال میں نے دل میں سوچا کہ تھوڑا سا وقت یہاں گزارنے کے بعد کسی ایسی خاتون ہی کو اپنے ٹرانس میں لانا پڑے گا جو اس سلسلے میں میری معاونت کر سکے اور یہ ایک عمدہ طریقہ تھا جسے میں سوچنے کے بعد سرانجام دینا چاہتا تھا' سب سے پہلے اس عمارت کا جائزہ لے لینا ضروری تھا۔ چنانچہ تمام تر تیاریوں کے بعد میں نے اپنے کام کا آغاز کر دیا۔

رات ہو چکی تھی' میں باہر نکل آیا ابھی چونکہ یہاں ابتدائی مہمان تھا اس لئے بہت زیادہ بھاگ دوڑ نہیں کرنا چاہتا تھا' پھر بھی اس عمارت سے احاطے کے کنارے کنارے پورے احاطے کا جائزہ لے لیا اور دل ہی دل میں اس جگہ کی تعریف کئے بنا نہیں رہ سکا۔ درحقیقت جنگل میں منگل اسی کو کہتے ہیں' جنریٹر چلنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اور

یہ اندازہ اچھی طرح ہو گیا تھا کہ رحمان شاہ ایک خوش ذوق اور خوش مزاج آدمی ہے۔ بدر جلال سے اس کے بہت اچھے تعلقات ہیں بدر جلال کے خط کو دیکھتے ہی اس نے مجھے ہر طرح کی آسائشیں بخش دی تھیں ویسے ابھی کسی سے میری کوئی خاص شناخت نہیں ہوئی تھی۔ کمال خان چودہ نمبر میں رہتا تھا جو یہاں سے کافی فاصلے پر تھا' مزاج بس ایسا ہی تھا کیونکہ دن میں دو تین بار میرے سامنے آیا تھا اور اس نے مجھ پر کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی اور بھی ملازم تھے یہاں اور یہ جو مہمان خانہ یا پھر اسے ملازموں کی بیرک کہا جاسکتا تھا پوری طرح آباد نہیں تھا' کچھ ملازم اندر عمارت میں رہا کرتے تھے' صرف چند تھے جو باہر ہوتے تھے۔ میں ٹہلتا ہوا چوکیدار کے پاس پہنچ گیا جو رائفل سنبھالے مستعد تھا' مجھے دیکھ کر اس نے گردن ہلائی اور بولا۔

"میں نے دن میں تمہیں ادھر آتے ہوئے دیکھا تھا۔ کیا نام ہے تمہارا؟"

"خوست خان۔" میں نے جواب دیا۔

"اوئے خدائی خوار یہ تو میرے بھائی کا نام ہے۔"

"اچھا تو کیا میں تمہارا بھائی نہیں ہوں' تمہارا کیا نام ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"فدا خان۔"

"فدا خان ہم لوگ مذہب کے رشتے سے تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ تمہارے بھائی کا نام خوست خان ہے اس لئے میں بھی تمہیں بڑے بھائی ہی کی حیثیت سے دیکھوں گا' آرام کرو' آج رات چھوٹا بھائی پہرہ دے گا۔"

"اوئے نہیں' اوئے نہیں' ابھی یہ اچھا ہوا کہ تم ادھر میرے پاس آگیا بہت سی بات تم نہیں سمجھتا ہو گا لیکن میں تمہیں بتاؤں رحمان شاہ صاحب سخت آدمی ہے خود بھی اپنا ڈیوٹی اچھا سرانجام دیتا ہے' دوسرے لوگ سے بھی یہی چاہتا ہے۔ وہ کبھی اس بات کو برداشت نہیں کرے گا۔ ہر شخص اپنا کام صحیح طرح سے ادا کرے ویسے اگر تمہیں چوکیداری کا شوق ہے تو اس کو بولو کہ دن کا چوکیدار رکھ لے تمہیں۔"

"اب یہ تو وہی فیصلہ کرے گا کہ مجھے یہاں کیا ذمہ داری سونپی جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔"

"ویسے فدا خان مجھے بدر جلال خان نے ادھر بھیجا ہے اور ادھر نوکری کے لئے میرے کو کوشش کرنا ہے۔"

"اگر بدر جلال خان نے تمہیں ادھر بھیجا ہے تو نوکری تو تم کو مل گیا اور پھر اگر

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

نوکری نہ ملتا تو تمہیں نوکروں کے کوارٹر میں جگہ کیسے ملتا' ابھی تو تمہارا نوکری تو پکا ہوگیا ہے' دوسرا بات سوچ۔"

"دوسری بات۔"

"ہاں۔"

"وہ کیا۔"

"مطلب یہ کہ ابھی تم آرام سے ادھر ٹھہرو' تمہارا نوکری پکا ہوگیا ہے۔ اب یہ الگ بات ہے کہ رحمان شاہ صاحب تمہیں کدھر ڈیوٹی دیتا ہے ویسے ادھر کام ہی کتنا ہے۔"

"کیسے لوگ ہیں یہ۔"

"بہت اچھے لوگ ہیں۔ رحمان شاہ صاحب بہت شریف آدمی ہے' اپنے دشمنوں کے لئے بہت سخت لیکن دوستوں کے لئے موم کی طرح نرم۔"

"کیا یہاں جنگل میں کبھی رحمان شاہ کا مقابلہ ان لوگوں سے ہوتا رہتا ہے جو پوست کی تجارت کرتے ہیں۔" میں نے سوال کیا اور فدا خان خاموش ہوگیا' پھر وہ آہستہ سے بولا۔ "دیکھو یار بات اصل میں یہ ہے کہ ہم بھی انہی آبادیوں کے رہنے والے ہیں' ادھر کا موسم تمہارے کو معلوم ہے برفباری ہوتا ہے' پتھر کا زمین ہے کتنا سخت ہوجاتا ہے۔ ہم لوگ کے پاس پیٹ بھرنے کا اور کوئی ذریعہ بھی تو نہیں ہے' کیا کرے اس کے علاوہ' آخر زندہ تو رہنا ہے نا' ابھی ادھر جو کچھ ہم کرتا ہے وہ مجبوری ہے ورنہ کون چاہتا ہے کہ انسانیت کے ساتھ دشمنی کیا جائے' بہت دیر کے بعد بدر جلال رحمان شاہ کو یہ بات سمجھانے میں کامیاب ہوسکا اب رحمان شاہ صاحب بھی اپنے دوستوں کو موقعہ دیتا ہے۔ مگر اس کا جو ڈیوٹی ہے اس میں اس کا دوست بھی مدد کرتا ہے۔ یہ بات طے کرلیا گیا ہے کہ حکومت کے علاقے میں نہ تو جانوروں کا شکار ہوگا اور نہ کسی درخت کا کوئی شاخ کاٹا جائے۔ یہ رحمان شاہ کا ڈیوٹی ہے اور جن لوگوں سے ان کا معاہدہ ہوگیا ہے وہ رحمان شاہ صاحب کا کام سرانجام دیتا ہے۔ پہلے جنگل کو جلانے کے لئے لکڑی کاٹا جاتا تھا اب صرف ادھر سے سوکھا لکڑی کاٹا جاتا ہے جو بالکل ہی بے کار ہوتا ہے اور تم کو تو یہ بات معلوم ہوگی کہ دور دور تک کے علاقے میں جنگل کو صاف ستھرا رکھنے کے لئے کام ہوتا ہے حکومت اگر لاکھوں روپیہ خرچ کراکے یہ کام کرانے کی کوشش کرتا تو نہیں کرسکتا تھا کیونکہ دو باتیں تھیں پہلی بات تو یہ کہ حکومت کو گولی کا سامنا کرنا پڑتا لوگ آسانی سے اپنا

روزی نہیں چھوڑتا' اور دوسری بات یہ کہ حکومت کو یہ کام بہت مہنگا پڑتا' بے شمار انسانی زندگیاں ختم ہوتیں' ابھی رحمان شاہ صاحب جتنی آسانی اور آرام سے کام کرتا ہے دوسرا آدمی نہیں کرسکتا۔"

"ہاں یہ تو ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا پھر میں نے پوچھا۔

"عمارت میں کتنے لوگ رہتے ہیں؟"

"بہت لوگ ہیں' کچھ ملازم لوگ اپنے خاندان کے ساتھ ہے ان کا بچہ لوک ہے' باقی شاہ صاحب کا پورا فیملی ہے ان کی والدہ ہے اور دوسرے لوگ ہے۔"

"اچھا ان کی والدہ بھی ہیں۔"

"ہاں ایک بزرگ عورت ہے جس کو وہ اماں بولتا ہے' باقی سب کچھ میرے کو معلوم نہیں' باقی سب کچھ اللہ جانتا ہے۔"

"تو فدا خان صاحب آپ ہمارا بھائی ہوا۔"

"کیا کرے بابا تمہارا ماں باپ نے تمہارا نام خوست خان رکھا۔ وہ میرا بہت چہیتا بھائی ہے۔"

"کدھر ہے وہ؟"

"بہت دور ہے ادھر سے' ان علاقوں میں نہیں رہتا شمالی علاقوں میں رہتا ہے۔"

"اچھا' اچھا۔" یہ میرا پہلا دوست تھا۔ اس سے کم از کم مجھے تھوڑی بہت معلومات حاصل ہوگئی تھیں۔ یہ اندازہ بھی ہوگیا تھا کہ رحمان شاہ ایک ذہین آدمی ہے اور اس نے اپنی ذہانت سے کام لے کر لوگوں کے دل جیت لئے ہیں' بلاوجہ سپاہی بننے کی کوشش نہیں کی ہے بلکہ ان لوگوں کے مسائل کو سمجھا ہے اور انہیں اس کا موقعہ دیا ہے کہ وہ یہاں اپنا کام کرسکیں اور سچی بات یہ تھی کہ ان کی جو ڈیوٹی لگائی گئی تھی وہ صرف اسے ہی سرانجام دے رہا تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ ماحول اس کے لئے سازگار تھا ورنہ جنگوش جیسے خطرناک لوگ بھلا اسے یہاں کیسے قائم رہنے دیتے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رحمان شاہ کا اس سلسلے میں کیا کردار تھا اور وہ پُراسرار کہانی جس کا سرپاؤں ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ آخر کیا تھی جب بھی اس پر غور کرتا ذہن الجھنے لگتا تھا۔ یہ بات صاف محسوس ہوتی تھی کہ سلمیٰ خلجی اپنی بیٹی کے لئے اتنی فکر مند نہیں تھی جتنی فکر مندی کا اظہار رانا اختیار خلجی کے چہرے پر سے ہوتا ہے۔ بہرحال کرنل ہمایوں! میں بھی ذرا مختلف قسم کا انسان ہوں۔ مہارت خان نے جو کچھ مجھے سکھایا ہے اس پر عمل کرنے کے لئے میں

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

کوشش تو آخری حد تک کروں گا اور دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔ بہرحال وقت گزرتا رہا' دوسرا دن بھی میرے لئے پُرسکون تھا۔ میں دوبارہ رحمان شاہ کی نگاہوں میں آیا تھا لیکن رحمان شاہ نے اس طرح مجھے نظرانداز کر دیا جیسے ابھی کوئی مسئلہ ہی نہ ہو اور پھر وہ گھوڑے پر بیٹھ کر کہیں چلا گیا تھا۔ دو مسلح آدمی اس کے ساتھ تھے جو اسٹین گنیں سنبھالے ہوئے تھے۔ رحمان شاہ کی شان صرف ایک فارسٹ آفیسر ہی کی نہیں تھی بلکہ وہ ایک اچھا خاصا رئیس آدمی معلوم ہوتا تھا جو یہاں بڑی شان اور آبرو کے ساتھ رہتا تھا۔ شام ہوگئی' میں گھومتا پھرتا اس علاقے کی طرف نکل آیا تھا جہاں پچھلے دن میں نے ان لڑکیوں کو ٹینس کھیلتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس وقت یہاں کافی افراد موجود تھے اور ٹینس کا کوئی باقاعدہ میچ ہو رہا تھا ان میں لڑکے بھی تھے اور لڑکیاں بھی' میں نے ان کے درمیان داخل ہونا مناسب نہیں سمجھا اور وہاں سے واپس پلٹ پڑا لیکن پھر تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا ہوگا کہ مجھے دو افراد آتے ہوئے نظر آئے اور ایک دم میرے پورے بدن میں سنسنی کی شدید لہر دوڑ گئی اس وقت جو کچھ میری آنکھیں دیکھ رہی تھیں وہ ناقابل یقین تھا اس پر اعتماد کرنا' اپنے آپ کو دھوکا دینے کے مترادف تھا۔ وہ ایک نوجوان لڑکی اور ایک نوجوان لڑکا تھا جو اس طرف آرہے تھے' لیکن جانتے ہیں آپ نوجوان لڑکی کون تھی' رافیہ یعنی سلمیٰ خلجی کی بہن وہ تیز اور چالاک لڑکی جس کے بارے میں' میں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ بہت شاطر ہے اور اس سے بچنا ازحد ضروری لیکن دوسری شخصیت اس سے بھی زیادہ حیرت ناک تھی اور اسے دیکھ کر میں جھنجھنا کر رہ گیا تھا۔ یہ حسن فیروز تھا ایک خوبصورت سفاری سوٹ میں ملبوس بے حد اسمارٹ نظر آرہا تھا' صورت حال ایسی تھی کہ میں ان کی نگاہوں سے پوشیدہ بھی نہیں ہونا چاہتا تھا البتہ اس وقت میری ذہانت ہی بہت بڑے اور الجھے ہوئے مسئلے کو ٹال سکتی تھی اور بہرحال اب اس قدر بودم بھی نہیں تھا کہ جو کچھ کرنا چاہتا اسے نہ کر پاتا' ان دونوں کا مجھ سے بخوبی سامنا ہوگیا تھا۔ دونوں ہی نے مجھے دیکھ لیا تھا' دونوں ٹھٹک گئے تھے آنکھیں پھاڑنے لگے تھے' حیرت کے نقوش ان کے چہروں پر منجمد ہوگئے تھے۔ میں صرف ایک لمحے کے لئے ٹھٹکا تھا لیکن دوسرے لمحے میں نے قدم آگے بڑھا دیئے۔ میں نے انہیں اپنے ٹھٹکنے تک کا احساس نہیں ہونے دیا تھا اور ان سے تھوڑا سا ہٹ کر آگے بڑھنے لگا تھا لیکن حسن فیروز نے ایک چھلانگ لگائی اور میرے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔

"او بھائی' او بھائی کیا تیری پھوکڑی میں کھوڑا ہوگیا ہے۔" میں نے حیران نگاہوں

سے اسے دیکھا اور پھر پشتو زبان میں کہا۔

"کیا بات ہے جناب مجھ سے کوئی کام ہے آپ کو۔"

"کیا' کیا' کیا۔" اس نے حیرانی سے کہا تو میں نے پھر پشتو زبان میں کہا۔

"آپ کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی' مجھ سے کوئی کام ہے آپ کو۔"

"اوئے' اوئے میرے ساتھ یہ سلوک کیا تو اچھا نہیں ہوگا۔ میں جانتا ہوں تم پہاڑی آدمی ہو اور پشتو زبان باآسانی بول سکتے ہو لیکن اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تمہاری آواز نہیں پہچان رہا یا تمہارے چہرے کے نقوش سے مجھے دھوکا ہو رہا ہے تو اپنے اس خیال کو دل سے نکال دو اور میں کہتا ہوں اس حماقت کی وجہ' کوئی وجہ ہے اس حماقت کی۔" میں نے پریشانی سے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر پشتو زبان میں کہا۔

"آپ کی ایک بات بھی میری سمجھ میں نہیں آرہا صاحب اگر مجھ سے کوئی کام ہے تو بولیں' میں آپ کا خادم ہوں۔" حسن فیروز نے رافیہ کی جانب دیکھا اور بولا۔

"رافیہ تم بھی اسے نہیں پہچان رہیں۔"

"سوفیصدی گل مراد ہے' بھلا یہ اپنی شکل کیسے تبدیل کر سکتا ہے۔"

"یہ محترم اداکاری فرما رہے ہیں۔"

"کیوں گل مراد کیا بات ہے اور تم یہاں کب اور کیسے پہنچے اور یہ حلیہ کیا بنا رکھا ہے تم نے۔" میں نے چہرے پر انتہائی بے بسی کے آثار پیدا کر کے کہا۔

"آپ لوگ جو کچھ بھی کہہ رہے ہیں آپ کو یہ معلوم نہیں ہے کہ' کہ....." اور اچانک ہی میں نے تھوڑے فاصلے سے گزرتے ہوئے ایک مقامی شخص کو آواز دے کر بلایا۔ یہ میری رہائش گاہ سے چوتھے نمبر کے بیرک کے مہمان خانے میں رہتا تھا اور اس کا نام شہباز خان تھا۔ پشتو زبان میں' میں نے اس سے کہا۔

"شہباز خان تھوڑا ادھر آؤ' میرا ذرا سا مدد کرو۔" اور شہباز خان میرے قریب پہنچ گیا۔

"کیا بات ہے خوست خان۔" اس نے پوچھا تو حسن فیروز نے معنی خیز انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"خوست خان۔"

"صاحب کیا بات ہے۔" شہباز خان نے سوال کیا۔

"یہ کون ہے؟"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"خوست خان ہے اس کا نام۔"

"کیا یہ اردو زبان نہیں جانتا۔"

"پتا نہیں صاحب پہاڑی آدمی ہے۔ ایک چھوٹا سا بستی کا رہنے والا ہے۔"

"کون سی بستی کا۔"

"خاص خیل' خاص خیل ہے اس بستی کا نام۔"

"اور یہ جتنا خاص آدمی ہے اسے میں جانتا ہوں۔ دیکھو گل مراد فضول باتوں سے گریز کرو۔ تم پہنچ گئے ہو یہاں رافیہ کسی بھی طرح ہم سے الگ نہیں ہے۔ تم سے بہت سی باتیں کرنا ہیں مجھے۔ یہ دادا جان نے جو چکر چلایا ہے نا یہ میرے لئے جس قدر اذیت ناک ہے تم نہیں جانتے۔ اب اتفاق سے تم یہاں آگئے ہو تو صرف دادا جان کے حوالے سے یا ان کے نام پر مجھ سے اجتناب مت برتو۔ یہاں مسئلہ ہی دوسرا ہو گیا ہے میں تم سے اس بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔" حسن فیروز اپنے آپ کو بہت زیادہ چالاک سمجھتا تھا۔ وہ اپنی شرارتوں کو بہت اولیت دیتا تھا لیکن میں نے سوچا ذرا اس کو بھی ٹھیک ہی کر دوں' کیا یاد کرے گا۔ چنانچہ میں نے اپنے چہرے پر پریشانی کے آثار جاری رکھے اور پھر میں نے شہباز خان سے کہا۔

"ان صاحب لوگوں کو بتاؤ کہ میں ان کا زبان نہیں سمجھ رہا اگر ان کو مجھے سے کوئی کام ہے تو یہ مجھے بتائیں ورنہ مجھ سے اس زبان میں بات مت کریں جس زبان میں بات کر رہے ہیں۔" شہباز خان نے میرے الفاظ کا ترجمہ کیا۔ رافیہ کہنے لگی۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اسے کیا ہو گیا ہے۔ صرف لباس بدل لینے سے شخصیتیں تو نہیں بدل جاتیں۔ یہ سو فیصد وہی ہے۔"

اچانک میں نے پینترہ بدلا۔ وہ بھی بہت چالاک تھا پہلے تو وہ حیران ہوا تھا اور میرے بدلے ہوئے حلئے کو سمجھ نہیں سکا تھا کہیں پھر اسے اچانک احساس ہو گیا تھا اس نے معنی خیز نظروں سے مجھے دیکھا پھر رافیہ کے کان میں کچھ کہا اور رافیہ مجھے گھورنے لگی۔

"شرط بد رہی ہوں تم سے۔ میری خوبی ہے جسے زندگی میں ایک بار دیکھ لیتی ہوں اسے کبھی نہیں بھولتی۔ اس نے کہا۔

"تمہارا کیا نام ہے دوست.....؟" حسن نے شہباز خان کو مخاطب کر کے کہا۔

"شہباز خان۔"

"گڈ..... شہباز خان صاحب اس آدمی سے کہو کہ اپنا دایاں بازو کھول کر

دکھائے۔"

"ہم سمجھے نہیں رئیس صاحب۔"

"اس کے داہنے بازو پر کہنی کے پاس براؤن رنگ کا ایک نشان ہے۔ اگر یہ جھوٹ بول رہا ہے تو اس کی قلعی ابھی کھل جائے گی۔"

میں نے حسن فیروز کی یہ بات سن کر بمشکل تمام اپنے چہرے کے تاثرات چھپائے تھے۔ پہلی بات تو یہ کہ میرے بازو پر ایسا کوئی نشان ہی نہیں تھا اور پھر..... کہیں شہباز خان نے مجھے زیادہ سوچنے کا موقع نہیں دیا اور بولا۔

"خوست خان؟"

"بولو بابا..... کیا بات ہے.....؟" میں نے کسی قدر بیزاری سے کہا۔

"ایسا بات نہ کرو۔ یہ شاہ جی کا معزز مہمان ہے اس کا عزت کرنا ہمارا فرض ہے۔"

"مگر یہ بولتا کیا ہے؟"

"تمہارے بازو پر کوئی نشان ہے؟" شہباز خان نے پوچھا۔

"کیسا نشان.....؟"

"اپنا بازو کھول کر دکھا سکتے ہو۔"

"او بابا یہ پاگل لوگ۔ مجھے کدھر پھنسا دیا۔" میں مسلسل پشتو زبان بول رہا تھا۔

"او یار مجبوری ہے۔ ان لوگ سے بحث مت کرو۔" شہباز خان نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ابھی صرف بازو کھولنا ہے تو کوئی بات نہیں ہے۔ اس کا آگے کچھ بولا تو یہ شہر کا لوگ....."

"تم بازو کھول دو.....!" شہباز خان بولا اور میں نے جھنجھلاہٹ کے انداز میں بازو کھول دیا۔ حسن نے میرے بازو کو دیکھا اور پھر اس کے چہرے پر مایوسی پھیل گئی اور وہ بولا۔

"نشان تو بے شک نہیں ہے لیکن قدرت کے ایسے کرشمے صرف قصے کہانیوں میں تو سنے تھے اتنی مشابہت پہلی بار دیکھی ہے کمال ہے۔ حالانکہ..... کمال ہے۔ واقعی کمال ہے۔ آؤ..... یہ وہ نہیں ہے۔" حسن نے کہا اور اس کے بعد وہ رافیہ کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ میں ان دونوں کے بارے میں اندازہ لگا رہا تھا۔ پھر میں نے شہباز خان سے یہ پوچھا۔

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"شہباز خان اب بتاؤ یہ کون ہیں۔"

"شہر سے آیا ہوا مہمان ہے۔ اس سے زیادہ میرے کو کچھ نہیں معلوم' اور بس اب میرے کو جانے دو۔"

بہرحال میں جس قدر حیران تھا اس کی کوئی حد نہیں تھی۔ حسن یہاں کیسے پہنچا۔ علی دانش کہاں ہے۔ مجھے اس جنجال میں پھنسا کر یہ لوگ یہاں آگئے۔ پھر رافیہ کی یہاں موجودگی اور حسن سے اس کی بے تکلفی..... خیر حسن کے لئے یہ کوئی مشکل کام نہیں تھا اور رافیہ کے بارے میں بھی مجھے وہیں چنار پور میں بخوبی اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ کس قسم کی لڑکی ہے۔ ویسے حسن بھی بے کردار آدمی نہیں تھا اتنے دونوں کے ساتھ نے مجھے کم از کم اس سے اس قدر روشناس تو کرا دیا تھا۔ پھر یہ کیا معاملہ ہے۔ آخری فیصلہ یہ کیا تھا کہ تھوڑی سی تفریح کی جائے اس کے بعد حسن کو حقیقت بتا دی جائے گی۔ مگر اس نے میرے ذہن میں ایک اور الجھن مچا دی تھی۔ اس نے میرے بازو کے نشان کا کیا چکر چلایا تھا جب کہ میرے بازو پر کبھی ایسا کوئی نشان نہیں تھا اور نہ میں نے کبھی حسن سے ایسی کوئی بات کہی تھی۔

رات کو سردی اچانک بڑھ گئی۔ حالانکہ دن کا موسم بے حد خوشگوار تھا لیکن رات کو اچانک ٹھنڈی ہوا چلنے لگی تھی۔ میں اپنے کوارٹر میں تھا اور سوچ رہا تھا کہ اب میرا اگلا قدم کیا ہوگا' رحمان شاہ تک پہنچ گیا تھا بات آگے بڑھانے کا کیا طریقہ ہو۔ ویسے جس علاقے سے میں گھوم کر آیا تھا وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے پُراسرار علاقہ تھا اور وہاں میں نے جو کچھ دیکھا تھا اسے کبھی نہیں بھلا سکتا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب ثانیہ خلجی کے بارے میں کس طرح معلومات حاصل کی جائیں۔ ویسے حسن کے آجانے سے تھوڑی سی تقویت ہوگئی تھی اور اب کوئی فیصلہ کن عمل کیا جاسکتا تھا۔

ہوائیں سرد ترین ہوگئیں۔ میں اوڑھ لپیٹ کر باہر نکل آیا' سب اندر گھسے ہوئے تھے۔ صرف فدا خان گیٹ پر ڈیوٹی دے رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر بولا۔

"اندر جاؤ خوست خان' سردی زیادہ ہوگئی ہے۔"

ہم لوگ کے لئے سردی کیا حیثیت رکھتا ہے خاناں۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"ابھی جاؤ دوست۔ مگر ٹھہرو' چینک پیئے گا۔"

"مجھے خوشبو آرہی ہے۔ کون چینک بنا رہا ہے۔"

"شہباز خان ہے مگر تم اپنا کوارٹر جاؤ میں شہباز خان کے ہاتھ تمہیں چینک بھیجتا

ہے۔"

"ادھر میں ٹھیک ہوں تمہارے ساتھ ہی پی لوں گا۔"

"دیکھو ضد مت کرو۔ بڑے بھائی کا بات مانو۔" فدا خان نے کہا اور میں شانے ہلا کر واپس چل پڑا۔ زیادہ بحث بھی مناسب نہیں تھی۔ ویسے سردی واقعی مزاج پوچھ رہی تھی۔ میں بھی اب سردی کا زیادہ عادی نہیں رہا تھا۔ بہرحال اپنی رہائش گاہ میں جاکر بستر میں گھس گیا۔ پھر زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ شہباز خان ایک کیتلی اور دو پیالیاں لے کر اندر آگیا کیتلی کی ٹونٹی سے بھاپ کی خوشبودار لہر اٹھ رہی تھی۔

"ابھی تھوڑا برتن دھولوں۔ تمہارے کو چائے دیتا ہوں۔ اس نے کہا۔ اور پیچھے کے دروازے سے باہر جاکر برتن دھونے لگا۔ پھر اس نے دونوں پیالیوں میں چائے انڈیل کر ایک پیالی میری طرف بڑھا دی۔ "پھر ہنس کر بولا۔

"ابھی وہ خانہ خراب مل گیا تھا۔"

"کون؟"

"وہ الٹی کھوپڑی والا۔"

"کس کی بات کر رہے ہو۔"

"ارے بابا وہی جو تمہارے مغز لگ گیا تھا اور کہتا تھا کہ ہم اس کے دوست ہیں۔"

"رحمان شاہ کا مہمان۔" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ وہی۔"

"لڑکی بھی ساتھ تھی۔"

"کیسی بات بولتا ہے۔ وہ ساتھ ہوتا تو ابھی اس کا میت نہلانے کا انتظام کرنا پڑ رہا ہوتا۔ یہ شہر کا لوگ اتنا سردی نہیں برداشت کرسکتا۔ ویسے وہ آدمی ضرور پاگل ہے۔"

"کیوں.....؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"میرا مغز لگ گیا۔ مجھ سے چینک کے بارے میں پوچھنے لگا۔ پھر بولا۔ یہ میرے کو پلا کر دکھاؤ اسے کدھر لے جارہے ہو۔ میں بتایا کہ فدا خان نے خوست خان کے لئے بھیجا ہے یہ کیتلی میرے ہاتھ سے لے کر گرم گرم چائے ایک گھونٹ لیا اور سارا منہ جلا لیا۔ میں بولا کہ آرام سے پیئو کیتلی میرے ہاتھ میں دے کر منہ پیٹتا ہوا بھاگ گیا۔"

"شہر کا لوگ پاگل ہوتا ہے۔"

"ابھی تم چینک پیئو میں چلتا ہوں۔" شہباز خان نے کہا اور میں نے گردن ہلادی۔

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

گرم چائے نے واقعی لطف دیا تھا میں نے ایک چھوٹی پیالی چائے پی تھی دماغ میں عجیب سا سناٹا محسوس ہوا اور پھر پلکیں جڑنے لگیں پھر چند لمحے بھی نہ گزرے تھے کہ ہوش حواس ساتھ چھوڑ گئے اور میں اسی جگہ اوندھا ہو گیا۔

دوسری صبح جاگا تو بستر پر تھا۔ میں کمبلوں سے ڈھکا ہوا تھا لیکن چائے کا برتن اور کیتلی اسی جگہ پڑی ہوئی تھی اور باقی چائے زمین پر گری پڑی تھی۔ گزری رات کے واقعات یاد آئے تو بری طرح اچھل پڑا۔ یہ کیا ہو گیا چائے میں کچھ تھا مگر مجھے بستر پر کس نے پہنچایا۔ چائے کا کیا چکر تھا اور اور.........

نہ جانے کیوں ذہن میں ایک چھناکا ہوا میری نگاہ بے اختیار اپنے بیگ کی طرف اٹھ گئی اور پھر میں نے بستر سے چھلانگ لگائی اور بیگ کھول کر دیکھا بیگ میں زنانہ میک اپ کا سامان بھرا ہوا تھا مجھے بری طرح چکر آ گیا کوئی لمبا کھیل ہو گیا تھا لیکن ایک تہہ کیا ہوا کاغذ بھی نظر آیا جسے میں نے بڑی بے صبری سے کھول کر دیکھا کاغذ پر لکھا تھا۔ اور تم جانتے ہو میری پھوکڑی میں کھوڑا ہے۔"

کچھ دیر تو حیرت سے منہ کھولے بیٹھا رہا۔ پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر بیگ بند کر دیا اور واپس بستر پر بیٹھا حالات پر غور کر رہا تھا اور صورت حال سمجھ میں آتی جا رہی تھی لیکن تھوڑا سا غصہ بھی آیا تھا۔ شہباز خان نے بتایا تھا کہ جب وہ میرے لئے چینک لے کر آ رہا تھا تو اسے مہمان یعنی حسن فیروز مل گیا تھا لیکن بے ہوش کرنے کے لئے اسے ایسی کیا چیز مل گئی جس نے مجھے پوری رات اتنا غفیل رکھا۔ پھر یہ غصہ خود بخود رفع ہو گیا۔ اس نے بہرحال نہ جانے مجھے کس طرح بستر پر پہنچایا ہو گا۔ اس کے بعد ایک اور خیال دل میں آیا اور میں نے بے اختیار اپنے سینے کو ٹٹول کر دیکھا وہ خط میرے پاس موجود نہیں تھا۔ اف خدایا اگر یہ عمل حسن کے علاوہ کسی اور نے کیا ہوتا تو کیا میں کرنل ہمایوں کو منہ دکھانے کے قابل ہوتا یہ تو ایک سبق تھا میرے لئے۔

بہرحال اب سوچنا اور فیصلہ کرنا تھا اور ابھی کوئی فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ دروازے سے ایک آواز سنائی دی۔ "مجھے یقین ہے ابھی تم نے ناشتا نہیں کیا ہو گا۔" زبان پشتو استعمال کی گئی تھی لیکن تلفظ بالکل غلط تھا میں نے ایک لمحے میں خود کو سنبھال کر پشتو زبان میں کہا۔

"یہاں میرے باپ کے ملازم نہیں ہیں جو مجھے اتنی صبح ناشتہ دے دیں گے۔" اتنی دیر میں حسن اندر آ گیا تھا۔

"دیکھو ہوش میں آجاؤ فدا خان سے صرف ایک جملہ پشتو میں پوچھ کر آیا ہوں اور راستے بھر یاد کرتا رہا ہوں۔ اب بھی ہوش نہ آئے تو پھر میری کھوپڑی خراب ہو جائے گی۔"

"نہیں ہوش میں آؤں گا تم سے جو کیا جائے کر لو۔" میں نے غصے سے کہا۔

"آخر کیوں.........؟" وہ بولا۔

"یہ بھی نہیں بتاؤں گا۔"

"میں پوچھتا ہوں آخر کیوں؟" وہ غرا کر بولا۔

"مجھے جہنم میں جھونک کر تم یہاں عیش کر رہے تھے۔"

"ہاں کر رہا تھا۔" وہ بھی جھلا کر بولا۔

"ٹھیک ہے کرتے رہو، مجھے کیا۔"

"میں نے کچھ مشورہ دیا تھا۔" وہ بولا۔

"کیا مشورہ؟"

"دادا جان کرنل جہانگیر کے باپ ہیں۔ یہ پورا خاندان خود غرضوں کا ہے۔ ان سے وفا کی امید رکھتے ہو، اپنا اُلو سیدھا کرنے کے لئے یہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔"

"انہوں نے میرے ساتھ کچھ نہیں کیا۔" میں نے کہا۔

"تب پھر تم کیا یہاں بر دکھاوے کے لئے آئے تھے؟" وہ جھلائے ہوئے لہجے میں بولا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"کیا کہوں اب تم سے۔"

"بے وقوف بناؤ مجھے۔ وہ رانا اختیار خلجی اچھی خاصی رقم دے رہا تھا تم ایماندار آدمی ہو۔ بددیانتی کیسے کرتے۔ ہائے کیا کیا نہ دیکھتے اس دنیا میں خوب آوارہ گردی کرتے، پہلے افغانستان پھر ایران، پھر ترکی اور اس کے بعد روم، استنبول اور......... اور......... اُف......... اُف۔"

"تم کبھی انسان نہیں بنو گے حسن فیروز۔"

"تمہیں یقین ہے اس بات کا۔" وہ آنکھیں نکال کر بولا۔

"کس بات کا؟"

"یہی کہ میں انسان نہیں بنوں گا۔"

"سنو......... دادا جان سے بددیانتی کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اس بات کو ہمیشہ

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

ذہن میں رکھنا۔"

"کسی سے بھی تمہیں کچھ نہیں ملے گا۔ تم بھی یہ بات یاد رکھنا۔"

"مجھے میری اوقات سے زیادہ مل گیا ہے۔ مزید کچھ ملا تو وہ منافع ہوگا نہ ملا تو کوئی افسوس نہ ہوگا۔"

"فضول بکواس۔" وہ بولا۔

"یہ بیگ تم نے خالی کیا ہے۔"

"ہاں۔"

"اور وہ خط بھی تمہارے پاس ہے۔"

"ہاں۔"

"کہاں ہے.....؟" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"تمہارے بیگ کے نیچے.....!" وہ اطمینان سے بولا۔

"کیا.....؟" میں اچھل پڑا۔

"دیکھو لو....." اس نے کہا اور میں بے اختیار بیگ کے نیچے جھانکنے لگا۔ واقعی سب کچھ وہاں موجود تھا۔ میں نے ایک بار پھر سر پکڑ لیا تھا۔

"اور یہ میک اپ کا سامان کس کا ہے؟" آخر کار میں نے رو دینے والی آواز میں پوچھا۔

"رافیہ کا۔" وہ اطمینان سے بولا۔

"اللہ میرے گناہ معاف کرے۔ ارے میں بڑی مشکل سے یہاں پہنچا ہوں۔ مجھے یہاں کام کرنا ہے۔"

"پہلے یہ بتاؤ مجھ سے ڈرامہ کیوں کر رہے تھے۔"

"اس لئے کہ یہ ضروری تھا۔"

"کیوں ضروری تھا؟"

"میں بڑی مشکلات سے گزر کر یہاں آیا ہوں۔ ایک ایسے آدمی کی معرفت آیا ہوں جو بے حد خطرناک ہے۔ اس نے مجھے یہاں خوست خان کی حیثیت سے بھیجا ہے۔ یہاں میں اپنی اصلیت نہیں ظاہر کر سکتا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"میں سمجھ گیا تھا۔"

"خاک سمجھ گئے تھے۔"

"مگر رافیہ کو ابھی تک تم پر شک ہے۔ تم نے سوچا نہیں کہ میں نے بازو کے نشان کا چکر اسی لئے چلایا تھا اور بعد میں رافیہ کو یہ یقین دلایا تھا کہ میرے دوست کے بازو پر ایک قدرتی نشان تھا اور یہ شخص اس کا ہم شکل ہے۔"

"بعد میں تم نے ایسا کیوں کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"اس لئے کہ پہلے سوچا ہی نہیں تھا۔" وہ پراطمینان لہجے میں بولا۔

میں پریشان نگاہوں سے اس شیطان فطرت شخص کو دیکھنے لگا جس کی واقعی ابھی تک کوئی کل سیدھی نظر نہیں آئی تھی۔ کرنل جہانگیر نے درحقیقت ایک انسان کو پتا نہیں کیا بنا کر دنیا کے لئے چھوڑ دیا تھا' یہ عجیب وغریب شخصیت' ناقابل فہم تھی' میں نے کہا۔

"لیکن بہت سی باتیں میری سمجھ میں نہیں آئیں' جب تک تم میری تسلی نہیں کرو گے میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں۔"

"تو پھر سمجھ لو کہ میں زندگی بھر تمہاری تسلی کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔" اس نے جواب دیا اور میں حیرت سے منہ کھول کر اسے دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا.....؟"

"تم خود کہہ رہے ہو کہ جب تک تمہاری تسلی نہیں ہو جائے گی' تم مجھے چھوڑو گے نہیں' تسلی ہو گئی تو چھوڑ دو گے' یہی کہہ رہے ہو نا تم اس میں کوئی غلط فہمی تو نہیں ہے نا میری۔ بھلا میں یہ کب چاہوں گا کہ تم مجھے چھوڑ دو۔"

"الفاظ سے کھیلنے کی کوشش مت کرو' واقعی اس وقت پچویشن تمہارے اپنے ہاتھ میں ہے اور تم نے یہ جو کچھ کر ڈالا ہے بس میں تم سے اس بارے میں کچھ کہنا نہیں چاہتا۔"

"اتنا اہم مسئلہ بھی نہیں ہے کہ تم مجھ سے کچھ کہے بغیر بے چین رہو' آخر پریشانی کیا ہے تمہیں' مجھے یہ بتاؤ۔"

"یار کمال کرتے ہو' ہر کام اٹھا کر رکھ دیا ہے اور کہہ رہے ہو کہ پریشانی کیا ہے' پریشانی نہیں ہوگی مجھے۔ اول تو یہ کہ تم یہاں نظر آ رہے ہو' دوسری بات یہ کہ ہمارے کام الٹے سیدھے ہو کر رہ گئے ہیں میری عقل ہی میرا ساتھ نہیں دے رہی۔"

"عقل ہو تو ساتھ دے۔ اپنے آپ کو بڑا تیس مار خان سمجھتے ہو' حالانکہ تمہاری پھوکڑی میں مجھ سے بڑا کھوڑا ہے' پتا نہیں یار کیا شے ہو' کچھ سمجھ میں ہی نہیں آتا۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے کہے جاؤ' جو تمہارا دل چاہے کہے جاؤ' میں کب روک رہا

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

ہوں تمہیں۔"

"خدا کے بندے کوئی تو عقل کی بات کرو' اب یہ بتاؤ یہاں تم کس حیثیت سے پہنچے ہو' کیا تیر مارلو گے ہیں بولو..... کیا تیر مارلو گے یہاں.....!"

"معلومات کروں گا یہاں سے' جو کچھ کرکے آیا ہوں اس کے بارے میں تم سوچ بھی نہیں سکتے۔"

"ہاں ہاں سوچ سکتا ہوں سوچ سکتا ہوں' دادا جان نے ٹھیک ٹھاک بے وقوف بنایا ہے تمہیں' کیا کرکے آئے ہو چلو تبادلہ خیال ہوجائے اس سلسلے میں اندازہ ہوجائے گا کہ تم نے کیا کیا ہے اور میں نے کیا کیا ہے' چلو اس پر فیصلہ رہا۔"

اس نے اس طرح کہا کہ مجھے پھر ہنسی آگئی۔ بالکل لڑاکا عورتوں کا سا انداز تھا۔ میں نے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تم میرے بہت اچھے دوست' لیکن حقیقتاً کھسکے ہوئے ہو۔"

"اب دل نہ جلاؤ' میرے کھسکنے کی وجہ تم اچھی طرح جانتے ہو' کیا سمجھے۔ بتاؤ کیا صورت حال رہی۔"

"نہیں میں تو بس یوں سمجھ لو کہ ان علاقوں کی سیر کرکے آیا ہوں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا ہے میں نے۔"

"ہوں' تو بس یوں سمجھ لو کہ میرے پاس بقیہ کہانی موجود ہے اور اس میں کوئی ایسی ضرورت نہیں ہے جسے ہم کوئی آسمانی عمل کہہ سکیں اب پرسکون ہوجاؤ' میں تمہیں بتاؤں گا کہ تمام مسئلہ کیا ہے؟"

"اچھا یہ بتاؤ کہ یہ محترمہ رافیہ یہاں کہاں سے آمریں؟"

"سب کچھ کہانی ہی کا ایک حصہ ہے' کوئی ایسی اجنبی اور نئی بات نہیں ہے جس کے لئے تم بہت پریشانی کا اظہار کرو۔"

"آدھمکیں گی یہاں' میرا مطلب ہے کہ ہوسکتا ہے ان کا نزول ہوجائے۔"

"ہاں یہ بالکل صحیح اور عقل کی بات سوچی ہے تم نے چنانچہ بہتر یہ ہے کہ آؤ کچھ وقت کے لئے یہاں سے نکل چلیں' میں تمہیں کچھ لوگوں سے ملاؤں گا۔"

"لیکن میرا اس طرح نکل جانا کیا مناسب ہوگا۔"

"مطلب؟"

"بھائی مطلب یہ ہے کہ میں تو یہاں.....!"

"کیا مستقل نوکری کرنے آگئے ہو' فضول باتیں کئے جارہے ہو' آؤ میرے ساتھ' بس چلے آؤ۔"

"او میرا یہ سامان؟"

"ہاں اسے ٹھیک کرلو' اس کے لئے میں منع نہیں کر رہا۔"

"اور میک اپ کے اس سامان کا کیا کروں؟"

"یہ رکھ لو' حنا کو تحفہ دے دیں گے خوبصورت چیزیں اور خاصی قیمتی بھی ہیں۔"

"کمال کرتے ہو' چوری کا الزام مجھ پر لگواؤ گے؟"

"چلو اس پر بھی لعنت بھیجو' واپس کردیں گے یہ ساری چیزیں حنا کو میرا مطلب ہے رافیہ کو' لیکن تمہیں ہوش میں لانا ضروری ہوگیا تھا' ہوش ہی ٹھکانے نہیں تھے تمہارے اپنے آپ کو بڑا جاسوس اعظم سمجھ رہے تھے۔"

"چھوڑ یار بور مت کر' میں واقعی بڑے پریشان کن حالات کا شکار رہا ہوں۔"

"رہو گے ہمیشہ رہو گے' ارے دنیا میں ہر شخص صرف اپنا الو سیدھا کرتا ہے' چاہے وہ کرنل ہمایوں صاحب ہوں یا کرنل جہانگیر صاحب' دیکھو ایک بہت بڑا فلسفہ ہے' انسان جو کچھ کرتا ہے صرف اپنی ذات کی تسلی کے لئے کرتا ہے' اس میں محبت بھی شامل ہے اور وہ تمام جذبے شامل ہیں جنہیں طرح طرح کے نام دے دیئے گئے ہیں۔" حضرت مجنوں کیا چاہتے تھے۔ "صرف یہی نا بی بی لیلیٰ کو اپنے گھر لے آئیں۔" اور بس' آگے کیا کہوں الفاظ غلط ہوجائیں گے۔ یہی کیفیت دوسرے تمام افراد کی تھی' جنہوں نے شور مچا مچا کر الٹی سیدھی کہانیوں کی بنیاد ڈال دی' سب اپنے اپنے چکر میں تھے' دادا جان ہوں یا اور کوئی صاحب ہوں کوئی بھی ہو' مفہوم اور مقصد سب کا ایک ہی تھا۔"

"اب تم یہاں فلسفہ بگھارتے رہو گے یا۔"

"اچھا یہ بتاؤ کہ وہ خط کہاں ہے جو تم نے مجھے بے ہوش کرکے لے لیا ہے؟"

"کچھ نہیں..... کچھ بھی نہیں' کوئی حیثیت نہیں ہے اس خط کی' مجھے جو تفصیلات معلوم ہوچکی تھیں' وہ اس خط میں بھی درج ہیں' لیکن ایک چیز بڑی دلچسپ ہے اس میں۔ بعد میں سمجھاؤں گا۔"

"اس کا مطلب ہے تم نے اسے کھول لیا ہے؟"

"ہاں۔" حسن فیروز نے جواب دیا۔

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"حالانکہ وہ کسی کی امانت تھی۔"

"دیکھو بکواس مت کرو' چلو یہ سارا سامان واپس بیگ میں رکھو' بیگ کندھے سے لٹکاؤ' یہ میک اپ کا سامان یہیں پلنگ کے نیچے پھینک دو' خط بھی اس کے ساتھ ہی پڑا ہوا ہے اور یہاں سے چلو میرے ساتھ۔"

"کک کہاں؟"

"جہنم کے چوبیس طبق ہیں۔"

"ٹھیک ہے چلو' اپنے گھر لے جارہے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن بعد کے حالات بھی تمہیں ہی سنبھالنا ہوں گے۔"

"او چل میرے بھائی اگر وہ آگئی تو پھر مصیبت میں گرفتار ہوجائیں گے اور اس کے بعد مجھے مت کچھ کہنا بہت تیز لڑکی ہے ہوش وحواس درست کرکے رکھ دے گی۔" آخر کار میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ پھر میں نے کہا۔

"چلو گے کہاں۔"

"بس ایک ایسی جگہ جہاں کے بارے میں تم سوچ بھی نہیں سکتے۔"

حسن فیروز کے بارے میں خیر اتنا اندازہ تو مجھے شروع ہی سے تھا کہ ایک ذہین انسان ہے اسے کچھ زیادہ معلومات حاصل ہوگئی ہیں۔ اس کا یہاں موجود ہونا' علی دانش کی گمشدگی اور پھر رافیہ کا یہاں پایا جانا' کچھ ایسا طلسمی ماحول ہوگیا تھا کہ خود میری عقل بھی میرا ساتھ نہیں دے پارہی تھی اور میں جلد از جلد یہ جاننا چاہتا تھا کہ اصل صورت حال کیا ہے' کوئی ایک بھی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی بہرحال میرا بیگ میرے ساتھ تھا اور ہم دونوں رحمان شاہ کی رہائش گاہ سے باہر نکل آئے تھے' وہ تیزی سے ایک جانب چل پڑا' پھر اس نے تقریباً دو فرلانگ کا راستہ طے کیا' اور ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں گھوڑوں کا اصطبل بنا ہوا تھا۔ یہاں ایک شخص چارپائی ڈالے لیٹا ہوا حقہ پی رہا تھا۔ حسن فیروز کو دیکھ کر پُرتپاک انداز میں کھڑا ہوگیا۔

"آؤ خان آؤ' کیا حال ہے تمہارا.....!"

"میں ٹھیک ہوں' سیر کرنے کو دل چاہ رہا ہے دو گھوڑے تیار کردو۔"

"گھوڑے تیار ہیں' بس زین لگائے دیتا ہوں۔" اس نے کہا' اور میں خاموشی سے حسن فیروز کی یہ کارروائی دیکھتا رہا' پھر حسن فیروز نے میری جانب دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"گھوڑے کی سواری میں کوئی دقت تو نہیں ہوتی۔"

"نہیں۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

"تو پھر آؤ' اس نے کہا اور ہم دونوں گھوڑوں پر سوار ہوکر چل پڑے' منزل نامعلوم تھی' لیکن میں جانتا تھا کہ یقیناً کوئی پُراسرار انکشاف کرے گا۔

میں نے اسے دیکھ کر کہا۔

کچھ تو کم از کم بتاؤ!"

"خاموش' انچارج میں ہوں۔" وہ مسکرا کر بولا اور میں ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہوگیا۔

جنگل میں ہم کافی دور نکل آئے تو میں نے حسن فیروز سے کہا۔

"تمہاری کوئی منزل بھی ہے یا پھر آج خودکشی کرنے کا ارادہ ہے۔"

"خودکشی کیوں؟" اس نے سوالیہ انداز میں مجھے دیکھا۔

"جگہ جگہ بورڈ لگے ہوئے ہیں کہ یہاں درندے موجود ہیں اپنی حفاظت کا بندوبست کرکے ان علاقوں کا سفر کیا جائے کیا یہ تمہاری نگاہ سے نہیں گزرے۔"

"لیکن اس کے باوجود یہاں چھوٹی چھوٹی بستیاں آباد ہیں اگر تم چاہو تو میں تمہیں ایک بستی کا نظارہ کراؤں۔"

"میرے بھائی یہاں کی بستیوں میں رہنے والے ان درندوں کو بھیڑ بکری سمجھتے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے تحفظ کے لئے جو بندوبست کئے ہوئے ہیں نا اس کی وجہ سے وہ درندے ان کی صورتیں دیکھ کر بھاگتے ہوں گے لیکن ہم شہری چوہے' اپنی اور ان کی کیا بات کرتے ہو۔"

"ہاں یہ بات تو ہے اچھا دیکھو یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک چھوٹی سی عمارت ہے بس وہاں تک چلتے ہیں اصل میں اس عمارت میں بھوت رہتے ہیں اور میں انہیں تم سے ملانا چاہتا ہوں۔"

"چلئے اگر آپ کوئی ایڈونچر فرما رہے ہیں تو فرمایئے بھوتوں سے ملاقات کا مجھے کوئی شوق تو نہیں ہے لیکن اگر وہ آپ کے عزیز و اقارب ہیں تو ظاہر ہے مجھے ان کا احترام تو کرنا پڑے گا۔" جواب میں حسن فیروز نے بڑا زوردار قہقہہ لگایا تھا۔

"یار وہ ایسے عزیز ہیں میرے جو درحقیقت ناکارہ' نکمے بلکہ یوں سمجھو میرے باپ دادا کی مانند ہیں اگر کم از کم وہی مجھے لفٹ دے دیں اور ان میں سے کوئی میرا دوست بن

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

جائے تو تم سے ہزار درجے بہتر ہو گا۔"

"ہاں وہ تو میں سمجھتا ہوں ظاہر ہے تم نے مجھے یونہی فالتو گھاس ڈال دی ہے اور سوچا ہے کہ کچھ نہ ہونے سے ہونا بہتر ہے۔ اس سے زیادہ اگر میری کوئی حیثیت ہوتی تو شاید تم مجھے تمام باتیں بتانا پسند کرتے اب تو ظاہر ہے میں ایک ایسے دادا پوتے کے ساتھ ہوں جنہوں نے بہرطور مجھے اپنی سرپرستی میں لیا ہوا ہے مجھے اس کی خوشامد بھی کرنی ہے اور اس کے متعلقین کی بھی چنانچہ ٹھیک ہے۔"

حسن فیروز خاموشی سے سامنے دیکھتا رہا تھا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"تمہارا شادی کا کیا ارادہ ہے۔" میں نے چونک کر اسے دیکھا لیکن میں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا تھا وہ کچھ لمحے میرے بولنے کا انتظار کرتا رہا پھر خود ہی بولا۔

"میری ضرورت تو پوری ہو گئی۔"

"کیا مطلب۔" میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"کبھی کبھی تمہارے انداز بالکل بیویوں والے ہو جاتے ہیں نخرے کرنا' ناراض ہو جانا' شکایتیں کرنا میں نے بیویوں کو ابھی تک اسی رنگ میں دیکھا ہے اور یقین کرو تم سے انسیت کی کچھ وجوہات یہ بھی ہیں۔"

"عزیزی ذرا ہوش و حواس قائم رکھو تم نے شوہروں کو بیویوں کے ہاتھوں پٹتے دیکھا ہے کبھی۔"

"ایں!" وہ چونک پڑا۔

"دیکھا ہے؟"

"مم مطلب کیا ہے تمہارا۔" اس نے بوکھلانے کی اداکاری کی۔

"یہ نمونہ بھی میں تمہیں دکھا سکتا ہوں۔"

"کمینے آدمی ہو اور کوئی بات نہیں ہے۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔

"کیا مجھے کمینہ کہہ رہے ہو۔"

"متضاد باتیں کرتے ہو اگر دل میں یہ خیال ہے کہ میں تمہیں اپنے آپ سے کوئی ہلکی شخصیت سمجھتا ہوں تو پھر تمہیں ایسے الفاظ ادا کرنے چاہئیں جیسے تم ادا کر رہے ہو۔" میں اس پاگل آدمی کو دیکھنے لگا نہ جانے کیا چیز تھی۔ یہ صحیح معنوں میں بقول اس کے میری پھوکڑی میں بھی کھوڑا کئے بغیر نہیں رہے گا اس کے بعد میں نے خاموشی اختیار کئے رکھی تھی وہ بھی کچھ روٹھا روٹھا سا ہی نظر آ رہا تھا اور پھر میں نے گھنے درختوں کے درمیان پانی

کی سیلن محسوس کی اور اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑانے لگا تب میں نے اس ٹوٹی ہوئی عمارت کو دیکھا غالباً انگریزوں کے زمانے کا بنایا ہوا گیسٹ ہاؤس تھا جتنا فاصلہ طے کر کے ہم یہاں تک پہنچے تھے اس میں کم از کم ایسی کوئی صورت حال تو نظر نہیں آئی تھی جس سے یہ اندازہ ہو کہ اس علاقے میں کبھی کوئی آبادی ہو گی سب کچھ جنگلوں ہی پر مشتمل تھا۔ عمارت خاصی بوسیدہ حالت میں تھی اور اس میں اینٹوں کے ٹوٹے ہوئے ڈھیر جگہ جگہ نظر آ رہے تھے۔ عمارت اس قدر بدصورت اور ہیبت ناک تھی کہ اس کو دیکھ کر دل پر دہشت طاری ہوتی تھی گھوڑے پرسکون تھے اور اندر داخل ہونے کے بعد حسن اپنے گھوڑے سے اتر گیا تھا وہ نیچے اترا تو میں نے بھی اپنے گھوڑے کی پشت چھوڑ دی تب حسن نے کہا۔

"وہ سامنے اس دیوار میں گڑھے نظر آ رہے ہیں گھوڑوں کو ان سے باندھ دو۔"

میں نے خاموشی سے اس کی ہدایت پر عمل کیا تھا عمارت کے سامنے والے حصے میں ایک چبوترہ سا نظر آ رہا تھا اور اس چبوترے سے تھوڑا سا آگے ایک برآمدہ بنا ہوا تھا۔ پوری عمارت پُراسرار اور ہیبت ناک کیفیت کی حامل تھی حسن نے کہا۔

"اس برآمدے کے نیچے بیٹھنے کے لئے جگہ بنالی ہے میں نے۔"

"تم نے؟" میں چونک کر بولا۔

"ہاں۔"

"اس کا مطلب یہ ہے تم یہاں آتے رہتے ہو۔"

"کئی بار آ چکا ہوں اب تمہارے بارے میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن مجھ جیسے پاگلوں کے لئے یہ جگہ ایک اچھا پاگل خانہ ہے جہاں انسان سکون کے ساتھ خود اپنے ذہنی علاج کے بارے میں سوچ سکتا ہے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے حسن کی صورت دیکھتا رہا برآمدے کے نیچے ہی ایک عمدہ جگہ صاف ستھری کر لی گئی تھی اور وہاں گھاس کا ڈھیر کچھ اس طرح ڈالا گیا تھا کہ اگر اس پر آرام کرنے کی کوشش کی جائے تو برا نہ لگے ایک پتھر کا ٹکڑا بھی وہاں رکھ کر اس کے اوپر بھی گھاس ڈال کر تکیہ بنا لیا گیا تھا اور یہ جگہ دیکھ کر مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا تھا۔ اگر حسن اس ویرانے میں آکر اپنے آپ کو جیسا کہ اس نے کہا تھوڑا بہت ذہنی سکون دینے کی کوشش کرتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس کے اندر واقعی لاتعداد طوفان چھپے ہوئے ہیں اور یہ طوفان معمولی نوعیت کے حامل نہیں۔ ایسی جگہ جہاں انسان اپنی فطرت کھو بیٹھے وہاں وہ آکر آرام کرتا تھا اور یہ ایک خوفناک عمل تھا۔ چنانچہ مجھے فوراً ہی سنبھلنا پڑا اس شخص کو کسی بھی صورت میں نظر

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

انداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنا رویہ تبدیل کرلیا البتہ اس طرح کہ اسے میری کسی گہری سوچ کا احساس نہ ہو میں نے بدستور ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"جناب کیسے یہاں تشریف لانا ہوا اب بیان فرمانا پسند کریں گے۔"

"کہاں اس بھوت گھر میں تھوڑا سا وقت تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا تھا۔"

"حسن تم میرے ساتھ زیادتی کر رہے ہو۔"

"غلط تو نہیں کہا تھا میں نے کہ تمہارا ساتھ ہونے کے بعد شادی کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی تمام اقسام مل جاتی ہیں۔ اب کاش تم آئینے میں اپنی صورت دیکھ سکتے بالکل ایک روٹھی ہوئی بیوی محسوس ہو رہے ہو۔"

"نہیں یار حسن سچ کہہ رہا ہوں ساری باتیں اپنی جگہ کبھی کبھی پٹڑی سے اتر جاتا ہوں اس کے لئے جب تک مجھے معاف کرسکو تو معاف کردینا اور جب ناقابل معافی ہوجاؤں تو محبت سے نکال دینا کوئی ایسی بات نہیں ہے۔"

"بس ٹھیک ہے مجھے بھی ناراض ہونے کا حق ہے چنانچہ میں بھی ناراض ہو جاتا ہوں۔" اس نے کہا۔

"ناراضگی کے دوران کیا خاموشی اختیار کرنی پڑے گی یا گفتگو کی جاسکتی ہے۔"

"نہیں گفتگو کی جاسکتی ہے۔" اس نے مکمل سنجیدگی کے ساتھ کہا۔

"تو پھر یہ بتاؤ وہاں جنگل میں مجھے جہنم میں جھونکنے کے بعد تم اور علی دانش کہاں غائب ہوگئے تھے۔" میں نے سوال کیا۔

"تمہیں جنگل میں جھونکنے کا منصوبہ میرا نہیں تھا یہ بات تم اچھی طرح جانتے ہو اور چونکہ تمہاری وجہ سے مجھے ان بڑے میاں سے بھی مکمل تعاون کرنا پڑ رہا تھا اس لئے میں نے علی دانش کو انکار نہیں کیا ورنہ مجال ہے کسی کی کہ مجھے میری مرضی کے خلاف کوئی کام کرنے پر مجبور کردے۔"

"پھر اس کے بعد کیا ہوا؟" میں نے سوال کیا۔

"کچھ نہیں ہوا تمہیں سرحد پار کرانے کے بعد علی دانش مجھے لے کر چل پڑا ہم نے کچھ وقت ایک جگہ قیام کیا پھر علی دانش نے مجھے دادا میاں کا پیغام دیا اور کہا کہ میں رحمان شاہ کا مہمان بن کر اس کی رہائش گاہ پر پہنچ جاؤں اس کے لئے رحمان شاہ کو ہدایت دے دی گئی ہے اور بس خود علی دانش مجھے یہاں تک پہنچا کر غائب ہوگیا ہے۔ دادا جان اصل میں اس عمر میں بھی اپنے آپ کو بڑی پُراسرار شخصیت سمجھتے بھی ہیں اور ظاہر کرنے

کوشش بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ سلسلہ بھی کچھ ایسا ہی ہے بلاوجہ وقت برباد کر رہے ہیں۔"

"خیر بلاوجہ تو نہیں کہا جاسکتا بہرحال اس کی تو جگہ جگہ تصدیق ہوچکی ہے کہ ثانیہ کو اغوا کیا گیا باقی اہل خانہ مل گئے لیکن ثانیہ خلجی نہیں ملی۔"

"جی ہاں آپ جیسے تجربے کار اور دادا جان کے تربیت یافتہ افراد یہی کہہ سکتے ہیں ن وہ جس کی پھوکڑی میں کھوڑا ہو اور جو کسی قابل ہی نہ ہو اس کا نظریہ اگر آپ جیسے روں سے مختلف ہو تو کیا فرق پڑتا ہے۔"

"مطلب؟"

"کوئی ضرورت نہیں ہے مجھ سے مطلب پوچھنے کی اور نہ ہی میں تمہیں اس کا لب بتاؤں گا۔" اس نے کہا۔

"رافیہ یہاں کب نازل ہوگئی۔"

"ہمارے پیچھے ہی پیچھے میرا مطلب ہے جیسے ہی میں یہاں پہنچا تو دوسرے دن ہی وہ ہاں آگئی میں رانا کا مہمان تھا۔"

"اس نے تمہیں دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا یا تمہارے خیال کے مطابق وہ تمہاری ہاں آمد سے واقف تھی۔"

"کیا اعلیٰ تربیت ہے تمہاری' ہماری یہاں آمد کیا صیغہ راز میں ہے کوئی بات اگر ایک ن کو معلوم ہو تو کیا دوسری بہن کو معلوم نہیں ہوسکتی؟ رافیہ نے آتے ہی مجھ سے ہارے بارے میں پوچھا تھا اور میں نے کہا تھا کہ تم ہمیں چھوڑ کر چلے گئے ہو۔ یقین میں آیا تھا اسے اس بات پر اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ اب بھی اسے اس بات کا یقین ہو یا نہ دکہ تم وہ نہیں ہو بلکہ کوئی پہاڑی آدمی ہو۔"

"ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ معاملات واقعی بہت پیچیدہ ہیں۔"

"لڑاتے رہو پیچ لڑاتے رہو ظاہر ہے دادا جان کے ساتھ رہو گے تو یہی عیش رہیں گے۔"

"بہرحال میں اپنے باس کے خلاف کوئی بات سننا پسند نہیں کروں گا مسٹر حسن فیروز آپ اس بات کا خیال رکھئے گا۔"

"ٹھیک ہے بہت سی باتوں کا خیال رکھے ہوئے ہوں بس انتظار کرو کہ کب تک یہ خیال رکھ پاتا ہوں جس دن پھوکڑی کے کھوڑے میں درد شروع ہوا تو اس دن دیکھ لوں گا

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

تمہیں بھی اور تمہارے ان کرنل صاحب کو بھی۔" اس نے کہا اور مجھے بے اختیار ہنسی آگئی پھر میں نے رازدارانہ انداز میں پوچھا۔

"رافیہ کچھ زیادہ ہی تم سے متاثر معلوم نہیں ہوتی۔" اس نے مجھے گھور کر دیکھا اور پھر بولا۔

"کل پوچھنا کل' ابھی اتنی جلدی کیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"حالانکہ میرے پیٹ میں درد ہو رہا تھا' تم دوست نہیں ہو میرے دشمن ہو دشمن' کیا تمہیں میرے پیٹ کے درد کا خیال نہیں رکھنا چاہئے تھا۔"

"پیٹ کا درد؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ابے میں تجھے اپنی محبت کے بارے میں بتانا چاہتا تھا معلوم ہے محترمہ رافیہ مجھ سے اظہار عشق کر چکی ہیں۔"

"کیا؟"

"ہاں۔"

"میں تمہاری فاتحہ نہیں پڑھ سکتا حسن فیروز!"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ نہ میں تمہاری تدفین میں حصہ لے سکتا ہوں اور نہ تمہاری فاتحہ پڑھ سکتا ہوں۔"

"ہو گیا نا آخر۔" حسن فیروز پُرمسرت لہجے میں بولا۔

"کیا ہو گیا؟"

"کھوڑا' کھوڑا تمہاری پھوکڑی میں۔"

"نہیں جو کچھ میں کہہ رہا ہوں پاگل پن کے عالم میں نہیں کہہ رہا بلکہ سچائی سے بتا رہا ہوں تمہیں عشق اور رافیہ سے' اس خطرناک لڑکی سے جو صورت سے ہی بھیانک نظر آتی ہے۔"

"جل گئے نا آخر۔"

"میری جوتی جلتی ہے رافیہ جیسی لڑکیوں سے تم دس ہزار بار عشق کرو لیکن ایک بات بتائے دیتا ہوں عشق کرنے کے بعد جب یہاں سے واپس چلو گے نا تو رافیہ کا نام تمہاری زبان سے نہ سنوں' سمجھے!"

"یار کمال کر رہے ہو کچھ زیادہ آگے نہیں بڑھ گئے تم۔"

"بکواس نہ کرو کچھ آگے واگے نہیں بڑھا بہت سارے معاملات میں ڈھیل دے سکتا ہوں۔ دادا جان نے تمہاری ذمے داری مجھے سونپی ہے اس میں کوئی گڑبڑ برداشت نہیں کر سکتا۔" میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

وہ حیرت اور دلچسپی کے عالم میں مجھے دیکھتا رہا پھر بے اختیار ہنس پڑا اور بولا۔

"ٹھیک ہے محترم چچا جان آپ کہہ رہے ہیں تو آئندہ اس بات کا دھیان رکھا جائے گا لیکن اس خادم کی کہانی بھی سن لیجئے۔"

"جی سنائیے۔"

"بھائی دادا جان کے ہی ایماء پر یہاں پہنچایا گیا تھا علی دانش یہاں چھوڑ کر بھاگ گیا۔ رحمان شاہ صاحب نے اچھے طریقے سے استقبال کیا تھا طریقہ کار جو بھی اختیار کیا گیا ہو مجھے پتا نہیں لیکن بہرحال انہیں میری آمد کا علم تھا۔ یہاں آنے کے بعد میں نے یہ سوچا کہ اب میں کیا کروں۔ اصل میں یہ کرنل صاحب جو ہیں نا یہ کرنل ٹو کے بھی باپ ہیں۔ ایسے الٹ پھیر اختیار کرتے ہیں کہ انسان خود بخود اپنی کھوپڑی سے آؤٹ ہو جائے۔ اب بھلا بتاؤ سولی پر چڑھا دیا پہلے وہ رانا بے اختیار کے پاس بھیج دیا اور رانا صاحب نے ایک ایسا اوندھا سیدھا چکر دیا جس کے بارے میں اگر تم خود کوئی اندازہ لگا سکے ہو تو مجھے بھی بتا دو تمہارے بال بچوں کا بھی احسان مند رہوں گا۔ پیچھے پیچھے یہ رافیہ بیگم آگئی بس ذرا سی شناسائی درکار ہوتی ہے جہاں تک عشق کا معاملہ ہے تو یار کسی پاگل آدمی سے اس کی توقع رکھتے ہو تم کہ وہ کسی سے سنجیدگی سے عشق کرے گا بس رافیہ صاحبہ اس کی خواہش مند تھیں کہ کوئی انہیں چاہے تو میں نے سوچا چلو انسان ہی انسان کے کام آتا ہے انہیں کچھ عرصہ کے لئے چاہنے لگو ویسے تمہیں ایک بات بتاؤں صاف ستھری طبیعت کا مالک ہوں فطرت انسان کے تحت اس کی جانب متوجہ ہو گیا ہوں وہ اصل میں اگر ایسا نہیں ہوتا نا تو یہ بائیں پسلی میں درد ہوتا ہے مطلب سمجھ گئے ہو گے انسان کی شخصیت میں یہ بائیں پسلی بڑی اہمیت رکھتی ہے اور عورت کی تخلیق یہیں سے ہوئی ہے! اور جب تک بائیں پسلی کا معاملہ نہ ہو انسان اس درد سے محفوظ نہیں رہ سکتا درد کا معاملہ ہے یار کم از کم اتنی رعایت تو دو۔"

"تمام تر اخلاقی حدود کے ساتھ۔"

"او بھائی اخلاق احمد دوسرے انسان کو بھی اس قدر پس ماندہ ذہنیت کا مالک نہ سمجھ لیا کرو بری بات ہے۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"کیا اب تک ہم نے کام کی ایک بات بھی کی ہے۔" میں نے کہا۔

"قصور میرا ہے؟" وہ آنکھیں نکال کر بولا۔

"یہاں تم صرف رافیہ کے ساتھ مٹرگشت کر رہے ہو یا اس کے علاوہ بھی تم نے کچھ کیا ہے۔"

"کیا ہے۔"

"کیا کیا ہے؟"

"حالات معلوم کئے ہیں۔"

"کیسے حالات؟"

"وہ حالات جو ہمارے کام آسکتے ہیں۔"

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں نے اس عمارت میں رہنے والوں کے بارے میں تفصیلات معلوم کی ہیں یہ بات تو تمہارے علم میں ہے کہ رحمان شاہ رانا اختیار خلجی کا سگا بھائی نہیں ہے۔"

"ہاں یہ بات میرے علم میں ہے۔"

"اور یہ بات تمہارے علم میں ہو یا نہ ہو کہ رحمان شاہ کی اصل والدہ یہیں رہتی ہیں۔"

"یہ بات میرے علم میں نہیں ہے۔"

"رحمان شاہ شادی شدہ ہے اور تین خوبصورت لڑکیوں کا باپ ہے اور یہ تینوں لڑکیاں ہر طرح سے فیشن ایبل بھی ہیں شوخ و شریر بھی ہیں لیکن مغرور بہت زیادہ ہیں میں نے ہمیشہ ان کے گھاس کے گٹھڑ میں سے تھوڑی سی گھاس نکالنے کی کوشش کی لیکن کم بخت بڑی کنجوس نکلیں مجبوراً رافیہ ہی پر انحصار کرنا پڑا ویسے تمہیں یہ سن کر تعجب ہوگا کہ خود رحمان شاہ رافیہ کو بہت زیادہ پسند کرتا ہے اور ایک طرح سے اس سے تھوڑی سی محبت بھی کرتا ہے میرا مطلب ہے اپنے بچوں کی مانند۔"

"حیرت ہے حیرت ہے۔"

"اور کچھ۔" میں نے کہا۔

"وہ تو تم ہی بتاؤ گے۔"

"میں تمہیں جو کچھ بتاؤں گا دوست تم سمجھ لو کہ تمہاری کھوپڑی درست ہو جائے

گی۔" حسن نے اس انداز میں کہا تو میں اسے چونک کر دیکھنے لگا۔

"اچھا یہ بتاؤ کہ کیا ثانیہ کے بارے میں کچھ پتا چلا ہے۔"

"پہلے تم میرے سوالات کے جوابات دو۔"

"چلو ٹھیک ہے مجھ سے جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔"

"کہاں رہے اتنے دن۔"

"سرحد کی دوسری جانب دھکیل دیا گیا تھا وہاں وہ نہیں ہوا جو علی دانش نے کہا تھا۔"

"کیا مطلب؟" حسن چونک کر بولا اور میں اسے تفصیلات بتانے لگا پھر میں نے شروع سے لے کر آخر تک ساری کہانی حسن فیروز کو سنادی حسن فیروز کا چہرہ تصویر حیرت بنا ہوا تھا میرے خاموش ہونے کے باوجود بھی وہ دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔

"قسم خدا کی مجھ سے زیادہ دلچسپ زندگی تو تم نے گزاری ہے پہاڑوں کی اس عجیب وغریب دنیا میں کیا انوکھی کہانیاں بکھری ہوئی ہیں کیا نام بتایا تھا تم نے جنگوش!"

"ہاں۔"

"اور اس کے بعد بدر جلال نے تمہیں جو حقیقتیں بتائیں وہ۔"

"بدر جلال بہت اچھا انسان ہے اور اگر تم چاہو تو گہرائیوں سے اس بات کی تصدیق کرسکتے ہو ویسے رحمان شاہ کی شخصیت تو بری نہیں ہے۔"

"شخصیتیں تو خیر بری نہیں ہوتیں لیکن انسان بعض معاملات میں مجبور ہوتا ہے لیکن اب یہ بتاؤ کہ ثانیہ کے اغوا کا چکر ہے کیا اور اس کے بارے میں معلومات کس طرح حاصل کی جائیں۔" حسن فیروز نے اس انداز میں کہا کہ میری بائیں آنکھ پھڑکنے لگی اور جب میری بائیں آنکھ پھڑکتی تھی تو مجھے یہ احساس ہوتا تھا کہ سامنے والا مجھے اندر سے کچھ ٹٹولنے کی کوشش کر رہا ہے میں نے اسے چند لمحے دیکھا اور پھر کہا۔

"میں جانتا ہوں حسن فیروز کہ اس سلسلے میں خاصی معلومات حاصل کرچکے ہو۔"

"کیا مطلب۔" وہ چونک کر بولا۔

"میں نے کہا ناخاصا کام کرچکے ہو تم لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ میں ابھی تک کوئی معلومات حاصل نہیں کرسکا۔"

"تو پھر اس کا مطلب ہے کہ مجھے تم پر فوقیت حاصل ہے۔"

"اس سے انکار کون کرتا ہے۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"ارے واہ یہ ہوئی نا بات جب کوئی میری برتری کو قبول کرلیتا ہے تو پہلے تو مجھے حیرت ہوتی ہے پھر خوشی ہوتی ہے اب حیرت کے بعد مجھے خوشی ہو رہی ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے' پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ ثانیہ کا کچھ پتا چلا۔"

"سنو ثانیہ کا تو مجھے بالکل کچھ پتا نہیں چلا لیکن تمہارے بارے میں مجھے یہ علم ہوا کہ تم واقعی ایک بے وقوف انسان ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"جب تم نے پشتو زبان بول کر اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کی اور مجھ تک سے اس بات سے منحرف رہے کہ تم میرے شناسا ہو تو پھر تم جانتے ہو کہ پھوکڑی کا کھوڑا دکھنے لگا اور جب پھوکڑی کا کھوڑا دکھنے لگتا ہے تو پھر میں وہ کرتا ہوں جو دوسروں کی سمجھ میں نہ آئے یا یہ سمجھ لو کہ اس کے بعد میں ہر طرح کا رسک لینے پر آمادہ ہو جاتا ہوں۔ تو جناب یہی ہوا میں تو پڑ گیا اس چکر میں کہ ذرا تمہاری اصلیت معلوم کروں۔ اصل میں پہلے تو میں نے یہی سوچا تھا کہ تم کچھ وقت کے بعد مجھے بتا دو گے کہ کیا قصہ ہے لیکن بعد میں مجھے یہ احساس ہوا کہ تم رافیہ ہی کو نہیں بلکہ اپنے آپ کو تسلیم نہ کرکے مجھے اور رافیہ دونوں کو ہی بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہو پھر میں نے سوچا کہ اندازہ تو لگانا چاہئے کہ چکر کیا ہے۔ غصہ بھی تھا تم پر اور یہ سوچا تھا کہ تمہیں تھوڑی سی سزا بھی دلوائی جائے اس بات کی اور رافیہ کے میک اپ کا سامان تمہارے پاس سے برآمد کرا کے رافیہ کو تمہارے پیچھے لگا دیا جائے لیکن خیر وہ ایک الگ بات تھی یار کیا انسان کو اتنا ہی احمق ہونا چاہئے جتنے کہ تم ہو۔"

"پتا نہیں اب ایک احمق اس بات کا اندازہ کیسے لگا سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"ان محترمہ نے تمہیں ایک خط دیا تھا۔"

"کن محترمہ نے؟"

"سلمٰی خلجی کی بات کر رہا ہوں۔"

"ہاں۔"

"کیا کہا تھا تم سے انہوں نے اس خط کے بارے میں۔"

"یہ کہا تھا کہ اگر ثانیہ کہیں سے دستیاب ہو جائے تو یہ خط اسے دے دیا جائے ہمیں اسے اپنے ساتھ لانے میں آسانی ہوگی۔"

"اور آپ نے اس بات کو اپنا ایمان بنالیا۔"

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ وہ خط آپ نے کھول کر نہیں دیکھا۔"

"اس کے لئے اس نے منع کیا تھا۔"

"ہوں یعنی یہاں تم یہ ثابت کر رہے ہو کہ ابھی تمہاری تربیت میں خاصی کمی رہ گئی ہے۔"

"مزید وضاحت کرو۔" میں نے کہا۔

"لو خود پڑھ لو۔" اس نے کہا اور خط نکال کر میری جانب بڑھا دیا لفافہ کھلا ہوا تھا میں نے حیرت سے اسے دیکھا اور بولا۔

"یہ بات تو میرے علم میں آگئی تھی کہ وہ خط تو تم نے غائب کر دیا ہے لیکن تم نے اسے کھول بھی لیا۔"

"جی ہاں کھولنے کے لئے ہی غائب کیا تھا میں نے۔"

"کیا یہ غیر اخلاقی حرکت نہیں ہے۔"

"بھئی میں کہہ چکا ہوں بھائی اخلاق احمد صاحب کہ آپ اپنے اخلاق کو صرف اپنی جیب میں رکھئے میں تو ایک آوارہ گرد آدمی ہوں جس میں اخلاق وغیرہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے چنانچہ مجھے ان چکروں میں نہ ڈالا کریں آپ کا سامان دیکھنے کے بعد مجھے یہ اندازہ ہوگیا کہ آپ جو بدمعاشی کر رہے ہیں وہ خالص بدمعاشی ہے حقیقت نہیں تو پھر مجھے اس خط کا خیال بھی آیا تو میں نے سوچا کہ سزا دی جائے تو مکمل ہی دی جائے۔ جب وہ چائے پی رہا تھا تو میں نے اس کا ایک گھونٹ پی کر دیکھا تھا تو یقین کرو اب بھی حلق میں چھالے پڑے ہوئے ہیں لیکن اگر ایسا نہ کرتا تو بے ہوشی کی وہ دوا تمہاری چائے میں شامل نہیں کرسکتا تھا جو میری معاون ہوتی اور اس کے بعد میں تمہارے سامان کی تلاشی وغیرہ لے سکتا تو خیر اس کے بعد میں نے یہ خط بھی حاصل کیا اور اسے کھول کر دیکھ لیا سمجھ رہے ہیں نا آپ اب مان جائیے برا اور بگاڑ لیجئے میرا جو بگاڑا جاسکے۔"

"تو تم نے اسے پڑھ لیا۔"

"پڑھ لو پڑھ لو اس موضوع پر کوئی بات نہیں کروں گا۔"

"ہوں۔" میں نے کہا اور خط کے اندر سے پرچہ نکال لیا لیکن اس کے بعد واقعی یہ احساس ہوا کہ بڑی غلطی ہوگئی مجھ سے' یہاں مجھے حسن فیروز کے الفاظ ہی مناسب معلوم ہوئے تھے بہرحال میں نے خط پڑھنا شروع کیا لکھا تھا۔

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"عزیزم! تمہیں کیا کہہ کر مخاطب کروں یہ میری سمجھ میں نہیں آرہا۔ انسان کی فطرت میں کچھ کمزوریاں ہوتی ہیں اور ان کمزوریوں کا کوئی پس منظر بھی ہوتا ہے چنانچہ میرا وقار' میری حیثیت اور میرا مرتبہ تمہیں وہ کہہ مخاطب کرنے کی اجازت نہیں دیتا جو میرے ذہن میں تمہارے لئے آسکتا ہے' اس لئے صرف انہی الفاظ پر گزارہ کرکے میں تمہیں مخاطب کررہی ہوں تم بالکل صحیح کررہے ہو انسان اگر فرشتہ بننے کی کوشش کرے تو یہ اس کے لئے ممکن نہیں جس مقصد کے لئے تم یہاں تک آئے ہو بلائے گئے ہو یا بھیجے گئے ہو اس کے بارے میں کچھ کہنا بے مقصد ہی ہے۔ تم نے محسوس کیا ہوگا کہ ایک ماں ہونے کے باوجود میں نے اپنی بیٹی کی تلاش کے سلسلے میں تمہاری مدد کو زیادہ خوشی سے قبول نہیں کیا یا اس سلسلے میں اپنے پرجوش ہونے کا مظاہرہ نہیں کیا عقل مند کے لئے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے لیکن تمہاری بھی عقلمندی تسلیم کرتی ہوں کیونکہ تمہارے ذہن میں جو کچھ ہے وہ بھی غلط نہیں ہے۔ اپنا مقصد پورا کرنے کے بعد ظاہر ہے تم اس کا معاوضہ حاصل کرو گے اور تمہارا یہاں تک آنے کا معاملہ اسی نوعیت کا ہے یہ تو ہر شخص کی کوشش بھی ہوتی ہے اور ضرورت بھی بھلا کون اس سے انکار کرتا ہے میں بھی نہیں کرتی لیکن بعض معاملات میں کسی سے تعاون کرنا کبھی کبھی مجبوری بن جاتی ہے اور ان مجبوریوں کی بھی اقسام ہوتی ہیں تم رانا اختیار خلجی کے کہنے پر کچھ کرنے کے لئے نکل رہے ہو وہ بڑی مشکل نوعیت کا حامل ہے۔ اصل میں ساری تفصیلات تو میرے علم میں نہیں ہیں لیکن کچھ ایسی الجھنیں ہیں جن کی بنا پر میں اتنا تو ضرور جانتی ہوں کہ ثانیہ کو حاصل کرنا ذرا مشکل کام ہے۔ تم کوشش کررہے ہو کرلو ہاں اگر ثانیہ مل جائے تو دیکھو میں تمہیں سمجھانے کی کوشش کررہی ہوں اگر تم اسے سمجھانے کی کوشش میں کامیاب ہو جاؤ تو اسے اپنے ساتھ لے آنا یعنی وہ صرف اپنی مرضی سے ہی آسکے گی کیسے؟ اس کی تفصیل میں تمہیں نہیں لکھ سکتی ہاں ایک بات ضرور کہہ سکتی ہوں تم سے اور اسے میری طرف سے اپنی تمام تر کاوشوں کا معاوضہ سمجھ لو وہ یہ کہ اگر ثانیہ کو سمجھانے کی کوشش میں ناکام رہے اور وہ نہ سمجھے تو پھر خود کوئی کوشش کرکے اپنی زندگی نہ کھو دینا اور خاموشی سے اپنے آپ کو بچا کر وہاں سے نکل آنا یہ تمہارے حق میں نہایت بہتر رہے گا اور اس مشورے کو میری طرف سے اپنے لئے مشورہ سمجھ لو خدا کرے تم عقل سے کام لے کر یہ خط اس وقت سے پہلے کھول لو جب تم پر کوئی مشکل پڑے۔ بس اس سے زیادہ تم جیسے خوبصورت اور شاندار نوجوان کی میں کوئی مدد نہیں کرسکتی۔ یہ تحریر اس لئے میری ہے کہ

یہ خط میں نے تمہیں اپنے ہاتھوں سے دیا ہے لیکن اگر تم اسے میرے خلاف استعمال کرنا چاہو تو تم یقین کرو کہ میری پوری اس رہائش گاہ میں تمہیں ایک بھی شخص ایسا نہیں ملے گا جس کی تم یہ تحریر ثابت کرسکو اور یہ کہہ سکو کہ یہ میں نے تمہیں لکھوایا ہے سمجھ رہے ہو نا تم اگر اس سے بڑا ایثار اس سے بڑا کوئی احسان کسی نے تمہارے اوپر کیا ہو تو تمام حالات سے واقف ہونے کے بعد مجھے اس کے بارے میں ضرور بتا دینا میرے خیال میں تمہاری سب سے بڑی ہمدرد میں ہی نکلوں گی نام لکھنے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔"

یہ اس خط کی تحریر تھی اور صحیح معنوں میں اس نے مجھے ہلا کر رکھ دیا تھا بات بالکل سمجھ میں نہیں آئی تھی بے شک خط میرے لئے تھا اور جس شخصیت نے لکھا تھا اس کا سوچنا بھی غلط تھا بھلا کسی پُراسرار تحریر کو نہ پڑھنا کیا معنی رکھتا ہے خاص طور پر ایسی شکل میں جب اسے عجیب وغریب انداز میں کسی کے حوالے کیا گیا ہو۔ میں ہونق نگاہوں سے حسن فیروز کو دیکھنے لگا حسن فیروز لاپرواہی سے سامنے والی دیوار کو تک رہا تھا۔ پھر کچھ لمحے تک خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"جی جناب کیا فرماتے ہیں اس سلسلے میں؟"

"یار بڑا مسئلہ بن گیا ہے۔"

"میں نے تو پہلے بھی کہا تھا کہ یہ دادا جان جو ہیں نا بڑی غلط شخصیت کے مالک ہیں کسی وقت بھی کوئی بڑا نقصان پہنچا سکتے ہیں ان کے فریب میں آنا بس سمجھ لو اپنی جان کو کھو دینے کے مترادف ہے۔ رانا اختیار خلجی اچھی خاصی رقم دے رہا تھا اسے وصول کرتے اور بس یہاں سے نکل چلتے زندگی گزارنے۔ اب تمہیں اس کا شوق نہیں ہے تو میں کیا کروں۔" میں سنجیدگی سے اس کی صورت دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔

"ہاں حسن فیروز مجھے واقعی اس کا شوق نہیں ہے میں بے شک اپنی حیثیت سے کئی ہزار گناہ اچھی زندگی گزار رہا ہوں ارے میں تو سڑکوں کی کھدائی کرنے کے لئے یہاں پہنچا تھا۔ تم لوگوں نے مجھے عزت و آبرو کی زندگی دی ہے۔ میں تو ہر قیمت پر تم سے وفاداری قائم رکھنا چاہتا ہوں چاہے وہ تم ہو حسن فیروز میں تمہارے بھی کسی مفاد کے خلاف کام نہیں کرسکتا اور معاف کرنا حویلی میں جو کوئی بھی موجود ہے یہاں تک کہ وہ خاتون بھی جن کے ہاتھوں تمہیں تکلیف اٹھانا پڑی ہے صرف اس رشتے سے میں اس کا احترام کروں گا کہ وہ دادا جان کے بیٹے کی بیوی ہیں۔"

"جذباتی ہوگئے کمال ہے یار اچھا میرے بھائی' ٹھیک ہے اس وقت تھوڑی دیر کے

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

لئے انچارج تم ہو اس عہدے کے یہ چند لمحات دوستی کے حوالے سے تمہارے سپرد کئے اب یہ تو بتاؤ کرنا کیا ہے۔" حسن فیروز نے کہا میں اسے گھور رہا تھا لیکن آہستہ آہستہ میں نے خود کو نارمل کرلیا اور اس کے بعد کہا۔

"صرف وہ کرنا ہے جس سے حقیقت حال معلوم ہوسکے اور اس کے لئے میرا خیال ہے کہ تم نے کام کرلیا ہے۔"

"کک کیا؟" حسن فیروز نے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا۔

"ہاں تم نے صحیح کام دکھا دیا ہے۔"

"اچھا میں بھی کوئی کام دکھا سکتا ہوں۔"

"دکھا سکتے کیا دکھادیا ہے۔"

"تو بتا دو نا پیارے بھائی۔"

"عشق کرنے کے کتنے گُر آتے ہیں تمہیں۔"

"خخ، خدا کی قسم ایک بھی نہیں آج تک کسی کو متاثر کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکا اگر کسی کو خود ہی مجھ سے کوئی غرض ہوئی تو اسے تھوڑی سی گھاس کھلا دی اور اس کے بعد گھاس کی ٹوکری اٹھا کر لے گیا حالانکہ زندگی بھر کوششیں کی ہیں مگر بعد میں یہی محسوس کیا کہ یار اپنی یہ بوتھی جو ہے نا یہ اس قابل نہیں ہے۔"

"خیر اب ایسا بھی نہیں، ڈراما کررہے ہو میرے سامنے۔"

"نہیں کر رہا۔"

"اچھا یہ بتاؤ محترمہ رافیہ کس پائے کی خاتون ہیں۔"

"دو پائے کی خاتون ہیں میرا مطلب ہے دو پاؤں ہیں ان کے۔"

"کتنی چالاک ہیں؟"

"میرا خیال ہے بہت زیادہ۔"

"تم نے جو ان کی یہ قربت حاصل کی ہے اس میں تمہارے اپنے خیال کے مطابق کتنے فیصد کامیابی ہوئی ہے۔"

"ایک بات بتاؤں تمہیں یہ قربت میں نے نہیں حاصل کی بلکہ وہی چار سو بیسی کر رہی ہے۔ اب اس خط کے حوالے سے تمہیں بھی اس بات پر شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ بی بی جان پیچھے لگی ہوئی آئی ہیں اور شاید اپنی بہن ہی کی بھیجی ہوئی ہیں لیکن اس سلسلے میں کچھ پُراسرار شواہد بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔"

"مثلاً؟"

"مثلاً یہ کہ رحمان شاہ کا اس سلسلے میں کیا کردار ہے کیونکہ بنیادی طور پر یہ بات یہیں سے خراب ہوتی ہے رحمان شاہ اس معاملے میں ذرا گڑبڑ آدمی ہے بظاہر ایک اچھی شخصیت کا مالک لیکن....."

"تمہیں یہ معلوم تو ہوچکا ہے یعنی میں بتا چکا ہوں کہ رحمان شاہ کا رابطہ کچھ لوگوں سے ہے۔ وہ لوگ رحمان شاہ کو اس کے عہدے اور اس کے منصب پر فائز رکھنے کے لئے درختوں اور جنگلوں کی نگہداشت کرتے ہیں اور رحمان شاہ کی سرکاری ڈیوٹی یہی ہے اس کے علاوہ رحمان شاہ انہیں راستے دیتا ہے اور سرکاری طور پر یہاں کے حالات کو پرسکون قرار دیتا ہے تاکہ وہ لوگ بھی اپنا کام کرتے رہیں پوست وادی کا بہت سا کاروبار اسی انداز میں چل رہا ہے اور کام بخوبی ہورہا ہے لیکن مجموعی طور پر رحمان شاہ کا تاثر برا نہیں ہے یعنی خود اس نے پوست کا کاروبار شروع کردیا بس یہ ذرا عجیب معاملہ ہے۔"

"اور یہ بھی بتا چکے ہو تم کہ تاوان وغیرہ کی کوئی رقم ادا نہیں کی گئی اور باقی سارے معاملات بھی۔"

"ہاں بالکل۔"

"تو ہوسکتا ہے رحمان شاہ کو اس بارے میں معلومات حاصل ہوں۔"

"اس بات کے امکانات ہیں۔"

"یہاں کوئی بھی شخصیت ایسی نہیں ملتی جو کارآمد ثابت ہوسکے۔"

"نہیں ایک شخصیت ہے۔" میں نے کہا۔

"کون۔" وہ چونک کر بولا۔

"رافیہ۔" میں نے جواب دیا اور وہ اچھل پڑا۔

"ارے۔ بب باپ رے۔" اس نے بوکھلائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیوں؟"

"تت..... تمہارا مم..... مطلب ہے کہ....."

"ہاں میرا یہی مطلب ہے۔"

"مگر کیسے؟"

"وہی تو میں تم سے پوچھ رہا تھا کہ کس ڈگری تک کا عشق کرسکتے ہو۔"

"بھائی اس عشق کے سلسلے میں تو میٹرک پاس بھی نہیں ہیں تم پتا نہیں کہاں تک کی

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

بات کر رہے ہو۔"

"تو کوشش کرو۔"

"استادی کرلو۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ کیا تمہیں اس سلسلے میں کوئی تجربہ ہے۔"

"کیا تمہیں یہ سوال کرتے ہوئے ذرا بھی میرے ماضی کا خیال نہیں آتا۔"

"کیا مطلب۔"

"مطلب یہ کہ جس حیثیت کا میں مالک ہوں کیا اس حیثیت کا کوئی انسان ایسے مواقع رکھتا ہے۔"

"یار اب ایسی بات مت کرو پہاڑوں کی حسین وادیوں میں محبت کے ایسے ایسے حسین پھول کھلتے ہیں جن کی داستانیں تاریخ کا حصہ بن جاتی ہیں اور پھر تم ایک خوب صورت آدمی ہو۔"

"بہرحال اتفاق کی بات ہے کہ کسی خوبصورت پھول نے مسکرا کر میری جانب نہیں دیکھا اور نہ ہی مجھے ایسا تجربہ ہے۔"

"خیر تمہارا مطلب یہ ہے کہ رافیہ ہمارے لئے کار آمد ہو سکتی ہے۔"

"سو فیصدی۔"

"کیسے؟"

"اس کے ساتھ رابطے بڑھاؤ اور اس سے معلومات حاصل کرو۔"

"ہوں چلو ٹھیک ہے اگر تم کہتے ہو تو ایسا کر لیتے ہیں۔"

"بس فی الحال ہمارے پاس یہی ایک ذریعہ ہے اگر اس میں کامیاب نہ ہو سکے تو کچھ اور دیکھیں گے۔" میں نے کہا پھر بولا۔

"اور اب واپسی کا پروگرام بناؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے میری ڈیوٹی سے غیر حاضر سمجھ لیا جائے اور نوکری سے نکال دیا جائے۔"

"چلو کسی کی بھی پھوکڑی میں کھوڑا ہو سکتا ہے۔" حسن فیروز نے کہا اور اس کے بعد ہم واپس چل پڑے یہ بالکل اتفاق تھا کہ جب میں اور حسن فیروز گھوڑوں پر سوار کوٹھی سے اندر داخل ہوئے تو رحمان شاہ بالکل سامنے ہی رائفل تانے کھڑا ہوا تھا۔ اس نے ہم دونوں کو دیکھا خاموش رہ کر ہمیں دیکھتا رہا ایک لمحے کے لئے ذرا کچھ خوف سا دل

میں بیدار ہو گیا تھا لیکن پھر رحمان شاہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھ کر جان میں جان آئی ہم لوگ گھوڑے سے اتر گئے رحمان شاہ نے مسکرا کر میری جانب دیکھا اور بولا۔

"گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر آگے بڑھتے ہوئے ایسا لگتا ہے جیسے تم ایک شاندار گھڑ سوار بھی ہو۔" میں خاموشی سے نیچے اتر گیا تھا ایک ملازم نے آکر دونوں گھوڑوں کی لگامیں سنبھالیں تو رحمان شاہ نے کہا۔

"نہیں، کوئی خاص بات نہیں ہے لیکن شاید ایک یا ڈیڑھ ہفتے کے بعد ہمیں ایک سفر کرنا ہو گا یہ سفر گھوڑے کے ذریعے کیا جائے گا۔ میرا مطلب ہے میں اور میرے ساتھ چند افراد گھوڑوں پر جائیں گے خوست خان تم بھی ہمارے ساتھ ہی رہنا میں یہ سوچ رہا تھا کہ کسے اپنے ساتھ اپنے خاص آدمی کی حیثیت سے رکھوں میری یہ مشکل دور ہو گئی جاؤ آرام کرو۔" وہ آگے بڑھ گیا ہم دونوں کی ہی جان میں جان آئی تھی حالات حالانکہ ابھی تک ہمارے موافق تھے اور کوئی ایسی مشکل درپیش نہ ہوئی تھی جو باعث پریشانی ہوتی رحمان شاہ کو مجھ پر کوئی شبہ نہیں ہوا تھا لیکن اصل مسئلہ یہ نہیں تھا اصل مسئلہ تو یہ تھا کہ ثانیہ خلجی کے بارے میں معلومات کہاں سے حاصل کی جائیں کیسے پتا چلے کہ وہ کہاں ہے ابھی تک اس سلسلے میں کوئی مؤثر نشاندہی نہیں ہو سکی تھی اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ ہم زیادہ سے زیادہ کتنا وقت برباد کر سکتے ہیں۔ اصل میں بات تو وہی تھی نا کہ حسن فیروز کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کہ ثانیہ خلجی ملتی ہے یا نہیں اور بھی باقی کوئی ایسی شخصیت نہیں تھی جو میری رہنمائی کر سکے یعنی وہی ایک مسئلہ درپیش تھا کرنل ہمایوں نے جو کچھ مجھے سکھایا تھا بس وہ اس کا امتحان چاہتا تھا اور مجھے واقعی بڑی مشکل درپیش آرہی تھی ایک چھوٹا سا مسئلہ ہی حل نہیں ہو پا رہا تھا لیکن یہ اندازہ تو ضرور ہو گیا تھا کہ رحمان شاہ اس سلسلے کی کوئی نہ کوئی کڑی ضرور ہے اور جہاں تک محترمہ سلمیٰ خلجی کا معاملہ ہے وہ بھی کوئی اونچی ہی چیز ہے میرے لئے اپنے خط میں انہوں نے جو ہدایت نامہ بھیجا تھا وہ اپنے طور پر بڑی عجیب حیثیت کا حامل تھا اور اس کے بارے میں غور کر کے معاملہ اور زیادہ پیچیدہ ہو جاتا تھا۔ ہاں حسن کا جہاں تک معاملہ تھا وہ بڑی سعادت مندی کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا اور اس کا زیادہ وقت رافیہ کے ساتھ ہی صرف ہوتا تھا اصل میں رافیہ خود بھی سنکی قسم کی لڑکی تھی اور دنیا بھر کو نظرانداز کر کے وہ حسن کے ساتھ مصروف تھی میں نے موقع ملنے پر حسن سے پوچھا۔

"یار ایک بات بتاؤ حسن۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"زبان سنبھال کر بات کرو یہ یار کیا ہوتا ہے؟ انچارج ہوں میں تمہارا' باس کہہ کر بات کرو اور آج کل تو جو کام میں کر رہا ہوں تم اس کی اہمیت کو نہیں سمجھتے نہ جانے کیسی کیسی مشکلات کے ساتھ اس پری کو شیشے میں اتارنے کی کوشش کر رہا ہوں ویسے یار ایک بات بتاؤ وہ شیشہ کون سا ہوتا ہے جس میں کسی کو اتارا جاتا ہے۔ آج تک لوگ جنات کو بوتل میں بند کرتے چلے آئے ہیں پہلی بات تو یہی میری سمجھ میں نہیں آئی کہ کسی بے چارے جن کو آخر بوتل ہی میں کیوں بند کیا جاتا ہے۔ بھائی بند کرنے کے لئے بہت سی جگہیں ہوتی ہیں یہ بوتل کا ہی انتخاب خاص طور سے کیوں کیا گیا ہے؟"

"تم سنجیدگی سے میری بات نہیں سنو گے۔"

"مسٹر گل مراد آپ ایک بار پھر پٹڑی سے اتر رہے ہیں میں کہتا ہوں کہ انچارج میں ہوں مجھ سے ادب و احترام سے گفتگو کرو۔"

"دیکھو میں بھی الٹے دماغ کا پہاڑی ہوں کسی وقت بھی کھوپڑی گھوم گئی تو پھر بلاوجہ ہی چکر پڑ جائے گا۔"

"کمال ہے یار اپنی پر سنیلٹی ہی ایسی ہے کہ کوئی کم بخت رعب ہی میں نہیں آتا کہئے جناب کیا فرما رہے تھے آپ۔"

"سب کچھ تو بھلا دیا ہے تم نے مجھے۔"

"تو پھر جائیے یاد کر کے آیئے۔"

"یہ بتاؤ رافیہ سے کیا چکر چل رہا ہے۔"

"ابے ننگی ننگی باتیں کرتے شرم نہیں آتی۔" حسن فیروز نے مجھے گھورتے ہوئے کہا اور میں آنکھیں بند کر کے گردن ہلانے لگا۔

"نہیں تم برے آدمی نہیں ہو یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"کیا واقعی؟" حسن فیروز خوشی سے آنکھیں نکال کر بولا۔

"ہاں بالکل۔"

"تمہارے خیالات میرے بارے میں کتنے اچھے ہیں۔"

"تم ہو ہی اچھے آدمی۔"

"جیتے رہو' جیتے رہو کہو مجھ سے کوئی کام ہے۔"

"یہ بتاؤ رافیہ کو کس حد تک کھولنے میں کامیاب ہو سکے ہو۔"

"پھپ پھر' پھر پھر....."

"ابے اس سے کیا معلوم کر چکے ہو اس سے اب تک۔"

"آہستہ آہستہ' آہستہ آہستہ ویسے میں تمہیں بتاؤں ہے کوئی چکر ضرور محترمہ ہمارے پیچھے ہی پیچھے لگی ہوئی یہاں آئی ہیں اور پھر وہ سلمٰی خلجی' یار غضب کی ہیں دونوں بہنیں ویسے جہاں تک میرا خیال ہے اگر ذرا صحیح طریقے سے معلومات کرائی جائیں تو یقینی طور پر ان محترمہ رافیہ خلجی یعنی میرا مطلب ہے کہ رافیہ کی پھوکڑی میں بھی کوئی نہ کوئی چھوٹا موٹا کھوڑا نکل آئے گا۔"

"کیوں؟"

"بس عجیب و غریب انداز کی لڑکی ہے چلتے چلتے پٹڑی سے اتر جاتی ہے۔"

"تم سے عشق کر رہی ہے۔"

"نہیں کر رہی یہی تو تعجب کی بات ہے۔"

"تو پھر کیوں جھک مار رہی ہے تمہارے ساتھ۔"

"کہتی ہے میری بہترین دوست ہے بس۔"

"اور تم کیا کہتے ہو؟"

"میرا خیال ہے انتیس بار اظہار عشق کر چکا ہوں اس وقت اس کے کان میں کھجلی ہونے لگ جاتی ہے اور وہ صرف بیٹھی کان کھجانے لگتی ہے اور جب میں پوری داستان ختم کرتا ہوں تو کہتی ہے کیا کہہ رہے تھے؟ بس یہ چل رہا ہے آج تک۔" حسن غیر سنجیدہ آدمی تھا اور میں جانتا تھا کہ اس سلسلے میں وہ کوئی بہت بڑا کارنامہ سرانجام نہیں دے سکے گا۔ بہرحال ذہن الجھا ہوا تھا پھر غالباً چوتھے ہی دن کی بات ہے کہ ایک ملازم نے مجھے آکر اطلاع دی کہ شاہ صاحب بلاتے ہیں۔ رحمان شاہ اور اس کے اہل خانہ کے بارے میں' میں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ صاف ستھرے لوگ ہیں پڑھے لکھے ہیں ذہنی طور پر کشادہ ہیں یہاں موجود لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں ویسے بدر جلال نے رحمان شاہ کے بارے میں مجھے جو تفصیلات بتائی تھیں وہ بھی میرے ذہن میں محفوظ تھیں۔ بدر جلال نے غلط تو نہیں کہا ہو گا کیونکہ رحمان شاہ سے تو اس کی دوستی تھی لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اس وقت میں اس سلسلے میں تو آیا ہی نہیں تھا رحمان شاہ کیا کرتا ہے اور اس کا طریقہ کار کیا ہے یہ ایک بالکل ہی مختلف بات تھی البتہ رحمان شاہ نے مجھے گھوڑے کی سواری کرتے دیکھ کر جو الفاظ کہے تھے وہ میرے ذہن میں آج بھی محفوظ تھے اپنے خاص آدمیوں میں شامل کرنے کا مطلب یہ تھا کہ ممکن ہے کہ وہ مجھے اپنے پرائیویٹ کام کے لئے آمادہ کرنا

چاہتا ہو بہرحال یہ تو اس کی اپنی سوچ تھی میں نے تو اپنا کام کرکے نکل جانا تھا۔ تو چوتھے دن کی بات کر رہا ہوں کہ رحمان شاہ نے مجھے طلب کرلیا اور بولا۔

"خوست خان تیار ہوجاؤ تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔"

"جی سر۔" میں نے جواب دیا۔

"بس میں تم سے یہی کہنے والا تھا کہ اب سے ایک گھنٹے کے بعد ہم لوگ روانہ ہوجائیں گے اور خصوصاً میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اب تمہیں اپنے ساتھ استعمال کروں گا۔"

"جی سر۔" میں نے جواب دیا۔

"بس جاؤ واپسی میں کچھ وقت بھی لگ سکتا ہے ویسے بھی تمہاری فیملی تو یہاں موجود نہیں ہے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا میری فیملی میں اس وقت حسن فیروز کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ میں نے سوچا کہ اکیلا مل جائے تو بہتر ہے اس سے رحمان شاہ کے ساتھ جانے کی اجازت لے لوں خوش قسمتی سے اکیلا مل گیا بڑا خوبصورت لباس پہنے ہوئے آئینے کے سامنے بال سنوار رہا تھا۔ آئینے ہی میں مجھے اس نے دیکھ لیا اور بیٹھ کر بولا۔

"کیسا لگ رہا ہوں؟"

"بہت خوبصورت' آدمی تو تم کافی حسین ہو مگر اس وقت بہت زیادہ اچھے لگ رہے ہو۔" وہ غصیلی نگاہوں سے مجھے گھورنے لگا اور پھر بولا۔

"شرم نہیں آتی اپنے باس کا مذاق اڑاتے ہوئے۔"

"نہیں باس ایسی کوئی بات نہیں ہے واقعی اچھے ہو۔" ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے پر ایک رنگ سا آکر گزر گیا میں نے اس کی سنجیدگی کو محسوس کیا اور کہا۔

"میرے منہ سے کوئی غلط بات نکل گئی ہے۔"

"نہیں بس کھوڑے میں دکھن ہونے لگی ہے۔"

"وجہ؟"

"کوئی وجہ نہیں جس کے ماں باپ نہ ہوں اسے کبھی کبھی ان کی کمی کا بڑی شدت سے احساس ہوتا ہے کیونکہ ماں باپ تو وہ اول چیز ہوتے ہیں جو اپنی اولاد کو پیار کرتے ہیں تم نے کچھ ایسے انداز میں یہ الفاظ کہہ دیئے ہیں کہ نہ جانے کیوں سینے میں گھونسے کی مانند پڑے ہیں۔"

"تم جیسے خوش مزاج اور دنیا کی ہر بات کو نظرانداز کردینے والے انسان کے لئے

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

اس قسم کی سوچیں بے معنی ہوتی ہیں حسن اپنے آپ کو خوش رکھنے کی کوشش کیا کرو بہرحال دنیا اتنی کہانیوں سے پر ہے کہ اگر ہم ان کہانیوں کی تلاش میں نکلیں گے تو ہمیں ایسی ایسی دکھ بھری داستانیں نظر آئیں گی جن کا تم تصور بھی نہیں کرسکو گے۔"

"ہاں بالکل ٹھیک کہتے ہو ایسی بات تو ہے۔" اس نے گہری سانس لے کر کہا پھر ایک دم چونک کر بولا۔

"ارے ہاں کیا کہنے جارہے تھے یار وہ بات کرو۔ بلاوجہ ہم نہ جانے کیسی کیسی فضول باتوں میں الجھ گئے۔"

"بس کوئی خاص بات نہیں میں ذرا رحمان شاہ کے ساتھ جارہا ہوں۔"

"کہاں؟"

"اس دن کہا تھا نا انہوں نے ہمیں گھوڑے کی سواری کرتے ہوئے دیکھ کر۔"

"مگر جاکہاں رہے ہو؟"

"یہ ابھی تک میرے علم میں نہیں آیا۔" حسن فیروز کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔

"ایسا کرتے ہیں گل مراد' ایک وقت کا تعین کرلیتے ہیں مثلاً پندرہ دن' ابھی ہم یہاں دو ہفتے اور صرف کئے لیتے ہیں اگر ان دو ہفتوں میں کوئی کام کی بات معلوم ہوجاتی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اپنی ناکامی کا اعلان کرکے یہاں سے نکل چلیں گے کسی بھی جگہ حد سے زیادہ قیام کرنا ویسے بھی مناسب نہیں ہوتا اور پھر کچھ عرصے کے بعد بوریت تو ہونے ہی لگے گی۔" میں نے چونک کر حسن کو دیکھا اور کہا۔

"اور رافیہ کا کیا ہوگا؟"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اب تو وہ عشق کے راستے پر آہستہ آہستہ آگے چل رہی ہے۔"

"نہیں یار اب اتنا برا انسان مت سمجھو بس یہ سمجھو کہ ذہن میں جو زخم پک رہے ہیں نا ان کا علاج کرنا چاہتا ہوں اور آہستہ آہستہ شاید یہ زخم ٹھیک بھی ہوجائیں الٹے سیدھے مرہم رکھتا رہتا ہوں بس اس سے آگے مجھ سے اس بارے میں کچھ مت کہنا۔"

"میں باہر آگیا بھلا مجھے کیا تیاریاں کرنا تھیں وہی دیہاتی قسم کا لباس اور وہی انداز اختیار کیا جو کسی پہاڑی ملازم کا ہوسکتا ہے اور پھر رحمان شاہ کے ساتھ گھوڑے پر بیٹھ کر چل پڑا۔ رحمان شاہ نے اپنے ساتھ بہت سی چیزیں لے رکھی تھیں جن کا آدھا وزن

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

میرے گھوڑے کی پشت پر تھا۔ ہم دونوں چل پڑے رحمان شاہ نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے راستہ جنگلوں کے درمیان سے گزرتا تھا مجھے رائفل دے دی گئی تھی اور اس کے ساتھ ہی کارتوسوں کی پیٹی بھی' خود رحمان شاہ نے بھی اپنے ساتھ رائفل رکھی تھی راستے میں اس نے کہا۔

"تم تو ان علاقوں سے اچھی طرح واقف ہوگے خوست خان۔"

"جی سر۔" میں نے اسی انداز میں کہا۔

"جب تم سر کہتے ہو تو مجھے بڑا عجیب لگتا ہے ویسے یہاں پر سب لوگ مجھے شاہ جی کہہ کر مخاطب کرتے ہیں میرا خیال ہے کہ تم مجھے سر کہنے کی بجائے شاہ جی کہا کرو۔"

"جی سر۔" میں نے پھر اسی انداز میں کہا اور رحمان شاہ ہنسنے لگا اور پھر بولا۔

"تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہے خوست خان۔"

"نہیں شاہ جی۔" میں آہستہ سے بولا۔

"دیکھو میں ذرا مختلف انداز کا انسان ہوں پہلی بات تو یہ کہ تمہیں بدر جلال نے بھیجا ہے وہ میرا بہت اچھا دوست ہے' دوسری بات یہ کہ تم خود اچھے آدمی معلوم ہوتے ہو نوجوان ہو یہ مت سمجھنا کہ تمہاری یہ زندگی میری غلامی میں گزرے گی تمہاری تمام مشکلوں اور الجھنوں کے لئے میں ہروقت تمہاری مدد کرنے کے لئے تیار ہوں اگر تمہارے ساتھ کچھ اور لوگ ہیں تو اپنی بستی میں جو کچھ بھی بھیجنا چاہو تو مجھ سے طلب کرلینا اس کے نتیجے میں تم سے صرف ایک کام چاہتا ہوں۔"

"آپ اطمینان رکھو شاہ جی خوست خان تمہارے ہر حکم کی تکمیل کرے گا۔"

"میں یہ چاہتا ہوں خوست خان کہ جس بات کے لئے میں تم سے کہہ دوں خوست خان یہ بات کسی اور کو نہیں پتا چلنی چاہئے تو تم یہ سمجھ لو کہ تمہیں صرف اس بات کا خیال رکھنا ہے کہ وہ بات کسی کو پتا نہ چلے۔"

"آپ میرے پر اعتبار کرو گے شاہ جی؟"

"ہاں کروں گا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے ایسا ہی ہوگا۔"

"بس میں تم سے یہی کہنا چاہتا تھا۔" اس کے بعد وہ خاموش ہوگیا گھوڑے کا یہ سفر جاری رہا کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد اس نے کہا۔

"ویسے خوست خان خیال رکھنا جنگلوں میں اکثر کہیں مختلف قسم کے درندے نظر

آجاتے ہیں خیر ہمارا راستہ تو نہیں روکتے وہ لیکن کسی وقت ایسا ہو بھی سکتا ہے اس لئے یہاں سے گزرتے ہوئے مستعد رہنا ضروری ہے۔"

"جی شاہ جی میں سمجھتا ہوں۔" میں نے جواب دیا ہم لوگوں نے کافی فاصلہ طے کیا تھا اور اس کے بعد ہمیں گہرائیوں میں ایک بستی آباد نظر آئی جس کی پشت پر بلند وبالا پہاڑی سلسلے پھیلے ہوئے تھے اور ان پہاڑیوں کی چوٹیاں برف سے سفید ہورہی تھیں ان کے دامن میں پھیلے ہوئے یہ چھوٹے چھوٹے کچے پکے مکانات بالکل ایسے لگ رہے تھے جیسے کسی بلند جگہ سے کھلونوں کی کسی بستی کو دیکھا جائے اس بستی میں زندگی رواں دواں تھی۔ رحمان شاہ نے خود ہی مجھے بتایا۔

"بستی کا نام بستی صاحب خان ہے یہاں تک کہ تم جن راستوں سے گزر کر آئے ہو کیا وہ تمہیں یاد رہ سکتے ہیں۔"

"کیوں نہیں صاحب سیدھا راستہ ہے۔"

"اکثر تمہیں یہاں آنا جانا پڑے گا۔"

"ٹھیک ہے شاہ جی۔" میں نے جواب دیا۔

"ادھر میرے کچھ رشتے دار رہتے ہیں یہ سامان میں انہی کے لئے لایا ہوں خاص طور سے تھوڑے تھوڑے عرصے کے بعد مجھے یہ سامان وہاں پہنچانا پڑتا ہے۔"

"صاحب جی۔"

"اور اگر کبھی میں یہاں نہ آسکوں تو خوست خان یہ ذمے داری تمہیں سنبھالنا ہوگی۔"

"جی شاہ جی آپ بالکل پرواہ نہ کرو میں آپ کا یہ کام بالکل آسانی سے کردیا کروں گا۔" پھر کچھ دیر کے بعد ہم ایک پکے مکان کے سامنے رک گئے۔ چھوٹا سا مکان تھا پہاڑی طرز تعمیر کا نمونہ پہاڑوں کے پتھروں کو چن کر دیواریں بنائی گئی تھیں لیکن بڑی خوبصورتی سے انہیں آراستہ کردیا گیا تھا اندر سے بھی مکان خاصا کشادہ تھا دروازے کی زنجیر بجائی تو ایک اٹھارہ انیس سال کے لڑکے نے دروازہ کھولا ملازم قسم کا لڑکا تھا دروازہ کھول کر وہ پیچھے ہٹ گیا اس دوران میں' میں اور رحمٰن شاہ گھوڑے سے اتر گئے تھے سامنے والا درخت غالباً اسی لئے تھا کہ گھوڑوں کو اس سے باندھ دیا جائے چنانچہ میں نے رحمان شاہ کے اشارے پر دونوں گھوڑے اس درخت سے باندھ دیئے۔ لڑکا دروازہ کھولے کھڑا ہوا رحمان شاہ کا منتظر تھا اور رحمان شاہ نے مجھے اشارہ کیا تو میں اس کے پیچھے پیچھے اندر داخل

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

ہوگیا برآمدے ہی میں مجھے ایک آواز سنائی دی۔

"او چاچو' چاچو میری جان۔" ایک نسوانی آواز تھی۔ یہاں کیونکہ معاملہ ذرا مختلف تھا ایک لمحے کے لئے مجھے اداکاری کرنا ضروری تھا میں نے لفظ تو سنا تھا نسوانی آواز کی شگفتگی اور شائستگی بھی محسوس کی تھی لیکن نگاہیں ذرا بعد ہی میں اٹھائی تھیں اور پھر میرے ذہن کو جو جھٹکا لگا تھا اس سے یہ احساس ہوا تھا کہ پھوکڑی کا کھوڑا واقعی کوئی چیز ہوتی ہے۔ جو چہرہ میری نگاہوں کے سامنے آیا تھا وہ ثانیہ خلجی کے علاوہ اور کسی کا نہیں تھا زندگی اور شگفتگی سے بھرپور گلاب جیسے رنگوں سے سجا ہوا اس پہاڑی علاقے کی پہاڑی بستی میں یہ حسن قابل دید تھا۔ ثانیہ خلجی کی تصویر مجھے دکھائی گئی تھی اور بہرحال میرے اندر بھی کچھ نہ کچھ خوبیاں ضرور تھیں جن کی بناء پر کرنل ہمایوں نے مجھے اپنے مقصد کے قابل سمجھا تھا۔ بس ایک نگاہ میں' میں نے ثانیہ خلجی کو پہچان لیا اور میرے ذہن کی چرخیاں چلنے لگیں شبہ تو پہلے بھی تھا تھوڑا بہت اس بات کا لیکن اب جو کچھ بھی تھا نگاہوں کے سامنے تھا البتہ اس کہانی کی گہرائی میں اترنے کے لئے اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا ضروری تھا بات اصل میں یہ ہوتی ہے کہ اگر کسی کام کے ہونے کی امید ہو تو پھر وقت بھی گراں نہیں گزرتا اور انسان کو اطمینان ہوجاتا ہے ویسے بھی مجھے جلد بازی کی کوئی ہدایت نہیں کی گئی تھی کام آہستگی سے کرنا تھا۔ ثانیہ خلجی خیریت کے ساتھ یہاں موجود تھی اور رحمان شاہ اس کے پاس آیا تھا مطلب یہ تھا کہ جو کچھ بھی ہے رحمان شاہ کے علم میں ہے اور وہ تمام حقیقتوں سے واقف ہے بس اتنا اطمینان کافی تھا بعد کے حالات تو خود بخود سامنے آجائیں گے اب تک کی کاوشیں رنگ لائیں تھیں اور دل میں مسرت کا طوفان بھی اٹھ رہا تھا کہ پہلی ہی کوشش میں کامیاب ہوا ہوں اور ناکام چہرہ لے کر کرنل ہمایوں کے سامنے نہیں جانا پڑے گا۔ ادھر وہ لڑکا جو ملازم قسم کا تھا گھوڑوں پر لدا ہوا سامان اتار کر لا رہا تھا اور میں بھی واپس پلٹا اور سامان لانے میں اس لڑکے کی مدد کرنے لگا میرے کان بھی اندر کی آوازوں پر لگے ہوئے تھے ثانیہ نے کہا۔

"او چاچو کتنا زیر بار کریں گے آپ مجھے' میں کہتی ہوں سب کچھ تو ہوتا ہے میرے پاس آپ یہ سب کچھ کیوں لے آتے ہیں۔"

"اور تم مجھ پر اعتراض کے بغیر رہ نہیں سکتی کیوں؟"

"نہیں چاچو میں یہ سوچتی ہوں کہ رشتے تو سبھی کے ہوتے ہیں لیکن میرا اور آپ کا بھی کوئی رشتہ ہے۔ آپ کیا کیا کچھ کرتے ہیں میرے لئے دنیا سے اپنے آپ کو چھپائے

ہوئے ہیں چاچو آپ بہت اچھے ہیں میں آپ کے لئے اتنی دعائیں مانگتی ہوں دن رات کہ آپ سوچ نہیں سکتے۔"

"چلو پھر ٹھیک ہے حساب برابر دعاؤں کے صلے میں کچھ نہ کچھ تو ہونا ہی چاہئے صفوان کہاں ہے۔"

"ڈیوٹی پر ہیں وہیں پہنچیں گے شام پانچ بجے کے بعد۔"

"خیریت سے ہے۔"

"بالکل خیریت سے ہیں۔"

"خوش تو ہو تم دونوں۔"

"چاچو کیوں نہیں خوش ہوں گے۔"

"ہوں ٹھیک ہے اچھا دیکھو ان سے ملو یہ خوست خان ہے ہمارا نیا ساتھی لیکن اتنا قابل اعتماد کہ اب میں اپنی ذمے داریاں اسے سونپ رہا ہوں۔" ثانیہ نے مجھے سلام کیا تھا اور میں نے نگاہیں جھکائے جھکائے اس کے سلام کا جواب دیا تھا۔

"خوست خان یہ میری بھتیجی ہے یوں سمجھ لو کہ لفظ بھتیجی ہے لیکن شاید یہ مجھے اپنی اولاد سے زیادہ پیاری ہے اس کی خیریت معلوم کرنے کے لئے مجھے ہر تیسرے چوتھے دن یہاں آنا پڑتا ہے۔ اصل میں آنے میں تو کوئی دقت نہیں ہے لیکن میں اس میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہتا یہ نہیں بتانا چاہتا کہ یہ یہاں رہتی ہے اس لئے میں یہ سوچتا ہوں کہ کبھی میرے آنے سے کسی کو پتا نہ چل جائے ویسے میں آتا تو رہتا ہوں لیکن اب ضرورت پڑنے پر تم یہاں آیا کرو گے۔"

"اور چاچو آپ؟" ثانیہ نے پوچھا۔

"بیٹا میں بھی آتا رہوں گا لیکن بعض اوقات میری کچھ مصروفیت ہوتی ہے اس سلسلے میں' میں نے خوست خان کو اپنا رازدار بنایا ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ یہ جس علاقے سے یہاں پر آیا ہے ادھر قابل اعتماد لوگ رہتے ہیں جو وعدے کرتے ہیں تو زبان نبھاتے ہیں۔"

"جی چاچو۔"

"اور تم سناؤ سب ٹھیک ہے نا۔" ثانیہ نے چارپائیاں بچھا دی تھیں۔ میں نے چنار پور میں رانا اختیار خلجی کی وہ خوبصورت حویلی دیکھی تھی جو زندگی کی ہر آسائش سے سجی ہوئی تھی جسے دیکھ کر کسی محل کا سا گمان ہوتا تھا اس کے برعکس یہ مکان جس میں بانوں

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

سے بنی ہوئی چارپائیاں بچھی ہوئی تھیں دیواریں بے شک صاف ستھری تھیں' لیکن اس کے باوجود عیش و آرام کا وہ نظام یہاں موجود نہیں تھا جو رانا اختیار خلجی کی حویلی میں تھا اس کے باوجود ثانیہ جس قدر خوش نظر آرہی تھی اس کے پس منظر میں ضرور کوئی کہانی ہوگی دوسرا نام میں نے صفوان کا سنا تھا اور یہ نام میرے لئے باعث دلچسپی تھا تھوڑی تھوڑی بات سمجھ میں آرہی تھی لیکن ذرا تفصیل درکار تھی۔ میں نے بہرحال کام کو اصل انداز میں جاری رکھنے کے لئے تھوڑا سا محتاط رویہ اختیار کیا وہ لوگ تو برآمدے کی چارپائیوں پر بیٹھ گئے تھے میں آگے بڑھ کر صحن کے آخری حصے تک جا پہنچا اور یہاں بھی ایک چارپائی پڑی تھی اسے بچھا کر بیٹھ گیا صرف ایک بار رحمان شاہ نے مجھے دیکھا تھا اور پھر اس لڑکے سے کہا تھا جو غالباً ملازم تھا۔

"اوئے رجب خان اپنا مہمان کا خاطر مدارت کرو۔"

"جی شاہ جی آپ فکر مت کرو۔" رجب خان نے کہا اور پھر مجھ سے بولا۔

"میں ابھی تمہارے لئے چینک بنا کر لاتا ہے۔" اور اس کے بعد مجھ سے پوچھے بغیر وہ بھاگ گیا تھا۔ میں خاموشی سے بیٹھا رہا لیکن میری تمام تر سماعتی قوت ان دونوں کی گفتگو پر لگی ہوئی تھی گفتگو بالکل عام سی تھی اور اس میں کوئی خاص بات نہیں تھی البتہ اس گفتگو سے مجھے یہ اندازہ ہوگیا کہ آج یہاں سے واپسی نہیں ہے بلکہ کل دن کی روشنی میں رحمان شاہ یہاں سے واپس جائے گا کم از کم اس بات کا اطمینان ہوگیا تھا کہ رانا اختیار خلجی کی بیٹی خیریت سے ہے خوش ہے۔ اب اس کا پس منظر کیا ہے بس یہ تھوڑی سی تفصیل معلوم کرنا تھا رحمان شاہ نے خود ہی مجھ سے کہا۔

"خوست خان بستی بہت خوبصورت ہے تم اس کی تھوڑی سی سیر کرلو تمہیں بستی بہت پسند آئے گی' ویسے بھی اس کے اطراف اور اس کے نواحات کا جائزہ لے لینا بڑا ضروری ہے تمہارے لئے کیا سمجھے۔"

"جی شاہ جی۔"

"رجب خان تمہارے ساتھ چلا جائے گا یہ بہت اچھا لڑکا ہے۔"

"جی شاہ جی۔" پھر جب رجب خان نے مجھے چینک پیش کی تو دونوں اندر چلے گئے تھے۔ میں نے خاموشی سے رجب خان کے ساتھ دودھ پتی سے بنائی ہوئی چائے پی اور اس کے بعد باہر نکل آیا' بستی کی سیر خیر کیا کرنا تھی بستی تھی ہی کتنی بڑی' میں اور رجب خان چلے جارہے تھے اور رجب خان مقامی زبان میں مجھے بستی کے بارے میں تفصیلات بتا رہا تھا

میں نے رجب خان سے پوچھا۔

"میں پہلی بار ادھر آیا ہوں بھائی رجب خان کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ تم کہاں رہتے ہو؟"

"خان میں تو اسی گھر میں رہتا ہوں۔"

"میرا مطلب ہے تمہارے گھر والے یہاں ہیں؟"

"میرے ماں باپ دوسرا بستی میں رہتے ہیں ہماری بستی کوہ پیر کہلاتی ہے ادھر سے جو تنخواہ ملتا ہے وہ میں ادھر اپنے ماں باپ کو بھیج دیتا ہوں ادھر کھانے پینے کو مل جاتا ہے ہمارا مالک بہت اچھا آدمی ہے۔"

"صفوان صاحب کی بات کرتے ہو۔"

"ہاں ابھی تو میں بھائی اس کا نام بھی ٹھیک سے نہیں لے سکتا' بہت عجیب نام ہے پر میں اسے مالک بولتا ہوں اور وہ ناراض ہوتا ہے' کہتا ہے مالک اللہ کی ذات ہے تم مجھے صرف بھائی صاحب کہہ کر بولا کرو پر میرے سے نہیں بنتا۔"

"صفوان صاحب ہیں کون' میرا مطلب ہے کہ یہ جو گھر میں بی بی ہیں نا یہ کون ہیں؟"

"میاں بیوی ہے بھائی صاحب اور کون ہے۔"

"کتنا عرصہ ہوا ان کی شادی کو۔"

"ابھی میرے کو نہیں معلوم' میرے کو یہاں چھ مہینے ہوا ہے' یہ پہلے سے ادھر رہتا ہے۔"

"صفوان صاحب کہاں نوکری کرتا ہے؟"

"وہ ادھر وہ جو پتھروں کا کھدائی ہوتا ہے ادھر انجینئر ہے' گاڑی ہے اس کے پاس جیپ گاڑی میں اس کو چلانا سیکھ چکا ہوں پر ابھی بھائی صاحب کو معلوم نہیں ہے کہ میں بھی جیپ چلا لیتا ہوں' کسی دن میں جیپ چلا کر اسے حیران کردوں گا۔"

"واہ' تو صفوان صاحب پتھروں کی کان میں کام کرتا ہے۔"

"ہاں ادھر ہیروں کا کان ہے بڑا پہرہ ہوتا ہے ادھر' ہمارا صاحب ادھر انجینئر ہے بہت بڑا آدمی ہے وہ ادھر ہی اس کا ڈیوٹی ہے بہت سا لوگ اس کے پاس آتا ہے اس کا بڑا عزت کرتا ہے۔"

"اور صفوان صاحب کے ماں باپ کہاں ہیں؟"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"وہ شہر میں رہتا ہے صاحب اس کا نئیں پتا میرے کو۔"

"کیا صفوان ان سے ملنے جاتا ہے۔"

"نہیں صاحب ابھی چھ مہینے سے تو وہ نہیں گیا۔"

"اور وہ لوگ ادھر آتے ہیں۔"

"ادھر کوئی نہیں آتا صاحب سوائے ہمارے شاہ جی کے۔"

"ٹھیک۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا' صورت حال کی مزید وضاحت ہو رہی تھی اور ذہنی طور پر بہت سے فیصلے کرنا تھے جو بہرحال قابل غور تھے لیکن یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ میں نے اس بارے میں نہایت مؤثر معلومات حاصل کی تھیں۔

اس کے بعد ہم لوگ وہاں سے آگے بڑھ گئے' پانچ بجے کے بعد میں نے صفوان کو دیکھا اور دیکھتا رہ گیا' ایک طرف جہاں ثانیہ خلجی حسن وجمال کا شاہکار تھی تو دوسری طرف صفوان بھی قابل دید شخصیت کا مالک تھا۔ سرخ وسفید رنگت والا کشادہ آنکھوں اور کشادہ پیشانی کا ایک لمبے قد وقامت کا نوجوان جس کے چہرے کے نقوش بتاتے تھے کہ پہاڑوں ہی کا رہنے والا ہے لیکن روشن آنکھوں سے پتا چلتا تھا کہ تعلیم حاصل کی ہے اور یہاں ملازمت کر رہا ہے۔ بہرحال اس سے زیادہ معلومات میرے لئے ممکن نہیں تھی۔ اب اس سلسلے میں حسن فیروز سے مشورہ کرنے کے بعد ہی کوئی مناسب فیصلہ کیا جاسکتا تھا اور بہرحال یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ اصل کیس کیا ہے۔ پھر رات بڑی ہنگامی سوچوں کے درمیان گزاری تھی اور دوسری صبح جب کہ ماحول پر دھند چھائی ہوئی تھی اور موسم خاصا سرد تھا۔ رحمان شاہ نے تیار ہونے کے لئے کہا بہت سے انتظامات کئے گئے اور ناشتے کے بعد آخر کار ہم لوگ اس خوبصورت بستی سے رخصت ہوگئے۔ چچا بھتیجی کے درمیان جو یگانگت اور محبت نظر آرہی تھی اس کے مظاہرے ذرا کم ہی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ صفوان بھی بہت اچھی شخصیت کا مالک معلوم ہوتا تھا اور یہاں مائن انجینئر کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ بہرحال کہانی بڑی دلکش اور پُراسرار ہوگئی تھی خود میرے اندر بھی اس واقعے کی تمام تفصیلات جاننے کی خواہش پیدا ہوگئی تھی۔ یہ آخر سب کچھ ہوا کیسے ہے' اس کا پس منظر کیا ہے اس کے لئے کوئی موثر فیصلہ کرنے کے بعد قدم اٹھایا جاسکتا تھا۔ ہم لوگ گھوڑوں پر سوار بڑی مناسب رفتار سے سفر کر رہے تھے اور میرے ذہن میں سوچوں کے دائرے پھیل رہے تھے۔ غالباً رحمان شاہ بھی کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

"خوست خان دیکھو میں نے بدر جلال کے حوالے سے تم پر اعتبار کیا ہے اور تمہیں اپنے ایک ایسے راز سے واقف کیا ہے جو میں نے کبھی کسی کو نہیں بتایا جو کچھ میں کہہ چکا ہوں تمہیں اس کا خیال رکھنا ہے کسی سے بھی ان لوگوں کا تذکرہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"جی شاہ جی آپ بالکل فکر نہ کرو۔" میں نے کہا البتہ ان لمحات میں' میں نے دل میں یہ سوچا تھا کہ باقی تو اس پیشے یا ملازمت میں اور کوئی مشکل نہیں ہے لیکن ایسے معاملات میں کم از کم جھوٹ بولنا پڑے گا جو کرنل ہمایوں کی جانب سے مجھے پیش کیے گئے ہوں اور جن کے لئے ہدایت کی گئی ہو۔ اب ظاہر ہے کہ میں تو آیا ہی اس چکر میں تھا۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ کسی کو اس بارے میں کوئی بات نہ بتاؤں' خیر یہ میرے لئے ایک ناممکن عمل تھا جو میں سرانجام نہیں دے سکتا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ اس میں رحمان شاہ ہی کی کوئی مجرمانہ سازش شامل ہو۔ صفوان اور ثانیہ کو یکجان کرکے اس نے ممکن ہے اپنے بھائی کے خلاف کوئی عمل کیا ہو۔ دنیا میں ایسی لاتعداد کہانیاں بکھری ہوئی ہوتی ہیں اب یہ فیصلہ تو کرنل ہمایوں کو کرنا تھا کہ اس بارے میں کیا رویہ اختیار کیا جائے اور کسی نہ کسی شکل میں کرنل ہمایوں کو اس کے لئے اطلاع دینا بھی ضروری تھی لیکن بہتر تھا کہ حسن فیروز سے مشورہ کرلیا جائے آخر کار یہ سفر ختم کرکے واپس اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گئے سفر بہت دلچسپ رہا تھا۔ مجھے رہ رہ کر کئی بار حاجی سراج کا خیال بھی آیا تھا۔ یہ حاجی سراج پتا نہیں کس چکر میں پڑا ہوا ہے۔ مجھے ہی تلاش کرتا پھر رہا ہے یا اتفاقیہ طور پر دوسری بار مجھے مل گیا ہے' یہاں آنے کے بعد صورت حال نارمل ہوگئی تھی میں اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گیا تھا حسن فیروز چونکہ ایک باقاعدہ مہمان تھا اس لئے وہ الگ رہتا تھا جب کہ میں ملازم کے کوارٹر میں منتقل ہوچکا تھا۔ فدا خان واقعی مجھ سے بھائیوں کی طرح محبت کرنے لگا تھا اور اس کا انداز میرے ساتھ ایسا ہی تھا لیکن حسن فیروز نے یہ جاننے کے بعد کہ میں واپس آگیا ہوں مجھ تک پہنچنے میں دیر نہیں لگائی تھی' ایک عجیب سی کیفیت اس کے چہرے پر نظر آرہی تھی۔ سینہ تھا کہ اس قدر اکڑا ہوا تھا جیسے چیخ جائے گا کچھ عجیب سا انداز لئے ہوئے میرے سامنے آیا تھا اور اس انداز سے میں نے پتا لگالیا کہ ضرور اس نے کوئی بہت ہی اہم اور خاص بات معلوم کرلی ہے۔ اس نے میرے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور وہ جو کہتے ہیں نا کہ اللہ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے
لت۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"یقیناً اس میں بھلا کیا شک ہے چیف' اللہ نے آپ کو ایک عزت دار گھرانے میں پیدا کیا ہے۔ آپ ایک بہت بڑی شخصیت کے مالک ہیں ایک بڑے دادا کے پوتے اور ایک بڑے باپ کے بیٹے ہیں یہی کہنا چاہتے ہیں نا آپ۔"

"ارے ارے' ارے میرے پیارے بھائی میں نے ایسی کون سی بات کہہ دی کہ تم اس قدر سنجیدہ ہوگئے' میں نے تو ایک..... یار کیا بوریت ہے یعنی ہم تو اس قدر اکڑے ہوئے چلے آرہے تھے کہ سینے کے چٹخ جانے کا خدشہ تھا اور آپ نے چند الفاظ کہہ کر ہمیں ذلیل کر دیا۔"

"نہیں حسن بات تو ٹھیک ہی ہے نا۔"

"اب فضول باتیں مت کرو وہ بتانے والا ہوں تمہیں جسے سن کر تم دنگ رہ جاؤ گے' دنگ سمجھتے ہو نا' د' ن' گ دنگ کیا سمجھے۔"

"ہاں سمجھ رہا ہوں۔"

"یار سوچا تو یہ تھا کہ ذرا تھوڑی دیر تک نخرے کروں گا اس کے بعد کہوں گا کہ تم بھی کیا یاد کرو گے میں کہانی تمہیں سناتا ہوں سمجھ رہے ہو نا میری بات۔"

"ہاں سمجھ رہا ہوں۔"

"وہ جو ہیں نا محترمہ رافیہ انہوں نے مجھ سے اظہار عشق کر دیا ہے۔"

"کیا واقعی؟" میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا یہ مذاق اڑانے والا انداز تھا کیونکہ مجھے حسن کی اس بات پر جھلاہٹ کا احساس ہوا تھا۔ میں تو سمجھا تھا کہ وہ کوئی اہم بات بتانے والا ہے۔

"بالکل ایسا ہوا ہے بھئی میں نے تمہیں بتایا تھا نا کہ وہ جو کہتے ہیں نا کہ مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے۔"

"جی۔"

"خیر اس اظہار عشق سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے اصل میں اس اظہار عشق کے بعد دوسرا جو پہلو ہے وہ بڑا دلچسپ ہے اور اس بات کو تم تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکو گے کہ اصل میں دادا جان نے یا اور دوسرے لوگوں نے میری صلاحیتوں کو کبھی صحیح طریقے سے استعمال ہی نہیں کیا ہے ارے میں وہ بلا ہوں جو شیشے سے پتھر کو توڑ دوں کیا سمجھے۔"

"اگر سمجھ جاؤں گا تو بتا دوں گا کہ سمجھ چکا ہوں۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"اصل میں' میں تمہیں یہ بتا رہا تھا کہ محترمہ رافیہ کو یہ بات تو معلوم ہے کہ ہم

لوگ یہاں ثانیہ کے لئے جاسوسی کرنے آئے ہیں اور ہمیں اس کام کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔"

"ہاں بالکل۔"

"اور محترمہ رافیہ کو ان کی بڑی بہن یعنی سلمیٰ خلجی نے بھیجا ہے کہ ذرا جاؤ اور دیکھو کہ ہم لوگ اپنے کام میں کس حد تک کامیاب ہوگئے ہیں کیا سمجھے یعنی جاسوسی اور جاسوسی' ہم تو یہ معلومات حاصل کرنے کے لئے یہاں تک پہنچے ہیں کہ محترمہ ثانیہ خلجی آخر غائب کہاں ہوگئی اور ہمارے پیچھے پیچھے سلمیٰ خلجی نے رافیہ کو بھیج دیا کہ جاؤ ذرا تم معلوم کرو کہ ہم لوگوں کو کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی ہے' اگر صحیح معنوں میں غور کیا جائے تو میں نے انچارج ہونے کا حق ادا کر دیا ہے یعنی تم نہ جانے کون کون سے راستوں سے گزر کر یہ خوست خان بن کر یہاں آگئے اور یقینی طور پر تمہارا سفر بہت طویل ہوتا بڑی آہستہ آہستہ معلومات حاصل ہوتی تمہیں لیکن یہ حسن فیروز ہی ہیں جنہوں نے صدیوں کے فاصلے مختصر کر کے لمحوں کے فاصلوں میں تبدیل کر دیئے ہیں اور ان کا ذریعہ جانتے ہو کون ہے۔"

"رافیہ۔"

"بالکل' بالکل لیکن ذرا تم رافیہ سے زبان کھلوا کر دکھاؤ ارے بھائی اب تو میں سند یافتہ عاشق کہلانے کی پوزیشن میں ہوں۔

"محترمہ رافیہ نے آخر کار اپنے دل کا ہر راز مجھ پر کھول دیا جس میں سے پہلا راز یہ ہے کہ اچانک ہی انہیں یہ احساس ہوا کہ میں ایک شاندار شخصیت کا مالک نوجوان ہوں اپنے آپ کو میں نے خود خراب کر رکھا ہے اس میں ماحول کی خرابی کا کوئی قصور نہیں اگر میں تھوڑی سی اپنی شخصیت پر توجہ دوں تو دنیا کے حسین ترین لوگوں میں میرا شمار ہو' میری شخصیت کچھ اتنی ہی دلکش ہے۔"

"بالکل سچ کہا رافیہ نے۔"

"کک کیا مطلب؟"

"یہ حقیقت ہے کہ تم نے اپنے آپ پر غور ہی نہیں کیا۔"

"یار ایک بات بتا دو' اُلوؤں کی کتنی اقسام ہیں۔"

"اُلوؤں کے بارے میں میری تحقیقات بالکل نہیں ہے۔"

"لیکن مجھے تو تم اُلو بنا رہے ہو۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"نہیں' بالکل نہیں۔"

"نہیں بنا رہے ہو تم مجھے اُلو؟"

"کہا نا نہیں بنا رہا۔"

"اور رافیہ بھی مجھے اُلو نہیں بنا رہی ہے۔"

"خیر رافیہ کی تو مجال ہی کیا ہے۔"

"یار قسم لے لو مجھ سے' مجھے نہیں معلوم تھا آئندہ ذرا غور کروں گا اس بات پر بھی' اچھا خیر چھوڑو مجھے یہ بتاؤ کہ کیا میں واقعی ایسی ہی شخصیت کا مالک ہوں۔"

"سوفیصدی بلکہ سوفیصدی سے بھی کچھ زیادہ۔"

"اچھا خیر چھوڑو تو رافیہ نے مجھ سے اس بارے میں کہا کہ میں کیوں یہاں وقت ضائع کرنے کے لئے آیا ہوں اور بلا وجہ ان واقعات میں اپنی گردن پھنسا کر کچھ لوگوں کی دشمنی مول لے رہا ہوں۔ بس جناب میں نے لوہا گرم دیکھا اور چوٹ لگا دی۔"

"واہ۔" میں نے تعریفی انداز میں گردن ہلائی۔

"میں نے کہا مس رافیہ بات اصل میں یہ ہے کہ یہ ہم لوگوں کی زندگی کا پہلا امتحان ہے۔ میرے دادا جان اس بارے میں تمام تفصیلات جاننے کے خواہش مند ہیں۔ بات اگر صرف رانا اختیار خلجی کی ہوتی تو ہم اس سلسلے کو ذرا بھی اہمیت نہ دیتے لیکن معاملہ دادا جان صاحب کا ہے اور دادا جان کے سامنے ہم سرخرو ہونا چاہتے ہیں۔ چنانچہ محترمہ رافیہ خلجی نے دعاؤں کا ذخیرہ استعمال کرنا شروع کر دیا اور مجھے زندگی کے ہر شعبے میں کامیابی کے لئے دعائیں دیں۔ میں نے کہا آخر یہ سارا قصہ کیا ہے اگر ہمیں معلوم ہو جائے تو ہم خود بھی اس بارے میں مناسب فیصلہ کر سکتے ہیں۔ پہلے انہوں نے پس وپیش سے کام لیا اور آخر کار ایک ایسی عظیم کہانی نے جنم لیا کہ اگر تم سنو گے تو ششدر رہ جاؤ گے۔ بولو کیا تم ششدر ہونا چاہتے ہو۔"

"ہاں بالکل ہونا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"پھر میں اس کہانی کی ابتداء کرتا ہوں اس داستان میں رومان بھی ہے' حسرتیں بھی ہیں' غم کے پہلو بھی ہیں' انتقام کی کہانی بھی ہے یوں سمجھ لو کہ وہ سارا مواد موجود ہے اس میں جس پر کوئی بھی فلم ساز ایک عمدہ سی فلم بنا سکتا ہے کیا سمجھے یعنی صاف ستھری' معاشرتی اور سماجی فلم۔"

"ظاہر ہے ہم فلم بنانے نہیں جا رہے بلکہ ہمارا مقصد تو کچھ اور ہی ہے۔"

"ہاں بالکل۔" اس نے کہا اور اس کے بعد ڈرامائی انداز میں خلا میں گھورتے ہوئے اپنی داستان کا آغاز کیا۔ کہنے لگا۔

"رافیہ نے کہا کہ ہم لوگ ایک اچھے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس گھرانے کی عزت و آبرو بے مثال تھی اور اب بھی ہے۔ رافیہ اور سلمٰی کے والد اور بھائی اعلیٰ درجے کی حیثیت رکھتے تھے لیکن سلمٰی خلجی کا کچھ ایسا معاملہ بگڑا کہ اسے رانا اختیار خلجی کے ساتھ شادی پر مجبور کر دیا گیا۔ یہ شادی اہل خاندان نے ہی کی تھی۔ رافیہ نے کہا کہ یہ داستان اسے خود بھی نہیں معلوم جو اس شادی کی بنیاد تھی لیکن کہنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ شادی ہوگئی جب کہ رانا اختیار خلجی کی شادی سے پہلے ایک بے اختیار حیثیت تھی یعنی ایک معمولی سی شخصیت کا مالک جس کا خاندانی پس منظر تو خیر خلجیوں سے جا ملتا تھا لیکن مالی پس منظر غالباً بس اس کے لئے مجھے کوئی مناسب مثال نہیں مل رہی یعنی کہ کسی سے ملتا ہی نہیں تھا لیکن رانا اختیار خلجی میں کچھ ایسی خوبیاں پائی گئیں جن کی وجہ سے سلمٰی خلجی کے والد بزرگوار نے سلمٰی خلجی کو بہت ساری دولت و جائیداد دے کر رانا اختیار خلجی کی زوجیت میں دے دیا۔ خیر' سلمٰی نے اس سلسلے میں کوئی اختلاف نہیں کیا کیونکہ دولت کا مسئلہ تو تھا ہی نہیں' اُدھر سے اِدھر آگئی تھی۔ رانا شاید کبھی اپنے آپ کو سلمٰی خلجی کے سامنے بے اختیار محسوس کرتا ہو ویسے سلمٰی کے بارے میں تم نے یہ اندازہ لگا لیا ہوگا کہ تھوڑی سی سخت طبیعت کی مالک ہے۔ غرض یہ کہ کہانی آگے بڑھی' قدرت نے ان دونوں کو ایک چاند سی بیٹی دی ویسے مجھے لفظ چاند پر ذرا اختلاف ہے لیکن تحریری طور پر اس کہانی میں ابھی یہی لکھا جا سکتا ہے میرا مطلب ہے کہا جا سکتا ہے کیونکہ چاند اب بھی کچھ لوگوں کی نگاہوں میں بہت خوبصورت ہے۔ خیر تو میں کہہ رہا تھا کہ اللہ نے انہیں چاند سی بیٹی سے نوازا اور یہ چاند سی بیٹی اپنے ماں باپ کے سائے میں پروان چڑھنے لگی یہاں تک کہ جوان ہوئی' اسکول کی زندگی ختم ہوئی' کالج کی زندگی میں داخل ہوئی اور یہاں سے ایک پریوں کے دیس کا شہزادہ گھوڑے پر سوار' نہیں میرا خیال ہے کہ اس کے پاس کوئی سواری ہی نہیں تھی' سمجھ رہے ہو نا تم کہانی مکمل طور پر تمہاری سمجھ میں آ رہی ہے نا۔" اس نے کہا اور میں بے بسی سے اس کی شکل دیکھنے لگا حسن فیروز اس وقت ہر منظر کی صحیح طور پر عکاسی کر رہا تھا اور ڈرامائی انداز میں مجھے اپنی یہ کہانی سنا رہا تھا لیکن میرے لئے یہ بڑی اہمیت کی حامل تھی کیونکہ بہرحال اس سے مجھے اس پس منظر کا پتا چل رہا تھا جس کا پیش منظر میں دیکھ کر آ رہا تھا۔ حسن فیروز کچھ لمحوں کے لئے رکا' غالباً آگے کے لئے عمدہ

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

قسم کے الفاظ تلاش کر رہا تھا۔ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"تو پھر جناب ہوا یوں کہ ان دونوں میں عشق کا آغاز ہو گیا۔"

"یعنی چاند کی شہزادی اور مریخ کے شہزادے میں۔"

"ہاں۔"

"ثانیہ تو نام ذہن میں آتا ہے لیکن مریخ کے شہزادے کا کیا نام تھا۔" میں نے سوال کیا۔

"علی صفوان۔" اس نے جواب دیا اور میں نے گہری سانس لی اس کا مقصد تھا کہ اس کی جو کہانی معلوم ہوئی ہے وہ سچائی پر مبنی ہے۔ میں سوالیہ نگاہوں سے حسن فیروز کو دیکھنے لگا تو اس نے کہا۔

"دونوں کے درمیان عشق جاری رہا' علی صفوان ایک درمیانے درجے کے خاندان کا لڑکا تھا۔ والدین مر چکے تھے ایک چچا کے زیر سایہ پروان چڑھ رہا تھا۔ تعلیم حاصل کی تھی انجینئرنگ کا کورس کر رہا تھا اور اس طرح ان دونوں کی محبت پروان چڑھتی رہی۔ وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ صفوان کے چچا نے رانا اختیار خلجی کو صفوان یعنی بھتیجے کے رشتے کی پیش کش کی یہ بات تو طے تھی کہ رانا اختیار خلجی بذات خود کچھ نہیں تھا اور یہی کیفیت صفوان کی تھی' اسے ابھی تک کوئی ملازمت بھی نہیں ملی تھی۔ لاوارث تھا بس چچا نے جو کچھ بھی ہو سکا تھا کر دیا تھا یا پھر اپنی محبت اور جفاکشی کی بنیاد پر وہ انجینئرنگ کا کورس پاس کر چکا تھا رانا اختیار خلجی نے نہایت حقارت کے ساتھ اس رشتے کو ٹھکرا دیا اور کہا کہ اس کی بیٹی محلوں کی شہزادی ہے۔ صفوان اسے کیا دے سکے گا۔ وہ ایک معمولی سا بے حقیقت آدمی ہے۔ صفوان اپنے طور پر کوشش کرتا رہا لیکن چچا کو بھتیجے سے وہ دلچسپی اور ہمدردی نہیں ہو سکتی تھی جو ماں باپ کو ہوتی ہے۔ رانا اختیار خلجی کی کسی بات پر صفوان کے چچا نے برملا کہا کہ رانا اختیار خلجی بھی تو ایک معمولی سے خاندان کا فرد ہے خود اس کی اپنی وقعت کیا تھی۔ آج وہ جو کچھ ہے سلمیٰ خلجی کی وجہ سے اور سلمیٰ خلجی ہی کی وجہ سے اسے رانا کا خطاب ملا ہے ورنہ وہ اختیار کی بجائے بے اختیار شخصیت کا مالک تھا ویسے تو شاید زندگی کے کسی موڑ پر رانا اختیار خلجی کے دل میں بیٹی کے لئے محبت کا کوئی جذبہ جاگتا اور ممکن تھا کہ وہ ان دونوں کو یکجا کرنے کے لئے تیار ہو جاتا لیکن کسی یک چشم کو کانا کہہ دو' کسی لنگڑے کو لنگڑا کہہ دو تو اسے بہت زیادہ برا لگتا ہے۔ یہ بات رانا اختیار خلجی کے دل کو چبھ گئی اور اس نے انتہائی حقارت کے ساتھ صفوان کے چچا کو دھکے دے کر اپنی

حویلی سے باہر نکلوا دیا اور کہا کہ اگر اس کے بعد صفوان یا اس کے خاندان کے کسی فرد نے چنار پور کی جانب رخ کیا تو ان لوگوں کو ایسی مصیبت میں پھنسائے گا کہ ان کے لئے نکلنا مشکل ہو جائے گا۔

اس تمام گفتگو کے دوران سلمیٰ خلجی بالکل خاموش رہی تھی لیکن جب حالات انتہائی حدود عبور کر گئے تو ثانیہ خلجی نے اپنی خالہ رافیہ کے ذریعے یہ پیغام اپنی ماں تک پہنچایا کہ اگر ان لوگوں نے صفوان کی بے عزتی کی اور کسی طرح بھی صفوان کو نقصان پہنچا تو جو نتیجہ ظاہر ہو گا وہ ان کے تصور سے باہر ہو گا بہت ہو چکی ہے ان لوگوں کے اپنے معاملات ہیں وہ خود پسند کسی طور پر پسند نہیں کرے گی۔ زندگی کا یہ سودا اس نے صفوان کے ساتھ کر لیا ہے اور اس کی آئندہ زندگی پر قابض ہونے کی کوشش نہ کی جائے۔ چنانچہ سلمیٰ خلجی نے شوہر کو سمجھانے کی کوشش کی اور یہ سمجھانا رانا اختیار خلجی کے لئے تازیانہ ثابت ہوا اور وہ اور چڑ گیا اور اس نے کہا کہ اگر اسے بیٹی کی زندگی سے ہاتھ دھونا پڑ جائیں تو وہ اس بات کو برداشت کر لے گا لیکن جو طعنہ صفوان کے چچا نے دیا ہے اسے کبھی برداشت نہیں کرے گا اور اس خاندان سے کوئی رابطہ نہیں رکھے گا۔ ثانیہ خلجی ایک ضدی اور پروقار لڑکی تھی اس نے ماں سے کہا کہ ٹھیک ہے اگر اس کی زندگی اتنی ہی بے وقعت ہے تو وہ آسانی سے زندگی نہیں کھوئے گی بلکہ جب لوگ اس کی جان کے دشمن ہو گئے ہیں تو وہ ان سے اپنے آپ کو اور صفوان کو بچائے گی۔

اس دوران ہم تذکرہ کرتے ہیں بلکہ ایک دو سین پیش کر دیتے ہیں رحمان شاہ کے' بہت اچھی شخصیت کا مالک تھا تعلیم حاصل کی تھی اپنے بھائی کا سوتیلا بھائی تھا یعنی دوسری ماں کا بیٹا اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ رانا اختیار خلجی نے صاحب حیثیت بننے کے بعد بھائی اور سوتیلی ماں کی کوئی مدد نہیں کی تھی البتہ رحمان شاہ اپنے بھائی اور اپنی بھتیجی کو بہت چاہتا تھا۔ اس نے کبھی سلمیٰ خلجی سے ایک پیسے کی مدد قبول نہیں کی اور صرف اپنی محنت کے بل بوتے پر محکمہ جنگلات میں ایک اعلیٰ حیثیت کے عہدے کا مالک بن گیا۔ شادی وغیرہ کی اور سب کچھ کرنے کے بعد وہ اپنے عہدے کے تحت پہاڑی علاقے کے جنگلات میں فروکش ہو گیا اور اپنے اہل خاندان کو بھی وہیں بلا لیا۔ ثانیہ خلجی اپنے چچا سے بہت زیادہ متاثر تھی اور رحمان شاہ بھی اس سے بہت محبت کرتا تھا ثانیہ نے سارے واقعات اپنے چچا کو بتا دیئے۔ رحمان شاہ بھائی کے خلاف کوئی سازش تو نہیں کر سکتا تھا یا کوئی ایسا عمل نہیں کر سکتا تھا جس سے بھائی کو اس بات پر آمادہ کر لے۔ رانا اختیار خلجی کی

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

ضدی فطرت سے بھی واقف تھا بہت غوروخوض کے بعد اس نے ایک منصوبہ بنایا اور اس منصوبے کے تحت اس نے ثانیہ خلجی کو وہاں بلالیا۔ ثانیہ خلجی اکثر اپنے چچا کے پاس آتی جاتی رہتی تھی۔ رانا اختیار نے بے شک سوتیلے بھائی کے ساتھ کبھی اعلیٰ سلوک نہیں کیا تھا۔ غالباً اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ رانا اختیار خلجی سلمیٰ کا شوہر بننے کے بعد چنار پور کا بے شک ایک دولت مند آدمی بن چکا تھا لیکن اس نے اس دولت کو اپنا کبھی نہیں سمجھا تھا۔ غالباً یہ وجہ بھی تھی کہ اس نے اپنے بھائی پر سلمیٰ خلجی کی دولت کا کوئی حصہ صرف نہیں کیا تھا جب کہ سلمیٰ خلجی اپنے طور پر ان احساسات سے بے نیاز تھی۔ بہرحال اس منصوبے کے تحت رحمان شاہ نے ایک جانب تو ثانیہ خلجی کو اپنے پاس بلالیا اور دوسری طرف اس نے اس سے قبل صفوان کو اپنے اختیارات اور تعلقات سے کام لے کر اس علاقے میں مائن انجینئر لگوا دیا اور ایک مناسب حیثیت اسے دلوا دی۔ پھر اس کے بعد اس نے اپنے دوست بدرجلال اور کچھ دوسرے افراد سے مل کر اغوا کا وہ ڈراما کھیلا اور درحقیقت وہ ڈراما اس کے اپنے اہل خانہ کو بھی نہیں معلوم' اس نے خاموشی سے اپنے پورے گھر کو اغوا کرلیا اور پھر رقم کی ادائیگی کا پورا پورا ناٹک کھیلا گیا لیکن ثانیہ کی واپسی نہیں ہوئی تھی چونکہ ثانیہ کی شادی صفوان سے باقاعدہ کرا دی گئی تھی اور اس کی سرپرستی رحمان شاہ نے کی تھی اور اب وہ یہیں کہیں ان پہاڑی علاقوں میں مقیم ہیں بہت عرصے تک تو یہ بات خود سلمیٰ خلجی کو بھی معلوم نہیں ہوسکی رانا اختیار خلجی نے اس سلسلے میں نہ جانے کیا کیا اختیارات استعمال کئے اور مختلف اداروں سے تحقیقات کرائیں لیکن رافیہ کا کہنا ہے کہ ان پہاڑوں میں وہ لوگ آباد ہیں جو اگر کسی سے محبت کرتے ہیں تو اس طرح کہ اس پر قربان کرنے کے لئے ہزاروں' زندگیوں کی دعائیں مانگتے ہیں۔ نفرت کرتے ہیں تو یوں کہ ان کی پھوکڑی میں کھوڑا ہوجاتا ہے۔ چنانچہ کوئی ایسا عمل سامنے نہ آسکا جس سے رانا اختیار خلجی اپنی بیٹی کے بارے میں معلومات حاصل کرسکتا اور پھر بہت عرصے کے بعد جب رحمان شاہ نے سلمیٰ خلجی کی حالت بالکل غیر دیکھی اور یہ محسوس کیا کہ بیٹی کی وجہ سے سلمیٰ خلجی اور رانا اختیار کے درمیان نفرت کی ایک انوکھی دیوار کھڑی ہوتی جارہی ہے اور اس کے نتائج برے بھی برآمد ہوسکتے ہیں تو بے چارے رحمان شاہ نے صرف سلمیٰ خلجی کو اس کے بارے میں بتا دیا کہ اس کی بیٹی خیریت سے ہے اور اصل صورت حال یہ ہے۔ سلمیٰ خلجی اپنے دیور کی شکر گزار ہوگئی اور اس نے کہا کہ جب تک رانا اختیار خلجی کا دماغ پوری طرح قابو میں نہیں آجائے گا اس راز کو چھپائے رکھنا ہی بہتر ہوگا۔ وہ اپنے

طور پر کوشش کررہا ہے اور اس کی ضدی فطرت سے یہ ظاہر ہے کہ وہ اپنی ان کوششوں کو ترک نہیں کرے گا۔

"چنانچہ احتیاط رکھی جائے اور اس بات کو صیغہ راز ہی میں رہنے دیا جائے تو یہ ہے صورت حال اور تم دیکھو عورت کیا چیز ہوتی ہے۔ رافیہ نے یہ ساری کہانی ایک اجنبی کو بتا دی ہے یعنی مجھے اور مجھے ہدایت کردی ہے کہ اس کہانی کی ہوا کسی کو نہ لگنے دوں اور میں تمہیں یہ ہدایت کرتا ہوں کہ اس داستان کی ہوا خاص طور سے دادا جان کو نہ لگنے دی جائے کیا کہتے ہو اس بارے میں؟"

میں آنکھیں بند کئے ہوئے بیٹھا ہوا تھا ساری کہانی میرے ذہن میں گھوم رہی تھی۔ واقعی یہ تو بڑی عجیب کہانی ہے اگر ایسا ہوا ہے تو ہم اسے دنیا کا حیرت ناک واقعہ کہہ سکتے ہیں اور اس کے سلسلے میں بڑی عجیب صورت حال کا سامنا ہے نہ جانے کب تک میں خاموش بیٹھا ان واقعات پر غور کرتا رہا یہ سوچنا بھی مقصود تھا کہ اب کیا کیا جائے ویسے اس سلسلے میں مکمل تفصیلات یہاں سے معلوم ہوچکی تھی یعنی حسن فیروز سے وہ کہانی اور وہ جگہ میرے علم میں آچکی تھی جہاں یہ دونوں موجود تھے گویا سارا معاملہ صاف ہوچکا ہے۔ ہم باآسانی رانا اختیار خلجی کو ان دونوں کے بارے میں اطلاع دے سکتے تھے اور اس طرح دادا جان کا مشن پورا ہوجاتا لیکن کیا یہ مناسب ہوگا میں نے اپنے دل سے سوال کیا تو دل نے مجھے جواب دیا کہ ٹھیک ہے سڑکیں کھودنا بھی کوئی برا کام نہیں ہے' محنت تو محنت ہوتی ہے انسان کی تقدیر میں اگر ایسی ہی روزی لکھی ہوئی ہے جو شدید محنت کرکے حاصل ہوتو اس کا حصول کوئی بری بات تو نہیں ہے روزی اس طرح بھی حاصل کی جاسکتی ہے لیکن صفوان اور ثانیہ خلجی کی محبت میں دیکھ چکا تھا دنیا کی ساری آسائشیں ٹھکرا کر وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزار رہے تھے اور خوش تھے اور صرف ایک فرض کی ادائیگی اور کچھ معاوضے کے حصول کے لئے اگر میں ایک دنیا برباد کردیتا جس میں دو محبت کرنے والے ساری دنیا سے الگ ہوکر اپنی خوشگوار زندگی گزار رہے تھے تو کیا میرا ضمیر مجھے معاف کردیتا اور جہاں تک ان ضمیر صاحب کی بات ہے یہ بڑی خطرناک چیز ہوتے ہیں جب تک زندہ رہتے ہیں انسان کو زندگی کے عذاب میں مبتلا رکھتے ہیں۔ وقت' زمانہ اتنا خراب ہوچکا ہے کہ ہر لحہ برائیوں کو فروغ حاصل ہورہا ہے۔ انسان ایک دوسرے کی دشمنی پر اس طرح آمادہ ہوگیا ہے اور اپنی انا کو اس طرح زندہ رکھنے کے لئے مصر رہتا ہے کہ کسی دوسرے کی زندگی سے کوئی دلچسپی باقی نہیں رہتی۔ رانا اختیار خلجی

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

ایک احسان کا شکار تھا اور اس کے لئے اس نے اپنی بیٹی کو داؤ پر لگادیا تھا حالانکہ میں نے محسوس کیا تھا کہ سلمٰی خلجی جس طرح بیٹی کی بازیابی سے گریز کر رہی ہے اور اپنے آپ کو پچھڑائے ہوئے ہے اس کے برعکس رانا اختیار خلجی جب بیٹی کے بارے میں بات کرتا ہے تو اس کا لہجہ گلوگیر ہوجاتا ہے اور وہ خاصا ذہنی کرب کا شکار نظر آتا ہے بہت کشمکش تھی میرے دل میں اور اس کشمکش کا خاتمہ اس وقت ہوا جب حسن فیروز نے مجھے پکارا۔

"کیا آپ انتقال فرما گئے۔" میں نے چونک کر آنکھیں کھولیں اور پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ حسن فیروز کو دیکھا۔

"خدا کا شکر ہے کہ آنکھیں کھل گئیں ورنہ میں یہ سوچ رہا تھا کہ دادا جان مجھ پر تمہارے قتل کا الزام عائد کرنے سے گریز نہ کرتے' کیا ہوگیا پیارے بھائی کس عذاب میں گرفتار ہوگئے۔"

"اب یہ بتاؤ مجھے حسن فیروز کہ اب اس سلسلے میں ہم کیا کریں؟"

"بتاؤں۔"

"ہاں۔"

"واپس چلتے ہیں یہاں سے۔" حسن فیروز نے بائیں آنکھ دبا کر کہا۔

"ٹھیک ہے' پھر؟"

"پوری کہانی رانا اختیار خلجی کو سنا دیتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔"

"پھر کہتے ہیں کہ ہمیں ان دونوں کی رہائش گاہ کے بارے میں معلوم ہوگیا ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے پھر۔"

"اور یہ کہیں گے کہ وہ جس جگہ ہیں وہاں کا ایک شخص جس کے قبضے میں وہ ہیں اس سلسلے میں پچاس لاکھ روپے طلب کرتا ہے جو اسے ادا کرنا ہوں گے اگر رانا اختیار خلجی تھوڑی بہت سودے بازی کے بعد وہ رقم ہمیں ادا کردیتا ہے تو استاد یہاں سے سیدھے یورپ چلتے ہیں' انتظامات کرنا میری ذمہ داری۔ ہائے دریائے ٹیمز کا کنارہ' ڈوور سے ڈنکرک کے ساحل تک سمندری سفر اور اس کے بعد ایفل ٹاور کے نیچے زندگی لیتی ہوئی پیرس کی حسین اور رومان انگیز داستانیں' یار میں غلط منظر کشی تو نہیں کر رہا' تم بتاؤ اس حسین زندگی سے محروم رہ کر تم زندگی کا لطف اٹھا سکتے ہو۔"

"نہ میں نے کبھی دریائے ٹیمز دیکھا نہ ڈوور سے ڈنکرک تک کی بندرگاہ کا سفر کیا۔

چنانچہ چیف تم بکواس بالکل نہ کرو' میں یہ دھوکا دہی نہیں کرسکتا' اس کے بعد کیا ہوگا یہ تم جانتے ہو۔" حسن فیروز برا سا منہ بنا کر مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

"کیا ہوگا؟"

"دادا جان کی گردن شرمندگی سے جھک جائے گی۔"

"یار تھوڑے دن کے بعد ان کی کمر جھک جائے گی۔ تم خالی گردن کی بات کرتے ہو اور ان کی کمر شرمندگی سے نہیں جھکے گی بلکہ زندگی کے طویل بوجھ سے جھکے گی۔ میں کہتا ہوں چار دن کی زندگی کافی ہوتی ہے عیش و آزادی کے ساتھ' کم از کم انسان اتنا تو کرے یہ کیا کہ دو کرنلوں کے بیچ میں گھس جائے اور دونوں کرنل الگ الگ اس کا کورٹ مارشل کرتے رہیں۔ پیارے بھائی جان مان لو میری بات۔"

"خیر تمہاری ہر بات قابل معافی ہے حسن فیروز اس لئے کہ یہ رقم لے کر تم نے ان دونوں کی گرفتاری یا نشاندہی کا فیصلہ نہیں کیا ورنہ یقین کرو میرے اور تمہارے درمیان تعلقات میں خاصی خرابی آجاتی۔"

"خیر اس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یعنی دونوں بے گناہ ہیں اپنی پسند سے اپنی زندگی گزارنا چاہتے تھے اس کے مواقع ان کے لئے ختم کردیئے گئے تھے اور تم اس ماں کو دیکھو جس نے اپنے سینے پر صبر کی سل رکھ لی ہے اور خاموشی سے بیٹی کی جدائی کا وقت گزار رہی ہے۔ غالباً شوہر کو کسی قیمت پر آمادہ نہ کرسکی ہوگی کہ وہ ان دونوں کے رشتے کو قبول کرلے' اپنے اختیارات سے بھی کام نہیں لے سکی ہوگی ایسی حالت میں اس عورت کا رویہ جو مجھے اب یاد آرہا ہے بالکل درست تھا۔"

"مگر اب ہونا کیا چاہئے؟"

"کیا رافیہ اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ ان دونوں کو کہاں رکھا گیا ہے۔"

"رحمان شاہ نے اس سلسلے میں خود سلمٰی خلجی کو بھی نہیں بتایا اور کہا کہ معاملہ اگر صرف ثانیہ خلجی کا ہوتا تو وہ یہ پتا بتا سکتا تھا کیونکہ بہرحال ماں باپ اولاد کو اس طرح ہلاک نہیں کرسکتے لیکن ایک ایسا شخص بھی ہے جو نیک اور شریف آدمی ہے اور جو ثانیہ کو خوشیوں کی زندگی دینے کے لئے اپنے آپ کو جانوروں کی زندگی بھی دے سکتا ہے اس شخص کی عزت اور تحفظ کا بھی سوال ہے۔ چنانچہ یہ مشکل ہے بس اتنا ہی کافی ہے کہ سلمٰی خلجی یہ جان لے کہ صورت حال کیا ہے۔"

اچانک ہی میں اچھل پڑا اور میں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے حسن فیروز کو دیکھتے

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

ہوئے کہا۔

"یار حسن فیروز ایک بات بتاؤ ارے باپ رے۔"

"کک کیا ہوا؟" حسن فیروز بھی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"یہ رافیہ خلجی میرا مطلب ہے رافیہ....."

"رافیہ خالی کہہ لیا کرو بار بار منہ سے رافیہ خلجی نکل جاتا ہے۔"

"یہ رافیہ ہمارے پیچھے پیچھے کیوں آئی ہے؟"

"کک کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ رحمان شاہ کے پاس کیوں پہنچی ہے؟"

"کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"گڑبڑ ہو گئی بیٹا گڑبڑ ہو گئی۔"

"یار کیوں ڈرائے جا رہے ہو' کیا گڑبڑ ہو گئی بتاؤ۔"

"یقیناً اسے سلمٰی خلجی نے بھیجا ہو گا کیونکہ سلمٰی خلجی کی بہن یعنی ثانیہ کی خالہ یعنی صفوان کی خالہ ساس یہاں رحمان شاہ کو یہ بتانے کے لئے آئی ہو گی کہ رانا اختیار خلجی نے دو جاسوسوں کی خدمات حاصل کی ہیں اور وہ یہاں معلومات کے لئے آئے ہوئے ہیں' کیا سمجھے۔" حسن فیروز کی آنکھیں آہستہ آہستہ پھیلتی جا رہی تھیں اور جب وہ پھیلاؤ کی آخری حد تک پہنچ گئیں تو اس نے کہا۔

"واقعی یار میری پھوکڑی میں کھوڑا ہے۔"

"مگر ایک کام ہو گیا۔"

"کیا۔"

"تم تو خیر براہ راست یہاں آئے ہو زیادہ سے زیادہ رحمان شاہ تم پر نگاہ رکھے ہوئے ہو گا اور یہ اندازے لگاتا رہا ہو گا کہ تم کیا کر رہے ہو لیکن میرا معاملہ ذرا مختلف ہو گیا میں جس ذریعے سے یہاں تک پہنچا ہوں وہ بالکل الگ ہے اور میرا خیال ہے یہ بہتر ہوا ویسے چیف تم نے یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ رافیہ خود میرے بارے میں کیا خیال رکھتی ہے۔"

"نہیں میرا خیال ہے وہ تمہارے بارے میں مشتبہ نہیں ہے اور پھر میں نے جس طرح اسے اپنی محبت کے جال میں پھانسا ہے اس کے بعد تم سمجھ لو کہ وہ رحمان شاہ کو یہ بات بتا بھی چکی ہے تو شرمندہ ہو گی۔"

"تم نے پوچھا نہیں جب وہ تمہیں ساری کہانی سنا چکی ہے تو کم از کم تم اس سے یہ بھی معلوم کر سکتے تھے کہ کیا اس نے رحمان شاہ کو ہم لوگوں کے بارے میں اطلاع دے دی ہے خاص طور سے تمہارے بارے میں اور کیا اس نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ وہ جاسوس تم ہو اور دوسرا غائب ہے۔" میرے ان الفاظ پر وہ بغلیں جھانکنے لگا اور جب کئی بار بغلیں جھانک چکا تو مدہم لہجے میں بولا۔

"بہرحال انچارج میں ہوں اور ماتحتوں کو کم از کم انچارج کا اتنا احترام تو ضرور کرنا چاہئے کہ اس کی کسی غلطی پر اسے شرمندہ نہ کریں۔ کیا تم مجھے شرمندہ کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"نہیں بالکل نہیں۔ میں تو ایک سوال کر رہا ہوں۔"

"یار نہیں پوچھا لیکن پوچھ لوں گا اور اب تو یہ انتہائی ضروری ہو گیا ہے کہ اگر میں روشنی میں آ گیا ہوں تو تمہیں اندھیرے ہی میں رہنا چاہئے۔ چنانچہ تم بڑی احتیاط کے ساتھ اپنا منہ کالا کئے رکھو۔"

"کیا؟" میں نے گھور کر اسے دیکھا۔

"کچھ نہیں میرا مطلب ہے کہ تاریکی میں رہو۔"

"چیف آپ تو خیر جو کارنامہ سرانجام دے چکے ہیں اس کا تو کوئی جواب ہی نہیں لیکن تھوڑا سا کام میں بھی کر چکا ہوں۔"

"کیا' کیا' کیا بتاؤ مجھے۔"

"میں وہ جگہ معلوم کر چکا ہوں جہاں ثانیہ خلجی اور صفوان موجود ہیں۔ میں ان سے ملاقات بھی کر چکا ہوں۔" میں نے کہا اور حسن فیروز کی آنکھوں میں ایک بار پھر حیرت کے نقوش نظر آئے۔

"اور میں جانتا ہوں کہ تم کس قسم کے آدمی ہو یقیناً جھوٹ نہیں بول رہے ہو گے۔"

"اس اعتماد کے لئے شکر گزار ہوں۔" میں نے کہا۔

"کس حال میں ہیں وہ دونوں؟"

"نہایت مطمئن' نہایت خوش رحمان شاہ کا ان سے مسلسل رابطہ ہے۔ رحمان شاہ انہیں دنیا کی ہر شے فراہم کر دیتا ہے۔ صفوان ملازمت کرتا ہے دونوں میاں بیوی نہایت پرسکون زندگی گزار رہے ہیں اور خوش ہیں لیکن یقینی طور پر اندر سے وہ اس بات سے

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

خوفزدہ ہوں گے کہ کہیں رانا اختیار خلجی کو ان کی یہاں موجودگی کا پتہ نہ چل جائے۔" اس کے بعد ہم دونوں پریشانی سے بیٹھے سوچتے رہے تھے اور بہت دیر تک خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا۔

"کوئی تجویز ہے تمہارے ذہن میں؟"

"ہے تو نہیں لیکن سوچی جاسکتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ تم اس سلسلے میں میرا ساتھ دو گے۔"

"ٹھیک ہے۔"

"ٹھیک نہیں ہے' وہ ممکن ہے دادا جان کے اصول کے خلاف بات ہو' یہاں گل مراد! ذرا تھوڑی سی خودغرضی کی بات آجاتی ہے یعنی تم اپنی بہتری کے بارے میں سوچو گے اور اس لئے سوچو گے کہ دادا جان نے تمہیں ٹریننگ دی ہے تم نے دادا جان سے بہت سے وعدے کئے ہیں اور تم ان سے وعدہ خلافی نہیں کرو گے۔ تم مجھے ایک فضول آدمی قرار دو گے اور کہو گے کہ نہیں' دادا جان کی خواہش کے مطابق ہی سب کچھ ہونا چاہئے لیکن شاید ایسا نہ ہوسکے کیونکہ اس کے بعد جو کچھ میں سوچوں گا میری خواہش ہے وہی ہو۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"اور یہ بات میں نے کبھی نہیں بھولی حسن فیروز کہ دادا جان تک پہنچانے کا ذریعہ تو تم ہی ہو اور تم ایک اچھے انسان ہو کسی کی بہتری کے لئے سوچنا جانتے ہو صرف سوچتے نہیں ہو بلکہ عمل بھی کرتے ہو۔ یہ تمام باتیں میرے بھی ذہن میں ہیں تو پھر بھلا تم سے منحرف کیسے ہوسکتا ہوں۔"

"مرد ہو اس کا اعتراف ہمیشہ کیا ہے میں نے اور مرد کی بات پر اعتبار کیا جاسکتا ہے اگر ایسا ہے تو اس وقت دنیا کی ہر بات کو بھول کر ہم وہ کام سرانجام دیں گے جو ہمارے ضمیر سے مطابقت رکھتا ہو' سوچو تم بھی سوچو میں اس سلسلے میں رافیہ سے بھی مشورہ کرتا ہوں۔"

"کیا؟" میں اچھل پڑا۔

"نن' نہیں میرا مطلب ہے کہ بہرحال رافیہ بھی ان کے حق میں ہے۔"

"بھول کر بھی یہ نہ کرنا دل کی بات کسی عورت سے کہہ دینے کا مطلب ہے کہ تم نے اسے اخبار میں چھپوا دیا۔"

"کیا تم سچ مچ میری پھوکڑی میں کھوڑا سمجھتے ہو' اب اتنا پاگل بھی نہیں ہوں۔" میں

خاموش ہوگیا واقعی بات ذرا الجھی ہوئی تھی۔ معاملات سلجھ گئے تھے۔ کرنل ہمایوں کے لئے رپورٹ موجود تھی۔ اب یہ الگ بات ہے کہ کرنل ہمایوں ہماری اس کاوش کو بالکل ناپسند کریں اور یہ کہیں کہ ہم نے ان کی اجازت کے بغیر یا ان کی خواہش کے بغیر کوئی عمل کیوں سرانجام دیا تو اس سلسلے میں اس حقیقت کو بھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا تھا کہ بہرحال مجھے کرنل ہمایوں تک پہنچانے والی شخصیت حسن فیروز ہی کی تھی اور بہرحال حسن فیروز کی بات کی لاج بھی رکھنا تھی اپنے آپ کو سمجھا دیا یعنی آدھا آدھا کام ہم دونوں نے سرانجام دیا تھا پھر اسی رات تقریباً دو بجے ہوں گے' میں گہری نیند سو رہا تھا کہ حسن فیروز نے جھنجوڑ جھنجوڑ کر مجھے جگا دیا میں نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا اور وحشت زدہ لہجے میں بولا۔

"خیریت تم اس وقت یہاں کیسے کیا ہوگیا؟"

"اٹھ کر بیٹھ جاؤ یہ تمہارے منہ ہاتھ دھونے کے لئے پانی لایا ہوں تاکہ تمہاری نیند بھاگ جائے دیکھو تو سہی اتنا ٹھنڈا پانی ہے کہ اس کے بعد نیند کیا....."

"ضرورت نہیں ہے۔ میں ٹھیک ہوں۔"

"نہیں بالکل نہیں مان سکتا جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو۔" میں نے پانی کا برتن اس کے ہاتھ سے لیا اور جلدی سے اسے چھوڑ دیا پانی زمین پر گر پڑا تھا اتنا ٹھنڈا پانی تھا کہ اگر اس سے منہ ہاتھ دھولیتا تو شاید نمونیہ ہی ہوجاتا۔ میں نے کہا۔

"انچارج صاحب میں بالکل ہوش و حواس کے عالم میں ہوں کہیں بے ہوشی پائیں تو جو سلوک چاہیں کریں۔"

"تجویز آئی ہے۔ ایک ذہن میں اور چاہتا ہوں کہ اس پر بلا بے چوں وچرا عمل کیا جائے کیونکہ انچارج میں ہوں۔"

"آپ بالکل انچارج ہیں مگر تجویز کیا ہے؟"

"ان دونوں کو اغوا کرلیا جائے۔"

"کک کسے؟"

"ثانیہ اور صفوان کو۔"

"پھر؟"

"اغوا کرکے ہم انہیں چنار پور لئے چلتے ہیں۔ چنار پور میں ان کے لئے کسی قیام کا بندوبست کیا جائے گا اور اس کے بعد ہم اپنے طور پر رانا اختیار خلجی سے مذاکرات کریں

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

گے۔ وہ خط تو تمہیں یاد ہے۔ اس خط کی رو سے سلمٰی خلجی نے یہ کہہ دیا ہے کہ ہمیں ختم کردیا جائے اگر یہ محسوس کیا جائے کہ ہم حقیقت تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے ہیں جب سلمٰی خلجی کو ہم یہ حقیقت بتائیں گے کہ صورت حال کیا ہے تو بہرحال اسے بھی ہماری مدد کرنا ہوگی ویسے ایک نام اور یاد آتا ہے جس نے چنار پور میں ہمارا استقبال کیا تھا اور وہ کسی ہوٹل کا نمائندہ تھا۔ آدمی ڈیسنٹ تھا اور یہ بھی کہا تھا اس نے کہ اگر ہمیں اس کی کسی بھی مدد کی ضرورت ہو میرا مطلب ہے کہ ان دونوں کو اغوا کرنے کے بعد اس کے پاس رکھا جاسکتا ہے۔ پھر ہم اس خط کے ذریعے سلمٰی خلجی کو بتائیں گے کہ ہم نے کیا کیا' کیا ہے اور یہ خط اگر رانا اختیار خلجی کے پاس پہنچا دیا جائے تو سلمٰی خلجی کی کیا کیفیت ہوگی۔ مطلب یہ کہ ایک ایسا گھپلے والا کھیل شروع کردیں گے جس سے سب مصیبت میں پھنس جائیں اور رانا اختیار خلجی کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ صفوان اور ثانیہ کی قربت کو قبول کرلے سمجھ رہے ہونا میری بات۔" میں خاموشی سے اس کی تجویز سنتا رہا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"لیکن بلی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے گا؟"

"تمہارا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں کو اغوا کون کرے گا۔"

"ہاں۔"

"ہاں' سوفیصدی ہم' پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ ان لوگوں کے مشاغل کیا کیا ہیں؟ اس کے بعد ہم بقیہ کارروائی کریں گے۔" میں چند لمحے سوچتا رہا اور پھر وہی احساس میرے دل میں جاگا' بات کسی حد تک بننے کے قابل ہے اور ہوسکتا ہے کہ کوئی اچھا ہی نتیجہ برآمد ہوجائے۔ چنانچہ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد میں نے بھی دل میں فیصلہ کیا کہ زندگی میں جب یہ ایڈونچر لکھ ہی دیا گیا ہے تو پھر اس سے گریز بے معنی ہے۔ وہ کرنا پڑے گا جو ان حالات میں ضروری ہے۔ اس کے بعد جب میں اس بات پر متفق ہوگیا تو میں نے حسن فیروز کو ان کے معمولات کے بارے میں بتایا اور یہ بھی بتایا کہ آئندہ کے لئے کہہ دیا گیا ہے کہ اگر رحمان شاہ وہاں نہ آیا تو مجھے اس سلسلے میں مخصوص کردیا گیا ہے اور میں ہی آیا کروں گا۔"

"لے پھر کیا رہ گیا پیارے بھائی اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تقدیر ہمارا ساتھ دے رہی ہے اور وہ سب کچھ ہوگیا جو کچھ چاہتے ہیں یعنی ہوگیا۔"

"لیکن رافیہ کا کیا ہوگا؟"

"کون رافیہ؟" حسن فیروز نے حیران لہجے میں پوچھا اور میں ہنسنے لگا۔

"ہوں' تم نے میری ساری رات برباد کردی۔"

"دو بج رہے ہیں بلکہ ڈھائی بج رہے ہیں کم از کم اس دوران تو تم سو لئے ہوگے۔"

"ہاں سو لیا تھا۔"

"مگر میں نہیں سویا تھا اور یہ سوچتا رہا تھا کہ کیا کرنا چاہئے۔"

"تو پھر یہ آخری فیصلہ ہے تمہارا؟"

"آخری کے بعد کیا چیز ہوتی ہے؟" حسن فیروز نے سوال کیا۔

"کچھ نہیں۔"

"تو سمجھ لو میرا یہ فیصلہ کچھ نہیں کے بعد شروع ہوتا ہے اس سے اس کے ٹھوس ہونے کا اندازہ لگا لو۔" حسن فیروز بولا اور میں ہنسنے لگا بہرحال اب جو بات آخری طور پر طے پاگئی تھی اب اس کے بارے میں سوچنا تھا۔ دوسرے دن حسن فیروز معمول کے مطابق مصروف رہا۔ میں چونکہ اب رحمان شاہ کے خاص آدمیوں مین شامل ہوچکا تھا اس لئے میرے سپرد اور کوئی ذمے داری کی نہیں جاتی تھی بس رحمان شاہ نے مجھے آرام سے رہنے کے لئے ہدایت جاری کردی تھی اور اپنے کاموں کے سلسلے میں مدد دینے کی ہدایت دوسروں کو بھی جاری کردی تھیں یہاں پر فدا خان ایک ایسا آدمی تھا جس سے میری گہری دوستی ہوگئی تھی باقی ملازموں سے کوئی خاص یاد اللہ نہیں ہوئی تھی' کوٹھی میں میرا کوئی کام نہیں تھا البتہ حسن بڑی کامیاب کے ساتھ رافیہ کو بے وقوف بنا رہا تھا ویسے رافیہ کے بارے میں میرا تجربہ یہ کہتا تھا کہ نہایت چالاک عورت ہے اور حسن نے اگر اس عورت کو شیشے میں اتار لیا ہے تو کمال کی بات ہے لیکن بہرحال ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ ہم اپنے منصوبے کے بارے میں بھی سوچ رہے تھے جس کی کامیابی اب ایک طرح سے ہماری زندگی کا واحد مقصد رہ گئی تھی اور خاصا غور کرنے کے بعد آخر کار میں ایک نتیجے پر پہنچ ہی گیا تھا۔ اب مجھے یہ انتظار تھا کہ رحمان شاہ جو اکثر مختلف کاموں سے کبھی کبھی نکل جایا کرتا تھا کسی کام سے نکلے تو ہم اپنے کام کا آغاز کریں اور تیسرے دن تقدیر نے اس بات کا موقع دیا۔ میں نے تمام تیاریاں اپنے طور پر مکمل کرلی تھیں۔ میں اور حسن فیروز کئی بار اس موضوع پر گفتگو کرچکے تھے اور ہمارے درمیان یہ اہم مسئلہ طے پاگیا تھا کہ مستقبل میں ہمیں اس سلسلے میں کیا کرنا ہے۔ بس موقع مل جانا شرط تھا۔ چنانچہ حسن فیروز نے اپنے طور پر اور میں نے اپنے طور پر گھوڑے حاصل کئے اور منصوبے کے مطابق وہاں

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

سے چل پڑے۔ حسن فیروز بہت زیادہ ہمت اور دلیری کے ساتھ اس سلسلے میں کام کرنے پر آمادہ تھا اور میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ واقعی کرنل جہانگیر اگر انصاف سے کام لے کر اپنے اس بیٹے کو بھی ایک پرسکون زندگی عطا کر دیتا تو شاید حسن ایک ذہین' شاندار اور نڈر نوجوان ثابت ہوتا بعض اوقات انسان اپنے طور پر کس طرح شخصیت کو مسخ کر دیتا ہے اس کا احساس حسن سے ملنے کے بعد ہوتا تھا۔ میں اور حسن الگ الگ وہاں سے نکلے تھے اور کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد یکجا ہو گئے تھے۔ مجھے چونکہ رحمان شاہ کے خاص ملازم کی حیثیت سے کچھ مراعات حاصل تھیں اس لئے کسی نے مجھ سے یہ سوال نہیں کیا تھا کہ میں گھوڑے پر کہاں جا رہا ہوں۔ دونوں کام آسان تھے اس طرف منصوبے کے مطابق ہمیں یعنی مجھے خاص طور سے یہ حیثیت حاصل تھی کہ میں جب بھی چاہتا ثانیہ خلجی سے ملاقات کر سکتا تھا اور باقی کام کوئی خاص اہمیت کے حامل نہیں تھے۔ حسن خاموشی سے میرے ساتھ سفر کر رہا تھا اس نے کہا۔

"ہم اپنی زندگی کے ایک مشن کو نہایت کامیابی کے ساتھ سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے لئے کم از کم دعائیں کرتے رہنا بھی ضروری ہے ویسے یار واقعی دو محبت بھرے دلوں کو ملانا بہت بڑی بات ہے۔"

"لیکن ایک محبت بھرا دل بری طرح ٹوٹ رہا ہے۔"

"تمہارا اشارہ رافیہ کی جانب ہو گا۔"

"ظاہر ہے رافیہ نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی تم پر اعتبار کیا ہو گا اور تم سے محبت کی پینگیں بڑھائی ہوں گی۔"

"چیف یہاں ان باتوں کا وقت نہیں ہے۔ ہمیں اپنے مشن کے بارے میں سوچنا چاہئے جو خاصا مشکل ہے اس سلسلے میں تھوڑی سی مارکنگ بھی ضروری ہے جو کرتے رہیں' یعنی کہاں سے کہاں تک کیا کرنا ہے۔"

"ہوں۔ ٹھیک کہتے ہو بہرحال اب یہ بتاؤ کہ یہاں سے اس جگہ کا فاصلہ کتنا ہے جہاں ہمیں جانا ہے۔"

"بہت زیادہ فاصلہ نہیں ہے لیکن تھوڑے فاصلے پر ایک آبشار نظر آئے گا جو خوبصورت جگہ ہے وہاں رک کر ہم اس سلسلے میں آخری گفتگو کریں گے۔"

"گڈ اچھا منصوبہ ہے۔" حسن فیروز نے کہا۔

ہم نے سفر جاری رکھا آخر کار ہم اس آبشار کے پاس پہنچ گئے یہاں پہنچ کر ہم

گھوڑوں سے اتر گئے تھے۔ میں نے حسن فیروز کو اس بستی کے بارے میں پوری تفصیل بتائی تھی۔

"ہوں تمہارا مسئلہ تو یہ ہے کہ رحمان شاہ نے ان دونوں سے تمہارا تعارف کرا دیا ہے۔"

"ہاں۔"

"میرے ذہن میں ایک الجھن ہے۔"

"کیا؟"

"ویسے تو یہ مشکل نہیں تھا کہ ہم دونوں کو اغوا کر کے یہاں سے لے جاتے لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ انہیں لے جانے کا ذریعہ کیا ہو سکتا ہے۔"

"انچارج صاحب یہ تو آپ ہی بتا سکتے ہیں۔" میں نے حسن کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا سمجھتے ہو مجھے؟" وہ غصیلے لہجے میں بولا۔

"انچارج۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"اور خود کو؟" حسن فیروز اسی انداز میں بولا۔

"اسسٹنٹ!"

"تو ڈیئر اسسٹنٹ اس وقت جو کچھ کہہ رہا ہوں اس میں کسی ترمیم کی گنجائش نہیں ہے۔"

"جی سر۔"

"ہم صفوان سے ملیں گے چونکہ رحمان شاہ بذات خود پہلے اس کا تعارف کرا چکا ہے اور یہ کہہ کر آیا ہے کہ اب اس کے پیغامات تمہارے ذریعے آئیں گے۔"

"بالکل۔" میں نے کہا۔

"ہم ایک سیدھا راستہ اختیار کریں گے اور اس کہانی سے فائدہ اٹھائیں گے جو ہمارے علم میں ہے اور ابھی تک کہیں سے اس کی تردید نہیں ہوئی ہے۔"

"وہ سیدھا راستہ کیا ہو گا سر۔" میں نے سوال کیا۔

"تمہیں رحمان شاہ نے یہاں بھیجا ہے میں اس کا خاص آدمی ہوں چونکہ ہماری معلومات کے تحت رحمان شاہ اور سلمیٰ خلجی کے درمیان رابطہ ہے اس لئے ہم مسز خلجی کا پیغام ان دونوں کو دیں گے۔"

"سلمیٰ خلجی کا پیغام؟"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"ہاں وہ یہ کہ وہ زندگی کے آخری سانس لے رہی ہے اور اپنی بیٹی سے ملنا چاہتی ہے۔ ہم اسے ساتھ لے کر جائیں گے راضی خوشی سے۔"

"مگر کس طرح؟"

"اسے مجھ پر چھوڑ دو۔"

"بات خطرناک بھی ہو سکتی ہے۔"

"ہمارا کوئی کیا بگاڑے گا۔" حسن فیروز نے کہا۔

"لیکن حسن فیروز فرض کرو ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو بھی گئے تو کیا وہ دونوں خطرے میں نہیں پڑ جائیں گے۔"

"مجھے اس کا پورا احساس ہے اور یہاں میں پوری سنجیدگی سے یہ بات کہہ رہا ہوں کہ لکیر کے فقیر بننے کی کوشش نہ کرو کچھ فیصلے اپنے بھی ہوتے ہیں۔"

"مثلاً؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ تمہارے صفوان صاحب ایک شریف نیک فطرت انسان ہیں اور قطعی اس قابل ہے کہ اسے اس کا حق ملنا چاہئے۔ ہم ایک کوشش کریں گے کہ خود رانا اختیار خلجی ان کی یہ حیثیت قبول کرلیں اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو پھر تم جانتے ہو کہ میری پھوکڑی میں کھوڑا ہے۔"

"بات سنجیدہ ہو جائے گی۔"

"تمہارا ضمیر کیا کہتا ہے؟"

"بات صرف ضمیر کی نہیں ہے۔" میں نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"دوسری صورت بھی تمہارے حق میں ہے تمہاری ڈیوٹی یہی ہے نا کہ ان دونوں کو رانا کے حوالے کر دو یا کم از کم ثانیہ کو تو واپس لے ہی چلو۔

"یار حسن تم کہنا کیا چاہتے ہو۔"

"تم انہیں رحمان شاہ کا حوالہ دو گے اور بتاؤ گے کہ سلمٰی خلجی کسی حادثے کا شکار ہو گئی ہے اور اپنی بیٹی اور داماد سے فوری ملنا چاہتی ہے چنانچہ انہیں ہمارے ساتھ چنار پور چلنا ہے۔"

"مگر چنار پور بس۔"

"نہیں انور حسین کا گھر ہماری پناہ گاہ ہو گا چلو!" حسن فیروز پھر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ تو گویا یہ اس کا آخری فیصلہ تھا چنانچہ مجھے بھی گھوڑے پر سوار ہونا پڑا اور ہم بستی

کی طرف چل پڑے۔

حالانکہ میرے دل میں ابھی تک بہت سے وسوسے سر ابھار رہے تھے۔ اب کیا کہا جاسکتا ہے صفوان ہمارے فریب میں آئے یا نہ آئے یا پھر اگر منصوبے کے مطابق ہم صفوان اور ثانیہ کو چنار پور لے جائیں اور وہاں صورت حال بہتر نہ رہے تو ثانیہ کے بارے میں تو خیر اتنی تشویش نہیں تھی لیکن جیسا کہ رافیہ نے واقعات سنائے تھے اور ان واقعات سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ رانا اختیار خلجی کی انا پر چوٹ لگی ہے اور رانا اختیار خلجی کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ صفوان کے خاندان نے اس کے ساتھ یہ سب کچھ کیا ہے یا اس میں کسی نہ کسی شکل میں رحمان شاہ کا بھی ہاتھ ہے تو ایک لمبی جنگ چھڑ جائے گی۔ خیر' یہ جنگ ظاہر ہے میرے اپنے خاندان میں تو نہیں چھڑ رہی تھی لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ دادا جان وہ میرے اس عمل کو پسند کریں یا نہ کریں اور مجھ سے یہ سوال کریں کہ میں نے حسن فیروز کی باتوں میں آکر یہ احمقانہ قدم کیوں اٹھایا تھا تو اس شکل میں میرے لئے مشکل لمحات پیدا ہو سکتے تھے حالانکہ دوسری صورت میں ایک تصور یہ بھی ذہن میں آتا تھا کہ ممکن ہے ثانیہ خلجی کی بازیابی کے بعد رانا اختیار خلجی کا نظریہ بھی بدل جائے لیکن اب یہ صرف سوچنے کی باتیں تھیں۔ ہم اس منصوبے کو ساتھ لے کر چل پڑے تھے جس کے تحت ہم نے یہ قدم اٹھانا تھا۔ اب بعد میں اس کے نتائج جو بھی برآمد ہوں گے دیکھا جائے گا' راستے میں حسن فیروز نے مجھ سے کہا۔

"اسسٹنٹ!"

"چیف۔" میں نے مستعدی سے کہا۔

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"کوئی خاص بات نہیں چیف۔"

"اسسٹنٹ جھوٹ کیوں بول رہے ہو' اتنی دیر تک خاموشی اختیار کئے جانے کا مطلب یہی ہے کہ اختیار خلجی کے بارے میں سوچ رہے ہو اور اپنے اندر بے اختیاری محسوس کر رہے ہو۔"

"ظاہر ہے اس وقت یہی نظریہ سامنے ہے۔"

"آہ' کاش تمہاری پھوکڑی میں بھی کھوڑا ہوتا۔"

"تو اس سے کیا فرق پڑتا؟"

"یہ کیفیت بہت سی باتوں سے بے نیاز کر دیتی ہے۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"مثلاً؟"

"مثلاً یہ کہ پہلے کرو پھر سوچو' جب ہم نے فیصلہ کرلیا ہے کہ کچھ کرنا ہے تو اب صرف کرنے ہی کے بارے میں سوچو اور جو کچھ کرنا ہے اسے کامیاب بنانے کے بارے میں کام کرتے رہو' زور کس پر ہوا کرنے پر' ویسے گھوڑے کی پشت پر بھی زور دیئے رکھو میں محسوس کر رہا ہوں کہ تمہارا گھوڑا بار بار ٹھوکر کھا رہا ہے۔"

"چیف میں گھوڑے کی دم پر بیٹھ کر بھی سفر کرسکتا ہوں۔"

"کرکے دکھاؤ' میں تمہیں انعام دوں گا۔" حسن فیروز بولا اور میں ہنسنے لگا' حسن فیروز خاموش ہوگیا تھا کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔

"دیکھو جہاں تک صورت حال کا علم ہوچکا ہے اور جو کچھ ہمارے سامنے آیا ہے میں سمجھتا ہوں یہی فیصلہ سب سے مناسب ہے۔ جو ہم نے کیا ہے اور اس میں کوئی ترمیم یوں سمجھ لو معاملات کو الجھانے کا باعث بنے گی' کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا اس سے ہمیں' پورے اعتماد سے تمہیں یہ بات کہہ رہا ہوں۔"

"نہیں مجھے اس سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ واقعی کوئی اختلاف نہیں ہے بس یہ خیال ہے کہ ہم دھوکا دے کر ان دونوں کو لے جارہے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ صفوان کی زندگی کو کوئی خطرہ درپیش ہوجائے۔"

"محبت کے بارے میں میری بہت زیادہ معلومات تو نہیں ہیں لیکن اتنا میں جانتا ہوں کہ ثانیہ خلجی جو کچھ ٹھکرا کر صفوان کے ساتھ یہاں ان پہاڑوں میں آباد ہوگئی ہے صفوان کے ساتھ ساتھ خود بھی جان دے دے گی اور صفوان کو نقصان نہیں پہنچنے دے گی۔"

"یہ بات تم کیسے کہہ سکتے ہو چیف۔"

"یار شادی نہیں کی لیکن باراتیں تو دیکھی ہیں۔ کیسا محاورہ ہے؟"

"محاورے کی حد تک تو اچھا ہے باراتیں دیکھنے سے کیا حاصل ہوتا ہے۔"

"دل کو سکون ہوتا ہے کہ دیکھو ایک گدھا اور پھنسا۔" حسن فیروز نے کہا اور میں بے اختیار ہنس پڑا' پھر اس کے بعد ہم لوگ بہت دیر تک باتیں کرتے رہے تھے۔ میں نے اپنے خدشات کا اظہار حسن فیروز سے کردیا تھا اور حسن فیروز بھی نہ جانے کیوں سنجیدہ ہوگیا تھا' پھر اس نے کہا۔

"دیکھو یہ کیا ہے؟" میں نے گھوڑے کو سنبھال کر اس کی طرف دیکھا وہ اپنے ہاتھ کا ایک پنجہ سیدھا کئے ہوئے تھا اس نے اسی کی جانب اشارہ کیا تھا میں نے اس سے کہا۔

"ہاتھ ہے۔"

"اور ہاتھ میں کیا ہے؟"

"فی الحال تو خالی نظر آرہا ہے۔"

"اسسٹنٹ میرا ہاتھ تمہاری کھوپڑی کی طرح خالی نظر آرہا ہے نا۔"

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تمہاری کھوپڑی میں بھیجہ ہے۔"

"میرا خیال ہے ہونا تو چاہئے۔"

"نہیں ہے۔"

"چیف کہہ رہا ہے تو مان لیتا ہوں۔"

"پیارے بھائی یہ ہاتھ ہے اور ہاتھ میں انگلیاں ہیں۔"

"کمال ہے اگر انگلیاں نہ ہوتیں تو ہاتھ کیسے ہوتا۔"

"بالکل' بالکل یہی میرے کہنے کا مطلب ہے۔ تمہیں یہ انگلیاں سیدھی نظر آرہی ہیں نا۔"

"بالکل سیدھی ہیں۔"

"اور اب۔" حسن فیروز نے ساری انگلیاں ٹیڑھی کرلیں۔

"ٹیڑھی ہوگئیں۔"

"گڈ' ویری گڈ' یہی میں تمہاری زبان سے سننا چاہتا تھا' اس کا مطلب ہے کہ تمہاری نگاہ کمزور نہیں ہے' میرا مطلب ہے کہ ہم صفوان اور ثانیہ کو چنار پور تک لے جانے میں اگر کامیاب ہوتے ہیں اور اگر رانا اختیار خلجی ان کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کرتا ہے اور قبول کرلیتا ہے تو ہمارا کام ختم ہوگیا اور اگر رانا اختیار خلجی ان لوگوں کے ساتھ کوئی سختی کرتا ہے تو ہم اسے سمجھانے کی کوشش کریں گے اور اگر وہ نہ سمجھا تو اس کے بعد انگلیاں ٹیڑھی کرلیں گے' کیا سمجھے۔"

"انگلیاں ٹیڑھی کرنے سے کیا ہوگا؟"

"ابھی نہ معلوم کرو تو بہتر ہے ورنہ کیا فائدہ ہم اس بستی تک نہیں پہنچ پائیں گے۔" حسن فیروز نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اس بستی تک تو ہم پہنچ گئے وہ دیکھو' گہرائیوں میں دھواں اٹھتا نظر آرہا ہے۔" میں نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور حسن فیروز اس جانب دیکھنے لگا' پھر مسکراتا

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

ہوا بولا۔

"واہ کیا خوبصورت نام ہے کسی کہانی کا عنوان رکھا جاسکتا ہے' گہرائیوں میں دھواں' بستی بہت خوبصورت لگ رہی ہے' آؤ' ذرا گھوڑوں کی رفتار تیز کریں۔"

"ہمیں اسی دھوئیں کی جانب سفر کرنا ہے۔"

"دھوئیں کی سمت سفر' دوسرا اچھا نام۔" حسن فیروز نے کہا اور پھر چونک کر بولا۔

"مطلب میں سمجھا نہیں۔"

"عورتوں کی نسبت مرد زیادہ قابل اعتبار ہوتے ہیں اور فیصلے کرنے کا حق مردوں کو ہی پہنچتا ہے جبکہ اگر ہم ثانیہ خلجی کے پاس پہنچے اور ہم نے اسے اپنے منصوبے کے مطابق صورت حال بتائی اور وہ بدحواس ہوگئی تو کیا ہوگا۔ بہتر تو یہ ہے کہ ہم صفوان سے ہی چل کر بات کریں۔" فاصلہ مختصر ہوا اور آخر کار ہم اس وسیع و عریض کارخانے تک پہنچ گئے جہاں صفوان سول انجینئر کی حیثیت سے کام کرتا تھا پھر صفوان کو تلاش کرنے میں کچھ وقت لگا تھا' حسن فیروز کو تو خیر صفوان کیا ہی پہچانتا لیکن اس نے مجھے پہچان لیا تھا۔

"اخاہ' خوست خان' خیریت سے تو ہو' کب آئے؟ یہ کون ہے تمہارے ساتھ۔" اس نے پہاڑی زبان میں مجھ سے سوال کیا اور حسن فیروز سر کھجانے لگا' میں نے ایک مخصوص اردو میں اس سے کہا۔

"صفوان خاناں مجھے رحمان شاہ صاحب نے ادھر بھیجا اب یہ مہمان چنار پور سے آیا ہے اور رحمان شاہ صاحب نے بولا ہے کہ اس سے بات کرو اور آپ پہلے اس سے بات کرو پھر مجھ سے پوچھو۔"

"تم ادھر ہی آرہے ہو سیدھے؟"

"ہاں' ہمارا مالک ہم سے یہی بولا۔"

"اچھا ادھر آؤ' آؤ اور ادھر بیٹھو اور مجھے بتاؤ کہ کیا بات ہے۔"

"بیٹھنے کا موقع نہیں ہے جناب ویسے ہی مجھے یہاں تک آتے ہوئے دیر ہوگئی ہے جبکہ رحمان شاہ نے کہا ہے کہ میں آپ کو فوراً تمام صورت حال سے آگاہ کروں اور رحمان شاہ صاحب کی خواہش کے مطابق آپ کو ساتھ لے جانے کی کوشش کروں۔" حسن فیروز نے اپنی فطرت کے خلاف اس قدر صاف ستھرے اور شستہ لہجے میں یہ بات کی کہ اندر ہی اندر میں بھی حیران ہو کر رہ گیا' صفوان کے چہرے پر حیرت کے آثار پھیل گئے پھر اس نے کہا۔

"کیا بات ہوئی ہے؟"

"ہوا یہ ہے جناب کہ مجھے چنار پور سے خاتون سلمیٰ خلجی نے بھیجا ہے۔"

"کیا ہوا رانی ماں کو' خیریت تو ہے' کوئی پیغام بھیجا ہے انہوں نے؟"

"ہاں' انہیں دل کا دورہ پڑا ہے ڈاکٹروں نے ابتدائی کیفیت پر قابو تو پالیا ہے لیکن صورت حال کافی خراب ہے۔ میں ان کا ملازم خاص ہوں حالانکہ مجھے ان کے ساتھ کام کرتے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا ہے لیکن خاتون مجھ پر بہت زیادہ اعتماد کرنے لگی ہیں اور انہوں نے مجھ پر بہت احسانات بھی کئے ہیں جیسے ہی ان کی حالت بہتر ہوئی انہوں نے مجھے طلب کرکے کہا حسن فیروز میرا ایک پیغام لے کر رحمان شاہ کے پاس چلے جاؤ اور اس سے مشورہ کرنے کے بعد تم سے براہ راست رابطہ قائم کروں تو جناب عالی خاتون سلمیٰ خلجی کا پیغام یہ ہے کہ آپ اور ثانیہ خلجی میرے ساتھ چنار پور چلیں' ہم کسی خفیہ رہائش گاہ کا بندوبست کرلیں گے۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہوگا اور پھر خاتون سلمیٰ خلجی سے وہیں چنار پور میں ملاقات کریں۔" صفوان کا چہرہ پھیکا پڑ گیا تھا اس نے میری جانب دیکھا اور پھر بولا۔

"تمہیں معلوم ہے کیا نام بتایا تم نے اپنا۔" وہ حسن فیروز سے مخاطب ہو کر بولا تھا۔

"حسن فیروز۔"

"تمہیں معلوم ہے حسن فیروز کہ ڈاکٹران کی حالت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟"

"ابھی کچھ نہیں کہتے' بہتر گھنٹے آبزرویشن میں رکھا گیا ہے انہیں اس کے بعد حالت کچھ بہتر قرار دے دی گئی ہے لیکن خاتون سلمیٰ کا کہنا ہے کہ وہ اپنی بیٹی سے ملنا چاہتی ہے اور صفوان سے بھی' اگر آپ اس سلسلے میں کوئی خاص پیغام دینا چاہتے ہیں تو براہ کرم جلدی مجھے دے دیجئے تاکہ میں واپس جاکر انہیں آپ کا پیغام دے دوں۔"

"نہیں نہیں میں' میں اچھا' تم دونوں یہاں کچھ وقت آرام کرو' میں ابھی اپنے افسران بالا سے اجازت لے کر تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔" اور پھر صفوان ہمیں بٹھا کر وہاں سے چلا گیا حسن فیروز نے مجھ سے کہا۔ "بندہ واقعی خوبصورت ہے یار اور بہت شریف معلوم ہوتا ہے خیر' اسے نقصان تو ہم کسی قیمت پر نہیں پہنچنے دیں گے چاہے اس کے لئے ہمیں اپنی جان کی بازی کیوں نہ لگا دینی پڑے لیکن بہرحال اب جو فیصلہ کیا ہے اس پر قائم تو رہنا ہوگا ورنہ سارے کا سارا کھیل بگڑ جائے گا۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ صفوان اصل میں میری وجہ سے اور زیادہ مطمئن ہوگیا تھا تھوڑی دیر کے بعد وہ باہر آیا اور بولا۔

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"میں گاڑی لے جارہا ہوں تم لوگ میرے ساتھ ساتھ ہی گھر چلے آؤ۔"

"ایک سوال اور بتایئے جناب۔" حسن فیروز نے کہا۔

"ہاں پوچھو۔"

"محترمہ ثانیہ خلجی سے کیا اس صورت حال کے بارے میں بتانا مناسب ہوگا' میرا مطلب ہے وہ اسے برداشت کرلیں گی۔"

"اس سلسلے میں' میں ان سے بات کرلوں گا' تم مطمئن رہو۔ اصل میں ہم دونوں کے درمیان آج تک کوئی بات چھپی نہیں رہی ہے۔ ثانیہ بہت ذہین اور سمجھدار ہے وہ کسی حماقت کا مظاہرہ نہیں کرے گی میں جانتا ہوں چنانچہ میں اس سے کچھ چھپاؤں گا نہیں' تم بھی تمام تر صورت حال بیان کردینا لیکن اس وقت جب میں تم سے کہوں' ہم دونوں خاموش ہوگئے' پھر ایک شاندار لینڈ روور جسے میں تو پہلے بھی دیکھ چکا تھا لے کر صفوان چل پڑا' رفتار تیز نہیں رکھی تھی اس نے ویسے بھی میں اس کا گھر جانتا تھا لیکن ہم لوگ ساتھ ساتھ ہی پہنچے تھے' بیرونی احاطے میں ہم لوگوں کے بیٹھنے کا بندوبست کیا گیا اور صفوان تیزی سے اندر چلا گیا حسن فیروز نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ایک بار تمہاری بستی دو آبہ دیکھی تھی اور دیکھنے کے بعد دل میں سوچا تھا کہ کیا ہی حسین علاقہ ہے اور وہاں رہ کر زندگی کتنی پرسکون ہوسکتی ہے لیکن اب اس بستی کو دیکھ کر بھی یہی خیال دل میں آیا ہے کیا حسین علاقہ ہے واقعی ہی اور یہاں کی زندگی بڑی آئیڈیل ہے۔" ہم لوگ یہی گفتگو کرتے رہے' صفوان اندر چلا گیا تھا' پھر کچھ لمحوں کے بعد وہ برآمدے میں نظر آیا اور اس نے ہمیں ہاتھ سے اندر آنے کا اشارہ کیا ہم اس کے پاس پہنچے وہ ہمیں لئے ہوئے ایک بڑے سے خوبصورت ڈرائنگ روم میں داخل ہوگیا جو ضرورتوں کے مطابق بنایا گیا تھا۔ ثانیہ خلجی وہاں بیٹھی رو رہی تھی اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں' اس نے گردن اٹھا کر ہم دونوں کو دیکھا اور پھر میری طرف رخ کرکے بولی۔

"مسٹر فیروز آپ نے آتے وقت میری والدہ سے ملاقات کی تھی؟"

"جی ہاں' بس یوں سمجھ لیجئے کہ میں ان کا پیغام لے کر سیدھا رحمان شاہ کی طرف چل پڑا تھا۔ رحمان شاہ نے بھی زیادہ وقت صرف نہیں کیا اور فوراً خوست خان کو میرے حوالے کرکے اس سے کہا کہ میں اس کے ذریعے آپ سے متعارف ہوجاؤں اور آپ کو محترمہ سلمیٰ خلجی کا پیغام پہنچادوں۔"

"بہت زیادہ خراب حالت تو نہیں ہے میری ماں کی۔"

"اگر آپ مناسب سمجھیں اور آپ لوگوں نے اگر فیصلہ کرلیا ہو تو براہ کرم چلنے میں دیر نہ لگایئے اور باقی سارے معاملات خدا پر چھوڑ دیجئے۔"

"ہم لوگ اس وقت تمہاری خاطر مدارت نہیں کریں گے میں کچھ وقت کے لئے اجازت لوں گا اور ثانیہ تم اس دوران کچھ کپڑے جوڑے اور ضرورت کی کچھ ایسی اشیاء رکھ لو ہم لینڈ روور کے ذریعے ہی سفر کریں گے میں انتظامات کرکے آتا ہوں حسن فیروز تم لوگوں کو گھوڑے یہیں چھوڑنے پڑیں گے' میرے ساتھ لینڈ روور میں چلو گے۔"

"ٹھیک ہے جناب۔" حسن فیروز نے جواب دیا اور اس کے بعد صفوان لینڈ روور لے کر وہاں سے چلا گیا۔ ثانیہ بدستور روتی رہی تھی اور حسن فیروز کھوپڑی کھجاتا رہا تھا پھر اس نے میرے کان میں کہا۔

"یار کسی لڑکی کو روتے دیکھ کر یہ کھوڑے میں کھجلی کیوں ہوتی رہتی ہے؟" اس کھوڑے کی کھجلی پر مجھے بے اختیار ہنسی آئی تھی مگر اس وقت ہنسنا کسی طور مناسب نہیں تھا۔ وہ بدبخت تو کسی بھی لمحے اپنی بدمعاشیوں سے نہیں چوکتا تھا' میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ثانیہ خلجی بھی دیر تک کچھ نہ بولی' رہ رہ کر اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگتے تھے۔ صفوان نے واپسی پر واقعی دیر نہیں لگائی اور پھر بولا۔

"ثانیہ تم نے انتظام کرلیا۔"

"نہیں بس ابھی ایک منٹ میں۔"

"آؤ میں تمہارا ساتھ دوں اور تم لوگ باہر چلو' کھانے پینے کی بہت سی اشیا میں لے آیا ہوں اگر تم ضرورت محسوس کر رہے ہو تو براہ کرم تکلف نہ کرنا' ہم لوگوں کو ایک مشکل کا شکار انسان سمجھنا' تکلف نہ کرکے تم ہم لوگوں پر مہربانی کروگے۔" ہم دونوں باہر آگئے' لینڈ روور میں کافی سامان رکھا ہوا تھا' حسن فیروز نے مجھ سے کہا۔

"ابھی تک تو تمہارے چیف کی تمام کارروائی اطمینان بخش ہے' تم اطمینان محسوس کر رہے ہو۔"

"کیوں نہیں چیف' ظاہر ہے آپ کا منصوبہ غلط تو نہیں ہوسکتا' بس چنار پور پہنچ کر ہمیں ان لوگوں کی حفاظت کرنا ہے اور اسی میں ہماری تمام تر صلاحیتیں صرف ہونی چاہئے اگر ان لوگوں کو کوئی نقصان پہنچ گیا تو اچھا نہ ہوگا۔"

"اگر رانا اختیار خلجی نے انہیں کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو خلجیوں کی تاریخ بدل کر رکھ دوں گا۔" حسن فیروز نے کہا اور میں ہنسنے لگا' تھوڑی دیر کے بعد وہ دونوں بھی

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

باہر آگئے۔ صفوان نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا اور ثانیہ خلجی اس کے برابر بیٹھ گئی۔ ہم دونوں لینڈ روور کے پچھلے حصے میں بیٹھ گئے۔ لینڈروور کا ہڈ اتار دیا گیا تھا کیونکہ موسم بے حد خوشگوار تھا۔ پھر لینڈروور وہاں سے چل پڑی سب خاموش تھے کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد صفوان نے کہا۔

"تم نے کچھ کھانے پینے کی چیزیں نہیں لیں۔"

"ابھی اس کی ضرورت محسوس نہیں ہو رہی جناب۔"

"کیا ہمیں رحمان شاہ کے پاس چلنا ہے۔"

"شاہ صاحب نے کہا تھا کہ آپ دونوں فوراً چنار پور پہنچ جائیں۔ شاہ صاحب تو شاید چنار پور کے لئے چل بھی پڑے ہوں۔"

"کیا چنار پور میں تم لوگوں نے ہمارے قیام کے لئے کوئی جگہ منتخب کرلی ہے؟"

"نہیں جناب' ابھی تک کوئی جگہ منتخب نہیں کی لیکن یہ کام اتنا مشکل نہیں ہوگا۔"

"میرے پاس ایک جگہ موجود ہے وہاں بھی اور مجھے یقین ہے کہ وہ آج بھی محفوظ ہوگی۔"

"کون سی جگہ ہے' کیا آپ بتانا پسند کریں گے؟" حسن فیروز نے سوال کیا۔

"میرا ایک دوست جو یورپ چلا گیا ہے اپنا گھر میرے حوالے کرکے چلا گیا تھا گو اس مکان کی چابی میرے پاس نہیں ہے لیکن میں نے اس گھر میں تالا لگا دیا تھا' چابی میرے پاس سے گم ہوگئی ہے مجھے اس دوست کے بارے میں اس کے بعد سے کچھ معلوم نہیں ہوسکا اگر وہ واپس بھی آگیا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے کم از کم وہ ہمیں پناہ دے دے گا اور اگر واپس نہیں آیا تو وہ گھر ہمارے قیام کے لئے محفوظ ترین ہے لیکن عارضی قیام کے لئے کیونکہ کسی بھی جگہ زیادہ وقت نہیں گزارا جاسکتا۔" یہ ایک بہت بڑا مسئلہ حل ہوگیا تھا حالانکہ ہم نے سوچا تھا کہ انور حسین سے اس بارے میں مدد لیں گے کیونکہ انور حسین ایک معقول آدمی معلوم ہوا تھا لیکن اس راز میں جتنے کم لوگوں کو شریک کیا جائے زیادہ بہتر تھا۔ ایک بار پھر خاموشی چھا گئی تھی۔ ہم جانتے تھے کہ سفر کافی طویل ہے لیکن صفوان جو بندوبست کرکے آیا تھا وہ بھی کافی مناسب تھا اور پیٹرول کے ڈرم بھی موجود تھے اور کھانے پینے کی تمام اشیاء بھی' جن کی ضرورت چند گھنٹوں کے بعد پیش آئی۔ لینڈ روور ایک جگہ روکی گئی ثانیہ اس دوران بڑی سست اور خاموش بیٹھی رہی' وہ بہت دیر تک پریشان رہی پھر اس کے بعد اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا البتہ کھانے پینے کے وقت

اس نے کچھ کھانے سے انکار کردیا تھا اور ہماری طرف رخ کرکے بولی تھی۔

"تم دونوں میں سے کسی کو گاڑی چلانا نہیں آتی۔"

"جس وقت بھی مسٹر صفوان حکم دیں گے گاڑی چلائی جاسکتی ہے۔"

"ان راستوں پر ڈرائیو کرلو گے؟"

"جی ہاں' آپ کی رہنمائی کے ساتھ۔"

"خیر ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اتنا کمزور بھی نہیں ہوں ثانیہ لیکن کمزور پڑجاؤں گا اگر تم نے ہمت سے کام نہیں لیا۔" ثانیہ نے کوئی جواب نہیں دیا اور پھر کھانے پینے سے فراغت حاصل کرلی گئی' تھوڑا بہت ثانیہ نے بھی قبول کرلیا تھا' پھر جب سیدھے راستے والی سڑک آگئی تو حسن فیروز نے ڈرائیونگ سیٹ خود سنبھال لی۔ میں تو ابھی خوست خان ہی بنا ہوا تھا اس لئے میرا ڈرائیونگ کرنا مناسب نہیں تھا لیکن بہرحال ہم ایک کامیاب مہم سے واپس لوٹ رہے تھے بشرطیکہ اس مہم کے دوسرے حصے بھی کامیابی کے ساتھ چلتے رہیں۔ غرض یہ کہ یہ صورت حال جاری رہی اور حسن فیروز عمدگی کے ساتھ ڈرائیونگ کرتا رہا' رحمان شاہ کا مسئلہ ختم ہوگیا تھا اور اب ہم چنار پور کے قریب پہنچتے جارہے تھے' ایک بار پھر ثانیہ اور صفوان آگے آگئے' صفوان نے ڈرائیونگ سنبھال لی تھی ثانیہ نے اپنے چہرے پر چادر اوڑھ لی تھی تاکہ وہ کسی کو نظر نہ آسکے۔ ہم چنار پور کی آبادیوں میں داخل ہوگئے اور سفر کرتے ہوئے آخرکار صفوان ہمیں ایک ایسے مکان میں لے گیا جو ایک اچھے علاقے میں آباد تھا لیکن اس کے دروازے پر ایک موٹا سا تالا پڑا ہوا تھا' اس نے گہری سانس لی اور بولا۔

"اس کا مطلب ہے کہ وہ ابھی تک واپس نہیں آئے اب ہمیں یہ تالا توڑنا پڑے گا۔"

"کوئی مشکل بات نہیں ہے تالا ٹوٹ جائے گا۔" اور واقعی حسن فیروز نے جو عہدہ سنبھالا تھا اس وقت اس کے لئے بھرپور کارروائی کر رہا تھا' کچھ لمحوں کے بعد ہم لوگ اندر داخل ہوگئے۔ مکان خاصا گندا ہو رہا تھا' ظاہر ہے اس کے مکین موجود نہیں تھے۔ چنانچہ صرف ایک کمرا عارضی قیام کے لئے مخصوص کرلیا گیا اور اس کے بعد ثانیہ نے پراسرار لہجے میں کہا۔

"اب بتاؤ ہمیں کیا کرنا ہے؟"

"میری خواہش ہے بلکہ وقت کی ضرورت ہے کہ آپ لوگ یہاں صبر و سکون سے

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

انتظار کریں۔ اور باہر نکلنے کی ذرا برابر بھی کوشش نہ کریں۔ ہم فوری طور پر خاتون کی خیریت لے کر آتے ہیں بلکہ خوست خان فوری طور پر آکر ان کی خیریت کی اطلاع دے گا۔ میں خاتون سے معلومات حاصل کرنے کے بعد آپ لوگوں کی ملاقات کا بندوبست کروں گا۔"

"وہ یہاں کے اسپتال میں ہیں یا گھر پر؟" صفوان نے سوال کیا۔

"اب یہ ذرا معلومات حاصل کرنے کے بعد ہی آپ کو بتاؤں گا۔ آپ لوگ مطمئن رہیں۔ خوست خان آپ کو فوری طور پر آکر اطلاع دے گا کہ خاتون کی کیفیت اب کیسی ہے اور میں خاتون سلمٰی خلجی سے مشورہ کرکے آپ کی ملاقات کا بندوبست کروں گا۔"

"تم چاہو تو گاڑی لے جاسکتے ہو۔"

"نہیں' یہ گاڑی ابھی یہیں رہنے دی جائے لیکن میری ہدایت پر سختی سے عمل کیا جائے یعنی آپ لوگ باہر نکلنے کی کوئی جذباتی کوشش نہ کریں ورنہ سارا کام چوپٹ ہوسکتا ہے صورت حال چاہے کچھ بھی ہو آپ کو احتیاط کرنا ہوگی۔"

"تم مطمئن رہو۔ گاڑی میں کھانے پینے کا کافی سامان رکھ لیا گیا ہے ہم لوگ تم سے تعاون کریں گے لیکن براہ کرم سب سے پہلے ہمیں خاتون کی خیریت کی اطلاع دو وہ کس حال میں ہیں۔ براہ کرم فوراً ہمیں مطلع کیا جائے۔"

"آپ لوگ اطمینان رکھیں اور اس اطمینان کے ساتھ ہم یہاں سے جا رہے ہیں۔" حسن فیروز نے کہا اور باہر نکل کر مجھ سے بولا۔

"اسسٹنٹ!"

"چیف!"

"کیسی رہی؟"

"چیف یہاں تک تو بڑی اچھی رہی' اس سے آگے کیسی رہتی ہے اصل میں یہ دیکھنا ہے۔"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب ہمارا دوسرا قدم کیا ہونا چاہئے۔"

"خیر' دوسرا قدم تو کچھ بھی نہیں ہوسکتا البتہ اور بہت سے قدم اٹھانے کے بعد پہلے مجھے اس حلیے سے نجات پانی ہے اور اس کے بعد کسی عمدہ سے ہوٹل میں بیٹھ کر کھانا کھانا ہے پھر کھانا کھانے کے بعد ہم ذرا مطمئن طریقے سے بندوبست کریں گے۔"

"مگر میرے پاس تو دوسرے کپڑے بھی نہیں ہیں۔" میں نے کہا۔

"خیر' اس حلیے میں بھی تم میرے ملازم معلوم ہوتے ہو مجھے' کیا حرج ہے۔" حسن فیروز نے مجھ سے کہا اور میں اسے گھورنے لگا' پھر میں نے جلدی سے کہا۔

"ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن کسی اچھے سے ہوٹل میں کوئی اپنے ملازم کے ساتھ داخل ہوکر کھانا نہیں کھاتا۔"

"یہی تو ہمارے ملک کی خرابی ہے جبکہ تم عرب ممالک میں جاکر دیکھو کھانے کا وقت ہوا تو محمود ایاز ایک ساتھ کھانے کے لئے بیٹھ گئے' ہم چونکہ احساس برتری کا شکار ہیں جسے مفکر دوسری صورت حال میں احساسِ کمتری کہتے ہیں اس لئے کوئی پرواہ کی بات نہیں۔"

"ٹھیک ہے مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے کہا اور پھر اس کے بعد ہم واقعی ایک عمدہ سے ہوٹل کی جانب چل پڑے۔ حسن فیروز انتہا پسند تھا وہ جو کوئی بھی قدم اٹھا ڈالتا کم تھا۔ بہرحال وہ ہوٹل میں پہنچ کر ایک میز کے گرد بیٹھ گیا اور کھانے کا آرڈر دے دیا گیا۔ میں نے اس دوران گفتگو شروع کرنے کی کوشش کی تو وہ جلدی سے بولا۔

"سب کچھ کھانے کے بعد ہوگا۔ اب تک جو کچھ ہوچکا ہے بس اس سلسلے میں اتنا ہی ضروری ہے۔" کھانے کے دوران مکمل طور پر خاموشی اختیار کئے رکھی گئی تھی اور اس کے میں نے کہا۔

"میرا خیال ہے میرے لئے لباس کا بندوبست کرو۔"

"نہیں' نہیں لباس ہے تمہارے بدن پر اور تم اچھے لگ رہے ہو اس لباس میں' فرق کیا پڑتا ہے ہمیں اختیار خلجی کی حویلی میں ہی داخل ہونا ہے نا کوئی گورنر ہاؤس تو جا نہیں رہے۔" میں نے ٹھنڈی سانس لی اور خاموش ہوگیا۔ بہرحال پھر بھی میں نے اپنے طور پر ہوٹل کے واش روم میں جاکر جو کچھ حلیہ درست ہوسکتا تھا کرلیا تھا اور پھر ہم رانا اختیار خلجی کی حویلی کی جانب چل پڑے' دل دھڑک رہا تھا اپنی مہم سرانجام دے کر واپس آگئے تھے اس مہم میں خیر حسن فیروز کو بھی جو کچھ کرنا پڑا تھا وہ واقعی بڑی اہمیت کا حامل تھا لیکن میں جن واقعات اور حالات سے گزرا تھا وہ بڑے سنسنی خیز تھے اور مجھے ان واقعات اور حالات میں خاصا تجربہ حاصل ہوا تھا۔ وہ سب کچھ میرے ذہن میں محفوظ تھا جو میں نے وہاں دیکھا تھا۔ آخر کار ہم رانا اختیار خلجی کی حویلی تک پہنچ گئے اور حویلی میں پہنچنے کے بعد اندر داخل ہونے میں بھلا کیا دقت پیش آسکتی تھی اتنا تو ہم جانتے تھے کہ محترمہ رافعہ بھی وہاں ہوں گی یعنی رحمان شاہ کے پاس اور سلمٰی خلجی کو کوئی اطلاع نہیں ملی ہوگی لیکن سلمٰی

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

خلجی سے براہِ راست ملاقات کرنے کی بجائے ہمیں رانا اختیار خلجی سے ملاقات کرنا تھی اور یہ جان کر ہمیں خوشی ہوئی کہ رانا صاحب اس وقت حویلی ہی میں موجود تھے۔ اگر کہیں باہر ہوتے تو معاملہ ٹیڑھا ہوسکتا تھا' غرض یہ کہ ہم تھوڑی دیر میں رانا اختیار خلجی کے سامنے پہنچ گئے' جیسے ہی اسے ہماری آمد کا علم ہوا وہ برق رفتاری سے دوڑتا ہوا ہمارے پاس پہنچ گیا تھا۔

"تنہا آئے ہو تم لوگ' میں نے کتنی بار کوشش کی کہ رحمان شاہ سے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں لیکن مصلحت کے تحت خاموش ہوگیا۔ آہ' یہ بتاؤ کہ کچھ کامیابی حاصل کرکے آئے ہو یا نہیں۔"

"ہم مکمل کامیابی حاصل کرکے آئے ہیں۔ رانا صاحب' لیکن اس کے لئے آپ ہمیں کچھ وقت دیں گے۔" غالباً سلمٰی خلجی کو بھی اس کے بارے میں معلومات حاصل ہوگئیں اس کا محکمہ جاسوسی بھی خاصا تیز تھا اور اس محکمہ جاسوسی نے اسے بتا دیا تھا کہ ہم واپس آگئے ہیں چنانچہ چند ہی لمحوں کے اندر اندر سلمٰی خلجی بھی دور سے آتی نظر آئی اور رانا اختیار خلجی نے کہا۔

"سنو جو کچھ بھی صورتِ حال ہے ابھی سلمٰی خلجی کے سامنے کچھ مت بتانا بلکہ یوں کرو کہ اپنے اندر سے مایوسی کا اظہار کرو۔ میں تم سے تلخ الفاظ بھی کہہ دوں تو ان کا برا نہ ماننا یہ وقت کی مجبوری ہے بعد میں مجھ سے ملاقات نہ ہوسکے اور ہمارے درمیان تفصیلی گفتگو نہ ہوسکے تو اپنی قیام گاہ میں قیام کرو' رات کو کسی مناسب وقت میں' میں تم سے ملاقات کروں گا۔"

"آپ مطمئن رہیں۔" میں نے کہا اور اتنی دیر میں سلمٰی خلجی ہمارے درمیان پہنچ گئی اس کی آنکھوں میں عجیب سی وحشت چھائی ہوئی تھی اور نے ہانپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"کیا تم لوگ کوئی خوشخبری لائے ہو؟" پھر اس نے رانا اختیار خلجی کے چہرے کی طرف دیکھا اور میں نے ایک لمحے کے اندر محسوس کرلیا کہ رانا اختیار خلجی کے چہرے پر پائی جانے والی مایوسی نے سلمٰی خلجی کو بہت مطمئن کیا ہے' تاہم وہ پراسرار لہجے میں بولی۔

"تم نے بتایا نہیں' خاموش کیوں کھڑے ہوئے ہو؟"

"میں جانتا تھا کہ یہ کام اس قدر آسان نہیں ہوگا سلمٰی' ہر آنے والا دن ہماری مایوسیوں میں اضافہ بن جاتا ہے آہ' میری بچی نہ جانے کہاں چلی گئی' کم از کم مجھے یہ تو پتا

چل جاتا کہ وہ....."

"اپنی زبان بند رکھو رانا' کیا تم اسے مردہ تصور کرنا چاہتے ہو' جب تک مجھے میری بچی کے بارے میں یہ پتہ نہیں چل جائے گا کہ وہ زندہ ہے یا نہیں' جب تک مجھے اس بات کا یقین نہیں ہوجائے گا میرا دل اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرے گا۔ بہرحال تم لوگوں کو کچھ پتا نہیں چل سکا۔"

"بیگم صاحبہ ہمیں سخت شرمندگی ہے۔ ہم انتہائی کوشش کے باوجود اس بارے میں کچھ پتا نہیں چلا سکے رحمان شاہ صاحب کا بھی یہی کہنا ہے کہ سب کے ساتھ انہیں اغوا کیا گیا تھا لیکن پھر وہ اس طرح گم ہوئیں جیسے زمین و آسمان انہیں نگل گئے ہوں۔ ہمیں اپنی ناکامی پر شرمندگی اور افسوس ہے۔"

"میں تو پہلے ہی کہہ رہی تھی رانا سے کہ اب بے کار وقت ضائع کرنے سے کوئی فائدہ نہیں' میں دعوے سے کہتی ہوں کہ اس نے اپنی مرضی سے اپنی زندگی کے لئے کوئی راستہ منتخب کرلیا ہے۔ اب بلاوجہ اس کے بارے میں مسلسل چھان بین کرکے کیوں اپنی رسوائی کا سامان پیدا کرتے ہو' زندہ ہے تو کسی نہ کسی لمحے ماں باپ کا خیال ضرور آئے گا اسے اور وہ ہم سے آملے گی۔"

"تو کیا اس وقت تم اسے گلے لگا لو گی؟"

"وقت اپنے فیصلے خود کرتا ہے۔ ہم وقت کے کسی فیصلے کے بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں۔"

"ہوں' ٹھیک ہے۔ تم لوگ اگر ابھی یہاں آرام کرنا چاہتے ہو تو آرام کرو اور اگر جانا چاہتے ہو تو چلے جاؤ مگر سنو ابھی بہتر ہے کہ تم کچھ وقت یہاں رکو مجھے تم سے ابھی اور بہت سے کام ہیں۔"

"جی سر۔" میں نے کہا پھر رانا اختیار خلجی' سلمٰی خلجی کے ساتھ چلا گیا تھا' جاتے ہوئے سلمٰی خلجی نے ایک بار گردن گھما کر ہماری طرف دیکھا تھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں کوئی اشارہ بھی کیا تھا' پھر اس کے بعد وہ واپس چلی گئی تھی۔ میں اور حسن فیروز اپنی رہائش گاہ میں آگئے یہاں بھی ہمارے لئے تفریح کے خاصے سامان موجود تھے لیکن حسن فیروز نے مجھ سے کہا۔

"اسسٹنٹ!"

"یس سر!"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"میرا خیال ہے اب تم نکل جاؤ' وہاں جاکر ان لوگوں کو اطلاع دو کہ سلمٰی خلجی کی حالت بہتر ہے اور وہ حویلی واپس پہنچ گئی ہے۔ انہیں بتاؤ کہ سلمٰی خلجی کو ان کی آمد کی اطلاع دے دی گئی ہے اور اس نے کہا ہے کہ میری کیفیت اب بہتر ہے۔ ان دونوں سے کہو کہ پوشیدہ رہ کر وقت کا انتظار کریں جیسے ہی موقعہ ملا میں ان سے ملاقات کروں گی۔ مطمئن کرسکو گے انہیں۔"

"چیف پوری پوری کوشش کروں گا۔"

"پھر جاؤ کوشش کرو۔" حسن فیروز نے کہا اور میں رہائش گاہ سے باہر نکل آیا' پھر تھوڑی دیر کے بعد حویلی سے باہر نکل کر میں اس رہائش گاہ کی جانب چل پڑا تھا جہاں وہ دونوں قیام پذیر تھے۔ صورت حال پر غور کرتا ہوا جب میں وہاں پہنچا تو دونوں بے چینی سے میرے منتظر تھے' اچھا ہی ہوا تھا کہ میں نے لباس یا حلیے میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی تھی ورنہ وقت سے پہلے ان لوگوں پر صورت حال واضح ہوجاتی' مجھے تو ان سے دوبارہ ملنا تھا اس لئے مجھے اپنے اندر کوئی تبدیلی پیدا ہی نہیں کرنی چاہئے تھی۔ بہرحال بعض کام بے اختیاری طور پر بھی ہوجاتے ہیں' دونوں نے بے چینی سے سب سے پہلا سوال مجھ سے سلمٰی خلجی کے بارے میں کیا تو میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"صاحب جی اور بیگم صاحبہ خوست خان کی جانب سے آپ کو مبارکباد' سلمٰی خلجی صاحبہ اب کافی ٹھیک ہے' ڈاکٹر بولا ان کا دل کا حالت بالکل ٹھیک ہے مگر ابھی ان کو آرام کرنے کا ضرورت ہے' ابھی ہم آپ کے آنے کے بارے میں ان کو بولا تو انہوں نے مجھے واپس بھیجتے ہوئے کہا خوست خان میری بیٹی اور داماد سے کہو کہ جہاں موجود ہیں وہاں اپنے آپ کو محفوظ رکھیں اور کوشش کریں کہ کسی پر یہ شبہ ظاہر نہ ہو کہ وہ یہاں موجود ہیں۔ میں بہت جلد ان سے ملاقات کروں گی اور ان کے لئے کوئی مناسب فیصلہ کروں گی۔ صاحب انہوں نے یہ بھی کہا کہ ابھی ایسا زیادہ ٹائم تک نہیں چلے گا۔ انہیں خود ہی صحیح طور پر فیصلہ کرنا ہوگا۔"

"ہاں' وہ خیریت سے تو ہیں ناں۔" ثانیہ خلجی نے پراسرار لہجے میں کہا۔

"ہاں' وہ خیریت سے ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے تم نے انہیں بتادیا ہے کہ ہم لوگ آچکے ہیں۔"

"جی بیگم صاحبہ' اگر آپ کو کسی چیز کا ضرورت ہو تو میرے کو بتاؤ۔"

"نہیں سب چیز موجود ہے یہاں' کوئی ضرورت نہیں ہے۔" صفوان نے کہا اور اس

کے بعد وہاں سے نکل آیا۔ یہ پہلو اطمینان بخش تھا اور مجھے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ چنانچہ اس کے بعد میں واپس حویلی میں داخل ہوگیا' دونوں میاں بیوی کے درمیان کیا ہی دلچسپ کھیل چل رہا تھا اور اس کھیل میں ہماری شرکت بھی ان دلچسپیوں کو بڑھانے کا باعث بن گئی تھی' یہاں اس عمارت میں بڑا پُرلطف ماحول تھا اور حالات ایک دلچسپ اور تفریحی عمل رکھتے تھے۔ بہرحال اس کے بعد سلمٰی خلجی رانا اختیار خلجی پر سبقت لے گئی' دن کی روشنی ہی میں وہ چھپتی چھپاتی ہمارے پاس پہنچی تھی اور اس نے رانا اختیار خلجی کو کسی کام سے باہر بھیج دیا تھا۔ یہ اندازہ تو اب اچھی طرح ہوچکا تھا کہ رانا اختیار خلجی نے اپنے اختیار کو بے پناہ کرلیا ہے ورنہ باقی معاملہ سلمٰی خلجی کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے۔ وہ ہمارے پاس پہنچی اور اس نے ہم دونوں کو گھورتے ہوئے کہا۔

"زیادہ وقت نہیں دے سکوں گی میں تمہیں' جلدی بتاؤ کیا ہوا؟"

"رحمان شاہ صاحب کا کہنا ہے کہ انہیں تاوان کے لئے اغوا کیا گیا تھا اور اس کے بعد باقی تمام لوگ واپس آگئے لیکن ثانیہ خلجی واپس نہیں آئیں جبکہ رحمان شاہ صاحب نے اپنی تمام تر کوششیں کرلیں' وہاں ان کے بڑے تعلقات بھی ہیں اور انہوں نے سارے تعلقات استعمال کئے لیکن اصل بات کا پتا آج تک نہیں چل سکا۔"

"میں پہلے ہی کہتی تھی نا کہ یہ بہت مشکل کام ہے اب سنو اب تو تم لوگوں کو بھی مایوسی ہی ہوئی ہوگی۔"

"جی بیگم صاحبہ۔

"دیکھو' بس اب خاموشی سے یہاں سے چلے جاؤ اور کسی جھگڑے میں نہ پڑنا' وہ خط کہاں ہے جو میں نے تمہیں دیا تھا۔"

"وہ خط ضائع کردیا ہم نے' کیونکہ جب کام نہیں بنا تو ہم نے سوچا کہیں وہ کسی اور کے ہاتھ نہ لگ جائے۔"

"سچ کہہ رہے ہو؟"

"جھوٹ بولنے کا کیا سوال ہے بیگم صاحبہ۔"

"پڑھا تھا تم نے وہ خط کھول کر۔"

"نہیں' جو وعدہ آپ سے کیا گیا تھا اس کی پوری پوری تعمیل کی گئی ہے۔"

"اچھے لوگ ہو' خیر' واپس جاؤ تو مجھ سے ضرور مل کر جانا۔" سلمٰی خلجی نے کہا۔

"جی بیگم صاحبہ۔" پھر وہ مطمئن ہوکر چلی گئی تو حسن فیروز بولا۔

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"چلو کم از کم اس کی کھوپڑی تو ٹھیک ہو گئی۔"

"جو کہانی سامنے آچکی ہے اس کے بعد کسی اور کہانی کی گنجائش کہاں رہتی ہے۔" میں نے کہا' کچھ دیر کے بعد رانا اختیار خلجی بھی ہمارے پاس پہنچ گیا' اچانک ہی آیا تھا اس لئے ہم لوگوں کو حیرت ہوئی' وہ کہنے لگا۔

"اصل میں یہاں اس حویلی میں میری سب سے بڑی مشکل میری بیوی ہے۔ میں تم لوگوں کو اپنی ذاتی باتیں نہیں بتانا چاہتا لیکن یہ سمجھ لو کہ میری بیوی سے میرے شدید اختلافات ہیں' نہ جانے کیوں کبھی کبھی مجھے یہ محسوس ہوتا ہے جیسے ثانیہ خلجی کو غائب کرانے میں اسی کا ہاتھ ہے۔ مگر خیر میں جس قدر مضطرب ہوں تمہیں بتا نہیں سکتا' اس نے نہایت چالاکی سے مجھے باہر بھیجنے کی کوشش کی تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ یہاں آئے گی' تم سے معلومات حاصل کرے گی۔ حالانکہ میں نہ جانا چاہتا تو نہ جانتا لیکن میں نے اسے یہ اطمینان دلانے کی کوشش کی کہ میں اس کی مرضی کے مطابق باہر جارہا ہوں لیکن حقیقی طور پر میں ایک چور دروازے سے پھر اندر واپس آگیا' مجھے یقین تھا کہ وہ تمہارے پاس آکر تم سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرے گی' کیا پوچھ رہی تھی وہ؟"

"یہی رانا صاحب کہ کیا ہمیں ثانیہ خلجی کا کوئی پتا' نشان ملا۔"

"کیا کہا تم نے؟"

"بالکل انکار کردیا اور کہا کہ ہمیں ان کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہوسکا۔"

"اب مجھے حقیقت بتاؤ' اسے معلوم نہیں ہے کہ میں اس وقت یہاں ہوں۔ میں باہر کے تمام دروازے بند کرتا چلا آیا ہوں۔"

"حقیقت یہ ہے کہ رانا اختیار خلجی صاحب کہ ہم نے ان دونوں کے بارے میں معلومات حاصل کرلی ہے اور یوں سمجھ لیجئے کہ ان دونوں کو دھوکا دے کر یہاں لے آئے ہیں۔"

"دو دو' دونوں۔" رانا اختیار خلجی کے چہرے پر پیلاہٹ دوڑ گئی تھی۔

"ہاں۔"

"ایک تو ثانیہ خلجی اور دوسرا کون؟" اس نے عجیب بے صبری کے انداز میں پوچھا۔

"اس کا نام صفوان ہے اور وہ ثانیہ خلجی کا شوہر ہے۔" حسن فیروز نے کہا اور رانا اختیار خلجی کا چہرہ اس طرح سرخ ہوگیا کہ اس کے بارے میں سوچا نہیں جاسکتا تھا۔ بہرحال کچھ دیر تک وہ خاموشی سے زمین کو گھورتا رہا' پھر وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"تو اس کتے کے پلے نے آخر کار ثانیہ پر ڈورے ڈال ہی لئے لیکن کیا تم یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہوسکے کہ اصل صورت حال کیا تھی؟ رحمان شاہ کو اس بارے میں کچھ معلوم کیوں نہ ہوسکا؟"

"رحمان شاہ کو اس بارے میں اب بھی کچھ نہیں معلوم رانا صاحب' وہ شدید حیران ہیں کہ جب ان تمام خواتین کو اغوا کیا گیا تھا اور انتہائی باعزت طریقے سے انہیں تاوان لے کر چھوڑ دیا گیا تھا تو ثانیہ صاحبہ کو کیوں روک لیا گیا اور غائب کردیا گیا لیکن پتا یہ چلا کہ ثانیہ صاحبہ خود ہی رک گئی تھیں کیونکہ صفوان کے پاس جانا چاہتی تھیں وہ' جب اغوا کرنے والے ان سب کو چھوڑ کر گئے تو ثانیہ خلجی نے وہیں ایک ایسی جگہ منتخب کرلی جہاں وہ دوسروں کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکیں اور اس وقت چونکہ رحمان شاہ صاحب بھی مشکلات کا شکار تھے اور خوف و دہشت میں مبتلا تھے اس لئے خواتین کو واپس لاتے ہوئے انہیں یہ احساس نہ ہوسکا کہ ثانیہ ان کے درمیان موجود نہیں ہے۔ ثانیہ نے اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور ایک طویل سفر کرکے وہ صفوان کے پاس پہنچ گئیں اور آخر کار انہوں نے کورٹ میرج کرلی اور ایک شہر میں قیام پذیر ہوگئے۔"

"شہر میں؟"

"ہاں۔"

"کیا کہہ رہے ہو تم؟"

"جو کچھ کہہ رہے ہیں سچ کہہ رہے ہیں۔"

"تمہیں اس بارے میں کیسے معلوم ہوا؟"

"ہم جھک مارنے کے لئے وہاں نہیں گئے تھے کام کرنے کے لئے گئے تھے۔ کرنل ہمایوں نے ہماری یہ ڈیوٹی لگائی تھی کہ ہم اصل صورت حال معلوم کرکے آئیں۔"

"پھر۔"

"بس آپ یہ سمجھ لیجئے کہ ہم نے جس انداز میں معلومات حاصل کیں اس کی کہانی بڑی طویل ہے لیکن ہمارا طریقہ کار ایسا ہی ہے۔ ہم ان لوگوں کی بو سونگھتے ہوئے آخر کار شہر پہنچ گئے اور اب انہیں یہاں لانے کا مسئلہ تھا۔ چنانچہ ہم انہیں دھوکا دے کر یہاں لے آئے اور اب یہاں وہ ایک مخصوص علاقے میں مقیم ہیں۔"

"یعنی چنار پور میں۔"

"ہاں۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"کہاں؟"

"نہیں رانا صاحب اس سلسلے میں آپ کو اس وقت تک نہیں بتایا جائے گا جب تک کرنل ہمایوں اس کی اجازت نہ دیں آپ پہلے یہ بتائیں کہ اب آپ کا آئندہ پروگرام کیا ہے؟"

"کیا فضول باتیں کر رہے ہو تم' تم سے یہ کہا گیا تھا کہ ان لوگوں کو برآمد کرو اور اس کے بعد مجھے اس کی اطلاع دو بلکہ ثانیہ کو میرے پاس پہنچاؤ' میری بیٹی ہے وہ' میری زندگی ہے' میری روح ہے میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"اور صفوان کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟" حسن فیروز نے سوال کیا اور رانا اختیار خلجی آنکھیں بند کر کے سوچ میں ڈوب گیا' کافی دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور بولا۔

"تو وہ دونوں یہاں موجود ہیں۔"

"جی۔"

"سنو' کیا تم دونوں کرنل ہمایوں کے کارکن ہو یا اس کے علاوہ بھی تمہارا ان سے کوئی گہرا رشتہ ہے؟"

"نہیں' ہم ان کے اسٹاف میں سے ہیں۔" حسن فیروز نے جواب دیا۔

"ظاہر ہے تمہیں تو بہترین معاوضے ملتے ہوں گے' کرنل ہمایوں کے بارے میں جس قدر میں جانتا ہوں وہ یہ ہے کہ وہ ایک شاندار شخصیت کے مالک آدمی ہیں اور بڑی عمدگی سے' بڑی ذہانت سے اپنا کام سرانجام دیتے ہیں' یقینی طور پر انہوں نے بہت سے کارنامے سرانجام دیئے ہوں گے' میں انہیں بھرپور معاوضہ ادا کر رہا ہوں اپنے اس کام کا لیکن اس معاوضے کے علاوہ اگر تم بھی اگر ایک بڑی رقم کمانا چاہو تو خفیہ طور پر میں تمہاری خدمت کرنے کے لئے بھی تیار ہوں' سمجھ رہے ہو ناں' تمہیں میرا ایک کام کرنا ہوگا۔"

"کیا؟" حسن فیروز نے سوال کیا۔

"پہلے تو ایک بات کا وعدہ کہ جو کچھ میں کہوں گا اسے تم میرا راز سمجھ کر اپنے سینے میں محفوظ رکھو گے۔"

"اس کے بعد؟"

"اس کے بعد اپنی تجویز۔"

"کرنل ہمایوں کے علاوہ آپ کی کہی ہوئی بات ہم کسی کو نہیں بتائیں گے یہ ہمارا

وعدہ ہے۔" حسن فیروز نے یہاں جھوٹ نہیں بولا تھا اور سچائی سے اپنا مقصد بیان کر دیا تھا۔ چنانچہ رانا اختیار خلجی کچھ لمحے تک کچھ سوچتا رہا' پھر بولا۔

"تم نے بہت سی مہمات میں حصہ لیا ہوگا اور ان مہمات میں کہیں اپنی زندگی بچاتے ہوئے اور کہیں حالات کی مجبوری اور ضرورت کے تحت تمہیں بہت سے لوگوں کو قتل کرنا پڑا ہوگا۔ کیا ایسا ہوا ہے؟"

"میں تو کئی بار قتل عام کر چکا ہوں۔ قتل عام سے میری مراد عام کے قتلوں سے نہیں ہے بلکہ انسانوں کی گردنیں ٹھک شک' ٹھک شک۔" حسن فیروز بہکنے لگا تو میں نے اسے گھور کر دیکھا اور وہ جلدی سے سنبھل گیا۔

"آپ سمجھ گئے ہوں گے رانا صاحب۔"

"ہاں' سمجھ گیا ہوں اور جانتا ہوں کہ تم خوش اسلوبی سے اپنا کام سرانجام دینے کی صلاحیت رکھتے ہو۔"

"اس موقعے پر غالباً آداب عرض کہا جاتا ہے' چلئے جو کچھ بھی کہا جاتا ہے میری طرف سے وہی سمجھ لیجئے۔"

"تو پھر سنو' ایک انتہائی معقول معاوضے کے عوض جو خفیہ طور پر صرف تمہیں ادا کیا جائے گا اور کرنل ہمایوں کو اس کے بارے میں ذرا برابر علم نہیں ہو سکے گا۔ تمہیں میرا ایک کام کرنا ہوگا۔"

"کیا کام کرنا ہوگا؟" حسن فیروز نے سوال کیا۔

"صفوان کی زندگی کا خاتمہ اور ثانیہ خلجی کو اس کا بالکل پتا نہیں چلنا چاہئے کہ میرے ایما پر ایسا ہوا ہے۔ اسے مجھ تک لانے یا مجھ سے ملانے سے پہلے تمہیں یہ کام کر ڈالنا ہوگا' ایسا جس طرح بھی چاہو کر سکتے ہو بلکہ ایسا کرنا جہاں بھی وہ مقیم ہیں میں تم سے ابھی اس کے بارے میں کچھ نہیں پوچھوں گا۔ صفوان کو کسی طرح مشتعل کر دو اور اس کے بعد اس کو قتل کر کے وہاں سے نکل بھاگو۔ ثانیہ ظاہر ہے اس کے بعد ہم سے رجوع کرے گی اور ہم اسے محبت سے سہارا دیں گے۔ ظاہر ہے تم سے یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس سازش کا علم سلمیٰ خلجی کو نہیں ہونا چاہئے یہ میرا تم سے براہِ راست رابطہ ہے کیونکہ تم جانتے ہو زیادہ سے زیادہ اگر سلمیٰ خلجی نے مجھ سے اس بارے میں سوالات کئے تو میں کوئی نہ کوئی بہتر بہانہ بنا دوں گا بلکہ اس کے بعد میں اس بات پر افسوس کا اظہار کروں گا کہ اگر ثانیہ خلجی کی شادی صفوان سے ہو ہی گئی تھی تو میں بھی صفوان کو

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

کسی نہ کسی طرح قبول کر ہی لیتا۔ یہ جو کچھ بھی ہوا ہے برا ہوا ہے' تھوڑی سی بھاگ دوڑ کروں گا اور اس کے بعد تمہارا نام توصیغہ راز میں چلا جائے گا۔ ثانیہ ہمارے پاس آجائے گی۔ اصل میں تم یہ بات سمجھ گئے ہوگے کہ میں نہیں چاہتا کہ ثانیہ خلجی اور صفوان کا ساتھ رہے' اس کے پس منظر میں کیا ہے یہ بات نہ تو تمہیں بتانے کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی کے ذاتی معاملات کو اس طرح کریدا جاتا ہے' کیا سمجھے؟"

"کمال کی بات ہے اماں بھائی رانا صاحب یہ تو ایسا مسئلہ ہے کہ بس مم' میرا مطلب ہے کہ کہ۔" حسن فیروز نے خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا' میرے چہرے پر سنجیدگی کی شکنیں پھیل گئی تھیں۔ میں نے آہستہ سے کہا۔ "لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے رانا صاحب کہ ہم کرنل ہمایوں کو اس بارے میں کیا جواب دیں گے۔ ظاہر ہے جو کچھ ذمہ داری ہمارے سپرد کی گئی ہے کرنل اس سلسلے میں ہم سے سوالات تو کریں گے۔"

"بڑی سیدھی اور سادی سی بات ہے اس مسئلے کو ذرا سا الجھانے میں کوئی دقت نہیں ہوگی نہ تمہیں اور نہ مجھے' میں یہ کہوں گا کہ تم تو مخلصانہ طور پر اپنا کام سرانجام دے کر واپس آگئے تھے اور تم نے اس سلسلے میں کسی تساہل سے کام نہیں لیا بلکہ نہایت خوبصورتی سے تم نے اپنا کام سرانجام دے ڈالا ہے باقی جہاں تک رہا معاملہ ثانیہ کا تو آخر کار وہ میرے پاس پہنچ ہی جائے گی نا' تمہارا کام تھا بھی اتنا' اگر تم کرنل ہمایوں کے سلسلے میں ذرا بھی پریشان ہو تو میں کرنل سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ تم نے اپنا کام بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دے ڈالا تھا لیکن صفوان نے شاید اپنے کچھ ایسے دشمن پال رکھے تھے جنہوں نے موقع غنیمت دیکھ کر اسے راستے سے ہٹادیا بہت آسان سی بات ہے۔"

"ہمیں منظور ہے۔" حسن فیروز نے کہا اور رانا اختیار خلجی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی' پھر اس نے کہا۔ "معاف کرنا' میری بات کا برا مت ماننا اپنی گفتگو سے' اپنے انداز سے بظاہر تم ایک بیوقوف آدمی لگتے ہو یعنی موقعہ بے موقعہ بولنے والے لیکن یہ بات بھی درست ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو بے وقوف ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے وہی سب سے زیادہ چالاک آدمی ہوتا ہے اور تمہیں دیکھنے کے بعد مجھے اس بات کا یقین ہوجاتا ہے کہ یہ بات بالکل درست ہے۔ تم نے سمجھداری سے جو میری پیشکش قبول کی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم بہت دور تک دیکھنے اور سوچنے کے عادی ہو۔ بیٹے' بات اصل میں یہ ہے کہ زندگی میں انسان کو ایک' دو چانس ضرور ملتے ہیں یا تو اپنی جذباتی کیفیت سے بلکہ کیفیت نہیں میں تو اسے حماقت کہوں گا متاثر ہوکر انسان اس چانس سے منہ موڑ

لیتا ہے یا پھر وہیں سے اس کی شاندار زندگی کا آغاز ہوجاتا ہے۔ تم دونوں کرنل ہمایوں سے جو بھی تعلق رکھتے ہو' اس کے لئے کام کرتے رہو کرنل ہمایوں سے اس کا کچھ معاوضہ تمہیں دیتا ہوگا۔ یہ کام وہ کرتا رہے گا ذہین آدمی ہے بڑی اعلیٰ کارکردگی کا مالک' میں اسے بہت اچھی طرح جانتا ہوں لیکن اگر تم لوگ یہ سوچتے ہو کہ مستقبل میں تمہیں ایسا کوئی مقام مل جائے گا جو تمہارے لئے بہت بڑی حیثیت کا حامل ہوگا تو یہ تمہاری سوچ ہے۔ ظاہر ہے کرنل کام کے آدمیوں کو اس طرح نہیں چھوڑ سکتا اور تم واقعی اس کے لئے کام کے آدمی ہو' میں تمہیں مکمل منصوبہ بنائے دیتا ہوں جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کی تکمیل کرو' ایک خفیہ نام سے چنار پور میں یا کہیں بھی اپنے اکاؤنٹ کھول دو اور مجھ سے وصول ہونے والی رقم اس اکاؤنٹ میں منتقل کردو' چیک بک' پاس بک وغیرہ بھی اپنے پاس نہ رکھو بلکہ انہیں اسی بینک کے کسی لاکر میں محفوظ کردو اس کے بعد مجھ سے کارکردگی کی تکمیل کا سرٹیفکیٹ لے کر کرنل ہمایوں کے پاس واپس چلے جاؤ' کرنل ہمایوں نے اگر مجھ سے اس سلسلے میں کوئی سوال کیا تو میں کہہ دوں گا کہ تم دونوں نے اپنا فرض بخیر وخوبی سرانجام دیا ہے اور میں تم دونوں کی کارکردگی سے مطمئن رہا ہوں۔ اب یہ الگ بات ہے کہ صفوان کا نقصان پہنچ گیا اور وہ بالکل الگ اور ذاتی معاملہ ہے۔ صفوان نے بہت سے دشمن پال رکھے تھے جو بہرطور اس کی تاک میں تھے۔ تم پر ذرا برابر نہ آنچ آئے گی اور نہ کوئی شبہ کرسکے گا۔ یہ میرا وعدہ ہے۔"

"تو پھر آپ ہمیں تھوڑا سا موقعہ دیجئے' بات تو یوں سمجھئے کہ ہم نے منظور کرلی ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان طے ہوگئی ہے لیکن تھوڑا سا آپس کا مشورہ بھی بڑا ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے' ٹھیک ہے لیکن مجھے یقین ہے تم سمجھداری سے کام لیتے ہوئے وہی کرو گے جو میں نے کہا ہے سنو اصل کام تم سرانجام دے چکے ہو یعنی ثانیہ کی تلاش اور حقیقتوں کی نشاندہی' تم یہ نہ سمجھنا کہ میں بالکل بے سہارا بیٹھا ہوا ہوں بے شمار افراد ہیں میرے پاس جو میرے لئے کام کرسکتے ہیں لیکن یہ کام چونکہ ذہانت کا تھا اور اس میں مجھے تھوڑی سی الجھنیں درپیش تھیں اس لئے میں نے کرنل ہمایوں سے معاوضے پر مدد کرنے کی درخواست کی اور میرا کام ہوگیا۔ تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی لیکن تمہیں یہ سارا کام بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دینا ہوگا۔"

"ویسے سر آپ اس سلسلے میں ہمیں کتنا معاوضہ ادا کردیں گے۔"

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"پچیس لاکھ روپے' کم از کم پچیس لاکھ روپے۔"

"کچھ آگے پیچھے۔" حسن فیروز نے کہا' میں نے رخ بدل لیا تھا۔ میں اس پر اپنے چہرے کے تاثرات کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ اس سے رانا اختیار خلجی ہوشیار ہو سکتا تھا۔ رانا اختیار خلجی نے کہا۔

"تیس کرلو' چالیس کرلو' میرا خیال ہے یہ بہت کافی ہیں۔"

"اگر میں پچاس کرلیں تو؟" حسن فیروز نے کہا اور رانا اختیار خلجی اسے دیکھنے لگا' پھر بولا۔

"ٹھیک ہے مجھے منظور ہے۔ میں تو کہتا ہوں یہ کام چند گھنٹوں کے اندر اندر سرانجام دے دو' صفوان کی لاش ایک نگاہ مجھے دکھادو' اسے ٹھکانے لگانے کا بندوبست بھی میں کردوں گا۔ تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی اور اس کے بعد اپنی یہ رقم مجھ سے وصول کرلو یا اگر چاہو تو میں پہلے اسے تمہارے حوالے کرسکتا ہوں۔"

"بس تھوڑا سا مشورہ' تھوڑا سا وقت۔"

"ہاں ہاں' بالکل کیوں نہیں' بلکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ جب تک تم اس سلسلے میں مناسب فیصلہ نہ کرلو میری نگرانی میں رہو۔ اصل میں خود میرا ذاتی معاملہ بھی ہے۔ تم سمجھ رہے ہو گے نا' یہ تجویز تمہارے سامنے پیش کرنے کے بعد میں اپنے ہاتھ کٹوا بیٹھا ہوں۔"

"مم مگر آپ کے تو دونوں ہاتھ موجود ہیں۔" حسن فیروز نے کہا۔

"نہیں لڑکے' مذاق نہیں' دل کی بات کسی سے بیان کردینے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انسان پر کسی نے بہت بڑا اعتبار کیا ہے۔ تم اب اس جگہ نہیں رہو گے جہاں اب تک قیام کرتے رہے ہو۔ معاف کرنا میں تمہیں کسی سے ملنے جلنے کا موقعہ بھی نہیں دوں گا۔ ہاں' اگر تم میرے کام پر راضی نہ بھی ہوئے تو پھر ایک اور معاہدہ کروں گا تم سے اور وہ معاہدہ یہ ہو گا کہ ثانیہ اور صفوان کو اس کی ماں کے حوالے کردو' میرا مطلب ہے سلمٰی خلجی کے سامنے میرے حوالے کردو۔ ہم لوگ دیکھ لیں گے کہ ہم نے آگے کیا کرنا ہے۔ میں اپنا کام کسی بھی شکل میں سرانجام دے لوں گا مجھے اس میں کوئی دقت نہیں ہو گی اور تمہیں میری اس تجویز کے بارے میں زبان بند رکھنے کا معاوضہ دو لاکھ روپے ادا کردیا جائے گا۔ یہ دو لاکھ روپیہ لے کر تم یہ بات بھول جاؤ گے کہ میں نے کوئی ایسی تجویز تمہارے سامنے پیش کی تھی۔ اب فیصلہ کرنا تمہارے ہاتھ میں ہے۔"

"یقیناً جناب' یقیناً۔ ہم پچاس لاکھ کو دو لاکھ پر ترجیح دیں گے کیونکہ ہم بیوقوف لوگ نہیں ہیں۔"

"تو پھر تمہیں کچھ دیر یہاں انتظار کرنا ہو گا۔ میں تمہارے لئے آرام گاہ کا بندوبست کئے دیتا ہوں۔" آخر کار رانا اختیار خلجی وہاں سے چلا گیا۔ میں اور حسن فیروز خاموش بیٹھے ہوئے تھے' حسن فیروز نے تو رخ ہی بدل لیا تھا میں نے بھی کوئی بات نہیں کہی' صورت حال پوری طرح میرے علم میں آچکی تھی اور میں اس بات پر بے حد خوش تھا کہ میں نے کسی قسم کی جذباتی کیفیت کا مظاہرہ کئے بغیر ان دونوں کو رانا اختیار خلجی کے سامنے پیش نہیں کر دیا۔ ثانیہ تو خیر بچ ہی جاتی اور اب بھی بچ جائے گی لیکن صفوان کا معاملہ وہی ہے حالانکہ وہ نوجوان مجھے بے پناہ پسند تھا۔ پھر کچھ دیر کے بعد رانا اختیار خلجی آگیا۔ ہم نے اس بات کا اندازہ لگالیا تھا کہ وہ دروازہ باہر سے بند کرکے چلا گیا ہے' دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی تھی اور پھر رانا اندر داخل ہوا تھا اور بولا۔

"آؤ۔" اور اس بار وہ ہمیں جس کمرے میں لے گیا وہ بہت نفیس ڈیکوریشن رکھتا تھا۔ عمدہ بستر موجود تھا' اٹیچ باتھ' درحقیقت وہ ایک شاندار کمرہ تھا۔

"فی الحال تم یہ سمجھ لو کہ تمہیں یہاں رہنا ہو گا' ایک تھوڑا سا وقت مجھے بھی دو گے' مجھے کچھ انتظامات کرنے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر تم مشورہ کرکے فیصلہ کرنا چاہو گے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔"

"ٹھیک ہے۔" پھر رانا اختیار خلجی چلا گیا۔ اس کمرے کا دروازہ بھی باہر سے بند کردیا گیا تھا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا' کمرے کے دروازے تک پہنچا اور اسے آزما کر دیکھا اور پھر ایک گہری سانس لے کر وہاں سے واپس پلٹ آیا' بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ دروازہ باہر سے بند کردیا گیا ہے اور ہمارے لئے یہ خوبصورت کمرا فی الحال ایک قید خانے کی حیثیت رکھتا ہے۔ میں واپس پلٹا ہی تھا کہ اچانک ہی حسن نے بستر سے چھلانگ لگائی اور میں بوکھلا کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا لیکن وہ کہنیوں کے بل گھسیٹتا ہوا آگے آیا اور اس نے میرے دونوں پاؤں پکڑ لئے۔

"مجھے بستی دوآبہ کی قسم' تجھے وہ ساری قسمیں جن سے تُو متاثر ہوتا ہو' مان لے میرے یار' اب مان لے' دیکھ یہ ایک حقیقت ہے کہ پچاس لاکھ روپے کی رقم ہمیں دوبارہ کبھی نہیں ملے گی اور ہم....." میں نے سختی سے دونوں پاؤں پیچھے کرلئے حسن فیروز کو شانوں سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے میں نے کہا۔

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

"حسن ایسی بات نہ کرو کہ ہمیشہ کے لئے میری نگاہ سے گر جاؤ' تم ایک بہت اچھے دوست' بہت اچھے ساتھی کی حیثیت سے میری زندگی میں آئے ہو لیکن میرے دوست ہم پتھروں کے حصار میں پیدا ہوئے ہیں' ہماری آبیاری اور ہماری تخلیق اس سنگلاخ مٹی سے ہوئی ہے جس میں لچک نہیں ہوتی اور دوست ہم انسانی زندگیوں سے اس وقت تک نہیں کھیلتے جب تک کہ ہماری مجبوری ہمارے سامنے نہ آجائے' صفوان ایک شاندار آدمی ہے اور دو محبت کرنے والے ایک دوسرے کے دکھ درد کے ساتھی' ہم انہیں اپنے اعتماد میں لے کر یہاں تک لائے ہیں۔ کیا اس کے بعد پچاس لاکھ روپے کے لئے ہم انہیں دھوکا دے دیں گے ثانیہ محبت کرتی ہے صفوان سے اور صفوان ثانیہ سے تم نے شاید اس پر غور نہیں کیا' کچھ پیسوں کے لئے انسانی زندگی لو گے' کرائے کے قاتل بنو گے۔ حسن' یہ انداز فکر چھوڑ دو۔"

"تو پھر تم ایک کام کرو' جوتا اتارو اور میرے سر پر اتنے مارو کہ میری پھوکڑی کا کھوڑا جو ہے نا پھوٹ جائے اور اس کا سارا مواد ناک کے راستے بہہ جائے۔ بس' یار اس کے علاوہ تم سے کچھ اور نہیں کہوں گا۔"

"ایسے نہیں' وعدہ کرو اس کے بعد کسی اور گھٹیا انداز میں نہیں سوچو گے۔"

"ٹھیک ہے' تم بھی کیا یاد کرو گے کہ کسی رئیس زادے سے پالا پڑا تھا۔" حسن نے کہا اور میں خاموشی سے اسے گھورنے لگا' حسن اب کمرے میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا' پھر بولا۔

"جگہ اچھی ہے' کیا خیال ہے کچھ وقت یہیں گزار لیں۔"

"تمہارا اپنا گھر کیا برا ہے حسن؟"

"مگر یار وہاں اپنی کوئی عزت نہیں ہے۔"

"ہو جائے گی' ہو جائے گی' فکر مت کرو' وقت کا انتظار کرلو۔"

"ٹھیک ہے' ٹھیک ہے بھائی تو بہت بڑا مدبر ہے' مدبر اعظم اب کیا کرو گے یہ بتاؤ۔"

"کچھ نہیں' اب سلمٰی خلجی سے اس بارے میں بات کی جائے گی اور ثانیہ کے بارے میں تو ہم نے بہرحال رانا اختیار خلجی کو بتا ہی دیا ہے' زیادہ سے زیادہ یہ کریں گے کہ سلمٰی خلجی کو پہلے تمام تر صورت حال بتا کر یہ بھی بتا دیں گے کہ رانا اختیار خلجی صفوان کو قتل کردینا چاہتا ہے۔ صفوان کو کہیں غائب کر دیا جائے گا' ثانیہ کو ان لوگوں کے حوالے کر دیں گے اور لوٹ کے بدھو گھر کو چلے جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے' ٹھیک ہے۔ میں نے کہا نا کہ جذباتی کردیا ہے تم نے مجھے اور تمہارے ساتھ رہ کر میں جذباتی ہو گیا ہوں۔ مان لیتا ہوں تمہاری بات تم بھی کیا یاد کرو گے۔" مجھے ہنسی آگئی تھی اور اس کے بعد حسن فیروز کی شکل دیکھنے کے قابل تھی۔ بستر پر لیٹ گیا تھا' آنکھیں بند تھیں بڑبڑا رہا تھا۔

"لندن کی نیشنل آرٹ گیلری' ترکی کا میوزیم' سوئٹزرلینڈ کی پہاڑیاں' حسین و جمیل نیاگرا آبشار' ہائے یورپ کی حسینائیں' پچاس لاکھ روپے میں سب کچھ' لیکن اب میں ان سب کو خداحافظ کہتا ہوں بے کار ہے سب کچھ سوچنا' بے کار ہے۔ اے کاش' اس کی پھوکڑی میں بھی کھوڑا ہو جائے' کیا مزہ آئے گا جب ہمارے درمیان یہ رشتہ قائم ہو جائے گا۔ کمال کا آدمی ہے یار' رہتا پہاڑوں کی جھونپڑیوں میں ہے' بلندیاں پہاڑوں سے بھی زیادہ ہیں۔"

"شکریہ حسن فیروز تم نے ایک ایسا جملہ کہہ دیا ہے جس سے میری روح خوش ہو گئی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم پہاڑوں کے بیٹے اپنے پہاڑوں کی ان سربلند چوٹیوں کے وقار کا تحفظ کرتے ہیں ان کی عظمتیں ہمارے سینوں میں پوشیدہ ہیں۔ ہم ان کے دامن میں پلنے والے حقیر کیڑے ان بلندیوں تک تو کیا پہنچ سکتے ہیں' لیکن ان سے آنے والا شفاف پانی جس سے ہماری روح کی تسکین ہوتی ہے ہمارے اندر تھوڑا بہت ضبط پیدا کردیتا ہے' تمہارا بے حد شکریہ۔" میں نے کہا اور حسن نے آنکھیں کھول دیں' مجھے گھورتا ہوا بولا۔

"کیا کوئی بات تمہارے حق میں کہہ گیا ہوں اگر ایسا ہے تو اپنے الفاظ واپس لے سکتا ہوں انتہائی تھرڈ کلاس آدمی ہو یار' نکمے اور ناکارہ تم دیکھ لینا یا تو کرنل ہمیں کسی وقت چوڑے میں مروا دے گا یا پھر تمہارے ساتھ ساتھ ہی مجھے سڑکوں کی کھدائی کرنا پڑے گی لیکن ایک بات ذہن میں رکھ لو۔"

"کیا؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس وقت بھی میں سپروائزر رہوں گا یعنی تمہارا چیف' سڑک تم کھودو گے اور معاوضہ میں وصول کروں گا۔"

"وعدہ۔" میں نے اس کی جانب ہاتھ بڑھایا اور اس نے برا سا منہ بنا کر رخ بدل لیا۔ میں بہرحال مطمئن تھا۔ یہ دلچسپ کہانی اپنے منطقی انجام تک پہنچ رہی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ آگے کیا طریقہ کار اختیار کیا جائے بہت دیر خاموش رہنے کے بعد میں نے

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

حسن سے کہا۔

"حسن اب کیا فیصلہ کرتے ہو؟"

"وہی جو تم نے کہا ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔"

"ٹھیک ہے بہت بہت شکریہ' یہی مناسب بھی ہے' لیکن اب جب رانا اختیار خلجی ہم سے ملاقات کرنے آئے گا تو ہم اس سے کہیں گے کہ ہمیں اس کی یہ پیشکش منظور ہے ویسے آدمی خطرناک ہے اتنا میں ضرور جانتا ہوں کہ وہ یہاں چنار پور میں صاحب اختیار ہے اور وہ کرسکتا ہے جو وہ کرنا چاہے لیکن اپنا کام پورا کردو اور اس کے بعد کرنل کو اطلاع دے دو' باقی ہم بہت ساری ذمہ داریوں کو قبول بھی نہیں کرسکتے اور بہت سارے جھگڑوں میں پڑ بھی نہیں سکتے۔ یہ بالکل ان کے ذاتی معاملات ہیں اور اپنے ذاتی معاملات کو یہ خود بہتر بھی سمجھ سکتے ہیں۔" حسن نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ رات کو تقریباً آٹھ بجے رانا اختیار خلجی ہمارے پاس پہنچا' اس دوران ہمارے لئے کھانے پینے کی تمام اشیاء فراہم کی جاتی رہی تھیں لیکن ہمیں یہ اشیاء فراہم کرنے والے جب باہر جاتے تو دروازہ باہر سے بند کردیا جاتا تھا۔ رانا اختیار خلجی نے غالباً ان لوگوں کو یہ ہدایت بھی کردی تھی' آٹھ بجے وہ ہمارے پاس پہنچ گیا اور اس نے ہمیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں دوستو تمہارے چہروں پر موجود عقل و دانش اس بات کا اظہار کرتی ہے کہ بے شک تمہاری عمر نوجوانی کی ہے لیکن تم زندگی میں صحیح فیصلے کرنے کے عادی ہو۔"

"زندگی کے غلط فیصلے ہی تو نقصان دہ ہوجاتے ہیں رانا صاحب' ہمیں آپ کی شرط منظور ہے۔" میں نے کہا۔

"ویری گڈ' ویری گڈ' ویری گڈ' میں تم لوگوں کو ایک حسین مستقبل کی خبر دیتا ہوں یقینی طور پر صرف یہی نہیں بلکہ زندگی میں ہمیشہ ہی تم کامیاب رہو گے' کوئی ضرورت ہی نہیں کرنل ہمایوں کو یہ بتانے کی' میں کرنل سے یہ بات کہہ دوں گا کہ تم نے ثانیہ کو مجھ تک پہنچا دیا ہے۔ کرنل کا شکریہ بھی ادا کروں گا اور میرے اور ان کے درمیان جو معاوضہ طے ہوا ہے اس کی ادائیگی بھی انہیں کردی جائے گی گویا تمہارا کام ختم' بعد میں جب کبھی صورت حال بہتر ہو تو کم از کم بینکوں میں جمع شدہ رقم تمہاری اپنی ہوگی اور تم ایک صاحب حیثیت انسان ہوگے کیا سمجھے۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں رانا صاحب۔"

"آؤ میرے ساتھ' میں تمہیں کچھ ایسی حقیقتوں سے روشناس کراؤں جن کی بنا پر

میں یہ وحشیانہ قدم اٹھانے پر مجبور ہوگیا ہوں ورنہ میں بھی برا انسان نہیں ہوں' آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ میں کیوں یہاں تک پہنچا۔" ہم دونوں رانا اختیار خلجی کے ساتھ باہر نکل آئے۔ رانا ہمیں اپنی رہائش گاہ کے مختلف حصوں سے گزارتا ہوا اس حویلی نما کوٹھی کے آخری حصے میں بنے ہوئے کمرے میں پہنچا' پھر ہمیں نہیں معلوم ہوسکا تھا کہ اس نے کیا عمل کیا لیکن کمرے کی ایک دیوار میں دروازہ نمودار ہوگیا تھا یقینی طور پر یہ ایک تہہ خانے کا دروازہ تھا۔ رانا اختیار خلجی نے ہمیں اشارہ کیا اور ہم اس تہہ خانے میں اتر گئے' خاصی کشادہ جگہ تھی اور یہاں روشنی بھی اچھی خاصی تھی۔ ہم رانا اختیار خلجی کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے تہہ خانے کے آخری حصے میں پہنچ گئے' یہاں اعلیٰ قسم کے صوفے پڑے ہوئے تھے' رانا اختیار خلجی نے ہمیں ان صوفوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر خود ہم سے کچھ فاصلے پر پڑی ہوئی ایک چھوٹی سی میز پر جابیٹھا' یہاں پہنچ کر اس نے میز کی دراز میں رکھا ہوا ایک ٹیپ ریکارڈر نکالا اور اسے میز پر رکھ دیا' پھر ہماری طرف رخ کرکے بولا۔

"تو تم نے جو فیصلہ کیا ہے اس کی نوک پلک پر غور کرلیا ہے۔ میری پیشکش منظور ہے تمہیں۔"

"ہاں۔" میں نے کہا۔

"تو صفوان کو تم کب قتل کر رہے ہو؟"

"یہ ٹیپ ریکارڈ آپ نے کس لئے سامنے رکھا ہے رانا صاحب؟" میں نے ایک دم کہا اور رانا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم سمجھ رہے ہو گے کہ شاید تمہاری یہ گفتگو میں ٹیپ کرنے جارہا ہوں۔"

"اصل میں رانا صاحب جس شعبے سے ہمارا تعلق ہے اس میں ہمیں یہ خیال رکھنا ہی پڑتا ہے' ہوسکتا ہے آپ چالاکی سے کام لے کر ہمارے سر قتل کا الزام لگانا چاہتے ہوں۔"

"بڑی ذہانت کی بات ہے لیکن معاف کرنا تم ذہین آدمی نہیں ہو۔ میں تمہارے یہ الفاظ ٹیپ نہیں کررہا بلکہ تمہیں کچھ سنانا چاہتا ہوں۔" رانا اختیار خلجی نے کہا' اس دوران ٹیپ سے جو مدہم سی آواز ابھرتی رہی تھی اس کے بارے میں یہ اندازہ ہورہا تھا مجھے کہ کوئی کیسٹ ریوائنڈ کیا جارہا ہے رانا نے اس ٹیپ ریکارڈر کا پلے بٹن دبایا' چند لمحے سر سراہٹیں سنائی دیتی رہیں اور اس کے بعد ہماری آوازیں ابھرنے لگیں۔ یہ وہ گفتگو تھی جو اس سے پہلے قید خانے میں یعنی اس کمرے میں جس سے ابھی ہمیں اٹھا کر یہاں لایا گیا تھا

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

میرے اور حسن فیروز کے درمیان ہوئی تھی اور جس میں' میں نے اپنے منصوبے کا حسن فیروز سے تذکرہ کیا تھا۔ پوری گفتگو بڑی عمدگی کے ساتھ ریکارڈ ہوگئی تھی۔ حسن فیروز کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا اور میرے جبڑے بھنچے ہوئے تھے۔ رانا جو کچھ کہنا اور کرنا چاہتا تھا میں نے اسے سمجھ لیا تھا۔ پھر جب تمام گفتگو ختم ہوگئی تو رانا اختیار خلجی نے ٹیپ ریکارڈر بند کیا اور بولا۔

"میں نے کہا تھا نا تم سے کہ میں بیوقوف نہیں ہوں۔ تمہیں اس کمرے میں پہنچانے سے پہلے میں نے وہاں ایسے مائیکرو فون چھپا دیئے جن سے تمہارے درمیان ہونے والی یہ گفتگو ریکارڈ کی۔ اصل میں ہر آدمی ہر پہلو پر غور نہیں کرتا' تم دونوں ذہین ہو میں اسے تسلیم کرتا ہوں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی شک مار ہی جاتا ہے۔ بہرحال میں کوئی شیخی نہیں بگھار رہا' دیکھو بات اصل میں یہ ہے کہ صفوان اور اس کے اہل خاندان نے میری اس طرح بے عزتی کی ہے کہ میں اسے موت کی قیمت پر بھی بھول نہیں سکتا اور اسی لئے میں یہ وحشیانہ قدم اٹھانے پر مجبور ہوا ہوں' کیا سمجھے؟"

"تو آپ نے یہ چالاکی برتی ہے ہمارے ساتھ۔"

"ہاں۔"

"اور آپ دھوکے سے ہمیں اس تہہ خانے میں لے آئے ہیں۔"

"مجبوری تھی۔ کرنا پڑا۔"

"رانا صاحب اگر اس وقت ہم آپ پر حملہ کردیں اور یقینی طور پر ہمیں ایسا کرنا چاہئے تو پھر آپ بعد میں کرنل ہمایوں سے شکایت نہ کیجئے گا کہ ہم نے کیا کیا؟"

"اس کا جواب بھی میں تمہیں بہتر طریقے سے دے سکتا ہوں۔"

"جی فرمایئے۔" میں نے کہا اور اسی وقت میں نے تین آدمیوں کو دیکھا اور دیکھ کر میری طبیعت خوش ہوگئی۔ ان تینوں کو میں نے حویلی میں ایک دوبار پہلے بھی دیکھا تھا۔ بڑے زبردست تن و توش کے مالک تھے۔ چہروں سے ہی کافی خطرناک لگتے تھے' گھر کے ملازم تھے لیکن بظاہر کوئی کام کرتے نظر نہیں آتے تھے' تینوں کے چہروں پر درندگی نظر آرہی تھی۔ رانا اختیار خلجی نے کہا۔

"یہ میرے بڑے وفادار لوگ ہیں ایسے کہ میرے لئے ہزار بار زندگی دے سکتے ہیں' میرا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے ذرا برابر کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تو یہ تمہیں مار مار

کر ختم کردیں گے' بات اتنی ہی سنگین نوعیت کی حامل ہے۔ تم یہ نہیں کہہ سکو گے کہ میں نے تمہارے ساتھ دھوکا کیا۔ تم میرے ساتھ دھوکا کر رہے تھے' یہ جوابی کارروائی ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تم اب صرف یہ بتاؤ کہ صفوان اور ثانیہ کہاں مقیم ہیں؟ اس بات کو بھول جاؤ کہ مجھے کوئی نقصان پہنچا سکو گے۔ مجھے ان کا پتہ بتا دو' تمہارے اندر کی بات تو مجھے معلوم ہو ہی چکی ہے۔ میں اپنا کام سرانجام دے لوں' اس کے بعد میں تمہیں چھوڑ دوں گا اور اگر تم میرے لئے زیادہ خطرناک ثابت ہوئے تو جہاں ایک گناہ کر رہا ہوں یعنی صفوان کو قتل کروانے کا گناہ وہاں ایک گناہ اور سہی یعنی تم دونوں کا خاتمہ بھی کرادوں گا۔"

"حساب میں گڑبڑ کر رہے ہیں رانا صاحب' تین گناہ ہوں گے وہ۔ یعنی ایک صفوان کو قتل کرانے کا اور دو ہمیں قتل کرانے کے۔" حسن فیروز نے کہا اور رانا اختیار خلجی کے ہونٹوں پر سفاک مسکراہٹ پھیل گئی۔

"گویا تم اب بھی میری بات کو مذاق سمجھ رہے ہو۔ ٹھیک ہے یہ تمہاری مرضی' یہ داور ہے اور دونوں کا انچارج اور یہ دونوں داور کے حکم پر کام کرتے ہیں۔ داور ہمیں ان سے یہ معلوم کرنا ہے کہ انہوں نے صفوان اور ثانیہ کو کہاں رکھا ہے یا وہ کہاں موجود ہیں؟ مجبوری ہے میں ان دونوں کو تمہارے حوالے کرکے جارہا ہوں۔ وہ کاغذ اور پیڈ رکھا ہوا ہے۔ پتہ لکھوا لینا ان سے' اور اس کے بعد ان دونوں کو مضبوطی سے کس کر باندھ دینا۔ ان کی نگرانی بھی تمہاری ذمہ داری ہوگی۔ پتہ معلوم کرنے کے بعد مجھے پہنچاؤ' کھانے پینے کی انہیں کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہئے اور ایک بات اور وہ یہ کہ انہیں زندہ رکھنا ہے جب تک ہمیں ہمارے مطلب کی تفصیلات معلوم نہ ہوجائیں۔"

"جی صاحب جی' آپ بالکل فکر نہ کرو۔"

"دیکھو' میں تم لوگوں کو آخری بار یہ بتا کر جارہا ہوں کہ بہتر ہے کہ داور کو زیادہ سختی کا موقعہ نہ دینا' اس شخص میں یہ خرابی ہے کہ جب اپنی مرضی کی بات نہیں پاتا تو دیوانہ ہوتا چلا جاتا ہے اور پھر اس کی دیوانگی کو روکنا میرے بس سے بھی باہر ہوجاتا ہے۔"

"آہ' گویا اس کا مطلب ہے کہ اس کی پھوکڑی میں بھی کھوڑا ہے۔" حسن فیروز نے درد بھری آواز میں کہا۔

"او کے داور' ہوشیاری سے' تمہیں کوئی دقت تو نہیں ہوگی۔"

"صاحب جی داور کو گالیاں دے رہے ہو۔" داور کی گونج دار آواز ابھری اور رانا

Courtesy of Pakistan Virtual Library
www.pdfbooksfree.pk

اختیار خلجی نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور پھر بولا۔

"حالانکہ میں یہ سب کچھ نہیں چاہتا تھا۔ اب بحالت مجبوری دوسرے ذرائع سے انہیں حاصل کیا جائے گا۔ کرنل ہمایوں کا شکریہ ادا کیا جائے گا۔ ثانیہ خلجی کے حصول پر اسے مطلوبہ معاوضہ دیا جائے گا اور تمہارے بارے میں جب وہ سوال کرے گا تو میں بڑی شکرگزاری کے الفاظ کے ساتھ یہ کہوں گا کہ وہ دونوں جانباز تو اپنے کام کی تکمیل کے بعد واپس روانہ ہو چکے ہیں۔ کیا وہ ابھی تک وہاں نہیں پہنچے اور ظاہر ہے دونو جوان لڑکوں کی گمشدگی کی ذمہ داری مجھ پر تو کسی طور عائد نہیں ہوگی۔" یہ الفاظ ادا کرکے رانا اختیار خلجی تہہ خانے کی سیڑھیوں سے اوپر چلا گیا اور پھر دروازے میں روپوش ہوگیا' تب داور نے ہماری طرف رخ کیا۔

معاشرے کی اس کہانی کے بقایا واقعات دوسرے اور آخری حصے میں ملاحظہ فرمائیں۔